جدید فقہی تحقیقات

تفریح وسیاحت

اس کے جائز وسائل وشرعی ضوابط

[اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) کے بیسویں فقہی سمینار منعقدہ جامع العلوم فرقانیہ رامپور میں مؤرخہ ۵ -۷/مارچ ۲۰۱۱ء کو پیش کیے گئے علمی، فقہی اور تحقیقی مقالات ومناقشات کا مجموعہ جس میں مزاح، لطیف گوئی، مزاحیہ کہانیاں اور ڈرامے، سیر وسیاحت پر کثیر رقم خرچ کرنا، مختلف کھیل اس کے اصول، کھلاڑیوں کے لباس وپوشاک، کھیلوں پر سٹہ لگانا، تاریخی اور تعلیمی مقاصد کے لئے فلمیں اور کارٹون بنانا وغیرہ شامل ہیں]

ایفا پبلیکیشنز- نئی دہلی

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب : تفریح وسیاحت - اس کے جائز وسائل وشرعی ضوابط
صفحات : ۶۱۵
سن طباعت : فروری ۲۰۱۲ء
قیمت : ۳۲۰/روپے

ناشر

ایفا پبلیکیشنز

۱۶۱ - ایف بیسمنٹ، جوگابائی، پوسٹ باکس نمبر: ۹۷۰۸
جامعہ نگر، نئی دہلی - ۱۱۰۰۲۵
ای میل: ifapublication@gmail.com
فون: 011 - 26981327

مجلس ادارت

۱- مولانا محمد نعمت اللہ اعظمی

۲- مولانا محمد برہان الدین سنبھلی

۳- مولانا بدر الحسن قاسمی

۴- مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

۵- مولانا عتیق احمد بستوی

۶- مولانا عبید اللہ اسعدی

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست

پیش لفظ	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	۷

باب اول: تمہیدی امور ۱۱

سوالنامہ		۱۳
اکیڈمی کا فیصلہ		۱۸
تلخیص	مفتی محمد سراج الدین قاسمی	۲۲
عرض مسئلہ (سوال نمبر: ۱)	مولانا ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی	۹۱
عرض مسئلہ (سوال نمبر: ۲)	مفتی اشرف عباس قاسمی	۱۰۲
عرض مسئلہ (سوال نمبر: ۳)	مفتی محمد شاہجہاں ندوی	۱۱۸
عرض مسئلہ (سوال نمبر: ۴، ۵، ۶)	مفتی اقبال احمد قاسمی	۱۲۸

باب دوم: مقالات ۱۳۵

تفریح- اس کے جائز وسائل اور شرعی ضوابط	مولانا ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی	۱۳۷
سیر و تفریح- جائز وسائل اور شرعی ضوابط	مولانا ڈاکٹر اسرار الحق سبیلی	۱۸۰
تفریحی امور اور کھیل کود کے شرعی احکام	مولانا اقبال احمد قاسمی	۱۹۸
تفریح کے جائز وسائل اور شرعی ضوابط	مولانا محمد شاہجہاں ندوی	۲۵۳
تفریح، سفر و سیاحت کے وسائل اور شریعت کا موقف	مفتی حنیف حسین	۲۷۹
تفریح- اس کے جائز وسائل اور شرائط وضوابط	مولانا غلام اللہ کاوی والا	۲۸۹
تفریح ومزاح سے متعلق شرائط وضوابط	مولانا عبد اللہ کاوی والا	۲۹۷
تفریح کے ذرائع اور ان کا استعمال	مولانا جعفر علی رحمانی	۳۰۲

تفریح اور کھیل کود کے جائز وسائل اور اس کے شرعی ضابطے	مولانا خالد حسین نیموی	۳۲۴
تفریح ومزاح - احکام ومسائل	مولانا نصر اللہ ندوی	۳۴۹
سیر وتفریح سے متعلق ضابطے	مولانا اشرف عباس قاسمی	۳۵۸
تفریح وسیاحت - احکام ومسائل	مولانا شوکت ثناء قاسمی	۳۸۱
سیر وتفریح سے متعلق اصول وقواعد	مولانا عبد الجبار طیب ندوی	۴۰۴
مزاح وتفریح سے متعلق احکام	مفتی محمد شاہد قاسمی	۴۱۵
سیر وتفریح کے جائز ذرائع اور شرعی ضوابط	مولانا عارف باللہ قاسمی	۴۲۵
سیاحت وتفریح سے متعلق شرعی احکامات	مولانا یوسف علی	۴۵۰
سیر وتفریح سے متعلق شرعی ضابطے	مولانا محمد عمران ندوی	۴۵۸
تفریح کے جائز وسائل اور شرعی ضوابط	مولانا عفان منصور پوری	۴۶۷
تفریح - اس کے جائز وسائل اور شرعی ضوابط	مولانا رمضان علی	۴۷۹
تفریح - اس کے جائز وسائل اور شرعی ضوابط	مولانا لطیف الرحمن ولایت علی	۵۰۶
تفریح اور اس کے جائز وسائل	مولانا ارشد رحمانی	۵۱۹
تفریح - اس کے جائز وسائل اور شرعی ضوابط	مولانا محمد مغفور باندوی	۵۳۷
سیر وتفریح سے متعلق شریعت کے ضابطے	مولانا عبید اللہ ندوی	۵۴۴
سیر وتفریح - شرعی تناظر میں	مولانا احسن عبد الحق ندوی	۵۵۷
شریعت میں مزاح	مولانا ممتاز احمد خان ندوی	۵۶۶
تفریح کے جائز وسائل	مولانا امداد اللہ ندوی	۵۷۸
تفریح - اس کے جائز وسائل اور شرعی ضوابط	مولانا سرفراز احمد ندوی	۵۹۰
مزاح کے شرائط	مولانا ڈاکٹر بہاء الدین ندوی	۶۰۴
مناقشہ		۶۰۵

پیش لفظ

اللہ تعالیٰ نے حضرت انسان کے لئے دو عالم بنائے ہیں: ایک عالم اس دنیائے ارضی کا ہے، جس میں راحت و تکلیف اور خوشی و غم کو پہلو بہ پہلو رکھا گیا ہے، شاید ہی انسان پر کوئی دن ایسا گذرتا ہو، جس میں خوشیوں نے اس کے دامنِ مراد کو بھرا ہو؛ لیکن غم نے اس پر اپنا سایہ نہ ڈالا ہو، یا اس کے برعکس اس پر رنج والم کی ایسی بارش ہوئی ہو کہ کوئی خوشی اسے میسر نہ آسکی ہو، رزق میں وسعت کے ساتھ تنگی، صحت کے ساتھ بیماری اور عزت وتوقیر کے ساتھ رسوائی سے انسان قدم قدم پر دوچار ہوتا ہے، دوسرا عالم، عالمِ آخرت ہے، یہاں انسان کے لئے یا تو صرف راحتیں ہی راحتیں ہیں، یہ ان لوگوں کا حصہ ہے، جن کا ٹھکانہ جنت ہے، یا پھر رنج ہی رنج ہے، ایسی تکلیف جو ختم نہ ہو اور ایسی مصیبت جس سے نجات کا کوئی راستہ نہ ہو، یہ ان لوگوں کا مقدر ہے، جن کو جہنم میں داخل کیا جائے گا، اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

انسان اتنا عاجز ہے کہ اس دنیا میں اسے جو راحت حاصل ہوتی ہے، اس کی لذت بہت جلد ختم ہوجاتی ہے؛ لیکن جب تکلیف پہنچتی ہے تو انسان اسے بھلائے نہیں بھلا پاتا، بقول ایک شاعر:

یادِ ماضی عذاب ہے یا رب!
چھین لے مجھ سے حافظہ میرا

پھر انسان کی لامتناہی خواہشات کے لحاظ سے یہ دنیا بہت چھوٹی ہے؛ اس لئے لوگوں کے درمیان مفادات کا ٹکراؤ بھی ہوتا ہے اور اس ٹکراؤ کی وجہ سے انسان ذہنی تناؤ اور ٹینشن کا

شکار ہوتا رہتا ہے، اس صورتِ حال کا تقاضہ ہوتا ہے کہ انسان اپنی زندگی کے کچھ اوقات ہر طرح کے افکار سے آزاد ہو کر سکون کے ماحول میں گذارے؛ تاکہ اسے تناؤ سے نجات ملے اور تاکہ وہ اپنے غم کے لمحات کو بھلا سکے، اسی کو ''تفریح'' کہتے ہیں، یعنی دل ودماغ کے لئے کچھ لمحات فرحت وسکون کے فراہم ہوں، اس سے انسان کے ذہن میں تازگی پیدا ہوتی ہے، کام کے لئے نئی اُمنگ حاصل ہوتی ہے اور آدمی ایک نئے حوصلہ کے ساتھ کام شروع کرتا ہے۔

اللہ تعالی کی نعمتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس نے قدرتی طور پر انسانی زندگی میں تفریح طبع کے اسباب رکھ دئے ہیں، انسان دن بھر محنت کرتا ہے اور تھکا ماندہ اپنے گھر پہنچتا ہے، پھر جب وہ اپنے بستر پر لیٹتا ہے تو گہری اور میٹھی نیند اس کو اپنے آغوش میں لے لیتی ہے، چند گھنٹے سونے کے بعد جب وہ بیدار ہوتا ہے تو تھکن کے سارے اثرات ختم ہوجاتے ہیں اور ایک نئی توانائی کے ساتھ پھر اپنے کام میں لگ جاتا ہے، اگر عمدہ سے عمدہ غذا بھی اسے کھلائی جاتی اور اچھے سے اچھے مناظر بھی اسے دکھائے جاتے تو وہ ایسی فرحت ومسرت حاصل نہیں کرپاتا، جو چند گھنٹے کی نیند سے حاصل ہوتی ہے، پھر اس کائنات میں ہرے بھرے درخت، خوش رنگ وخوشبودار غنچہ وگل، ندیوں اور چشموں کا صاف وشفاف پانی، سمندر کی لہریں، بادِ صبا کی اٹکھیلیاں، روشن صبحیں اور سانولی شامیں، یہ ساری چیزیں جہاں انسان کی مختلف ضروریات کو پوری کرتی ہیں، وہیں اس کے لئے تفریح طبع کا سامان بھی ہیں؛ اس لئے کہا جاسکتا ہے کہ تفریح انسانی فطرت ہے اور خود قدرت نے انسان کے لئے تفریح کے وسائل فراہم کئے ہیں۔

لیکن قدرت نے اپنے دستِ فیاض سے انسان کو عقل وشعور کی جو دولت عطا کی ہے، اس کے تحت یہ کیوں کر ممکن تھا کہ وہ تفریح کے قدرتی وسائل پر اکتفا کرلے؛ اس لئے انسان نے اس کے لئے مصنوعی وسائل بھی پیدا کرلئے ہیں، ان مصنوعی وسائل میں کچھ جائز ہیں اور کچھ ناجائز، کچھ وہ ہیں جو شریعت کے مزاج کے مطابق ہیں اور کچھ وہ ہیں جو شریعت کے مزاج سے ہم

آہنگ نہیں ہیں۔

دوسری طرف صورتِ حال یہ ہے کہ صنعتی ترقی کے بعد انسان غیرفطری زندگی گذارنے پر مجبور سا ہوگیا ہے، معیارِ زندگی کی مسابقت میں شکست نہ کھانے کا جذبہ کچھ ایسا مسلط ہے کہ صبح دم بیدار ہونے سے لے کر رات کو بستر پر دراز ہونے تک مشین کی طرح کام کرنا پڑتا ہے؛ اس لئے بمقابلہ پہلے کے اس دور میں تفریحات ایک طرح کی ضرورت بن گئی ہیں، مشینی ترقی، مواصلات کی سہولت، ذرائعِ ابلاغ کے ذریعہ تشہیر اور حکومتوں کی طرف سے سیاحتی اور تفریحی شعبوں کی سرپرستی اور ایک وسیلۂ آمدنی کی حیثیت سے اس کو فروغ دینے کی کوشش، ایسے اسباب ہیں جن کی وجہ سے تفریحات کو بے حد فروغ حاصل ہوا ہے۔

پھر یہ کہ اس دور میں تفریحات میں بہت تنوع بھی پیدا ہوا ہے، سیر وسیاحت، کھیل کود، لطیفہ ومذاق، ڈرامہ، کہانی نویسی، کارٹون سازی اور نہ معلوم کتنے طریقے ہیں، جو آج تفریحی مقصد کے لئے اختیار کئے جاتے ہیں، ان مختلف صورتوں کے لئے ظاہر ہے کہ شرعاً ایک ہی حکم نہیں ہوسکتا، اس پس منظر میں اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا نے اپنے بیسویں فقہی سیمینار منعقدہ رامپور کے لئے ، تفریحات کے وسائل اور ان سے متعلق شرعی احکام وضوابط کا موضوع بھی رکھا تھا، غالباً کسی فقہ اکیڈمی کی طرف سے پہلی بار سیمینار کے لئے یہ عنوان متعین کیا گیا تھا، بحمد اللہ اس سیمینار میں ۲۹ مقالات پیش ہوئے اور بڑی مفید، مدلل اور تفصیلی تحریریں فاضل مقالہ نگاروں نے لکھیں۔

اکیڈمی کے فقہی سیمیناروں کے معمول کے مطابق مقالات کی تلخیص شرکاء میں تقسیم کی گئی، عرضِ مسئلہ عارضین کی طرف سے پیش کیا گیا، بھرپور مناقشہ ہوا اور کافی غور وخوض کے بعد تجویزیں منظور کی گئیں، جن میں شریعت کے مقاصد ومصالح اور انسانی فطرت وطبیعت دونوں کو ملحوظ رکھا گیا ہے، ان ہی مقالات، عرضِ مسئلہ، تلخیص، سیمینار کے لئے جاری ہونے والے سوالنامہ،

سیمینار کے دوران ہونے والے مناقشات اور فیصلہ کا مجموعہ قارئین کے سامنے پیش ہے، اکیڈمی کے رفیق شعبۂ علمی عزیزی مفتی محمد سراج الدین سلّمہٗ نے بہتر طریقہ پر اسے مرتب کیا ہے، امید ہے کہ اکیڈمی کے دوسرے مجلات کی طرح اسے بھی اہل علم کی بارگاہ میں قبولیت حاصل ہوگی، دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ اکیڈمی کی علمی اور فقہی خدمات کو ثبات ودوام عطا فرمائیں اور امت کے لئے صواب وسداد کی رہنمائی کا ذریعہ بنائیں۔

۱۴؍محرم ۱۴۳۳ھ	خالد سیف اللہ رحمانی
۱۰؍دسمبر ۲۰۱۱ء	(جنرل سکریٹری)

پہلا باب

تمہیدی امور

سوالنامہ:

تفریح- اس کے جائز وسائل اور شرعی ضوابط

اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر کام کی بے پناہ صلاحیت اور جد وجہد کا جذبہ رکھا ہے، انسان جو کچھ سعی وکاوش کرتا ہے، اس میں مختلف اعضاء کا استعمال ہوتا ہے، خاص کر انسان کا دماغ ہر عمل کے پیچھے کارفرما ہوتا ہے، اس لئے جسم کے دیگر اعضاء کو بھی آرام کی ضرورت ہوتی ہے اور خاص کر دماغ کو بھی، جسم کے دوسرے اعضاء کو راحت پہنچانے کے مختلف ذریعے ہیں، منجملہ ان کے نیند بھی ہے؛ لیکن دماغ ہر وقت متحرک رہتا ہے، اگر وہ کام کرنا چھوڑ دے تو زندگی سے انسان کا رشتہ ٹوٹ جائے؛ اس لئے دماغ کی راحت اور اسے تناؤ سے بچانے کے لئے نفسیاتی طور پر پُرسکون ماحول فراہم کرنا، فرحت کے اسباب مہیا کرنا نیز تناؤ سے خالی لمحات کی فراہمی ضروری ہوتی ہے؛ اسی لئے اس مشینی دور میں - جس میں انسان قدم قدم پر ذہنی تناؤ سے دوچار ہوتا ہے، تفریح کی زیادہ ضرورت محسوس کی جاتی ہے۔

چنانچہ موجودہ دور میں ''تفریح'' فکر وتحقیق کا مستقل موضوع بن گیا ہے، اسے نفسیاتی علاج کا درجہ حاصل ہوگیا ہے اور اس کے لئے مختلف وسائل اختیار کئے جارہے ہیں، اور یہ بات بھی ظاہر ہے کہ اسلام دین فطرت ہے، جو انسان کی فطری ضرورتوں کو پورا کرتا ہے، اس نے اخلاقی حدود میں رہتے ہوئے تفریح کی اجازت دی ہے، قرآن مجید نے ''سیر فی الأرض'' کا حکم دیا ہے، رسول اللہ ﷺ بھی بعض اوقات مزاح فرمایا کرتے تھے، آپ نے جسم کو صحت مند اور نشیط رکھنے والے بعض کھیلوں کی نہ صرف اجازت دی ہے؛ بلکہ اس کی حوصلہ افزائی فرمائی ہے؛ لیکن اس کے لئے اسلام کچھ حدود متعین کرتا ہے مثلاً یہ کہ اس کا عمل دوسروں کو نقصان پہنچانے والا یا خود اس کے لئے مضرت رساں اور اخلاقی تقاضوں کے مغائر نہ ہو، اس پس منظر

میں چند سوالات پیش خدمت ہیں، امید کہ تفصیل کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں گے:

۱- تفریح کا ایک طریقہ مزاح اور لطیفہ گوئی ہے مزاح نثر میں بھی ہوتا ہے اور نظم میں بھی، آج کل بعض پیشہ ور لطیفہ گو بھی ہوا کرتے ہیں، اور مزاح کے لئے مستقل مجلس یا مزاحیہ مشاعرہ بھی منعقد کیا جاتا ہے، سوال یہ ہے کہ:

الف- کیا شریعت میں مزاح جائز ہے، اور جائز ہے تو اس کی حدود کیا ہیں؟

ب- مزاحیہ پروگراموں کا منعقد کرنا جو کئی گھنٹوں پر مشتمل ہو، یا مزاحیہ مشاعرہ منعقد کرنا کیا جائز ہوگا؟

ج- مزاحیہ کہانیاں لکھنا، انھیں پڑھنا اور ایسی کہانیوں پر مبنی کتابوں کو شائع کرنا، نیز ان کی خرید فروخت کرنا شرعی نقطۂ نظر سے کیسا عمل ہے؟

د- لطیفہ گوئی یا مزاح نویسی کو پیشہ بنالینا اور اس کی اجرت وصول کرنا درست ہے یا نہیں؟

ھ- تفریح طبع کے لئے مزاحیہ ڈرامے کے پروگرام بھی منعقد کئے جاتے ہیں، جن کا مقصد ہنسنا ہنسانا ہوتا ہے، کیا اس طرح کے ڈرامے لکھنا، اس کا پروگرام کرنا اور اسے دیکھنا درست ہے؟

و- موجودہ دور میں ڈاکٹروں کی رائے ہے کہ ہنسنا انسانی صحت کی برقراری اور اس کو چست ونشیط رکھنے کے لئے بہت معاون فعل ہے؛ اس لئے خاص طور پر ہنسنے کے پروگرام بھی رکھے جاتے ہیں، جس میں بہت سے لوگ بے تکلف قہقہے لگاتے ہیں اور دیر تک ہنسنے کی کوشش کرتے ہیں، اس عمل کا شرعی حکم کیا ہے؟

۲- تفریحی مقصد کے لئے مختلف قسم کے کھیل بھی مروج ہیں، جن میں بعض کھیل گھنٹہ دو گھنٹہ کے ہوتے ہیں، اور بعض کھیل زیادہ وقت لیتے ہیں بعض ایسے کھیل بھی ہوتے ہیں، جو انسان کی جان کے لئے خطرناک ہوتے ہیں، جیسے: باکسنگ، بعض کھیلوں میں جانوروں کو سخت تکلیف پہنچتی ہے، جیسے جانوروں کا باہمی مقابلہ، موجودہ زمانے میں کھیل نے مستقل فن کی

صورت اختیار کرلی ہے، سرکاری سطح پر اس کی مستقل وزارت ہوتی ہے اور خاصا بجٹ اس مقصد کے لئے منظور کیا جاتا ہے، اس پس منظر میں واضح کیا جائے کہ:

الف-کھیل کے طریقہ کے اعتبار سے کھیل کے جائز اور ناجائز ہونے کے کیا اصول ہیں؟

ب-لباس وپوشاک کے سلسلہ میں کھلاڑیوں کے لئے کن باتوں کی رعایت ضروری ہے؟

ج-شریعت کے اصولوں کی روشنی میں مروجہ کھیلوں میں سے کن کو جائز، کن کو ناجائز، کن کو مکروہ اور کن کو مستحب قرار دیا جاسکتا ہے؟

د-کھیل کی جیت ہار میں اگر پیسے کی شرط ہو تو کون سی صورت جائز اور کون سی ناجائز ہوگی؟

ھ- جو کھیل اپنے طریقہ اور لباس کے اعتبار سے محرمات پر مشتمل نہ ہو؛ لیکن اس میں کھیلنے والوں اور کھیل دیکھنے والوں کا کافی وقت ضائع ہوتا ہو تو ان کا کیا حکم ہوگا؟

و-کھیل دیکھنے نیز اس کے لئے ٹکٹ خریدنے کا کیا حکم ہوگا، کیا اس سلسلہ میں کچھ تفصیلات بھی ہیں؟

۳- موجودہ دور میں سیاحت ایک مستقل صنعت بن چکی ہے، بلکہ بعض ممالک کی آمدنی کے لئے سیاحت بنیادی وسیلہ کا درجہ رکھتا ہے؛ اس لئے موجودہ دور میں سیاحت کو بڑی اہمیت حاصل ہوگئی ہے، اس تناظر میں حسب ذیل امور دریافت طلب ہیں:

الف-تفریحی مقصد کے لئے ایک شہر سے دوسرے شہر اور ایک ملک سے دوسرے ملک کا سفر کرنا جائز ہے یا نہیں، جبکہ اس میں کثیر رقوم کا صرفہ بھی ہوتا ہے؟

ب-کیا ایسے سفر میں بال بچوں کو ساتھ رکھنا درست ہے؛ جبکہ بعض علاقوں کا سفر جان ومال اور عزت وآبرو کے تحفظ کے نقطۂ نظر سے پُرخطر ہوتا ہے؟

ج-جس مقام پر مختلف علاقوں کے لوگ سیاحت کی غرض سے آتے ہیں، وہاں عموماً بعض غیر شرعی باتیں بھی دیکھنے میں آتی ہیں، ایسی جگہوں میں ازراہ تفریح جانا، وہاں جانے

والوں کے لئے سواری کرایہ پر لگانا اور ایسے مقام پر اشیائے خورد ونوش فروخت کرنے کے لئے دکان لگانے کا کیا حکم ہے؟

د-آج کل ٹور پر لے جانے کے لئے مختلف تجارتی کمپنیاں قائم ہیں، جو آمد ورفت کے لئے ٹکٹ اور قیام کے لئے سہولتوں کا نظم کرتے ہیں۔ سفر کرنے والے حضرات مختلف قسم کے ہوتے ہیں، بعض وہ بھی ہوتے ہیں جو سیاحتی مقامات پر داد عیش دینے کے لئے جاتے ہیں، نیز شراب اور دوسری برائیوں میں مبتلا ہوتے ہیں، بعض کا مقصد مندروں، تیرتھ گاہوں اور چرچوں کی زیارت کرنا اور وہاں اپنے طریقوں کے مطابق عبادت کرنا ہوتا ہے، کیا اس طرح کی ٹور کمپنیاں قائم کرنا جائز ہے؟

۴-تفریحی مقاصد کے لئے جن وسائل کا استعمال کیا جاتا ہے، ان میں فلمیں بھی ہیں، فلموں سے فوراً ذہن ان فلموں کی طرف جاتا ہے جو آج کل سینما ہالوں میں دکھائی جاتی ہیں، ان کا ناجائز اور حرام ہونا ظاہر ہے، کیونکہ یہ فحشاء ومنکرات کو پھیلانے کا ذریعہ ہیں، لیکن فلم اصل میں تصویر کشی یا عکس بندی کا نام ہے، اور ان کا استعمال مخرب اخلاق مقاصد کے علاوہ کے لئے بھی ہوتا ہے یا ہوسکتا ہے، چنانچہ دستاویزی فلمیں بھی تیار کی جاتی ہیں، اسی طرح تاریخی فلمیں بھی ہوتی ہیں، تعلیمی مقاصد کے لئے بھی فلمیں بنائی جاتی ہیں، مثال کے طور پر قرآن میں جن مقامات کا ذکر آیا ہے، اگر متعلقہ آیات کو پڑھتے ہوئے ان مقامات کو طلبہ اسکرین پر دیکھیں، تو ظاہر ہے کہ اس سے ان کے اندر اس مضمون کا زیادہ ادراک پیدا ہوسکتا ہے، اس پس منظر میں اس امر کی وضاحت فرمائیں کہ کیا مذکورہ مقاصد کے لئے فلمیں بنائی جاسکتی ہیں، نیز تعلیمی مقاصد کے لئے ان کا استعمال کیا جاسکتا ہے، اور اگر کیا جاسکتا ہے تو اس کے لئے کیا شرائط ہوں گی؟

۵-موجودہ دور میں شخصیتوں کی طرف اشارہ کرنے کے لئے کارٹون بنائے جاتے ہیں، کارٹون کے ذریعہ یہ بات سمجھی جاسکتی ہے کہ کارٹونسٹ کا اشارہ کس کی طرف ہے، لیکن انسانی صورت کے خدوخال اس میں پوری طرح واضح نہیں ہوتے ہیں، کارٹون میں ایک پہلو تفریح اور

مزاح کا بھی ہوتا ہے، سوال یہ ہے کہ:

الف: کیا کارٹون بنانا جائز ہے، یا اس کا بھی تصویر میں شمار ہوگا؟

ب: کارٹون بنانا اس وقت ایک نفع بخش ذریعہ آمدنی بھی ہے، تو کیا اس کو ذریعہ آمدنی بنانا اور اس مقصد کے لئے ملازمت کرنا درست ہوگا؟

۶- جیسے کہانیاں لکھی جاتی ہیں اور فرضی حکایتیں مرتب کی جاتی ہیں، اسی طرح ذہنی تفریح کا ایک ذریعہ ڈراما بھی ہے، جس میں مختلف افراد بطور کردار کے شامل ہوتے ہیں اور وہ متعین جملوں کو ادا کرتے ہیں، آج کل دینی مدارس کے پروگراموں میں بھی مکالمات کی صورت مروج ہوگئی ہے، یہ بھی اس میں شامل ہے، ڈرامہ غیر اخلاقی مقاصد کے لئے بھی کیا جاسکتا ہے اور بہتر مقاصد کے لئے بھی، لیکن اس میں جو کچھ کہا جاتا ہے یا ڈرامہ میں شامل مختلف لوگوں کے درمیان جو رشتے ظاہر کئے جاتے ہیں وہ عام طور پر فرضی ہوتے ہیں؛ البتہ سامعین کو اس سے دھوکہ نہیں ہوتا اور وہ بھی اس کی حقیقت سے آگاہ ہوتے ہیں، سوال یہ ہے کہ کیا بہتر کاموں کی ترغیب اور معاشرہ کے مفاسد پر تنقید کے لئے ڈرامے اسٹیج کئے جاسکتے ہیں؟

☆☆☆

اکیڈمی کا فیصلہ:

تفریح وسیاحت اور شرعی احکام وضوابط

(۱) مزاح:

الف-مزاح جائز ہے، بشرطیکہ وہ جھوٹ، فحش نیز استہزاء وایذ ارسانی پر مشتمل نہ ہو۔

ب-ایسے مزاحیہ پروگرام یا مزاحیہ مشاعرے——جن سے دینی یا دنیوی مصالح متاثر ہوں——جائز نہیں ہیں۔

ج-لطیفہ گوئی یا مزاح نویسی کو ذریعہ معاش بنالینا مناسب نہیں ہے۔

د-ایسے پروگرام جن کا مقصد صرف ہنسنا ہنسانا ہو، شریعت کے مزاج کے خلاف ہیں؛ البتہ بغرض علاج اس کی گنجائش ہے۔

(۲) کھیل کود:

الف-ایسے کھیل جو انسان کے وسیع تر مفاد میں ہوں، جن سے جسمانی قوت حاصل ہوتی ہو، چستی ونشاط کی بحالی میں مددملتی ہو، جائز ہیں؛ بشرطیکہ وہ منکرات سے خالی ہوں، نیز دینی یا دنیوی حقوق وفرائض سے غفلت یا کسی بھی جاندار کی اذیت کا باعث نہ ہوں۔

ب-عام حالات میں شریعت نے مرد وعورت کی ستر پوشی کے لئے جو اصول مقرر کئے ہیں، کھلاڑیوں کے لئے بھی ان کی پابندی ضروری ہے۔

ج-جن کھیلوں کے بارے میں احادیث میں ترغیب آئی ہے وہ مستحب ہیں، ان کے علاوہ مروجہ کھیلوں میں جو مذکورہ بالا اصول کے مطابق ہوں، وہ جائز ہیں۔

د-کھیل کی ہار جیت میں پیسے کی شرط اگر یک طرفہ ہو یا کسی تیسرے فریق کی جانب

سے ہوتو جائز ہے اور اگر جانبین سے شرط ہوتو ناجائز ہے۔

ھ- وقت انسانی زندگی کا قیمتی سرمایہ ہے ؛ لہٰذا از روئے شرع کوئی بھی ایسا کھیل کراہت سے خالی نہیں، جو اپنے طریقے اور کھلاڑیوں کے لباس کے اعتبار سے تو محرمات پر مشتمل نہ ہو؛ لیکن اس میں کھیلنے یا دیکھنے والوں کا کافی وقت ضائع ہوتا ہو۔

و- جو کھیل جائز ہیں، انہیں دیکھنے کی اور ان کے لئے ٹکٹ خریدنے کی بھی گنجائش ہے۔

ز- جو لوگ کھیل میں شریک نہیں ہیں؛ لیکن کسی فریق یا فرد کے جیتنے پر آپس میں پیسوں کی بازی لگائیں تو یہ بھی قمار میں داخل ہے اور حرام ہے۔

ح- کھیل کی وقتی تفریح کی حد تک تو گنجائش ہے؛ مگر اس کو زندگی کا مقصد بنالینا جائز نہیں ہے، نیز تعلیم اور کسب معاش کی جائز سرگرمیوں کو چھوڑ کر اپنے آپ کو کھیل کے لئے وقف کر دینا، مناسب نہیں ہے۔

ط- سیمینار حکومت ہند سے اپیل کرتا ہے کہ وہ کھیل کود کو اتنی اہمیت نہ دے کہ نوجوانوں کی بہترین اختراعی صلاحیت ملک کی تعمیر وترقی کے بجائے کھیل کود میں صرف ہونے لگیں، نیز خاص کر امتحانات کی تیاری کے زمانہ میں کھیل کے پروگرام رکھنے سے احتراز کیا جائے؛ تاکہ طلبہ کی تعلیم متاثر نہ ہو اور مقابلہ کے دورانیہ کو بھی زیادہ سے زیادہ مختصر رکھا جائے؛ تاکہ یہ شائقین کے ضیاع وقت کا سبب نہ بنے۔

(٣) سیاحت:

الف- اسراف سے بچتے ہوئے تفریحی مقصد کے لئے ایک شہر سے دوسرے شہر اور ایک ملک سے دوسرے ملک کا سفر کرنا جائز ہے۔

ب- ایسے مقامات جہاں جان یا عزت وآبرو کا تحفظ خطرے میں ہو، وہاں نہ خود جانا درست ہے اور نہ اہل وعیال کو ساتھ لے جانا درست ہے۔

ج- محض تفریح کے لئے ایسی جگہوں میں جانا جہاں غیر شرعی امور کا غلبہ ہو، جائز نہیں

ہے؛ البتہ ایسے مقامات پر جانے والوں کو سواری کرائے پر دینے یا اشیاء خورد و نوش فروخت کرنے کے لئے دکان لگانے کی گنجائش ہے۔

د- جائز مقاصد کے لئے ٹراویلس کمپنیوں کا قیام درست ہے۔

ھ- سیاحت کا تعلق مذہبی، تہذیبی اور ثقافتی رشتوں کو مضبوط کرنے، اپنے گذرے ہوئے لوگوں کے کارناموں کو اجاگر کرنے اور مذہبی قومی تاریخ سے روشناس کرانے سے ہے؛ اس لئے جو مسلمان اس پیشہ سے جڑے ہوئے ہیں، ان سے اپیل کی جاتی ہے کہ وہ مسلمانوں کے لئے اسلامی نقطۂ نظر سے ان مقاصد کو پورا کرنے والے پیکیج تیار کریں؛ تاکہ مسلمان نوجوانوں کو بے راہ روی اور احساس کمتری سے بچایا جاسکے اور غیر مسلم بھائیوں کے سامنے بھی مسلمانوں کی صحیح تصویر آسکے۔

(۴) عکس بندی، کارٹون اور تمثیلی ڈراما:

۱- غیر ذی روح اشیاء مثلاً تاریخی مقامات اور قدرتی مناظر کی عکس بندی جائز ہے۔

۲- تفریحی مقاصد کے لئے ذی روح کی عکس بندی جائز نہیں ہے۔

۳- تعلیمی، اصلاحی اور دعوتی مقاصد کے لئے عکس بندی اور اس سے استفادہ کی گنجائش ہے، خواہ اس میں ضمناً ذی روح کا عکس آ گیا ہو۔

۴- ایسی عکس بندی جن میں کسی عورت کی تصویر ہو یا انبیاء و صحابہ کی تمثیل ہو یا کوئی اور شرعی منکر ہو، بنانا اور ان کو دیکھنا جائز نہیں ہے۔

۵- ایسے کارٹون — جن میں خد و خال واضح ہوں — تصویر میں شمار ہوں گے؛ اس لئے یہ نا جائز ہیں۔

۶- ایسے کارٹون بنانا جس سے کسی کی اہانت مقصود ہو جائز نہیں ہے، اگر چہ اس میں خد و خال واضح نہ ہوں۔

۷- ایسے کارٹون جو عریانیت پر مشتمل ہوں یا برائی کی ترغیب دے رہے ہوں، وہ بھی

جائز نہیں ہیں۔

۸ -تربیتی مقصد سے بچوں کے لئے ایسے کارٹون بنانا جن میں خدوخال واضح نہ ہوں اور بچوں کے لئے نفسیاتی، اخلاقی اور لسانی نقطۂ نظر سے مفید ہوں، جائز ہے۔

۹ - کارٹون سازی کی جو شکلیں جائز ہیں، ان کو ذریعہ آمدنی بنانے اور اس مقصد کے لئے ملازمت کرنے کی گنجائش ہے۔

۱۰ - اچھے کاموں کی ترغیب اور معاشرہ کے مفاسد پر تنقید کے لئے تمثیلی مکالمات اسٹیج کئے جاسکتے ہیں، بشرطیکہ ان میں موسیقی، کردارکشی، مردوزن کا اختلاط یا انبیاء، ملائکہ اور صحابہ کی تمثیل نہ ہو، نیز غیر شرعی اور غیر اخلاقی امور سے پاک ہوں۔

☆☆☆

تلخیص مقالات:

تفریح- اس کے جائز وسائل اور شرعی ضوابط

مفتی محمد سراج الدین قاسمی ☆

اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) کا بیسواں فقہی سمینار ہندوستان کے تاریخی شہر رامپور میں منعقد ہو رہا ہے، اس سمینار کے موضوعات میں سے ایک موضوع تفریح- اس کے جائز وسائل اور شرعی ضوابط سے متعلق ہے۔

اس موضوع سے متعلق جن حضرات کے مقالات موصول ہوئے ان کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

[مولانا محمد احسن عبد الحق ندوی، مولانا محمد مغفور باندوی، مفتی حنیف صاحب، مفتی داؤد، مفتی غلام اللہ کاوی، مفتی ممتاز احمد ندوی، مولانا عبید اللہ ندوی، ڈاکٹر بہاء الدین ندوی، مفتی لطیف الرحمٰن ولایت علی، مفتی محمد جعفر علی رحمانی، مفتی اشرف عباس سعادتی، مفتی طارق انور قاسمی، مولانا محمد عمران ندوی، مولانا محمد یوسف علی، مفتی محمد عارف باللہ قاسمی، مفتی رضوان الحسن، مولانا شوکت ثنا قاسمی، مولانا اقبال احمد قاسمی، مولانا ظفر الاسلام صاحب، مولانا نصر اللہ ندوی، مولانا رمضان علی، مولانا خالد نیموی، مولانا اسرار الحق سبیلی، مولانا شاجہاں ندوی]۔

۱-تفریح کا ایک طریقہ مزاح اور لطیفہ گوئی ہے، مزاح نثر میں بھی ہوتا ہے اور نظم میں بھی آج کل بعض پیشہ ور لطیفہ گو بھی ہوا کرتے ہیں اور مزاح کے لئے مستقل مجلس یا

☆ رفیق شعبہ علمی اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا۔

مزاحیہ مشاعرہ بھی منعقد کیا جاتا ہے، سوال یہ ہے کہ:

الف:- کیا شریعت میں مزاح جائز ہے اور جائز ہے تو اس کے حدود کیا ہیں؟

اس سلسلہ میں عموماً مقالہ نگاروں کی رائے یہ ہے کہ فی نفسہ مزاح جائز ہے، بشرطیکہ اس میں کوئی خلاف شرع امور نہ پائے جائیں، مقالہ نگاروں نے مزاح کے جواز پر متعدد روایات سے استدلال کیا ہے، نیز ان شرائط کو بھی تفصیل سے بیان کیا ہے جو کہ مزاح کے جائز ہونے کے لئے ضروری ہیں۔

مقالہ نگاروں کی جانب سے پیش کئے گئے دلائل درج ذیل ہیں:

۱- حضرت عائشہ سے روایت ہے: "أن النبی ﷺ کان یمزح ویقول: إن اللہ لا یؤاخذ المزاح الصادق فی مزاحہ" (کنز العمال سہ رقم الحدیث: ۳۲۶) [مفتی اشرف عباس]۔

۲- حضرت انس سے روایت ہے کہ میرے چھوٹے بھائی کو ریئے سے کھیل رہے تھے، وہ کوریا مرگیا تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: "یا أبا عمیر ما فعل النغیر" (بخاری باب الانبساط إلی الناس حدیث: ۶۱۲۹، ترمذی ۱۹۸۹) (اے ابوعمیر تمہارے کوریئے کو کیا ہوا)۔

[دیکھئے مقالہ: مولانا محمد احسن عبدالحق ندوی، مفتی ممتاز احمد ندوی، مفتی لطیف الرحمٰن، ولایت علی، مفتی محمد جعفر ملی رحمانی، مفتی رضوان الحسن]۔

۳- حضرت انس سے روایت ہے: "کان رسول اللہ ﷺ من أفکہ الناس مع نسائہ" (قاموس الفقہ ۵/ ۸۲) [مفتی لطیف الرحمٰن]۔

۴- ایک صاحب خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ مجھے سواری عنایت فرمائیں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں اونٹنی کا بچہ دے سکتا ہوں، سائل پریشان ہوئے کہنے لگے: میں اونٹنی کا بچہ لیکر کیا کروں گا، آپ ﷺ نے فرمایا: ہر اونٹ اونٹنی کا بچہ ہی تو ہوتا ہے: "إن رجلاً أتی النبی ﷺ فقال: یا رسول اللہ! احملنی فقال رسول اللہ ﷺ: إنا حاملوک علی ولد ناقۃ، قال: ما أصنع بولد الناقۃ"؟ فقال: "وهل تلد الإبل

إلا النوق" (ابوداؤد باب ماجاء فی المزاح ۹۹۸ م، ترمذی ۱۹۹۱)۔

[مولانا محمد احسن عبد الحق ندوی، مولانا محمد مغفور باندوی، مفتی ممتاز احمد خاں ندوی، مولانا عبید اللہ ندوی، مولانا محمد عمران ندوی، مفتی رضوان الحسن، مولانا شوکت ثنا قاسمی]۔

۵- ایک بوڑھی خاتون حضور پاک ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور آپ سے دعا کی درخواست کی، آپ نے جواباً فرمایا: جنت میں کوئی بوڑھی داخل نہیں ہوگی، بوڑھی خاتون رو پڑی تو آپ نے ارشاد فرمایا: جنت میں عورت بوڑھاپے کی حالت میں نہیں جائے گی۔

"أتت عجوز النبي ﷺ فقالت: يا رسول الله! ادع الله أن يدخلني الجنة فقال: يا أم فلان! إن الجنة لا يدخلها عجوز قال: فولت تبكي، قال: أخبروها أنها لا تدخلها وهي عجوز، أما تقرئين من القرآن: إنا أنشاناهن إنشاءً فجعلناهن أبكارا" (مشکوۃ ۴۱۶، شمائل ترمذی شرح تحفۃ الاحوذی ۱۰/ ۴۶۳)۔

[مولانا محمد احسن عبد الحق ندوی، مفتی محمد حنیف، مفتی ممتاز ندوی، مفتی لطیف الرحمٰن، مفتی محمد جعفر ملی رحمانی، مولانا محمد عمران ندوی، مفتی محمد عارف باللہ، مولانا شوکت ثنا قاسمی]۔

۶- آپ ﷺ اپنے خادم خاص حضرت انس سے بھی مزاح فرمایا کرتے، چنانچہ فرماتے: اے دوکان والے۔

"عن أنس أن النبي ﷺ قال له: يا ذا الأذنين! قال أبو أسامة: يعني مازحه" (مشکوۃ ۴۱۶)۔

[مفتی محمد حنیف، مولانا عبید اللہ ندوی، مفتی رضوان الحسن، مولانا شوکت ثنا قاسمی]۔

۷- حضرت ام ایمن اپنے شوہر کے لئے کسی چیز کا سوال کرنے کی غرض سے دربار رسالت میں حاضر ہوئیں تو آپ نے اس سے فرمایا: تمہارا شوہر کون ہے؟ اس نے جواب دیا: فلاں، آپ نے فرمایا: اچھا وہ جس کی آنکھ میں سفیدی ہے، تو وہ کہنے لگی ان کی آنکھوں میں سفیدی نہیں ہے، آپ نے فرمایا: کیوں نہیں ان کی آنکھ میں سفیدی ہے، جب وہ خاتون گھر لوٹی تو اپنے شوہر کی آنکھوں کو غور سے دیکھنے لگی تو شوہر نے پوچھا کیا بات ہے؟ اس نے بتلایا کہ

حضور ﷺ نے مجھے خبر دی ہے کہ آپ کی آنکھ میں سفیدی ہے تو شوہر نے کہا: کیا تو دیکھتی نہیں کہ میری آنکھوں کی سفیدی ان کی سیاہی سے زیادہ ہے۔ (المراح فی المزاح لابی البرکات ص: ۱۳، قضایا اللہو والترفیہ ۱۹۵)، [مفتی محمد جعفر ملی رحمانی]۔

۸- اسی طرح حضرت زاہر سے رسول اللہ ﷺ مزاح فرمایا کرتے تھے، چنانچہ حضرت انس سے روایت ہے؟ "أن رجلا من أهل البادية كان اسمه زاهرا كان يهدى للنبي ﷺ الهدية من البادية فيجهزه رسول الله ﷺ إذا أراد أن يخرج، فقال النبي ﷺ: إن زاهرا باديتنا ونحن حاضروه، وكان النبي ﷺ يحبه وكان رجلا دميما فأتاه النبي ﷺ يوما وهو يبيع متاعه فاحتضنه من خلفه وهو لا يبصره، فقال الرجل: أرسلني من هذا؟ فالتفت فعرف النبي ﷺ فجعل لا يالو ما ألصق ظهره بصدر النبي ﷺ حين عرفه، وجعل النبي ﷺ يقول: من يشترى العبد، فقال: يا رسول الله! إذا والله تجدني كاسدا فقال النبي ﷺ: لكن عند الله لست بكاسد" (مسند احمد ابن حنبل: ۱۲۱۸۷، السنن الکبری للبیہقی باب المزاح ۲۱۷۰۴)، [مولانا شوکت ثنا قاسمی]۔

۹- غزوہ تبوک کے موقعہ پر حضرت عوف بن مالک اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ ﷺ چمڑے کے خیمہ میں تشریف فرما تھے، حضرت عوف کہتے ہیں کہ میں نے سلام کیا آپ ﷺ نے جواب دیا اور فرمایا کہ اندر آجاؤ میں نے کہا کیا پورا آجاؤں؟ آپ نے فرمایا: ہاں پورے آجاؤ۔ حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں: "عن عوف ابن مالک الأشجعي قال: أتيت النبي ﷺ في غزوة تبوک وهو في قبي من أدم فسلمت فرد قال: أدخل فقلت: أكلي؟ قال: كلك فدخلت" (ابوداؤد باب فی المزاح ۲/۶۸۲)، [مولانا محمد مغفور باندوی، مولانا شوکت ثنا قاسمی]۔

جس طرح حضور ﷺ صحابہ سے مزاح فرمایا کرتے صحابہ کرام بھی آپ سے مزاح کرلیا کرتے تھے چنانچہ لمعات التنقیح میں ہے: كما كان رسول الله ﷺ يمازح الصحابة

كذلك كانوا يمازحونه (حاشیہ مشکوۃ ۴۱۷)،[مفتی اشرف عباس]۔

چنانچہ حضرت نعمان بن عمرو انصاری اور سوبط بن حرملہ رسول اللہ ﷺ سے مزاح کیا کرتے تھے (سنن ابن ماجہ ۳۷۱۹)[مفتی عارف باللہ]۔

صحابہ کرام بھی آپس میں مزاح کیا کرتے تھے۔عن قتادة قال: سئل ابن عمر هل كان أصحابه رسول الله ﷺ يضحكون؟ قال: نعم، والإيمان في قلوبهم أعظم من الجبل (مرقاۃ باب الضحک)،[مفتی اقبال احمد قاسمی، مفتی محمد حنیف]۔

چنانچہ حضرت نافع فرماتے ہیں: عبد اللہ بن عمر اپنی آزادکردہ باندی سے فرمایا کرتے تھے:''خلقني خالق الكرام وخلقك خالق اللئام'' مجھے شریفوں کے پیدا کرنے والے نے پیدا کیا ہے اور تجھے کمینوں کے پیدا کرنے والے نے،تو وہ خاتون غصہ ہوتی، اور رویا کرتی تھی، تو حضرت ابن عمر فرماتے: دونوں کا خالق تو اللہ ہی ہے (المزاح فی المزاح ۳۱،قضایا اللہو والترفیہ ۱۹۳) [مفتی محمد جعفر ملی رحمانی، مفتی محمد عارف باللہ]۔

الفتاوی الہندیہ میں ہے:''ولا باس بالمزاح بعد أن لا يتكلم الانسان فيه بكلام ياثم به أو يقصد به إضحاك جلسائه'' (۳۵۲/۵)،[مفتی محمد حنیف، مولانا محمد مغفور باندوی]۔

بعض روایات میں ہنسنے اور ہنسانے اور مزاح سے ممانعت بھی آئی ہے، چنانچہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے:''لا تمار أخاك ولا تمازحه''[مفتی ممتاز احمد ندوی، مولانا احسن عبد الحق، مفتی محمد حنیف، مفتی لطیف الرحمٰن، مولانا محمد یوسف علی]۔

حضور ﷺ کا ارشاد ہے: لا تكثر من الضحك فإن كثرة الضحك تميت القلب (ترمذی، کتاب الزہد)[مولانا عبید اللہ ندوی، مولانا محمد یوسف علی، مولانا عارف باللہ]۔

نبی کریم ﷺ نے بعض حضرات صحابہ کو زور سے ہنستے دیکھا تو فرمایا:

''أكثروا ذكر هادم اللذات يعني الموت'' (ترمذی باب ماجاء فی ذکر الموت)، [مفتی ممتاز احمد ندوی، مولانا محمد احسن عبد الحق ندوی، مفتی لطیف الرحمٰن، مولانا محمد یوسف]۔

ان روایتوں کے درمیان شارحین حدیث نے تطبیق دینے کی کوشش کی ہے، چنانچہ ابن حجر فرماتے ہیں: ''أن المنهي عنه مافيه إفراط أومداومة عليه لما فيه من الشغل عن ذكر الله والتفكر في مهمات الدين ويئول كثيرا إلى قسوة القلب والإيذاء والحقد وسقوط المهابة والوقار والذي يسلم من ذلك فهو مباح'' (فتح الباری ۱۰/ ۶۱۴)[مولانا احسن عبدالحق، مفتی ممتاز خان ندوی، مفتی محمد جعفر ملی رحمانی، مفتی لطیف الرحمن]۔

ملا علی قاری امام نووی سے مزاح کے سلسلہ میں نقل فرماتے ہیں:

''إعلم أن المزاح المنهي عنه هو الذي فيه إفراط ويداوم عليه، فإنه يورث الضحك وقسوة القلب ويشغل عن ذكر الله والفكر في مهمات الدين ويؤول في كثير من الأوقات إلى الإيذاء ويورث الأحقاد، ويسقط المهابة والوقار، فأما من سلم من هذه الأمور فهو المباح الذي كان رسول الله ﷺ يفعله على الندرة لمصلحة تطييب نفس المخاطب وموانسته وهو سنة مستحبة'' (مرقاۃ المفاتیح ۸/ ۶۱۷، باب المزاح)[مولانا عبید اللہ ندوی، مولانا شوکت ثنا قاسمی، مفتی اشرف عباس، مولانا محمد یوسف علی]۔

مذکورہ روایات وآثار سے یہ مسئلہ تو واضح ہوگیا کہ شریعت مطہرہ آپس میں تفریح طبع کے لئے مزاح کرنے کی اجازت دیتی ہے، البتہ کیا مطلقا مزاح جائز ہے، یا اس کے جواز کے لئے شرائط وقیود ات بھی ہیں؟ تو اس سلسلہ میں مقالہ نگار حضرات نے لکھا ہے کہ مطلقا مزاح جائز نہیں ہے بلکہ اس کے جواز کے لئے کچھ شرطیں ہیں جن کا ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہے، ذیل میں وہ شرائط ذکر کئے جارہے ہیں جن کو مقالہ نگاروں نے تحریر کیا ہے:

شرائط:

۱۔مزاح سچ پر مبنی ہو، جھوٹ کی آمیزش نہ ہو۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں: ہم لوگوں نے حضور ﷺ سے کہا: یا رسول الله

إنک تداعبنا؟ قال إني لا أقول إلا حقا" (ترمذی باب ماجاء فی المزاح)، [مفتی ممتاز احمد ندوی، مولانا محمد احسن عبدالحق ندوی، مولانا عبید اللہ ندوی، مفتی محمد جعفر ملی رحمانی، مولانا شوکت ثنا قاسمی، مفتی حنیف، مفتی لطیف الرحمٰن، مولانا محمد عمران ندوی، مولانا محمد یوسف علی]۔

نیز حضرت بہز بن حکیم اپنے دادا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہلاکت ہو اس شخص کے لئے جو لوگوں کو ہنسانے کے لئے جھوٹ بولے۔ عن بهز بن حكيم قال حدثني أبي عن أبيه قال سمعت رسول الله ﷺ يقول: ويل للذي يحدث فيكذب ليضحك القوم ويل له ويل له (ابوداؤد باب فی التشدید فی الکذب: ۴۳۳۸)، [مولانا محمد شوکت ثنا قاسمی، مولانا محمد یوسف علی]۔

۲- دوسرے کے لئے باعث تکلیف اور وجہ اذیت نہ ہو۔

[مفتی ممتاز احمد ندوی، مولانا محمد احسن عبدالحق، مفتی محمد حنیف، مفتی لطیف الرحمٰن، مولانا محمد یوسف علی]۔

۳- مزاح میں افراط اور مداومت نہ ہو، حضور ﷺ کا ارشاد ہے: "لا تكثر من الضحك فإن كثرة الضحك تميت القلب" (ترمذی کتاب الزہد) [مولانا عبید اللہ ندوی، مولانا محمد یوسف علی، مولانا عارف باللہ، مفتی ممتاز احمد ندوی، مولانا محمد احسن عبدالحق، مفتی لطیف الرحمٰن، مولانا محمد یوسف علی]۔

۴- حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: مزاح میں افراط یا مداومت ناجائز ہے اور اگر یہ بات نہ ہو تو مباح ہے اور اگر کسی کی دلداری اور اس کو مانوس کرنا مقصود ہو یا شریعت میں معتبر مصلحت پیش نظر ہو تو مستحب ہے، "فإن صادف مصلحة مثل تطييب نفس المخاطب ومؤانسته فهو مستحب" (فتح الباری ۱۰/۶۱۴)، [مقالہ: مولانا محمد احسن عبدالحق، مفتی رضوان الحسن]۔

۴- کسی کو ڈرانا مقصود نہ ہو:

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں: لايحل لمسلم أن يروع مسلما

(ابوداؤد باب من یاخذ الشیٔ علی المزاح)،(مولانا عبید اللہ ندوی، مولانا شوکت ثنا قاسمی)۔

۵-مزاح ومذاق کے لئے جگہ اور وقت کی رعایت کی جائے:

اختيار الوقت والمكان المناسبين: هناك أوقات وأماكن لا يجوز فيها الضحك والمزاح واللهو مثل: أوقات الصلاة، وعند زيارة القبر وعند ذكر الموت وعند قراءة القرآن وعند لقاء الأعداء وفي أماكن العلم" (موسوعۃ لاسرۃ المسلمۃ ۳۳۵/۱۴)،[مولانا شوکت ثنا قاسمی]۔

۶-مزاح کا تعلق شریعت، شعائر اسلامی اور مقدس شخصیات انبیاء و رسل اور فرشتوں سے نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ولئن سئلتهم ليقولن إنما نخوض ونلعب قل أبا الله وآياته ورسوله كنتم تستهزئون (سورۂ توبہ:۶۵)،[مولانا شوکت ثنا قاسمی]۔

ب-مزاحیہ پروگراموں کا منعقد کرنا جو کئی گھنٹوں پر مشتمل ہو، یا مزاحیہ مشاعرہ منعقد کرنا کیا جائز ہوگا؟

اس سوال کے جواب میں بعض مقالہ نگاروں نے لکھا ہے کہ تفریح طبع کے لئے مزاحیہ یا تفریحی مشاعرہ منعقد کرنا جائز ہے، بشرطیکہ شرعی اصول وضوابط کو ملحوظ رکھا جائے۔

ان حضرات نے درج ذیل احادیث سے استدلال کیا ہے:

۱- عن عائشة رضي الله عنها أن أبا بكر دخل عليها والنبي ﷺ يوم فطر أو أضحى وعندها قينتان تغنيان بما تقاولت الأنصار يوم بعاث، فقال أبو بكر: مزمار الشيطان مرتين، فقال النبيﷺ: دعهما يا أبا بكر إن لكل قوم عيد وإن عيدنا هذا اليوم (بخاری:۳۹۳۸)،[مفتی عارف باللہ]۔

مولانا عبید اللہ ندوی لکھتے ہیں: شعر فی نفسہ ایک ذریعہ اظہار ہے اگر صحیح مقاصد کا اظہار پیش نظر ہو تو عین بہتر ہے اور اگر غلط افکار کی نمائندگی کی جائے تو مذموم ہے، حضور سے بھی

اشعار سننا ثابت ہے، چنانچہ حضرت شریک فرماتے ہیں:

۲- ردفت رسول الله ﷺ يوما، فقال: هل معك من شعر أمية بن أبي الصلت شئ؟ قلت: نعم، قال: هيه فأنشدته بيتاً فقال: هيه، ثم أنشدته بيتا فقال: هيه حتى أنشدته مائة بيت (مسلم کتاب الشعر) [مولانا عبید اللہ ندوی]۔

۳-عن جابر بن سمرة قال: جالست النبي ﷺ أكثر من مائة مرة فكان أصحابه يتناشدون الشعر ويتذاكرون أشياء من أمر الجاهلية وهو ساكت فربما تبسم معهم (ترمذی باب ماجاء فی انشاد الشعر) [مولانا شوکت ثنا قاسمی، مفتی عارف باللہ]۔

۴-نیز غزوہ خندق کے موقع سے خود حضور کا بھی اشعار کا پڑھنا ثابت ہے، واللہ لولا اللہ ما اهتدينا ولا تصدقنا ولا صلينا (بخاری کتاب المغازی)۔

۵- اسی طرح حضرت عامر بن الاکوع سے بھی جنگ خیبر کے موقع سے اشعار کا پڑھنا ثابت ہے، اور آپ نے ان کے اشعار کو سنا تو فرمایا: ''رحمہ اللہ'' (بخاری کتاب المغازی، باب غزوہ خیبر)، [مولانا عبید اللہ ندوی]۔

بعض مقالہ نگاروں نے مزاحیہ مشاعرہ کے انعقاد کے جواز کے سلسلہ میں ان واقعات کو بھی ذکر کیا ہے جن کو صحابہ کرام تفریح طبع کے لئے حضور ﷺ کی مجلس میں کبھی کبھار ذکر کیا کرتے تھے۔

چنانچہ مولانا شوکت ثنا قاسمی، ملا علی قاری کے حوالہ سے لکھتے ہیں: ایک دن نبی ﷺ کی مجلس میں صحابہ زمانہ جاہلیت کی بعض باتوں کا تذکرہ کر رہے تھے، ایک صحابی نے عرض کیا کہ میں نے دو لومڑیوں کو دیکھا کہ وہ دونوں آئے اور بت کے سر پر بیٹھ کر پیشاب کرنے لگے، تو میں نے کہا کہ پروردگار کے سر پر لومڑی پیشاب کر رہے ہیں؟ پھر میں نے حضور کی خدمت میں حاضر ہوکر اسلام قبول کرلیا، صحابہ اس بات پر ہنسنے لگے اور آپ بھی ہنس پڑے (مرقاۃ المفاتیح باب الضحک)۔

نیز حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ حضرت ابو بکر رسول اللہ ﷺ کی وفات کے ایک

سال پہلے بغرض تجارت بصرہ گئے، ساتھ میں نعیمان وسویبط بن حرملہ تھے، نعیمان کے پاس زاد راہ تھا، حضرت سویبط نے زاد راہ کا مطالبہ کیا تو نعیمان نے کہا: جب تک حضرت ابوبکر نہ آجائیں، نہیں دوں گا، تو انہوں نے کہا: میں تجھے سخت غصے میں ڈال دوں گا، پھر وہ لوگ ایک قوم کے پاس سے گزر رہے تھے کہ حضرت سویبط نے ان لوگوں سے کہا کہ ایک غلام خریدو گے؟ وہ لوگ رضامند ہو گئے تو انہوں نے کہا کہ میرا غلام باتونی ہے وہ اپنے آپ کو آزاد ظاہر کرے گا، لیکن تم لوگ اس کی اس بات پر اعتماد مت کرنا ان لوگوں نے دس اونٹ کے بدلے حضرت نعیمان کو خرید لیا اور ان کی گردن میں رسی ڈالنے لگے تو انہوں نے کہا کہ میں تو آزاد ہوں، میرا ساتھی تم سے مذاق کر رہا ہے، لیکن ان لوگوں نے کوئی بات نہ سنی اور ان کو لیکر چلے گئے جب حضرت ابوبکر تشریف لائے تو حضرت سویبط نے سارا واقعہ سنایا، تو حضرت ابوبکر ان لوگوں کے پاس جا کر دس اونٹ واپس کیا اور حضرت نعیمان کو آزاد کرا کر لائے؛ جب یہ لوگ سفر سے واپس مدینہ آئے اور اس واقعہ کا ذکر کیا تو رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب ایک سال تک اس واقعہ کو یاد کر کے ہنسا کرتے تھے (ابن ماجہ باب المزاح ۳۷۰۹)، [مولانا شوکت ثنا قاسمی]۔

البتہ مقالہ نگاروں نے اس کے جواز کے لئے یہ شرطیں لگائی ہیں کہ اس کی وجہ سے فرائض وواجبات وغیرہ میں خلل نہ ہو، اسی طرح عریانیت و بے پردگی اور مرد وزن کے اختلاط سے پاک ہو اور کوئی شرعی مفسدہ نہ ہو [مفتی عارف باللہ، مولانا اقبال احمد قاسمی]۔

جبکہ بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ اس طرح کے مشاعرے کا انعقاد مکروہ ہے، اور بعض حضرات کے نزدیک ناجائز ہے۔ مفتی ممتاز احمد ندوی لکھتے ہیں: مزاحیہ پروگرام یا مزاحیہ مشاعروں میں وقت بہت ضائع ہوتا ہے، لہذا اس طرح کے پروگرام مکروہ ہیں۔

مفتی اقبال احمد قاسمی لکھتے ہیں: فقہاء کرام نے شطرنج اور چوسر کھیلنے کو مکروہ لکھا ہے، فتاوی ہندیہ میں ہے: **یکرہ اللعب بالشطرنج و النرد** (ہندیہ ۱۱۰/۴)۔

مذکورہ کھیلوں کی کراہت کی دو علتیں ہوسکتی ہیں: ایک تو یہ کہ یہ غیر مفید کھیل ہیں،

دوسرے یہ کہ ان میں وقت کا ضیاع ہے۔

نیز مزاحیہ مشاعرہ عموماً رات میں ہوتا ہے اور دیر رات تک ہوتا ہے، جس سے نماز فجر کو خطرہ لاحق ہوسکتا ہے۔[مفتی مولانا اقبال احمد قاسمی ،مولانا ممتاز احمد قاسمی]۔

مولانا جعفر علی رحمانی لکھتے ہیں: کئی گھنٹوں کے لئے مزاحیہ پروگرام یا مشاعرہ کو منعقد کرنا درست نہیں ہونا چاہئے کیونکہ اس طرح کے لمبے اور طویل مزاحیہ پروگرام کی وجہ سے انسان اپنے بہت سے فرائض اور ذمہ داریوں سے غافل بھی ہوجاتا ہے، جبکہ اسلام نے ہر صاحب حق کو اس کا حق ادا کرنے کا حکم نہ صرف حکم دیا ہے، بلکہ حقوق تلفی اور اس میں کوتاہی پر سخت وعیدیں فرمائی ہے۔

ویل للمطففین الذین إذا اکتالوا علی الناس یستوفون (سورۃ تطفیف:۱-۲)۔

نیز حضور کا ارشاد ہے: فأعط کل ذی حق حقه (بخاری ۱؍۲۶۴)، [نیز دیکھئے مقالہ مولانا محمد احسن عبدالحق ندوی]۔

مفتی لطیف الرحمن صاحب لکھتے ہیں: مزاحیہ پروگراموں کا منعقد کرنا جو کئی گھنٹوں پر مشتمل ہو یا مزاحیہ مشاعرہ منعقد کرنا ناجائز ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''ومن الناس من یشتری لھو الحدیث'' (سورۂ لقمان)۔

حضرت مفتی شفیع صاحب فرماتے ہیں: لہو کے لفظی معنی غفلت میں پڑنے کے ہیں جو چیزیں انسان کو ضروری کاموں سے غفلت میں ڈال دیں لہو کہلاتی ہیں، اور بعض اوقات ایسے کاموں کو بھی لہو کہا جاتا ہے، جن کا کوئی معتد بہ فائدہ نہ ہو، جمہور صحابہ وتابعین کے نزدیک لہو الحدیث عام ہے، تمام ان چیزوں کے لئے جو انسان کو اللہ کی عبادت سے غفلت میں ڈال دے، اس میں غنا ومزامیر بھی داخل ہیں اور بیہودہ قصے وکہانیاں بھی (۷؍۲۰)۔

مولانا اقبال قاسمی لکھتے ہیں: مروجہ مزاحیہ مشاعرے، یا دیگر مزاحیہ محفلیں مندرجہ ذیل مفاسد کی وجہ سے درست نہیں:

۱-ہنسی مذاق ہی مقصود ہوتا ہے اور کوئی جائز مقصد پیش نظر نہیں ہوتا۔

۲-مزاح میں گھنٹوں کا وقت ضائع ہوتا ہے جو کہ زندگی کا قیمتی سرمایہ ہے۔

۳- دیر رات تک مزاح کو مشغلہ بنانے کے سبب قلب میں قساوت وغفلت پیدا ہوتی ہے۔

۴-عموما یہ پروگرام اہل باطل اور غفلت شعار لوگوں کے ہاتھ میں ہوتے ہیں، اس لئے اس میں شرکت اہل باطل کی تقویت وتائید کا سبب ہوتی ہے۔

۵-ایسے پروگرام لایعنی اور عبث باتوں پر مشتمل ہوتے ہیں۔

۶- معاشرہ میں مزاحیہ باتوں کا چلن ہوجاتا ہے، اوباش قسم کے لوگ اس کی نقالی کرنے لگتے ہیں۔نیز مزاحیہ مشاعروں میں فحش اشعار ہوتے ہیں یا لوگوں کو اس میں نشانہ بناکر تضحیک وتذلیل ہوتی ہے۔

ج -مزاحیہ کہانیاں لکھنا، انہیں پڑھنا اور ایسی کہانیوں پر مبنی کتابوں کو شائع کرنا نیز ان کی خرید وفروخت کرنا شرعی نقطۂ نظر سے کیسا عمل ہے؟

اس سوال کے جواب میں مولانا خالد نیموی لکھتے ہیں:

مزاحیہ کہانیاں جو موعظت اور پند ونصیحت پر مشتمل ہوں اور مزاح اس میں ضمنی طور پر ہو یا مزاح کے پہلے پہلو بہ پہلو حکمت وموعظت اور سبق آموز باتیں بھی ہوں، تو ایسی کہانیاں لکھنے کی گنجائش ہے، جب لکھنے کی گنجائش ہے تو پڑھنے، شائع کرنے خرید وفروخت کرنے کی بھی گنجائش ہوگی۔مولانا ممتاز احمد ندوی نے ایسی کہانیوں کے لکھنے، پڑھنے اور شائع کرنے کو تعاون علی البر کی قبیل سے قرار دیا ہے۔

مولانا عارف باللہ اور مولانا شوکت ثنا قاسمی لکھتے ہیں: صرف تفریح طبع اور دل بہلانے کے لئے ہو تو بھی جائز ہے۔

البتہ تمام مقالہ نگاروں نے یہ شرط ذکر کی ہے کہ فرائض وواجبات اور دیگر امور ضروریہ سے غفلت کا باعث نہ ہو، [نیز دیکھئے مقالہ: مفتی جعفر علی رحمانی]۔

مولانا ڈاکٹر ظفر الاسلام صاحب لکھتے ہیں: حد جواز میں رہتے ہوئے کہانیاں لکھنا،

پڑھنا اور ان کتابوں کی خرید فروخت جائز ہے [مولانا احسن عبد الحق، مولانا عبد الجبار طیب ندوی، مولانا شاہ جہاں ندوی]۔

دلائل:

۱- حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

"الحكمة ضالة المؤمن فأينما وجدها فهو أحق بها" (مولانا خالد نیموی)۔

۲-"عن جابر قال: قال رسول اللهﷺ: تحدثوا عن بني إسرائيل فإنه كانت فيهم أعاجيب" (ابن ابی شیبہ مع تحقیق الشیخ محمد عوامہ ۲۷۰۱۷)[مولانا شوکت ثنا قاسمی]۔

مولانا ڈاکٹر ظفر الاسلام صاحب مزاحیہ کہانیوں پر مشتمل کتابوں کی خرید فروخت پر گفتگو کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے کتوں کے پالنے سے منع کرنے کے باوجود چند مقاصد کے تحت ان کا رکھنا جائز قرار دیا ہے، اور جن کتوں سے انتفاع درست ہے، فقہاء نے اس کی خرید فروخت کو درست قرار دیا ہے، تو اسی طرح مزاح کی جائز صورتوں میں مزاحیہ کتابوں کی خرید فروخت درست ہونی چاہئے۔

مولانا عارف باللہ علامہ حصکفی کے حوالہ سے لکھتے ہیں: "وحديث: حدثوا عن بني إسرائيل يفيد حل سماع الأعاجيب والغرائب من كل ما لا يتيقن كذبه بقصد الفرحة لا الحجة بل وما يتيقن كذبه لكن بقصد ضرب الأمثال والمواعظ وتعليم نحو الشجاعة على لسان الآدميين والحيوانات" (درمختار ۶/ ۴۰۴)[مولانا شوکت ثناء قاسمی، مفتی محمد شاہد قاسمی]۔

نیز دکتور عبد اللہ الفقیہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

"أما إذا كانت هذه القصص لا فائدة من قراءتها وأنما المقصود منها التسلية فلا مانع منها أيضا مالم تشتمل على ضرر لكن ينبغي الإقلال منها حفاظاً على الوقت" (فتاوی الشبكة الاسلامیہ)۔

جب ان کہانیوں کولکھنا اور پڑھنا جائز ہے، تو ان پر مبنی کتابوں کوشائع کرنا بھی جائز ہوگا اور ان کی خرید وفروخت بھی جائز ہوگی ۔[مولانا عارف باللہ، مولانا شوکت ثنا قاسمی]۔

بعض مقالہ نگاروں نے موجودہ زمانے کے ناول وافسانوں کی کتابوں کوپیش نظر رکھتے ہوئے گفتگو کی ہے: چنانچہ مفتی حنیف صاحب لکھتے ہیں: موجودہ دور کی ناول کی کتابیں جن میں محبوبانہ ومعشوقانہ باتیں مکالماتی انداز میں پیش کی جاتی ہیں جن میں قاری اس طرح محو ہوجاتا ہے کہ فرائض وواجبات سے اور دیگر ضروری امور سے بھی غافل ہوجاتا ہے، لہذا ایسی کہانیوں پر مشتمل کتابوں میں لکھنا، ان کو پڑھنا اور ان کتابوں کی خرید وفروخت جائز نہ ہوگی ۔

مفتی اقبال احمد قاسمی لکھتے ہیں:

مزاحیہ لٹریچر جوحقائق سے لبریز ہو، محض انداز کلام مزاحیہ اورتفریح آمیز ہوتو اس کی گنجائش ہوگی، البتہ بیہودہ چٹکلوں اور مسخرہ پن سے پر کہانیوں کی کتابوں کوخریدنا اور تیار کرنا اشاعت فاحشہ کے حکم میں ہوکر ناجائز ہوگا،[نیز دیکھئے مقالہ: مولانا ممتاز احمد ندوی]۔

مفتی اشرف صاحب لکھتے ہیں:

حقائق سے عاری مزاحیہ کہانیاں پڑھنا، لکھنا اور ان کوخریدنا لہوالحدیث کے تحت داخل ہے، ارشاد باری ہے: "ومن الناس من يشتري لهو الحديث ليضل عن سبيل الله بغير علم ويتخذها هزوا أولئك لهم عذاب مهين" (لقمان:۶)۔

بعض مقالہ نگاروں نے مفتی شفیع صاحب کے حوالہ سے لکھا ہے: اس زمانے میں بیشتر نوجوان فحش ناول یا جرائم پیشہ لوگوں کے حالات پر مشتمل قصے یا فحش اشعار دیکھنے کے عادی ہیں، یہ سب چیزیں اسی قسم لہو حرام میں داخل ہیں (معارف القرآن ۷/۲۱-۲۳)[مولانا ممتاز احمد ندوی، مولانا عبید اللہ ندوی، مفتی لطیف الرحمن ممبئی]۔

مفتی شاہد صاحب لکھتے ہیں: صاحب درمختار "من يشتري لهو الحديث" کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ومن السحت ما يؤخذ على كل مباح كملح وكلأ وماء ومعادن وما يؤخذه غاز لغزو وشاعر لشعر ومسخرة وحكواتي قال الله تعالى: ''ومن الناس من يشتري لهو الحديث'' (درمختار ۹/۶۱)[مقالہ مولانا محمد یوسف علی]۔

د-لطیفہ گوئی یا مزاح نویسی کو پیشہ بنالینا اور اس کی اجرت وصول کرنا درست ہے یا نہیں؟

اس سوال کے جواب میں مفتی خالد نیموی صاحب لکھتے ہیں: مستقل لطیفہ گوئی کرنا اور اس کو ذریعہ معاش بنالینا یہ اس مقصد حیات کے خلاف ہے جو اسلام افراد اور معاشرہ میں پیدا کرنا چاہتا ہے، اس سے انسان فکر آخرت، ذکر اللہ، عبادت وغیرہ سے غافل ہوجاتا ہے، انہیں اسباب کی بنیاد پر شعر وشاعری کی مذمت کی گئی ہے۔

حضور علیہ السلام سے مروی ہے:

''لأن يمتلي جوف رجل قيحاً يريه خير من أن يمتلي شعراً''۔امام بخاری فرماتے ہیں: میرے نزدیک اس کے معنی یہ ہیں کہ شعر جب ذکر اللہ قرآن کی تلاوت اور علم کے اشتغال پر غالب آجائے اور اگر شعر مغلوب ہو تو پھر برا نہیں، اور لطیفہ گوئی مزاح نویسی کو پیشہ بنالینا انہماک کی دلیل ہے۔

مفتی اشرف عباس صاحب فرماتے ہیں:

یہ قباحت لغیرہ ہے، لہذا اس کی اجرت مکروہ ہوگی اور انہوں نے درج ذیل عبارتوں کو اپنا مستدل بنایا ہے:

۱-ولكن من الغلط العظيم أن يتخذ الإنسان المزاح حرفة ويواظب عليه ويفرط فيه ثم يتمسك بفعل رسول الله ﷺ فهو كمن يدور مع الزنوج أبداً لينظر إلى رقصهم ويتمسك بأن رسول الله ﷺ أذن لعائشة في النظر إليهم وهم يلعبون (مرقاۃ المفاتیح ۹/۷۲) [نیز دیکھئے مقالہ: مفتی رضوان الحسن بحوالہ فتح الباری ۱۰/۵۴۳]۔

۲-لا تجوز الإجارة على شئ من اللهو لأنه معصية (مبسوط۱۶/ ۳۷)۔

۳- ہندیہ میں ہے: لا تجوز الإجارة على شئ من الغناء والنوح والمزامير والطبل وشيئ من اللهو (الفتاوی الہندیہ ۴/ ۴۴۹)۔

۴-مولانا یوسف لدھیانوی صاحب تحریر فرماتے ہیں: لطیفہ گوئی اگر حدود میں ہوتو اس کو پیشہ بنانا مکروہ ہے (آپ کے مسائل اوران کا حل ۱/ ۱۵۶)۔

مفتی اقبال احمد قاسمی لکھتے ہیں: موجودہ دور میں لطیفہ گو اور مزاح نویس بہت مقبول شخصیات شمار ہوتی ہیں، پاکستان کے عمر شریف جیسے مسخرہ لوگوں کی دھوم ہے، حدیث پاک میں مضحکہ خیزی کی خاطر سخن پروری پر تنبیہ فرمائی گئی ہے، حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

''إن العبد يقول الكلمة لا يقولها إلا ليضحك به الناس يهوى إليها العبد مما بين السماء والأرض وأنه ليزل عن لسانه أشد مما يزل عن قدمه" (مرقاۃ ۴/ ۴۳۱)۔ لہذا مشغلہ اور بطور پیشہ کے لطیفہ گوئی اور مزاح نویسی میں مشغولیت مکروہ اور اگر مضامین بیہودہ ہوں تو حرام ہوگی، جائز مضامین کی صورت میں فعل عبث ولایعنی عمل میں مبتلا رہنا بجائے خود کراہت کا سبب ہے۔

مولانا شوکت ثناء قاسمی نے اس کے عدم جواز پر درج ذیل دلائل ذکر کئے ہیں:

۱-رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک آدمی کوئی ایسی بات کہتا ہے جس کو وہ گناہ نہیں سمجھتا اور وہ اس کی وجہ سے جہنم کا مستحق ہوجاتا ہے (ترمذی: ۲۳۳۶)۔

۲-"من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليقل خيراً أو ليصمت" (باب الحث على إكرام الجار والضيف والصمت)۔

۳-ولا تكثر الضحك فإن كثرة الضحك تميت القلب (ترمذی: ۲۲۲۷)۔

۴-أكثروا الكلام بذكر الله فإن كثرة الكلام بغير ذكر الله تقسى القلب وإن أبعد الناس من الله القلب القاسي۔

مولانا ممتاز احمد ندوی صاحب کا خیال ہے کہ آج کل کی لطیفہ گوئی ومزاح نویسی عموماً جھوٹ

اور طعن وتشنیع پر مشتمل ہوتی ہے، اس لئے ان کو پیشہ بنالینا اور اس کی اجرت وصول کرنا درست نہیں ہے، اور اگر ان چیزوں پر مشتمل نہ ہو تب بھی اس سے احتیاط بہتر ہے۔[مولانا احسن عبدالحق]۔

جبکہ مولانا شاہ جہاں ندوی صاحب لکھتے ہیں: ان کو پیشہ بنالینا اور اس کی اجرت وصول کرنا درست ہے، اگر شرعی ضوابط ملحوظ ہوں، البتہ یہ گھٹیا کمائی کے ذرائع میں سے ہے، جیسا کہ پچھنہ لگانے والے کی کمائی حضور علیہ السلام نے گھٹیا قرار دیا ہے۔

ڈاکٹر ظفر الاسلام صاحب لکھتے ہیں: افراط کے بغیر اگر لطیفہ گوئی مزاح نویسی ہو تو اس کی اجرت درست ہوگی[مقالہ مولانا عارف باللہ، مولانا جعفر علی رحمانی]۔

ہ-تفریح طبع کے لئے مزاحیہ ڈرامے کے پروگرام بھی منعقد کئے جاتے ہیں، جن کا مقصد ہنسنا ہنسانا ہوتا ہے، کیا اس طرح کے ڈرامے لکھنا، اس کا پروگرام کرنا اور اسے دیکھنا درست ہے؟

اس سوال کے جواب میں اکثر مقالہ نگاروں نے لکھا ہے کہ اس طرح کے ڈراموں میں عموماً جھوٹ کی آمیزش ہوتی ہے دوسروں کا تمسخر واستہزاء ہوتا ہے یا کسی کی نقالی کی جاتی ہے، اس لئے اس طرح کے ڈرامے کے پروگرام منعقد کرنا اور ان کو دیکھنا جائز نہ ہوگا، جبکہ بعض حضرات نے لکھا ہے کہ اگر ان ڈراموں میں منکرات وغیرہ نہ ہوں تو پھر جائز ہوگا، اس خلاصہ کے بعد مقالہ نگار حضرات کی آراء ودلائل پیش خدمت ہیں:

مولانا ڈاکٹر ظفر الاسلام صاحب صدیقی ڈرامہ نگاری کی ابتدائی وارتقاء پر شیخ بکر بن عبداللہ ابوزید کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ عرب میں سب سے پہلے ۱۸۴۰ء میں مارون النقاش اللبانی نے ڈرامہ پیش کیا جو نصرانی تھا، آگے مولانا ظفر الاسلام صاحب لکھتے ہیں کہ شیخ بکر بن عبداللہ اس کے عدم جواز پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس کی مشروعیت علی سبیل التعبد ہوگی یا علی سبیل الاقتداء، امر تعبدی نص پر موقوف ہے اور اس سلسلہ میں کوئی نص نہیں اس لئے یہ امر محدث ہوگا۔

اور اس کی حرمت اس حدیث سے واضح ہے، ''من أحدث في أمرنا هذا ما ليس

منا فهو رد''، اوراگر علی سبیل الاعتیاد ہوتو تشبہ باعداءاللہ پائے جانے کی وجہ سے حرام ہوگا۔

۲- علامہ ابن حجر ہیثمی لکھتے ہیں: "ومنها زی المكفرات لو حضر جماعة وجلس أحدهم على مكان رفيع تشبها بالمذكرين فسألوا المسائل وهم يضحكون أو تشبه بالمعلمين فأخذ خشبة وجلس القوم حوله كالصبيان فضحكوا واستهزؤا'' (الاعلام بقواطع الاسلام ر ۳۶۲)۔[مولانا ظفر الاسلام،مولانا عارف باللہ]۔

۳- حدیث پاک: "ويل للذى يحدث فيكذب ليضحك به القوم ويل له ويل له'' (ترمذی، احمد، حاکم) [مولانا ظفر الاسلام صاحب، مولانا عارف باللہ]۔

محاکاۃ کے سلسلہ میں علامہ نووی لکھتے ہیں: ''ومن ذلك المحاكاة بأن يمشى متعارجاً أو مطاطناً أو غير ذلك من الهيئات مريدا حكاية هيئته من ينتقصه بذلك فكل ذلك حرام بلا خلاف'' [مولانا عارف باللہ]۔

۴- کبھی شخص متعینہ کے کسی عیب کو محاکاۃ کے ذریعہ پیش کیا جاتا ہے جس کے غیبت واستہزاء ہونے میں کوئی شبہ نہیں یا خود کو اس نام سے موسوم کرتے ہیں ظاہر ہے کہ یہ جھوٹ ہے [مولانا ظفر الاسلام صاحب، مولانا عارف باللہ، مولانا شوکت ثناء قاسمی]۔

۵- کبھی مار پیٹ اور جرائم کی اداکاری کی جاتی ہے، جو لوگوں کو جرائم کے نت نئے طریقے کی تعلیم اور جرائم پر لوگوں کو ابھارتا ہے۔[مولانا ظفر الاسلام]۔

۶- ڈرامہ نگاری حیاء کے پردہ کو زائل کردیتی ہے جبکہ حدیث میں ہے: "لا إيمان لمن لا حياء له''۔[مولانا ظفر الاسلام صاحب، مولانا شوکت ثناء قاسمی]۔

۷- مولانا ظفر الاسلام صاحب ابن حجر کے حوالہ سے لکھتے ہیں: محاکاۃ وڈرامہ نگاری بندروں کی خصوصیات ہے، ابن حجر لکھتے ہیں: ''ومن خصاله أى القرد: أنه يضحك ويطرب ويحكى ما رآه'' (فتح الباری ۷ر ۱۶۰)۔

مفتی اقبال قاسمی صاحب مولانا یوسف لدھیانوی کے حوالہ سے لکھتے ہیں: مولانا لدھیانوی ورائٹی شو، اسٹیج ڈرامے وغیرہ میں کام کرنا اور دیکھنا کے سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

گناہ کے کام میں شرکت کرنے والے بھی گناہ گار ہیں گو درجات کا فرق ہو اور غلط کام سے روزی کمانا بھی غلط ہے (آپ کے مسائل اور ان کا حل ۷/۳۴۱)۔

مفتی اشرف عباس صاحب نے اس کو لہو الحدیث کا مصداق قرار دیا ہے۔ (نیز دیکھئے مقالہ مفتی لطیف الرحمٰن صاحب)۔

البتہ بعض مقالہ نگاروں کی رائے یہ ہے کہ اگر ان ڈراموں میں منکرات ومنہیات شرعیہ موجود نہ ہوں تو پھر ایسے ڈرامے کے پروگرام منعقد کرنا، لکھنا اور دیکھنا جائز ہے، مثلاً کسی کے ساتھ استہزاء نہ ہو، کسی کی عیب جوئی نہ ہو، کسی کو خوف زدہ نہ کیا جائے، لوگوں کو ہنسانے کے لئے دروغ گوئی سے کام نہ لیا جائے، غیر اقوام کی مشابہت اختیار نہ کی جائے، مردوزن کا اختلاط نہ ہو [مفتی جعفر علی رحمانی، مولانا شاہجہاں ندوی، مولانا عارف باللہ]۔

و-موجودہ دور میں ڈاکٹروں کی رائے ہے کہ ہنسنا انسانی صحت کی برقراری اور اس کو چست ونشیط رکھنے کے لئے بہت معاون فعل ہے، اس لئے خاص طور پر ہنسنے کے پروگرام بھی رکھے جاتے ہیں جس میں بہت سے لوگ بتکلف قہقہے لگاتے ہیں اور دیر تک ہنسنے کی کوشش کرتے ہیں اس کا عمل کا شرعی حکم کیا ہے؟

اس سوال کے جواب میں تقریباً تمام مقالہ نگاروں نے لکھا ہے کہ مستقل ہنسنے اور ہنسانے کی محفل منعقد کرنا یا بتکلف ہنسنا ہنسانا یا اس قدر ہنسنا ہنسانا کہ اماتت قلب کا سبب بن جائے درست نہ ہوگا۔

اس سلسلہ میں مقالہ نگاروں نے درج ذیل دلائل ذکر کئے ہیں:

۱-مولانا ظفر الاسلام صاحب لکھتے ہیں: یہ مسلم ہے کہ رب کائنات نے جس چیز کا جتنا حکم دیا ہے اس میں ہمہ جہت خیر ہے، چنانچہ اللہ کا فرمان ہے: "فلیضحکوا قلیلاً ولیبکوا کثیرا" (التوبۃ:۸۲) [ڈاکٹر ظفر الاسلام، مفتی خالد نیموی، مولانا عبد الجبار ندوی]۔

ابن حاتم حضرت ابن عباسؓ سے اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: "الدنیا قلیل

فليضحكوا فيها ما شاؤا فإذا انقطعت الدنيا وصاروا إلى الله فليستأنفوا البكاء بكاء لا ينقطع أبداً"۔

۲-عن أبي هريرة قال قال رسول الله ﷺ: لا تكثر الضحك فإن كثرة الضحك تميت القلب (ابن ماجہ:۴۲۱۷)[مولانا ظفر الاسلام، مفتی خالد حسین نیموی، مولانا عارف باللہ، مفتی اشرف عباس، مفتی جعفر ملی، مفتی ممتاز احمد ندوی، مولانا محمد یوسف علی]۔

۳-عن سماک قال قلت لجابر بن سمرة: أكنت تجالس رسول الله ﷺ قال: نعم فكان طويل الصمت، قليل الضحک، وكان أصحابه يذكرون عنده الشعر وشيئاً من أمورهم فيضحكون وربما يتبسمون (مسند احمد:۲۰۸۰۹)۔[مولانا ظفر الاسلام، مفتی خالد حسین نیموی، مفتی اشرف عباس]۔

شراح حدیث نے اس دلچسپ گفتگو کے بعض اجزاء بھی نقل کئے ہیں، چنانچہ ملا علی قاری فرماتے ہیں:"من جملته أنه قال واحد: ما نفع أحداً صنمه ما نفعني، قالوا: كيف هذا؟ قال: صنعته من الحيس فجاء القحط فكنت آكله يوما فيوما، وقال آخر: رأيت ثعلبين جائا وصعدا فوق رأس صنم لي وبالا عليه فقلت: أرب يبول ثعلبان برأسه فجئتک يا رسول الله ﷺ وأسلمت" (مرقاة المفاتیح ۵/۹)[مفتی اشرف عباس]۔

۴-"أقل الضحک فإن كثرة الضحک تميت القلب" (الادب المفرد للبخاری:۲۵۲، مسند احمد:۸۰۹۵)[مولانا ظفر الاسلام، مولانا شاہ جہاں ندوی]۔

۵-حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو اس طور پر کھل کھلا کر ہنستے ہوئے کہ آپ کے دہن مبارک کا اندرونی حصہ نظر آجائے، کبھی نہیں دیکھا، آپ ﷺ تو صرف تبسم فرمایا کرتے تھے (بخاری، مشکوۃ:۴۰۶)[مفتی خالد حسین نیموی]۔

۶-آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:"تبسمک في وجه أخيک لک صدقة" (ترمذی:۱۹۴۶)[مولانا شاہ جہاں ندوی]۔

۷-ما كان ضحک رسول الله ﷺ إلا تبسما (ترمذی:۳۶۴۲)[مولانا

شاہجہاں ندوی]۔

ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ بہت زیادہ ہنسنا اسلام کی نظر میں پسندیدہ نہیں ہے۔چنانچہ امام غزالی فرماتے ہیں: "المذموم منه أن يستغرق ضحكاً، والمحمود منه التبسم الذي ينكشف فيه السن، ولا يسمع له صوت" (احیاء العلوم: امر اح) [مولانا شاہجہاں ندوی]۔

البتہ مفتی لطیف الرحمٰن صاحب لکھتے ہیں کہ بطور علاج اور بطور دوا بہ تکلف قہقہہ لگانا اور ایسے پروگرام دیکھنا جائز ہوگا،لیکن بحالی صحت کے بعد پھر اس کی گنجائش باقی نہیں رہے گی۔

جبکہ مفتی اقبال قاسمی لکھتے ہیں: قہقہہ یا دیر تک ہنسنے کو کسی مرض کے لئے مفید سمجھنا محل تامل ہے (بحوالہ فتاوی شیخ صالح العثیمین)۔

اسی طرح مفتی محمد جعفر ملی رحمانی لکھتے ہیں: ڈاکٹروں کی آراء نصوص شرعیہ سے ثابت، کثرت ضحک کی ممانعت کا مقابل دلیل نہیں بن سکتیں۔

۲-تفریحی مقصد کے لئے مختلف قسم کے کھیل بھی مروج ہیں،جن میں بعض کھیل گھنٹہ دو گھنٹہ کے ہوتے ہیں،اور بعض کھیل زیادہ وقت لیتے ہیں،بعض ایسے کھیل بھی ہوتے ہیں، جو انسان کی جان کے لئے خطرناک ہوتے ہیں، جیسے: باکسنگ،بعض کھیلوں میں جانوروں کو سخت تکلیف پہنچتی ہے، جیسے جانوروں کا باہمی مقابلہ،موجودہ زمانے میں کھیل نے مستقل فن کی صورت اختیار کرلی ہے،سرکاری سطح پر اس کی مستقل وزارت ہوتی ہے اور خاصا بجٹ اس مقصد کے لئے منظور کیا جاتا ہے،اس پس منظر میں واضح کیا جائے کہ:

الف-کھیل کے طریقہ کے اعتبار سے کھیل کے جائز اور نا جائز ہونے کے کیا اصول ہیں؟

اس سوال کے جواب میں اکثر مقالہ نگاروں کی رائے ہے کہ ایسے کھیل جو انسان کے وسیع تر مفاد میں ہوں، ان سے اس کی جسمانی قوت،چستی ونشاط کی بحالی اور طاقت وقوت کی فراہمی میں مدد ملتی ہو، جائز ہیں، الموسوعۃ الفقہیہ میں ہے:

''اللعب منه ما هو مباح ومنه ما هو مستحب ومنه ما هو مكروه ومنه ما هو محرم'' (اصطلاح: لعب) [مولانا عارف باللہ]۔

بعض مقالہ نگاروں نے ایسے مفید کھیل کے جواز پر احادیث رسول وسنت نبوی بھی ذکر کی ہیں، چند احادیث پیش خدمت ہیں:

۱-''الهوا والعبوا، فإني أكره أن أرى في دينكم غلظة'' (کنز العمال ۲۱۲/۱۵) [مفتی اشرف عباس، مولانا شاہجہاں ندوی]۔

۲-حضرت علیؓ اور ابن مسعودؓ سے منقول ہے: ''القلب يمل كما تمل الأبدان فاطلبوا لها طرائق الحكمة'' (احکام القرآن ۱۹۵/۳) [مفتی اشرف عباس]۔

۳-وليس من اللهو إلا ثلاث: ''تاديب الرجل فرسه، وملاعبته أهله، ورميه بقوسه ونبله'' (ابوداؤد: ۲۵۱۳) [مولانا شاہ جہاں ندوی]۔

۴- نبی کریم ﷺ سے حبشیوں کی نیزہ بازی کا کھیل دیکھنا ثابت ہے [مولانا شاہجہاں ندوی]۔

۵- أن عمر بن الخطاب مر بساحل البحر وهو محرم، فقال لابن عباس: تعال أباقيك في الماء أينا أطول نفسا فقال ابن عباس: ونحن محرمون (مقالہ ابداف التر و یح والترفیہ من منظور اسلامی) [مولانا ظفر الاسلام]۔

٦ - ایک روایت میں ہے کہ عاصم بن عمر اور عبد الرحمٰن بن زید دونوں پانی میں تھے اور ایک دوسرے کی گردن پکڑ کر پانی میں ڈبکی دے رہے تھے، حضرت عمر یہ منظر دیکھ رہے تھے لیکن آپ نے کوئی نکیر نہیں کی (مقالہ ابداف الترویح والترفیہ من منظور اسلامی) [مولانا ظفر الاسلام]۔

۷- حضرت عمر نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کو لکھا کہ اپنے بچوں کو تیراکی اور تیراندازی سکھلائیں (مسند احمد: ۳۲۳) [مولانا ظفر الاسلام صاحب]۔

۸- عن سلمة بن الأكوع قال: مر النبي ﷺ على نفر من أسلم

ينتضلون فقال النبیﷺ: ارموا بني إسماعيل فإن آباكم كان رامياً ارموا و أنا مع بني فلان، قال: فأمسک أحد الفريقين بأيديهم، فقال رسول اللهﷺ: مالكم لا ترمون؟ قالوا: كيف نرمي و أنت معهم؟ فقال النبیﷺ: ارموا فأنا معكم كلكم" (بخاری:۲۷۴۳)[مولانا ظفر الاسلام صاحب]۔

۹-عن عقبة بن الحارث قال: خرجت مع أبي بكر الصديق بعد وفاة النبیﷺ بليال وعلي يمشي إلى جنبه فمر بحسن بن علي يلعب مع غلمان فاحتمله على رقبته وهو يقول: وبأبي شبيه النبیﷺ ليس شبيها بعلي وعلي يضحک" (بخاری:۳۷۵۰)۔

فقہاء کرام نے بعض کھیلوں کو جائز قرار دیا ہے، ملاحظہ ہو عبارتیں:

۱-قاضی خاں فرماتے ہیں: "ويجوز السبق في أربعة أشياء: في الخف يعني البعير وفي الحافر يعني الفرس والنصل يعني الرمي والمشي بالأقدام" (خانیہ علی الہندیہ ۳/ ۴۲۸)۔

۲-"قال القاضي: اللعب الذي يلعب الشبان أيام الصيف بالبطيخ بأن يضرب بعضهم بعضا مباح غير منكر" (ہندیہ ۵/ ۳۵۴)۔

۳-صاحب خانیہ فرماتے ہیں:

روى عن ابن عمر أنه كان يشتري الجوز لصبيانه يوم العيد يلعبون بها وكان يأكل منه وهذا إذا لم يكن على وجه المقامرة (خانیہ علی الہندیہ ۳/ ۴۲۸)[دیکھئے: مقالہ مولانا مغفور باندوی]۔

بعض مقالہ نگاروں نے ان روایات کو بھی ذکر کیا ہے جن میں لہو ولعب کو مطلقاً منع کیا گیا ہے یا جن میں بعض کھیلوں کو لہو قرار دیا گیا ہے، ضروری ہے کہ اس طرح کی روایات اور فقہاء کی عبارتیں ذکر کردی جائیں، تا کہ استنباط حکم میں آسانی ہو۔

۱-كل لعب حرام إلا ملاعبة الرجل امرأته وقوسه وفرسه (مستدرک

حاکم ۲/۹۵)[مولانا محمد مغفور،مولانا عبدالجبار طیب ندوی]۔

۲-کل ما یلهو به المرء المسلم باطل، إلا رمیه بقوسه وتادیبه فرسه وملاعبته امرأته فإنهن من الحق (مشکوۃ۲/۳۳۷،ترمذی)[مفتی اقبال احمد قاسمی،مولانا خالد نیموی]۔

۳-کل ما یلهو به المرء المسلم باطل (فتح الباری ۱۱/۹۱)[مفتی اقبال احمد قاسمی]۔

صاحب درمختار لکھتے ہیں: وکره کل لهو لقوله علیه السلام: "کل لهو المسلم حرام إلا ثلاثة، ملاعبة أهله، وتادیبه لفرسه، ومناضلته بقوسه (الدرمع الرد ۹/۴۸۱)[مولانا محمد مغفور]۔

صاحب بنایہ فرماتے ہیں: کل لهو، أی ویکره کل اللعب بکل اللهو، وهذا یعم سائر أنواع اللعب والملاهی ما خلا الأشیاء الثلاثة أی استثناها فی الحدیث (البنایہ علی الہدایہ ۱۲/ ۲۵۴)[مولانا محمد مغفور]۔

مذکورہ بالا جن حدیثوں میں لہوولعب کو حرام قرار دیا گیا ہے، بعض حضرات نے ان کا مصداق بھی متعین کرنے کی کوشش کی ہے، چنانچہ ان حضرات نے لکھا ہے کہ لہوولعب کا مصداق صرف وہی صورتیں اور وہی کھیل ہیں، جن میں کسی قسم کا کوئی خاص فائدہ نہ دین کا ہو نہ دنیا کا، البتہ لہوولعب کی وہ صورتیں جن سے کوئی غرض صحیح وابستہ ہو، یا کسی مقصد کی تکمیل یا منفعت کی تحصیل ان پر موقوف ہوں تو ان کا شمار ممنوع لہوولعب میں نہ ہوگا[مقالہ مفتی اقبال قاسمی]۔

جن اسباب وعلل کی بنیاد پر بعض کھیلوں کو ناجائز قرار دیا گیا ہے، بعض مقالہ نگاروں نے ان علتوں کو بھی تفصیل سے بیان کیا ہے، ذیل میں مختصراً ان علتوں کو ذکر کیا جارہا ہے:

۱-ایسے کھیل جن کی حرمت وکراہت منصوص ہو مثلاً شطرنج، چوسر وغیرہ۔

۲-اللہ کی یاد سے غفلت کا سبب ہو، امام بخاری نے مستقل ایک باب مقرر کیا ہے:

باب کل لهو باطل إذا شغله عن طاعة الله۔

۳-کھیل حرام ومعصیت پر مشتمل ہو۔

۴-کھیل میں کھیلے جانے والے آلات اور اس کا طریقہ کار کفار سے ماخوذ ہوں، حضرت علی سے روایت ہے: "كانت بيد رسول الله ﷺ قوس عربية فرأى رجلاً بيده قوس فارسية، قال: ما هذه؟ ألقها و عليكم بهذه و أشباهها" (مشکوۃ باب اعداد الجہاد)۔

مولانا تھانوی فرماتے ہیں: اس روایت سے معلوم ہوا کہ بلاضرورت شدیدہ غیر مسلم قوموں کے آلات ورزش کا استعمال بھی مکروہ ہے، اگر چہ حرمت کی کوئی دلیل نہیں (امداد الفتاوی ۴؍ ۲۵۷)۔

۵-کھیل میں کسی قسم کا کوئی فائدہ مضمر نہ ہو، ہدایہ میں ہے: **يكره كل لهو لأنه إن قامر بها فالميسر حرام بالنص و إن لم يقامر فهو عبث و لهو** (ہدایہ ۴؍ ۴۵۹)۔

۶- ایسا کھیل جس میں لوگوں کے لئے مصلحت وفوائد تو ہوں مگر تجربہ سے یہ بات ثابت ہوچکی ہو کہ یہ کھیل جسمانی صحت کے لئے مضر ہے۔

۷- ایسا کھیل جس میں فائدہ تو ہو لیکن اس کو محض لہو ولعب کی نیت سے کھیلا جائے۔

۸- ایسا کھیل جو دوسرے کے لئے ایذاءرسانی کا باعث ہو۔

۹-مردوں کے لئے زنانہ کھیل اور عورتوں کے لئے مردانہ کھیل کھیلنا ناجائز ہے۔

۱۰-جو کھیل فرائض اور حقوق واجبہ سے غافل کرنے والے ہوں۔

اس سلسلہ میں مقالہ نگاروں نے درج ذیل کتابوں کا حوالہ دیا ہے، (احکام القرآن للشفیع، رسالۃ المناہی عن المناہی مصنفہ مفتی شفیع صاحب، تکملۃ فتح الملہم، قاموس الفقہ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب)۔

[دیکھئے: مقالہ مفتی اقبال قاسمی، مولانا شوکت ثناء قاسمی، مولانا احسن عبد الحق، مفتی غلام اللہ، مفتی محمد شاہد قاسمی، مولانا عبد الجبار طیب ندوی، مولانا ظفر الاسلام، مفتی اشرف عباس، مفتی جعفر علی رحمانی، مفتی عارف باللہ قاسمی، مولانا شاہ جہاں ندوی]۔

مولانا ظفر الاسلام صاحب نے ان شرائط کا اضافہ کیا ہے:

۱-کھلاڑیوں کے درمیان عمر میں یکسانیت ہو۔

۲-معیار تعلیم میں یکسانیت ہو۔

۳-اقتصادی اعتبار سے بھی ہم آہنگی ہو۔

خلاصہ یہ ہے کہ اگر کسی کھیل کے اندر مذکورہ بالا علتیں یا ان میں سے کوئی ایک علت پائی جائے تو وہ کھیل ناجائز ہوگا۔

چنانچہ مفتی اقبال صاحب مفتی شفیع صاحب کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

سلف وخلف میں سے کوئی اس بات کا قائل نہیں کہ کھیل کود علی الاطلاق جائز ہے، روایات حدیث یا تو مطلقاً کھیل کود کو ممنوع قرار دیتی ہے یا چند کو مباح قرار دے کر باقی کو ممنوع قرار دیتی ہے.... فقہاء نے یہ تصریح بھی کردی ہے کہ یہ جائز کھیل بھی اس وقت تک جائز ہیں جب کہ ان کا مقصد اور ان کی غرض صحیح ہو ورنہ اگر مقصد محض کھیل برائے کھیل ہو تو یہ مباح کھیل بھی جائز نہیں، چنانچہ کوئی شخص کشتی، تیراکی، دوڑ، نشانہ بازی محض لہو ولعب کی نیت سے کرے تو یہ بھی مکروہ ہوں گے (احکام القرآن ۳/ ۱۹۴، بحوالہ رسالہ اشرف محمود عثمانی)۔

۲- ب: لباس وپوشاک کے سلسلہ میں کھلاڑیوں کے لئے کن باتوں کی رعایت ضروری ہے؟

مولانا ظفر الاسلام صاحب قاموس الفقہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں: کھیل کھیلنے والے ایسا لباس اختیار کریں جو ساتر ہو یعنی مرد ہو تو ناف سے گھٹنے تک کا حصہ ڈھکا ہوا ہو، خواتین مردوں کے درمیان نہ کھیلیں، خواتین کے لئے خواتین کے سامنے پردہ کے حدود وہی ہیں جو مردوں کے لئے ہیں کہ ناف سے گھٹنے تک کا حصہ چھپا ہوا ہو، اس کی رعایت کے بغیر کھیلنا حرام ہے، کیونکہ حصہ ستر چھپانا واجب ہے (قاموس الفقہ ۴/ ۵۸۷)۔

بعض مقالہ نگاروں نے لباس کے چند صفات بھی بتائے ہیں، مثلاً:

۱-لباس قابل ستر اعضاء کے لئے ساتر ہو۔

۲-لباس ایسا ہو کہ اعضاء کے ابھار کو ظاہر نہ کرتا ہو۔

۳-لباس کے اندر جسم کی کھال نظر نہ آتی ہو۔

۴-لباس زیادہ پر کشش وجاذب نظر نہ ہو۔

۵-عورت کا لباس مرد کے لباس اور مرد کا لباس عورت کے لباس کے مشابہ نہ ہو۔

۶-دوسری قوموں کے مشابہ لباس نہ ہو۔

۷-مرد ریشمی لباس نہ پہنے۔

[مولانا شاہجہاں ندوی، مفتی شاہد، مفتی ممتاز احمد ندوی، مولانا احسن عبد الحق، مفتی غلام اللہ، مفتی عارف باللہ، مفتی جعفر علی رحمانی، مولانا محمد یوسف علی، مفتی لطیف الرحمٰن مبیؔ، مفتی رضوان الحسن، مولانا محمد عمران ندوی، مفتی خالد حسین نیموی قاسمی]۔

بعض مقالہ نگاروں نے پردہ سے متعلق کچھ احادیث اور فقہاء کی عبارتیں بھی نقل کی ہیں، مثلاً:

۱-"إیاکم عن التعری فإن معکم من لا یفارقکم إلا عند الجماع وعند ما یقضی الرجل حاجته، غط فخذک" (مسند احمد)[مولانا ظفر الاسلام صاحب]۔

۲-حضور علیہ السلام نے حضرت معمر سے فرمایا: غط فخذک فإن الفخذین عورة (مسند احمد ۲۲۴۹۵)[مولانا شاہجہاں ندوی]۔

۳-لا ینظر الرجل إلی عورة الرجل، ولا تنظر المرأة إلی عورة المرأة (بخاری کتاب الصلاۃ باب ما یستر من العورۃ)[مفتی اشرف عباس]۔

۱-ففی الدر الرابع: ستر عورته، ووجوبه عام ولو فی الخلوة علی الصحیح إلا لغرض صحیح، قال ابن عابدین: قوله: ولو فی الخلوة: إذا کان خارج الصلاة یجب الستر بحضرة الناس إجماعاً ولو فی الخلوة علی الصحیح (حاشیہ ابن عابدین ۲/ ۷۵)[مفتی اشرف عباس]۔

۲-الضوابط الشرعیۃ للترویح کے مصنف لکھتے ہیں: لا ینبغی أن تتزیا بالکفار فی لباسها عند الترویح وعند اللعب[مقالہ مولانا ظفر الاسلام صاحب]۔

۳-قال الدکتور ناصر الغامدی: فإن کشفها أمام الناس والتساهل فی ذلک من المنکرات العظیمة وما حل البلاء بالمسلمین إلا بسبب التعری الذی یعیشه کثیر منهم رجالاً ونساء (لباس الرجل أحکامہ وضوابطہ ۲/ ۸۱۳)[مفتی اشرف عباس]۔

مفتی الشیخ صالح العثیمین لکھتے ہیں:

۴-أما إذا کان الممارس للریاضة لیس علیه إلا سروال قصیر، یبدو منه فخذه أو أکثره فإنه لا یجوز فإن الصحیح أنه یجب علی الشباب ستر أفخاذهم وأنه لا یجوز مشاهدة اللاعبین وهم بهذه الحالة من الکشف عن أفخاذهم (فتاوی العثیمین ۲/ ۹۸۶)[مفتی اقبال صاحب]۔

خلاصہ یہ ہے کہ اسلام نے کھیل کے لئے کوئی خاص یونیفارم مقرر نہیں کیا ہے، بلکہ شرعی پردہ پوشی کے لئے اسلام نے جو اصول وضوابط مقرر کئے ہیں، کھلاڑیوں کو بھی ان کی پابندی کرنی ہوگی، چنانچہ مفتی اقبال صاحب لکھتے ہیں:

کھلاڑیوں کے لئے شریعت نے کوئی لباس وضع نہیں کیا ہے، حدود کی رعایت کرتے ہوئے وہ اپنا یونی فارم خود تجویز کر سکتے ہیں۔

ج-شریعت کے اصولوں کی روشنی میں مروجہ کھیلوں میں سے کن کو جائز، کن کو ناجائز، کن کو مکروہ اور کن کو مستحب قرار دیا جا سکتا ہے؟

اس سوال کے جواب میں مقالہ نگاروں نے لکھا ہے کہ جن کھیلوں کے بارے میں احادیث میں ترغیب آئی ہے وہ کھیل مستحب ہیں، اسی علت مطردہ کی بنیاد پر ہر وہ کھیل مستحب ہوں گے جن سے تفریح قلب کے ساتھ ساتھ شریعت کے کسی مقصد کی تکمیل ہو رہی ہو، جیسے دوڑ کا مقابلہ، تیر اندازی، نشانہ بازی، نیزہ بازی، گھوڑ دوڑ، کراٹا وغیرہ۔

[مولانا شاہجہاں ندوی، مولانا اقبال صاحب، مولانا ممتاز احمد ندوی، مفتی لطیف الرحمٰن]۔

بعض حضرات نے کبڈی کا اضافہ کیا ہے (مولانا عبید اللہ فہد ندوی، مفتی خالد نیموی،

مولانا شوکت ثناء قاسمی،مولانا عارف باللہ)۔

مولانا شاہجہاں ندوی لکھتے ہیں،حضور ﷺ کا ارشاد:**ليس من اللهو إلا ثلاث:** کی تفسیر میں ابن معن لکھتے ہیں:**أي ليس من اللهو المستحب**"لہذا ان کے علاوہ کھیلوں کو ان ہی پر قیاس کرتے ہوئے یا تو مستحب قرار دیا جائے گا،یا جائز یا مکروہ وحرام۔

مذکورہ بالا کھیلوں کے علاوہ ان کھیلوں کو بھی بعض مقالہ نگاروں نے مستحب قرار دیا ہے، تیراکی، اورغوطہ خوری کا مقابلہ،کشتی چلانے کی مشق،بری وبحری ڈرائیونگ کی مشق،کشتی کا مقابلہ۔مولانا خلیل احمد سہارنپوری لکھتے ہیں:**والمدافع وغير ذلك من آلات الحرب الجديدة المتعلقة في هذا الزمان، فإنها أغنت عن رمي السهام بالقوس وعطلته** (بذل المجہود ۷/ ۶۸)۔

البتہ ان کھیلوں کے مستحب ہونے کے لئے ضروری ہے کہ ان میں لباس وغیرہ کسی لائن سے شرعی اصول کی خلاف ورزی نہ ہو۔[دیکھئے:مقالہ مفتی خالد نیموی،مفتی اقبال،مولانا عبید اللہ ندوی]۔

۲-کون کون سے کھیل جائز ہیں:

اس کے جواب میں مولانا شاہجہاں ندوی لکھتے ہیں:

۱-حضور ﷺ کا ارشادگرامی ہے:"**الهوا والعبوا فإني أكره أن يرى في دينكم غلظة**" (شعب الایمان:۵۱۲۴)۔امام بیہقی لکھتے ہیں:یہ حدیث منقطع ہے،اور اگر یہ حدیث صحیح ہوتو اس کا تعلق مباح کھیل سے ہے۔

۲-حضور ﷺ سے حبشیوں کی نیزہ بازی کا کھیل دیکھنا ثابت ہے جو اباحت کی دلیل ہے۔

ان احادیث کوذکر کرنے کے بعدمولانا شاہجہاں ندوی لکھتے ہیں کہ جوکھیل قمار سے خالی ہووہ جائز ہے،جیسے ٹیبل ٹینس،بلیارڈ،فٹ بال،والی بال،وغیرہ[مفتی غلام اللہ صاحب]۔

مفتی اقبال صاحب لکھتے ہیں:مروجہ کھیلوں میں جسمانی ورزش والے کھیل جس میں

کوئی بات خلاف شرع نہ ہو، جائز ہوں گے، اگر چہ وہ جسمانی ورزش کے کھیل غیروں کے ایجاد کردہ ہوں، بشرطیکہ ان کا شعار نہ ہو، مثلاً: ہاکی، فٹ بال، والی بال، لان ٹینس، بیڈمنٹن، اور ٹیبل ٹینس، اسی طرح تعلیمی تاش، کیرم بورڈ وغیرہ۔

[نیز دیکھئے مقالہ: مولانا ظفر الاسلام، مفتی نوشاد علی، مفتی ممتاز احمد ندوی، مولانا محمد احسن عبدالحق، مفتی لطیف الرحمن، مولانا عمران، مفتی خالد صاحبان]۔

مولانا عارف باللہ لکھتے ہیں کہ اگر کرکٹ مختصر وقت کے لئے ہوتو وہ بھی جائز ہے۔

مقالہ نگاروں نے اپنی رائے کی تائید میں موجودہ زمانے کے اہم مفتیان کرام کی تصنیفات سے اقتباسات بھی نقل کئے ہیں۔

چنانچہ مفتی اقبال صاحب حلال وحرام کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

موجودہ زمانہ کے وہ تمام کھیل جن سے آدمی اپنی حفاظت کے لائق ہو سکے، نہ صرف درست بلکہ مستحسن ہوں گے، مثلاً کشتی کھیلنا، کراٹے، لاٹھی چلانا، مکابازی وغیرہ۔فقہاء شافعیہ نے صحیح لکھا ہے کہ تیرنا اور بندوق کا نشانہ وغیرہ کھیل جائز ہیں، تاہم خیال رہے کہ کھیل کود اور ورزش کا یہ جواز اس وقت ہے جب کہ شریعت کے احکام ستر کی پوری پوری رعایت ہو اور لڑکے لڑکیوں کا اختلاط نہ ہو۔

مولانا تقی عثمانی صاحب کے حوالہ سے موصوف لکھتے ہیں:

’’كما سبق في الأحاديث المذكورة من إباحة السباحة والرماية والانتضال بالقوس والمسابقة بالإبل والبهائم وإجراء الخيل وملاعبة الأهل فإنها وإن كانت في صورة اللهو ولكنها لما كان الاشتغال فيها على غرض صحيح ومصالح معاشية أو معادية خرجت عن اللهوية حقيقة فأبيحت وربما استحبت، نعم من فعلها بقصد التلهي والتلعب كان حراما أو مكروها في حقه صرح به الفقهاء‘‘ (تکملۃ فتح الملہم ۴/ ۴۳۴)۔

مولانا عارف باللہ ڈاکٹر یوسف القرضاوی کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

''والأصل في هذه الألعاب كلها الجواز والمشروعية ما لم تشتمل على محظور أو مفسدة فيطر عليها التحريم، وبعض هذه الألعاب قد ثبتت مشروعيتها بأحاديث صحاح حسان، مثل العدو والسباحة واللهو بالسهام واللعب بالحراب وركوب الخيل والمصارعة وبعضها مباح بناء على المبدأ الشرعي المعروف وهو أن الأصل في الأشياء والأعمال الدنيوية هو الإباحة''۔

نا جائز کھیل:

۳-وہ تمام کھیل نا جائز ہیں جن کی حدیث میں ممانعت آئی ہے یا قمار میسر پر مشتمل ہوں، خواہ عوض دونوں جانب سے ہو یا ایک جانب سے، یا جو کھیل معصیت پر مشتمل ہو (بدائع، کتاب الاستحسان)۔

[مولانا شاہجہاں ندوی، مولانا ظفر الاسلام، مفتی لطیف الرحمٰن، مفتی اشرف عباس]۔

مولانا عارف باللہ نے اس سلسلہ میں مفتی رشید صاحب کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ جس کھیل میں ذہنی ورزش ہوگی وہ نا جائز ہوگا اور جو ذہنی ورزش سے پاک ہو وہ جائز ہے، خواہ اس میں جسمانی ورزش ہو یا محض دل ودماغ کی تفریح جیسے لٹو، چکٹی، بچوں کے کھلونے (احسن الفتاوی ۸/ ۲۴۱)۔[نیز دیکھئے مقالہ مفتی اقبال صاحب]۔

چنانچہ مقالہ نگاروں نے درج ذیل کھیلوں کو نا جائز قرار دیا ہے: نردشیر، شطرنج، جانوروں کے باہمی مقابلہ کا کھیل، باکسنگ، البتہ تعلیمی تاش کا کھیل اگر جوا سے خالی ہو تو اس کو بعض حضرات نے جائز قرار دیا ہے۔[مقالہ مولانا شاہجہاں ندوی، مولانا عارف باللہ، مولانا محمد احسن عبد الحق، مفتی لطیف الرحمٰن، مفتی خالد نیموی]۔

مفتی خالد نیموی اور مولانا ظفر الاسلام صاحبان نے مذکورہ بالا کھیلوں کے علاوہ پتنگ بازی کو بھی نا جائز قرار دیا ہے، مفتی غلام اللہ صاحب نے پتنگ کے ساتھ ویڈیو گیم کا بھی ذکر کیا ہے۔

مولانا عارف باللہ نے لوڈو، موبائل اور کمپیوٹر پر کھیلے جانے والے گیمس کو بھی ناجائز قرار دیا ہے۔

مولانا عبید اللہ صاحب نے کرکٹ، کیرم بورڈ، لوڈو کو شطرنج کے حکم میں رکھا ہے، جو ضروری اور اہم مسائل سے غافل کرنے میں شطرنج سے بڑھ کر ہیں۔

[نیز دیکھئے مقالہ: مولانا ممتاز احمد ندوی، مفتی لطیف الرحمٰن، مولانا عمران، مفتی اشرف صاحبان]۔

مولانا یوسف صاحب لکھتے ہیں: دور حاضر کے مروج تمام کھیل لہو ولعب ہی کی نیت سے کھیلے جاتے ہیں، لہٰذا دور حاضر کے تمام کھیلوں کو حرام کہنا ہی اولی ہے، الفقہ علی المذاہب الاربعہ (۶/۵۰) میں ہے: "إنما یجوز کل ذلک بشرط قصد الریاضة وتقویة البدن لا بقصد التسلیة وقطع الوقت"۔

مکروہ کھیل:

مولانا عمران صاحب نے درج ذیل کھیل کو مکروہ قرار دیا ہے:

ویڈیو گیم، لوڈو، کیرم بورڈ، تاش، اسکٹنگ، کرکٹ۔

مولانا عارف باللہ لکھتے ہیں: تاش اور کیرم بورڈ، اسنوکر پن بال، گولی کھیلنا، وغیرہ میں اگر ہار جیت پر مال کی شرط ہو یا عبادت سے غفلت کا سبب ہو تب تو حرام ہے، ورنہ مکروہ ہے، انہوں نے فتاوی الشبکۃ الاسلامیہ کا حوالہ بھی دیا ہے۔

د- کھیل کی ہار جیت میں اگر پیسے کی شرط ہو تو کون سی صورت جائز اور کون سی صورت ناجائز ہوگی؟

اس سوال کے جواب میں اکثر مقالہ نگاروں نے لکھا ہے کہ کھیل میں پیسے کی شرط کی بنیادی طور سے تین صورتیں ہیں: شرط کسی اجنبی کی طرف سے ہو، جانبین میں سے کسی ایک

جانب سے ہو، جانبین کی طرف سے ہو، بعض حضرات نے ان ہی صورتوں کی مختلف شکلوں کو ذکر کیا ہے اور چار پانچ شکلیں ذکر کی ہیں، بعض حضرات نے اس پر بھی روشنی ڈالی ہے کہ کیا اصولی طور پر ان ہی کھیلوں میں مسابقہ جائز ہے، جو منصوص ہیں یا ان کے علاوہ جو جائز کھیل ہیں ان میں بھی علت مشترک کی وجہ سے مسابقہ جائز ہے؟ اس وضاحت کے بعد مقالہ نگاران کی آراء پیش خدمت ہیں:

پہلی صورت کے متعلق مفتی اشرف صاحب لکھتے ہیں: اگر اس کے ذریعہ تعلیم کو عام کرنا اور اسباب جہاد کی تیاری اور فروست مقصود ہو تو انتہائی محمود ہے۔

ہندیہ میں ہے: "وما يفعله الأمراء فهو جائز أيضا بأن يقولوا لاثنين: أيكما سبق فله كذا" (ہندیہ کتاب الکراہیہ) [مولانا محمد رمضان علی، مفتی غلام اللہ]۔

درمختار میں ہے: "حل الجعل إن شرط المال في المسابقة من جانب واحد، قال الشامي: أو من ثالث بأن يقول أحدهما لصاحبه: إن سبقتني أعطيتك كذا وإن سبقتك لا آخذ منك شيئا أو يقول الأمير لفارسين أو راميين: من سبق منكما فله كذا وإن سبق فلا شيئ له" (الدر المختار مع حاشیہ ابن عابدین ۹/۵۷۷)۔

[مفتی اشرف عباس، مولانا شوکت ثناء قاسمی، مولانا یوسف، مفتی خالد نیموی، مفتی ممتاز احمد ندوی، مولانا محمد رمضان علی، مولانا اسرار الحق سبیلی]۔

دوسری صورت: یعنی دونوں کھلاڑیوں میں سے ایک کی طرف سے انعامی رقم ہو۔

مفتی اشرف صاحب اس صورت کے بارے میں لکھتے ہیں: **مالکیہ نے اس صورت** کے جواز کو اگرچہ بعض شرائط کے ساتھ مشروط کیا ہے تاہم مجموعی اعتبار سے تمام فقہاء اس کے جواز پر متفق ہیں۔ [مولانا شوکت ثناء قاسمی، مولانا اسرار الحق سبیلی، مفتی خالد نیموی، مولانا محمد رمضان علی، مفتی اقبال صاحب]۔

تیسری صورت: شرط جانبین سے ہو۔

یہ صورت قمار میں داخل ہے اس لئے یہ صورت جائز نہیں ہوگی۔

[مولانا شوکت ثناء قاسمی، مفتی اشرف عباس، مولانا یوسف صاحب، مفتی خالد نیموی، مفتی ممتاز احمد ندوی، مولانا اسرار الحق سبیلی]۔

مفتی ممتاز احمد ندوی فتاوی عالمگیری کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

أما إذا كان البدل من الجانبين فهو قمار حرام (ہندیہ ۵/ ۳۲۴)۔

علامہ حصکفی لکھتے ہیں: وحرم لو شرط فيها من الجانبين لأنه يصير قمارا قوله من الجانبين بأن يقول: إن سبق فرسک فلک علی كذا وإن سبق فلی عليک كذا (رد المحتار مع الدر المختار کتاب الحظر والإباحۃ) [مولانا محمد رمضان علی]۔

البتہ اس تیسری صورت کے اندر دونوں کے درمیان اگر کوئی تیسرا شخص محلل آجائے تو پھر یہ صورت جائز ہوگی، ہندیہ میں ہے: ''ثم إذا كان المال مشروطا من الجانبين فادخلا بينهما ثالثاً وقالا للثالث: إن سبقتنا فالمالان لک وإن سبقناک فلا شئ لنا يجوز استحسانا'' (ہندیہ کتاب الکراہیہ) (مولانا محمد رمضان علی)۔

علامہ شامی لکھتے ہیں: وحرم لو شرط فيها من الجانبين لأنه يصير قمارا إلا إذا ادخلا ثالثاً محللا بينهما بفرس كفء لفرسيهما يتوهم أن يسبقهما، وإلا لم يجز ثم إذا سبقهما أخذ منهما، وإن سبقاه لم يعطها وفيما بينهما أيهما سبق أخذ من صاحبه (۹/ ۵۷۸)۔

[مفتی اشرف عباس، مولانا یوسف، مفتی خالد نیموی، مولانا محمد رمضان علی، مولانا اسرار الحق سبیلی]۔

البتہ اس صورت کے سلسلہ میں بعض مقالہ نگاروں نے لکھا ہے کہ اس تیسرے محلل شخص کے جیتنے کی امید ہو، اگر یہ ایسا شخص ہو کہ اس سے جیتنے کی امید ہی نہ ہو تو وہ شخص محلل نہ بن سکے گا، بلکہ یہ صورت بھی حرام ہوگی، [دیکھئے مقالہ: مولانا ممتاز احمد ندوی، مفتی خالد نیموی]۔

مولانا ممتاز احمد ندوی مسند احمد کے حوالہ سے تحریر کرتے ہیں، حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

''من أدخل فرساً بين فرسين وهو لا يأمن أن يسبق فلا بأس به ومن أدخل فرساً بين فرسين وهو آمن أن يسبق فهو قمار'' [نیز دیکھئے مقالہ: مولانا محمد رمضان علی]۔

مولانا شوکت ثناء قاسمی لکھتے ہیں:

''ومنها أن يكون الخطر فيه من أحد الجانبين إلا إذا وجد فيه محللا حتى لو كان الخطر من الجانبين جميعاً ولم يدخلا فيه محللا لا يجوز لأنه في معنى القمار نحو أن يقول أحدهما لصاحبه: إن سبقتني فلك علي كذا، وإن سبقتك فلي عليك كذا فقبل الآخر، ولو قال أحدهما لصاحبه: إن سبقتني فلك علي كذا وإن سبقتك فلا شيئ عليك فهو جائز، لأن الخطر إذا كان من أحد الجانبين لا يحتمل القمار فيحمل على التحريض على استعداد أسباب الجهاد في الجملة بما ل نفسه وذلك مشروع كالتنفيل من الإمام وبل أولى لأن هذا يتصرف في مال نفسه بالبدل، والإمام بالتنفيل يتصرف فيما لغيره فيه حق في الجملة وهو الغنيمة فلما جاز ذلك فهذا بالجواز أولى، وكذلك إذا كان الخطر من الجانبين ولكن أدخلا فيه محللا بأن كانوا ثلاثة لكن الخطر من الاثنين منهم ولا خطر من الثالث بل إن سبق أخذ الخطر وإن لم يسبق لا يغرم شيئاً، فهذا مما لا بأس به أيضا وكذلك ما يفعله السلاطين وهو أن يقول السلطان لرجلين: من سبق منكما فله كذا فهو جائز لما بينا أن ذلك من باب التحريض على استعداد أسباب الجهاد خصوصاً من السلطان فكانت ملحقة بأسباب الجهاد، ثم الإمام إذا حرض واحدا من الغزاة على الجهاد بأن قال: من دخل هذا الحصن أولاً فله من النفل كذا ونحوه جاز كذا هذا، وبل أولى لما بينا (بدائع الصنائع کتاب السبق ۶/ ۲۰۶) [نیز دیکھئے مقالہ: مولانا اسرار الحق سبیلی]۔

مولانا ظفر الاسلام قاموس الفقہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

اگر دو ہی آدمی میں مقابلہ ہو رہا ہو تو شرط یک طرفہ ہو، اگر دونوں طرف سے شرط ہو تو یہ صورت قمار کی ہوگی جو نا جائز ہے، انعام کی شرط اسی وقت درست ہوگی جب مقابلہ ایسی دو چیزوں میں ہو کہ کسی درجہ میں ان دونوں ہی کی ایک دوسرے کے مقابلہ میں کامیابی اور شکست کی توقع کی جا سکتی ہو، مقابلہ کے وقت ابتدائی اور انتہائی حد متعین کر دی جائے، جو انعام مقرر یا عوض مقرر ہوا ہے وہ معلوم و متعین ہو (قاموس الفقہ ۱۱۶/۴-۱۱۸) [نیز دیکھئے مقالہ: مفتی محمد شاہد بحوالہ کتاب الفتاوی]۔

اس تفصیل کے بعد اب دیکھنا یہ ہے کہ مروجہ کھیلوں میں ہار جیت کی بازی لگانا جائز ہے یا نہیں، نیز ہار جیت پر انعام مقرر کرنا اور انعام کی شرط لگانا از روئے شرع درست ہے یا نہیں؟ بہر دو صورت یہ حکم خاص ہے یعنی سارے کھیل حکم کے اعتبار سے مساوی ہیں یا کھیلوں کی نوعیت کے اعتبار سے ان کے احکام جداگانہ ہیں، اور اگر چند قسم کے ہی کھیلوں میں انعام مقرر کرنا درست ہے تو وہ کون کون سے کھیل ہیں؟

اس ناحیہ سے گفتگو کرتے ہوئے مفتی اقبال صاحب لکھتے ہیں کہ جائز کھیلوں میں سے کسی بھی کھیل میں بغیر کسی شرط و انعام کے محض ہار جیت کی بازی لگائی جائے تو اس کے جواز میں کوئی کلام نہیں ہے، حضور ﷺ اور حضرت عائشہؓ کے درمیان دوڑ کا مقابلہ اس کی دلیل ہے۔

مولانا ظفر الاسلام صاحب لکھتے ہیں: جن چیزوں پر شرط رکھی گئی اس کا بدل العوض جائز ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں شیخ ابن علی نے تین اقوال نقل فرما کر احناف و ابن تیمیہ وغیرہ کے قول کو ترجیح دی ہے:

"الأول: أن جواز بذل العوض في السبق مختص بهذه الثلاثة وإلى ذلک ذهب جمهور العلماء كالمالكية والشافعية والحنبلية واستدلوا لقولهم

بهذا الحديث، الثاني أنه يجوز بذل العوض في السبق في كل أمر مباح، الثالث: أنه يجوز بذل العوض في السبق في كل ما يقوى البدن في مجال الجهاد أو مجال العلم والتعليم وهذا قول الحنفية وغيره من أهل العلم وهو اختيار ابن تيميه وابن القيم وابن مفلح والمرداوی وابن القاسم وغيره۔ [نیز دیکھئے مقالہ مفتی اقبال صاحب]۔

مولانا شاہجہاں ندوی لکھتے ہیں: کھیل کی ہار جیت میں اگر پیسے کی شرط ہو تو گھوڑ دوڑ، اونٹوں کا مقابلہ، دوڑ اور نیزہ بازی کے علاوہ تمام صورتیں ناجائز ہیں، دیگر آلات حرب کو تیر پر ہی محمول کیا جائے گا، علامہ شامی لکھتے ہیں: لا يجوز الاستباق في غير هذه الأربعة كالبغل بالجعل وأما بلا جعل فيجوز في كل شئ (ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ)۔

خلاصۃ الفتاوی میں ہے: السباق يجوز في أربعة أشياء في الخف يعني البعير وفي الحافر يعني الفرس، والنصل يعني الرمي والمشي بالأقدام يعني العدو (ماخوذ جواہر الفقہ ۴/ ۱۳۵) [مفتی غلام اللہ صاحب]۔

علامہ کاسانی لکھتے ہیں: وأما شرائط جوازه فأنواع: منها أن يكون في الأنواع الأربعة: الحافر، والخف، والنصل، والقدم لا في غيرها، لما روى أنه عليه الصلاة والسلام قال: لا سبق إلا في خف (بدائع الصنائع ۶/ ۲۰۶)۔ [مفتی اقبال صاحب]۔

بعض مقالہ نگاروں نے لکھا ہے کہ جن کھیلوں میں مسابقہ جائز ہے، ان میں درج ذیل تین شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے:

۱-مقابلہ تیر اندازی، گھوڑ سواری، اونٹ سواری یا پیدل دوڑ کا ہو یا مباح کھیلوں میں ہو۔

۲-کھیل میں مال یا انعام اس طرح مقرر ہو کہ اس میں قمار کی شکل نہ ہو پائے۔

۳-مقابلہ کا ابتدائی اور انتہائی وقت و حد متعین کر دی جائے۔

۴- جو انعام مقرر ہو وہ معلوم و متعین ہو (قاموس الفقہ و شرح المہذب) [مقالہ مفتی اقبال صاحب، مولانا شوکت ثنا قاسمی]۔

ہ- جو کھیل اپنے طریقہ اور لباس کے اعتبار سے محرمات پر مشتمل نہ ہو، لیکن اس میں کھیلنے والوں اور کھیل دیکھنے والوں کا کافی وقت ضائع ہوتا ہو تو ان کا کیا حکم ہوگا؟

و- کھیل دیکھنے نیز اس کے لئے ٹکٹ خریدنے کا کیا حکم ہوگا، کیا اس میں کچھ تفصیلات بھی ہیں؟

ان دونوں سوالوں کے جواب میں عموماً مقالہ نگاروں کی رائے ہے کہ اصولی طور پر جو کھیل جائز ہے، حدود شرع میں رہتے ہوئے تنشیط اذہان کے لئے اس کا دیکھنا اور اس کے لئے ٹکٹ خریدنا فی نفسہ جائز ہے، اور جو کھیل مکروہ ہے اس کا دیکھنا اور اس کے لئے ٹکٹ خریدنا مکروہ ہوگا، اور جو کھیل ناجائز ہے، اس کا دیکھنا اور اس کے لئے ٹکٹ خریدنا ناجائز ہے۔

چنانچہ مولانا رمضان علی صاحب نے فی نفسہ جائز کھیل دیکھنے کے جائز ہونے پر درج ذیل حدیث سے استدلال کیا ہے:

عن عروة بن زبیر قال: قالت عائشة: والله لقد رأیت رسول اللهﷺ یقوم علی باب حجرتی والحبشة یلعبون بحرابهم فی مسجد رسول اللهﷺ یسترنی بردائه لکی أنظر إلی لعبهم ثم یقوم من أجلی حتی أکون أنا التی انصرف فاقدروا قدر الحاجة الحدیثة السن حریصة علی اللهو (مسلم شریف فصل فی جواز لعب الجواری ۱/ ۲۹۰)۔

البتہ اکثر حضرات کی رائے ہے کہ جو کھیل فی نفسہ جائز بھی ہے موجودہ زمانہ میں حدود شرع میں رہتے ہوئے اس کا اسٹیڈیم وغیرہ میں دیکھنا ممکن نہیں ہے، نیز ان کھیلوں کے دیکھنے میں کافی وقت ضائع ہوتا ہے، جبکہ وقت خدا کی ایک بہت بڑی نعمت ہے، اس لئے فتح قیرہ کی وجہ سے ایسے کھیلوں کا بھی دیکھنا اور ان کے لئے ٹکٹ خریدنا جائز نہ ہوگا۔

چنانچہ مفتی محمد جعفر ملی رحمانی لکھتے ہیں: اگر کھیل اپنے طریقہ اور لباس کے اعتبار سے محرمات پر مشتمل نہ ہو، لیکن اس میں کھیلنے والوں اور کھیل دیکھنے والوں کا کافی وقت ضائع ہوتا ہو تو

وہ کھیل نا جائز اور مکروہ تحریمی ہے، کیونکہ مال کے اسراف کی طرح تضییع اوقات بھی حرام ہے (الالعاب الریاضیۃ لعلی حسین امین یونس)۔

[نیز دیکھئے مقالہ ڈاکٹر ظفر الاسلام، مفتی اشرف عباس، مفتی ممتاز احمد ندوی، مفتی اقبال، مولانا اسرار الحق سبیلی، مفتی لطیف الرحمن مبیئ، مفتی محمد شاہد قاسمی، مولانا عارف باللہ صاحبان]۔

مقالہ نگاروں نے درج ذیل آیات سے استدلال کیا ہے:

۱-"ولا ترکنوا إلی الذین ظلموا" [مفتی اقبال صاحب]۔

۲- "ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان واتقوا اللہ إن اللہ شدید العقاب" (سورہ مائدہ: ۲) [مفتی اقبال قاسمی، مولانا شوکت ثنا قاسمی]۔

۳-"أفحسبتم أنما خلقناکم عبثا و أنکم إلینا لا ترجعون" (المومنون: ۱۱۵) [مولانا اسرار الحق سبیلی]۔

بعض مقالہ نگاروں نے درج ذیل احادیث ذکر کی ہیں:

۱-"نعمتان مغبون کثیر من الناس: الصحۃ والفراغ" (ترمذی: ۲۳۰۴) [مفتی ممتاز احمد ندوی، ڈاکٹر ظفر الاسلام، مولانا شاہجہاں ندوی]۔

۲-"من حسن إسلام المرأ ترکہ ما لا یعنیہ" (ترمذی: ۲۳۱۸) [مفتی اشرف عباس، مفتی جعفر ملی رحمانی]۔

۳-"من تکثر سواد قوم فھو منھم" [مفتی اقبال صاحب]۔

۴-"لا تزول قدما عبد حتی یسأل عن عمرہ فیما أفناہ، وعن علمہ فیما فعل وعن مالہ من أین اکتسبہ وفیما أنفقہ وعن جسمہ فیما أبلاہ" (سنن الترمذی ۴/۶۷)۔ [مولانا اسرار الحق سبیلی، مولانا شاہجہاں ندوی، مفتی لطیف الرحمن مبیئ]۔

جہاں تک ٹکٹ کے خریدنے کے جواز اور عدم جواز کی بات ہے تو اس سلسلہ میں اکثر مقالہ نگاروں کی رائے ہے کہ ٹکٹ خریدنے کا حکم خود کھیل کھیلنے اور اس کے دیکھنے کے جواز وعدم جواز پر منحصر ہے، چنانچہ جو کھیل دیکھنا جائز ہے، اس کے لئے ٹکٹ خریدنا جائز ہوگا، اور جو کھیل

دیکھنا مکروہ ہے اس کے لئے ٹکٹ خریدنا بھی مکروہ ہوگا، اور جس کھیل کا دیکھنا جائز نہیں اس کے لئے ٹکٹ خریدنا بھی جائز نہیں ہوگا۔

[دیکھئے مقالہ ڈاکٹر ظفر الاسلام، مولانا محمد رمضان علی، مولانا اسرار الحق سبیلی، مولانا شاہجہاں ندوی، مولانا شوکت ثنا قاسمی، مولانا محمد یوسف علی، مفتی لطیف الرحمٰن مبیّ صاحبان]۔

ڈاکٹر ظفر الاسلام صاحب لکھتے ہیں: ٹکٹ خریدنے اور کھیل دیکھنے کے جواز وعدم جواز کا مسئلہ خود کھیل کے جواز وعدم جواز پر منحصر ہے۔

مفتی جعفر ملی رحمانی ٹکٹ کی خریداری سے متعلق لکھتے ہیں: ٹکٹ لے کر اسٹڈیم میں جانا اور میچ دیکھنا اس وقت جائز ہوگا جب کہ اسٹیڈیم میں خلاف شرع امور انجام نہ دیے جارہے ہوں، اور اگر اسٹڈیم میں خلاف شرع امور انجام دیئے جارہے ہوں تو پھر اس میں جانے کے لئے ٹکٹ خریدنا بھی جائز نہ ہوگا [دیکھئے مقالہ مفتی اشرف عباس، مفتی عارف باللہ]۔

مقالہ نگاروں نے استشہاد میں فقہاء کی درج ذیل عبارتیں پیش کی ہیں:

۱- حضرت قتادہ سے روایت ہے: لو أنفق درهماً في معصية الله كان مسرفا" [مقالہ مولانا محمد رمضان علی، مولانا اسرار الحق سبیلی، مفتی عارف باللہ]۔

۲-إن الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرما وتكون واجبة إذا كان المقصد واجبا (المقاصد الشرعیہ للخادمی ۴۶/۱) [مقالہ مفتی جعفر ملی رحمانی]۔

۳-ولا تجوز الإجارة على شئ من الغناء والنوح والمزامير والطبل وشئ من اللهو (ہندیہ ۴۴۹/۴) [مفتی لطیف الرحمٰن مبیّ]۔

۴-ولا تصح الإجارة لأجل المعاصي مثل الغناء والنوح والملاهي (الدر المختار مع حاشیہ ابن عابدین ۵۷/۱) [مقالہ مفتی اشرف عباس، مفتی جعفر ملی رحمانی]۔

مفتی خالد حسین نے ناجائز کھیل کے لئے ٹکٹ خریدنے کو یشتری لہو الحدیث کا مصداق قرار دیا ہے۔

مفتی غلام اللہ صاحب لکھتے ہیں: ٹکٹ خریدنا اجارہ ہے، اجارہ میں معقود علیہ معلوم ہونا چاہئے اور یہاں معقود علیہ مجہول ہے، اس لئے کہ کھلاڑیوں کے عمل کو ضبط کرنا مشکل ہے لہذا ٹکٹ خریدنا جائز نہیں ہوگا۔

۳-موجودہ دور میں سیاحت ایک مستقل صنعت بن چکی ہے، بلکہ بعض ممالک کی آبادی کے لئے سیاحت بنیادی وسیلہ کا درجہ رکھتا ہے، اس لئے موجودہ دور میں سیاحت کو بڑی اہمیت حاصل ہوگئی ہے، اس تناظر میں حسب ذیل امور دریافت طلب ہیں:

الف-تفریحی مقصد کے لئے ایک شہر سے دوسرے شہر اور ایک ملک سے دوسرے کا سفر جائز ہے یا نہیں جبکہ اس میں کثیر رقوم کا صرفہ بھی ہوتا ہے؟

مولانا ظفر الاسلام صاحب سیاحت کی لغوی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

لسان العرب میں ہے: السياحة مفارقة الأمصار والذهاب في الأرض، السياحة الذهاب في الأرض للعبادة والترهيب۔

اس کے بعد اس کا استعمال ان صوفیوں کے لئے ہونے لگا جو مخلوقات سے یکسو ہوکر پہاڑوں کی گھاٹیوں میں گوشہ نشیں ہوگئے اور انہیں جمعہ وجماعات سے کوئی سروکار نہ رہا، ابن تیمیہ کے حوالہ سے مولانا موصوف لکھتے ہیں: وكذلك السياحة في البلاد لغير مقصود مشروع كما يعانيه بعض النساك أمر منهي عنه (مجموع الفتاوی ۱۰/ ۶۴۳)۔

اس سوال کے تعلق سے اکثر مقالہ نگاروں کی رائے یہ ہے:

قدرتی مناظر اور تاریخی مقامات کے لئے سفر کرنا جائز ہے، کیونکہ ان چیزوں کا دیکھنا فی نفسہ مباح ہے، تو ان چیزوں کے لئے سفر کرنا بھی مباح ہونا چاہئے، اس لئے کہ بذات خود سفر کرنا مباح ہے، الا یہ کہ کوئی عارضہ لاحق ہوجائے جو اس کی اباحت کو ختم کردے۔

[مولانا رمضان علی، مولانا اسرار الحق قاسمی، مولانا شاہجہاں ندوی، مولانا شوکت ثنا قاسمی، مفتی خالد نیموی، مولانا محمد عارف باللہ]۔

البتہ مفتی اقبال صاحب کی رائے یہ ہے کہ صرف سیاحت کے لئے دور دراز کا سفر جس میں کافی رقم کا صرفہ ہو، اسراف کے سبب ممنوع ہوگا۔

اسی طرح مولانا ظفر الاسلام صاحب ابن تیمیہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں: تلذذ کی خاطر خوبصورت مناظر دیکھنا ممنوع ہے اور استدلال میں آیت: "لا تمدن عينيک إلى ما متعنا به أزواجاً منهم" کو پیش کیا ہے۔

سفر سیاحت کے مباح ہونے پر مقالہ نگاروں نے درج ذیل آیات، احادیث، فقہاء کی عبارتیں اور عمل اسلاف کو استشہاد میں پیش کیا ہے:

۱-"إن طلقكن أن يبدله أزواجاً خيرا منكن مسلمات مؤمنات قانتات تائبات عابدات سائحات" (تحریم: ۵)۔

۲-"التائبون العابدون السائحون..." (توبہ: ۱۱۲)۔

شیخ عبداللہ بن عبدالرحمن الجبرین اپنی کتاب "احکام السیاحہ: ۳۸" میں لکھتے ہیں:

اختار بعضهم الجهاد واختار أنها الصيام واحتج كل فريق بالحديث والأثر واختار ابن القيم مسلكاً ثالثاً في تفسير السياحة وفق به بين ما ورد في ذلک من أحاديث وآثار... وقال قوله تعالى: السائحون وفسرت السياحة بالصيام وفسرت بالسفر في طلب العلم وفسرت بالجهاد وفسرت بدوام الطاعة، والتحقيق فيها انها سياحة القلب في ذكر الله ومحبته والإنابة إليه والشوق إلى الله تعالى۔

۳-"قل سيروا في الأرض فانظروا كيف كان عاقبة المجرمين" (سورة النمل: ۶۹) [مولانا ظفر الاسلام، مفتی اقبال، مفتی خالد نیوی صاحبان]۔

۴- "قل سيروا في الأرض فانظروا كيف بدء الخلق" (عنکبوت: ۲۰) [مولانا شوکت ثنا قاسمی، مولانا ظفر الاسلام صاحبان]۔

۵-"أولم یسیروا فی الأرض فینظروا کیف کان عاقبة الذین من قبلهم" (روم:۹) [مولانا ظفر الاسلام صاحب]۔

۶-"قل سیروا فی الأرض فانظروا کیف کان عاقبة الذین من قبل" (روم:۴۲) [مولانا ظفر الاسلام صاحب]۔

۷-"قل سیروا فی الأرض ثم انظروا کیف کان عاقبة المکذبین" [مولانا شوکت ثنا قاسمی]۔

حدیث قدسی ہے، اللہ تعالی نے فرمایا: میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا، میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے مخلوق کو پیدا کیا۔

مولانا رمضان علی لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کائنات اور اس کی چیزیں اللہ کو پہچاننے کا ذریعہ ہیں، اسی لئے سیر فی الارض کا حکم دیا گیا ہے کہ انسان زمین کی سیر وسیاحت کر کے اللہ تعالی کی بنائی ہوئی چیزوں کا مشاہدہ کرے۔

مفتی اقبال صاحب معارف القرآن (۶/ ۲۷۴) کے حوالہ سے لکھتے ہیں: زمین کی سیر وسیاحت اگر عبرت وبصیرت حاصل کرنے کے لئے ہو تو مطلوب دینی ہے، بشرطیکہ ان حالات کو تاریخی سوانح کی حیثیت سے نہیں بلکہ عبرت کی نظر سے دیکھے تو ہر واقعہ ایک بصیرت کا سبق دے گا۔

مولانا ظفر الاسلام صاحب ابن جبرین کے حوالہ سے لکھتے ہیں: سلف کے یہاں سیاحت یا تو سفر فی طلب العلم یا صلحاء وعابدین کی زیارت یا رزق حلال کے حصول کے لئے سفر پر بولا جاتا تھا، چنانچہ خطیب بغدادی چالیس سال تک حصول علم کی غرض سے وطن سے باہر رہے، اسی طرح ابوعدہ نے ابن مندہ کا قول نقل کیا ہے: طفت الشرق والغرب مرتین، نیز ابو حاتم رازی، حافظ ابن طاہر مقدسی، ابوعبداللہ اصفہانی، ابو الخطاب اندلسی، امام کسائی وغیرہ نے حصول علم ہی کی خاطر اپنے اپنے وطنوں کو خیرباد کہہ دیا تھا۔ [مولانا مفتی خالد نیموی، مفتی محمد عارف باللہ]۔

اس خلاصہ کے بعد مقالہ نگار حضرات کی آراء ملاحظہ ہو:

۱-حصول علم کی خاطر اپنی مملکت میں بلند پہاڑیوں، مسطح مکانات، جنگلات، غاروں ووادیوں کی سیاحت جائز ہوگی [مولانا ظفر الاسلام ومفتی اقبال صاحبان]۔

۲-معذب علاقے اور بستیوں کی سیاحت بطور عبرت جائز ہوگی، مفتی اقبال صاحب نے ایسے علاقوں کے سفر کو مفید بتایا ہے [مقالہ مولانا ارشد]۔

۳-تاریخی عمارتوں کو دیکھنے کے لئے سفر کرنا جائز ہونا چاہئے کیونکہ ان چیزوں کا دیکھنا فی نفسہ مباح ہے تو ان کو دیکھنے کے لئے سفر کرنا بھی مباح ہونا چاہئے [مولانا محمد رمضان علی، مولانا عبید اللہ ندوی]۔

۴- ملک وبیرون ملک پہاڑیوں کی چوٹیوں، ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر وغیرہ قدرتی مناظر کی سیاحت کی بھی فی نفسہ اجازت ہونی چاہئے، البتہ چونکہ ان جگہوں میں فواحش ومنکرات عام طور سے ہوتے رہتے ہیں اس لئے اس سے احتیاط کرنا بہتر ہے۔

۵-بلاد کفار میں سیاحت کی غرض سے جانے میں اگر صلابت ایمانی اور پختگی عمل نہیں تو طرح طرح کے محرمات میں اور شعائر کفر میں ملوث ہونے کا اندیشہ ہے، اس لئے ایسے شخص کے لئے اجتناب اولی ہے۔(مولانا ظفر الاسلام صاحب)۔

مفتی جعفر ملی رحمانی لکھتے ہیں:

ضرورت داعیہ اور غرض صحیح کی بنا پر بلاد کفر اور ایسے اسلامی ملک (جہاں منکرات وفواحش ہوں) کا سفر کرنا مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ درست ہے:

۱-شعائر اسلام کی حفاظت ہو۔

۲-اقامت دین بلاد کفر میں ممکن ہو۔

۳-بقدر ضرورت ہی بلاد کفر میں مقیم رہے۔

۴-انسان کے پاس اتنا علم ہو جس کے ذریعہ وہ شکوک وشبہات کو دور کر سکے۔

۵-انسان کے پاس اتنا دین ہو جو اس کو شہوات سے روکے۔

٦- سفر کی سخت ضرورت درپیش ہو، مثلاً علاج یا تحصیل علم وغیرہ۔

٧- اگر سیاحت کا مقصد تفکر فی خلق اللہ ہے تو ان اسلامی ممالک کا سفر اختیار کیا جائے جہاں پر منکرات کا ارتکاب نہ ہوتا ہو۔

بعض مقالہ نگاروں نے سفر کے اقسام بھی ذکر کئے ہیں کہ سفر کی تین قسمیں ہیں: سفر طاعت، مثلاً حج یا جہاد کے لئے سفر کرنا، سفر مباح، مثلاً تجارتی سفر، سفر معصیت، رہزنی کے لئے سفر وغیرہ۔

علامہ طحطاوی لکھتے ہیں: السفر علی ثلاثة أقسام: سفر طاعة کالحج، وسفر مباح کالتجارة وسفر معصیة کقطع الطریق (طحطاوی علی مراقی الفلاح باب صلاة المسافر)۔

[مقالہ مولانا محمد رمضان علی، مفتی اقبال صاحب، مولانا عبید اللہ ندوی]۔

٣- ب: کیا ایسے سفر میں بال بچوں کو ساتھ رکھنا درست ہے جبکہ بعض علاقوں کا سفر جان ومال، عزت وآبرو کے تحفظ کے نقطۂ نظر سے پرخطر ہوتا ہے؟

اس سوال کے سلسلہ میں تقریباً تمام مقالہ نگاروں کی رائے یہ ہے کہ سیاحت مباح ہے، لیکن جان وعزت وآبرو کی حفاظت فرض ہے، اس لئے ایسی جگہوں میں جہاں جان یا عزت وآبرو کا تحفظ خطرہ میں ہو نہ خود جانا درست ہے اور نہ اہل وعیال کو ساتھ لے جانا درست ہے۔

[مولانا خالد نیموی، مولانا عارف باللہ قاسمی، مولانا شوکت ثنا قاسمی، مولانا اسرار الحق سبیلی، مفتی اقبال، مولانا رمضان، مولانا محمد عمران صاحبان]۔

مقالہ نگاروں نے اس سلسلہ میں درج ذیل قرآن کی آیت سے استدلال کیا ہے:

”ولا تلقوا بأیدیکم إلی التهلكة“ [دیکھئے: مقالہ مفتی خالد نیموی، مولانا عارف باللہ، مفتی اقبال، مفتی جعفر ملی رحمانی صاحبان]۔

مولانا شوکت ثنا قاسمی نے مذکورہ بالا آیت کی تفسیر علامہ شوکانی کے حوالہ سے ان الفاظ میں کی ہے:

"فکل ما صدق علیه أنه تهلكة في الدين أو الدنيا فهو داخل في هذا" (فتح القدیر للشوکانی)۔

مفتی اشرف عباس صاحب لکھتے ہیں کہ ایسے پرخطر علاقوں کے سفر سے خود بھی گریز کرے اور بیوی بال بچوں کو ساتھ نہ رکھے، انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

"لا تركبن أحد البحر إلا غازياً أو معتمراً أو حاجاً" (ابوداؤد،تلخیص الحبیر ۳/ ۸۳۴)۔

البتہ بعض حضرات نے خطرات کے درجات کے اعتبار سے حکم لگایا ہے۔

مولانا شاہجہاں ندوی لکھتے ہیں:

تفریحی مقصد کے لئے چونکہ سیاحت جائز ہے، لہذا ایسے سفر میں بال بچوں کو ساتھ رکھنا بھی درست ہے، اور اگر سفر کرنے والوں کو جان ومال اور عزت وآبرو کے خطرہ کا گمان ہوتو ایسی صورت میں مکروہ تنزیہی ہے، اور اگر گمان غالب ہوتو مکروہ تحریمی اور یقینی ہوتو حرام ہوگا۔

مولانا رمضان علی صاحب نے لکھا ہے کہ اگر سفر پرخطر ہوتو ایسی صورت میں بال بچوں کو ساتھ میں رکھنا مکروہ ہے، البتہ بہتر یہ ہے کہ آدمی ایسی صورت حال میں خود بھی سفر نہ کرے، اور اگر کوئی خطرہ نہ ہوتو پھر درست ہے، انہوں نے بدائع الصنائع کی اس عبارت کو استشہاد میں پیش کیا ہے:

"كذلك حكم إخراج النساء مع أنفسهم إلى دار الحرب على هذا التفصيل إن كان ذلك في جيش عظيم مامون عليه غير مكروه لأنهم يحتاجون إلى الطبخ والغسل ونحو ذلك، وإن كانت سرية لا يؤمن عليها يكره إخراجهن لما قلنا" (بدائع الصنائع،کتاب السیر ٦/ ٦٦)۔[مفتی جعفر علی رحمانی]۔

مولانا ظفر الاسلام صاحب لکھتے ہیں:

اگر خطرات درجہ یقین کو پہنچے ہوئے ہوں تو خود بھی نہیں جانا چاہئے اور اگر مظنون ہوں تو کچھ شرطوں کے ساتھ جانا درست ہے، اور بہر صورت بہتر یہ ہے کہ بال بچوں کو ساتھ نہ لے جائیں کہ کفار و یہود ونصاری کے مشاعر کو دیکھ کر بچے بہت جلد متاثر ہوجائیں گے۔

البتہ مفتی لطیف الرحمٰن صاحب نے آیت حجاب اور آیت "وقرن في بيوتكن" سے

استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے کہ عورتوں کو سیاحت کے لئے گھر سے نکلنا درست نہیں ہے، انہوں نے مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی کے حوالہ سے لکھا ہے: قرآن وحدیث میں عورت کو پردے کی سخت تاکید آئی ہے، اور عورت کے باہر نکلنے میں مفاسد کثیرہ کے پیش نظر عورت کا تفریح کے لئے گھر سے باہر نکلنا جائز نہیں، اگر نکلے گی تو اس کے علاوہ اس کا شوہر اور دوسرے اولیاء بھی سخت گناہ گار ہوں گے (آپ کے مسائل اور ان کا حل ۹ر ۷ر ۱۸)۔

ج- جس مقام پر مختلف علاقوں کے لوگ سیاحت کی غرض سے آتے ہیں، وہاں عموماً بعض غیر شرعی باتیں بھی دیکھنے میں آتی ہیں ایسی جگہوں میں ازراہ تفریح جانا، وہاں جانے والوں کے لئے سواری کرایہ پر لگانا اور ایسے مقام پر اشیاء خوردونوش فروخت کرنے کے لئے دکان لگانے کا کیا حکم ہے؟

اس سوال میں دو شقیں ہیں: (۱) سیاحت کے لئے ایسی جگہوں میں جانا جہاں غیر شرعی باتیں دیکھنے میں آتی ہیں، (۲) ایسی جگہوں میں جانے والوں کے لئے کرایہ پر سواری دینا، اور اشیاء خوردونوش فروخت کرنا، مقالہ نگاروں کا خیال ہے کہ دونوں شقوں کے احکام جداگانہ ہیں، اس لئے دونوں سے متعلق مقالہ نگاروں کی آراء کا خلاصہ پیش کیا جارہا ہے:

۱- سیاحت کے لئے ایسی جگہوں میں جانا جہاں غیر شرعی باتیں دیکھنے میں آتی ہیں؟

اس شق سے متعلق اکثر مقالہ نگاروں کا خیال ہے کہ ایسی جگہوں میں جانا برائی کو بڑھاوا دینا ہے، اور یہ از قبیل تعاون علی الاثم ہے، اس لئے ایسی جگہوں میں جانا جائز نہ ہوگا، بعض مقالہ نگاروں نے ایسی جگہوں میں جانے کو مکروہ قرار دیا ہے، البتہ بعض حضرات کی رائے یہ بھی ہے کہ برائی اور غیر شرعی امور سے دامن بچاتے ہوئے ایسی جگہوں میں جانا جائز ہوگا۔

جن لوگوں نے تعاون علی الاثم اور فتح الغیرہ کی بنیاد پر ایسی جگہوں میں جانے کو ناجائز قرار دیا ہے، ان کے اسماء گرامی یہ ہیں:

[مفتی جعفر علی رحمانی، مولانا ظفر الاسلام، مفتی شاہد، مفتی اشرف عباس، مولانا محمد رمضان

علی، مولانا عارف باللہ، مفتی طارق انور قاسمی، مفتی ممتاز احمد ندوی، مفتی شوکت ثنا قاسمی صاحبان]۔

مفتی اقبال اور مفتی غلام اللہ صاحبان نے ایسی جگہوں میں جانے کو مکروہ قرار دیا ہے، جبکہ مفتی خالد نیموی اور مولانا اسرار الحق سبیلی صاحبان کی رائے ہے کہ غیر شرعی امور سے بچتے ہوئے اور نظر کی حفاظت کرتے ہوئے ایسی جگہوں میں جانے کی اجازت ہوگی، البتہ مفتی خالد صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ حکومت کی طرف سے بے حیائی کی روک تھام کے لئے اقدامات کئے جائیں۔

مولانا شاہجہاں ندوی صاحب لکھتے ہیں: ایسے سیاحتی مقام پر از راہ تفریح جانا جہاں غیر شرعی باتوں کا غلبہ نہ ہو جائز ہے اسی طرح وہاں خورد ونوش فروخت کرنا جائز ہے، اور اگر غیر شرعی باتوں کا غلبہ ہوتو وہاں از راہ تفریح جانا نا جائز ہے، اور اگر لاعلمی میں چلا جائے تو اس پر لازم ہے کہ لوٹ آئے، انہوں نے استدلال میں درج ذیل عبارت کو پیش کیا ہے:

درمختار میں ہے: ''وإن علم أولا باللعب لا يحضر أصلاً سواء كان ممن يقتدى به أولا''، وفي رد المحتار (۹/۵۰۲): أن علياً قال: صنعت طعاماً فدعوت رسول الله ﷺ فجاء فرأى في البيت تصاوير فرجع، ومفاد الحديث أن يرجع ولو بعد الحضور۔

مقالہ نگاروں نے اس مسئلہ میں درج ذیل آیات قرآنیہ سے استدلال کیا ہے:

۱-''وإذا رأيت الذين يخوضون في آياتنا فاعرض عنهم حتى يخوضوا في حديث غيره'' (انعام) [مفتی اشرف عباس]۔

۲-''ولا تعاونوا على الإثم والعدوان'' [مفتی جعفر علی رحمانی، مفتی شاہد، مولانا محمد رمضان علی، مفتی ممتاز احمد ندوی]۔

۳-''فلا تقعدوا بعد الذكرى مع القوم الظالمين'' (سورہ انعام) [مفتی اقبال صاحب]۔

۴-''وقد نزل عليكم في الكتاب أن إذا سمعتم آيات الله يكفر بها

ویستھزأ بھا فلا تقعدوا معھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ إنکم إذا مثلھم" (نساء:۱۴۰)۔ [مولانا شوکت ثنا قاسمی، مولانا شاہجہاں ندوی]۔

۲-دوسری شق یہ ہے کہ ایسی جگہوں میں جانے والوں کے لئے سواری کرایہ پر دینا اور ایسے مقام پر اشیاء خوردونوش فروخت کرنے کا شرعی کیا حکم ہے؟

اس شق سے متعلق مقالہ نگاروں کی آراء مختلف ہیں، بعض حضرات نے ان کو بھی ناجائز قرار دیا ہے، بعض حضرات نے مطلقاً جائز قرار دیا ہے، جبکہ بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ جائز تو ہے البتہ بہتر نہیں، اور بعضے نے سواری کرایہ پر دینے اور اشیاء خوردونوش فروخت کرنے کے حکم میں فرق کیا ہے۔

جن لوگوں نے ان چیزوں کو بھی تعاون علی الاثم کی بنیاد پر ناجائز یا مکروہ قرار دیا ہے، ان کے اسماء گرامی یہ ہیں:

[مفتی جعفر ملی رحمانی، مولانا ظفر الاسلام، مولانا عارف باللہ، مفتی طارق انور قاسمی، مفتی ممتاز احمد ندوی]۔

مفتی جعفر ملی رحمانی صاحب نے استدلال کے طور پر اس آیت کو ذکر کیا ہے:

"ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان"۔

درج ذیل حضرات کی رائے یہ ہے کہ دوکان وغیرہ لگانا جائز ہے، [مفتی خالد نیموی، مفتی اقبال، مولانا شوکت ثنا قاسمی، مفتی لطیف الرحمٰن ولایت علی]۔

درج ذیل حضرات کا خیال یہ ہے کہ جائز تو ہے، البتہ بہتر نہیں، ان کے اسماء گرامی یہ ہیں:

[مفتی شاہد، مفتی اشرف عباس، مولانا محمد رمضان علی صاحبان]۔

مولانا اسرار الحق سبیلی کی رائے یہ ہے کہ ایسی جگہوں میں اشیاء خوردو نوش فروخت کرنا درست ہے، البتہ ایسی جگہوں پر جانے کے لئے سواری کرایہ پر دینا بالواسطہ تعاون علی الاثم کی بنیاد پر جائز نہ ہوگا۔ انہوں نے بزازیہ کی اس عبارت سے استدلال کیا ہے: أجر نفسه لیعصر لذمی خمرا یکرہ ولو لبناء بیعة لا (فتاوی بزازیہ مع الہندیہ ۲۵۹/۶)۔

مولانا شاہ جہاں ندوی کی رائے یہ ہے:

اگر سیاحت پر جانے والوں کا قصد معلوم نہ ہو اور اس کا ارادہ معصیت پر تعاون دینا بھی نہ ہو تو ایسے شخص کو سواری کرایہ پر دینا اور اس سے اشیاء خورد و نوش فروخت کرنا درست ہے۔

رد المحتار میں ہے: **قوله: ممن يعلم فيه إشارة إلى أنه لو لم يعلم لم يكره بلاخلاف** (کتاب الحظر والاباحۃ فی البیع) [مفتی غلام اللہ صاحب]۔

جن مقالہ نگاروں نے ایسی جگہوں میں جانے والوں کے لئے سواری کرایہ پر دینے اور اشیاء خورد و نوش کے فروخت کرنے کو جائز قرار دیا ہے ان لوگوں نے مجموعی طور سے فقہ حنفی کی کتابوں سے درج ذیل اقتباسات پیش کئے ہیں:

وجاز بيع عصير عنب ممن يعلم أنه يتخذه خمرا، لأن المعصية لاتقوم بعينه بل بعد تغيره، قوله لا تقوم بعينه أن المراد لا تقوم المعصية بعينه وما يحدث له بعد البيع وصف آخر يكون فيه قيام المعصية وقيل: يكره لإعانته على المعصية (رد المحتار ۹/۵۶۱) [مفتی محمد شاہد، مفتی جعفر ملی رحمانی، مفتی لطیف الرحمٰن ولایت علی صاحبان]۔

اگر کوئی کافر کسی مسلمان کی سواری کو شراب لے جانے کے لئے یا کسی مسلمان کو کرایہ پر رکھے تو امام صاحب کے نزدیک جائز ہے، علامہ زیلعی اس کے تحت لکھتے ہیں:

قال الزيلعي: وهذا عنده وقالا: هو مكروه، لأنه عليه الصلاة والسلام لعن في الخمر عشرة وعد منها حاملها وله أن الإجارة على الحمل وهو ليس بمعصية ولاسبب لها وإنما تحصل المعصية بفعل فاعل مختار وليس الشراب من ضرورات الحمل لأن حملها قد يكون للإراقة وللتخليل فصار كما إذا استاجر لعصر العنب أو قطعه والحديث محمول على الحمل المقرون بقصد المعصية زاد في النهاية وهذا قياس وقولهما استحسان ثم قال الزيلعي: وعلى هذا الخلاف لو آجره اى ا لكافر دابته لينقل عليها الخمر أو آجره نفسه ليرعى له الخنازير يطيب له الاجر عنده وعندهما يكره (رد المحتار کتاب الحظر فصل فی البیع) [مولانا محمد رمضان علی، مولانا شوکت ثنا قاسمی]۔

د- آج کل ٹور پر لے جانے کے لئے مختلف تجارتی کمپنیاں قائم ہیں، جو آمد و رفت کے لئے ٹکٹ اور قیام کے لئے سہولتوں کا نظم کرتے ہیں، سفر کرنے والے حضرات مختلف قسم کے ہوتے ہیں، بعض وہ بھی ہوتے ہیں جو سیاحتی مقامات پر دادعیش دینے کے لئے جاتے ہیں، نیز شراب اور دوسری برائیوں میں مبتلا ہوتے ہیں، بعض کا مقصد مندروں، تیرتھ گاہوں اور چرچوں کی زیارت کرنا اور وہاں اپنے طریقوں کے مطابق عبادت کرنا ہوتا ہے، کیا اس طرح کی ٹور کمپنیاں قائم کرنا جائز ہے؟

اس سوال کا جواب بعض نے تفصیل سے تو بعض نے اختصار کے ساتھ دیا ہے، مقالہ نگاروں کی تحریر کا خلاصہ یہ ہے کہ ٹور پر لے جانے والی کمپنیاں اگر ایسے لوگوں کے لئے ٹکٹ و دیگر سہولیات کا انتظام کرتی ہیں جو اچھے اور جائز مقاصد کے لئے سفر کرتے ہیں تو ایسی کمپنیوں کا قیام اور ان کا انتظام و انصرام بالاتفاق جائز و درست ہے، اور اگر کمپنیاں صرف ان لوگوں کو سہولت بہم پہنچاتی ہو جو دادعیش دینے کے لئے سیر و تفریح پر نکلتے ہیں تو یہ تعاون علی المعصیت کی وجہ سے حرام ہوگا، لیکن اگر کمپنیوں کا مقصد تجارتی نقطۂ نظر سے صرف زائرین اور سیاحوں کو ٹکٹ فراہم کرنا ہو، اور موضع زیارت وسیاحت پر قیام وطعام کے لئے سہولتوں کا نظم کرنا ہو تو کیا ایسی کمپنیوں کا قیام جائز ہوگا یا نہیں؟ اس صورت مسئلہ میں مقالہ نگاروں کے درمیان اختلاف ہے، اکثر حضرات کی رائے جواز کی ہے جبکہ بعض حضرات نے اس کو بھی ناجائز اور بعض نے مکروہ قرار دیا ہے، اس خلاصہ کے بعد مقالہ نگار حضرات کی آراء پیش خدمت ہیں:

ایسی کمپنیوں کا قیام اچھے مقاصد کے لئے ہو مثلاً زائرین کے لئے یا تاجروں کے لئے قیام کا انتظام وانصرام وغیرہ تب تو ایسی کمپنیوں کا قیام جائز ہے۔

[مولانا شوکت ثنا قاسمی، مولانا عارف باللہ، مولانا ظفر الاسلام، مفتی ممتاز احمد ندوی، مفتی طارق انور قاسمی صاحبان وغیرہم]۔

اور اگر ایسی کمپنیوں کا قیام سیاحتی مقامات پر دادعیش دینے والوں کے لئے سہولیات کی

فراہمی یا مندر و تیرتھ گاہوں پر جانے والوں کے لئے گاڑی بک کرانا ہو تو ایسی کمپنیوں کا قیام بالاتفاق ناجائز ہے۔

[مولانا اسرار الحق سبیلی، مولانا شوکت ثنا قاسمی، مفتی اشرف عباس، مفتی جعفر ملی رحمانی، مولانا ارشد رحمانی، مفتی غلام اللہ، مفتی ممتاز احمد ندوی، مفتی طارق انور قاسمی صاحبان وغیرہم]۔

مولانا ظفر الاسلام صاحب نے اس طرح کے ٹور سے حاصل ہونے والی آمدنی کو بلا نیت ثواب واجب التصدق قرار دیا ہے۔

مولانا اسرار الحق سبیلی نے درج ذیل عبارت سے استدلال کیا ہے:

استدل الذمي مسلما عن طريق البيعة لايدله عليها (فتاویٰ بزازیہ ۶/۳۵۹)۔

مفتی جعفر ملی رحمانی نے ''ولا تعاونوا على الإثم والعدوان'' سے استدلال کیا ہے، [نیز دیکھئے: مقالہ مولانا ارشد رحمانی، مفتی ممتاز احمد ندوی صاحبان]۔

بعض مقالہ نگاروں نے اس قاعدہ سے بھی استدلال کیا ہے:

الأمور بمقاصدها۔ [مولانا شوکت ثنا قاسمی، مفتی جعفر ملی رحمانی]۔

مفتی غلام اللہ صاحب، مفتی شفیع صاحب کے حوالہ سے لکھتے ہیں: سئل عطاء بن أبي رباح عن أخ له كاتب فقال له: إن أخي ليس له من أمور السلطان شيئ إلا أن يكتب له بقلم مايدخل ومايخرج فإن ترك قلمه صار عليه دين واحتاج وإن أخذ به كان له فيه غنى، قال لمن يكتب؟ قال: لخالد بن عبد الله القسري، قال: ألم تسمع إلى ماقال العبد الصالح: "رب بما أنعمت عليّ فلن أكون ظهيرا للمجرمين'' فلا يهتم أخوك بشيئ ...... فإن الله تعالىٰ سيأتيه برزق (تفصیل الکلام فی مسئلة الإعانة علی الحرام)۔

البتہ مولانا شاہ جہاں ندوی لکھتے ہیں: ٹور پر جانے والے غیر مسلم کے ساتھ معاملہ کرنا جائز ہے، خواہ اس کا مقصد مندروں، تیرتھ گاہوں اور چرچوں کی زیارت کرنا ہو اور وہاں اپنے

طریقوں کے مطابق عبادت کرنا ہو یا تفریح مقصود ہو، یہ کفر یا معصیت پر مدد دینا نہیں ہے، اس لئے کہ معصیت فاعل مختار کے فعل سے حاصل ہوگی اور عبادت، پہنچانے کا لازمی تقاضا نہیں ہے اس لئے کہ سیاحت پر جانے والے کو پہنچانا کبھی تفریح کے لئے بھی ہوتا ہے، انہوں نے درمختار کی اس عبارت سے استدلال کیا ہے:

وجاز تعمير كنيسة وحمل خمر ذمي بنفسه أو دابته بأجر، لا عصرها لقيام المعصية بعينه ... ليتخذ بيت نار أو كنيسة أو بيعة أو يباع فيه الخمر وقالا: لاينبغي ذلک لأنه إعانة على المعصية وبه قالت الثلاثة (الدر المختار مع الرد کتاب الحظر والاباحۃ)۔

تیسری صورت کہ ٹور کمپنی کا مقصد تجارتی نقطۂ نظر سے صرف مسافروں کو ان کی منزل تک چھوڑنا اور قیام و طعام کا نظم کرنا ہو تو کیا اس طرح کی ٹور کمپنیاں قائم کرنا جائز ہوگا یا نہیں؟ اکثر مقالہ نگاروں نے اس کو جائز قرار دیا ہے [دیکھئے مقالہ مفتی اقبال قاسمی، مفتی جعفر ملی رحمانی، مولانا شاہد قاسمی، مولانا محمد ارشد رحمانی پٹنہ، مفتی غلام اللہ، مولانا عبد الجبار طیب ندوی، مولانا اسرار الحق سبیلی]۔

مقالہ نگاروں نے اپنے نقطۂ نظر کی تائید میں درج ذیل فقہی عبارتیں پیش کی ہیں:

علامہ شامی لکھتے ہیں: **ولو آجر نفسه ليعمل في الكنيسة ويعمرها لا بأس به، لأنه لا معصية في عين العمل** (رد المحتار ۹/ ۴۷۷) [مولانا رمضان علی، مولانا اسرار الحق سبیلی، مولانا ارشد رحمانی، مولانا شاہ جہاں ندوی]۔

مفتی اقبال صاحب نے درج ذیل عبارت پیش کی ہے:

وإذا استاجر الذمي من المسلم دارا ليسكنها فلا باس بذلک وإن شرب فيها الخمر أو عبد فيها الصليب أو أدخل فيها الخنازير ولم يلحق المسلم في ذلک بأس لأن المسلم لايواجرها لذلک وانما آجرها للسكنى (عالمگیری ۴/ ۴۵۰)۔ [نیز دیکھئے: مقالہ مولانا ارشد رحمانی]۔

مفتی جعفر ملی رحمانی نے اس عبارت کو پیش کیا ہے:

ثم المكاسيب أربعة: الإجارة والتجارة والزراعة والصناعة وكل

ذلک فی الإباحة سواء عند جمهور الفقهاء (کتاب الکسب للامام محمد بن حسن الشیبانی)۔

مولانا شاہ جہاں ندوی نے یہ عبارت پیش کی ہے:

قوله، ...... وحمل خمر ذمي، قال الزيلعي: وهذا عنده وقالا: هو مكروه، وله أن الإجارة على الحمل وهو ليس بمعصية ولاسبب لها، وإنما تحصل المعصية بفعل فاعل مختار وليس الشرب من ضرورات الحمل، ولأن حملها قد يكون للإراقة أو للتخليل فصار كما إذا استاجر أجيره لعصر العنب أو قطعه والحديث محمول على الحمل المقرون بقصد المعصية، زاد في النهاية: وهذا قياس وقولهما استحسان (ردالمحتار ۹/ ۵۶۲)۔

مولانا ظفر الاسلام صاحب لکھتے ہیں: اگر ٹور کمپنی دھوکہ وخداع سے کام نہ لے، مرد وعورت کا اختلاط نہ ہو، شراب وکباب اور محرمات سے پاک ہو تو اجازت دی جانی چاہئے۔

البتہ مولانا رمضان علی صاحب کی رائے یہ ہے کہ اعانت علی المعصیۃ ہونے کی وجہ سے ایسی کمپنیوں کا قائم کرنا مکروہ ہے جیسا کہ تعمیر کنیسہ کے سلسلہ میں صاحبین کا قول ہے۔

مولانا عارف باللہ لکھتے ہیں کہ حضرات صاحبین کے نقطۂ نظر کے مطابق ایسی کمپنیوں کو قائم کرنے سے منع کیا جائے گا کہ معصیت کے راستے کچھ تو دشوار ہوں۔

مفتی لطیف الرحمن صاحب لکھتے ہیں:

کسی معصیت کی اعانت جواز روئے قرآن حرام ہے وہ ہے جس میں معصیت کا قصد ونیت حقیقۃ یا حکماً شامل ہو۔ حقیقۃ یہ ہے کہ دل ہی میں یہ ہو کہ اس کے ذریعہ عمل معصیت کیا جائے اور حکماً یہ ہے کہ وہ چیز بجز معصیت کے کسی دوسرے کام میں نہ ہو جیسے آلات معازف طبلہ، سارنگی وغیرہ اور جہاں قصد معصیت نہ حقیقۃ ہو نہ حکماً وہ اعانت علی المعصیۃ میں داخل نہیں، البتہ اعانت سے ملتی جلتی ایک اور چیز ہے جس کو اصطلاح میں ''سبب'' کہتے ہیں وہ بھی ازروئے قرآن حرام ہے خواہ نیت معصیت ہو یا نہ ہو، پھر سبب قریب اور بعید کا بھی فرق ملحوظ رکھنا ہوگا،

اگر دونوں سبب کی حرمت کو عام کردیا جائے تو شاید دنیا میں کوئی بھی کام جائز نہ رہے، اس لئے سبب قریب ممنوع ہوگا اور سبب بعید مثلاً: کپڑا بننا، مکان بنانا، ظروف اور استعمال کی چیزیں بنانا ان سب میں بھی ظاہر ہے کہ ہر ایک بر و فاجر ان کو خریدتا اور استعمال کرتا ہے اور اپنے فسق وفجور میں بھی استعمال کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ان کا شمار سبب بعید میں ہے، اور بنانے والا بری الذمہ ہے، اور ایک سبب سبب قریب کی وہ ہے کہ ہے تو سبب قریب مگر معصیت کے لئے محرک نہیں بلکہ صدور معصیت کسی دوسرے فاعل مختار کے اپنے فعل سے ہوتا ہے جیسے بیع عصیر عنب ممن یتخذ خمراً۔ ایسے سبب قریب کا حکم یہ ہے کہ اگر بیچنے یا اجارہ پر دینے والے کا مقصد اس معصیت ہی کا ہو تو یہ اعانت معصیت میں داخل ہو کر قطعاً حرام ہوگا اور اگر اس کا قصد ونیت شامل نہ ہو تو پھر اس کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ اس کو علم بھی نہ ہو کہ یہ شخص گھر خرید کر اس میں فسق وفجور کرے گا، اس صورت میں یہ بیع یا اجارہ بلا کراہت جائز ہے اور اگر اس کو علم ہے تو اجارہ اور بیع مکروہ ہے پھر اس مکروہ کی بھی دو قسمیں ہیں: ایک یہ کہ معصیت اس کے عین کے ساتھ متعلق ہو بغیر کسی تغیر اور تصرف کے دوسرے یہ کہ کچھ تصرف وتغیر کے بعد وہ معصیت کام میں آئے۔ پہلی صورت میں مکروہ تحریمی ہے دوسری مکروہ تنزیہی (تلخیص جواہر الفقہ ۲/ ۵۳۳/ ۱۶)۔ اس تفصیل کو سامنے رکھتے ہوئے ایسی ٹور کی کمپنیاں قائم کرنا سبب بعید میں شامل ہو کر بغیر کراہت کے جائز ہوگا۔

مفتی اشرف عباس صاحب لکھتے ہیں:

مفتی شفیع صاحبؒ نے اس طرح کے مسائل پر اصولی گفتگو کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ سبب کی تین قسمیں ہیں:

''فهذه ثلاثة أقسام للسبب: قريب محرك وقريب موصل غير محرك وبعيد، فالقسم الأول من السبب القريب حرام بنص القرآن، قال تعالىٰ: ولاتسبو الذين يدعون من دون الله فيسبوا الله عدواً بغير علم (الانعام لآية) والقسم الثاني من السبب القريب أعني مالم يكن محركا وباعثاً بل

موصلا محضا فحرمته وإن لم تكن منصوصة ولكنه داخل فيه باشتراک العلة وهي الإفضاء إلى الشرو المعصية ومن هذا القبيل بيع الأسلحة لأهل الفتنة وأهل الحرب فإنه سبب قريب وصورة إعانة للمعصية، وأما السبب البعيد كبيع الحديد من أهل الفتنة وبيع العنب ممن يتخذه خمراً و بيع الآجر والحطب ممن يتخذها كنيسة أو بيعة وكذا إجارة الدابة لمن يريد سفر معصية وأمثالها إذا علم فتكون تنزيها (تفصیل الکلام فی مسئلۃ الإعانۃ علی الحرام جواہر الفقہ ۴۵۳-۴۵/۲)۔

مولانا شاہ جہاں ندوی نے دیگر دبستان فقہ سے بھی استفادہ کیا ہے، چنانچہ موصوف لکھتے ہیں:

امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک: ''كل ما هو سبب لمعصية محققة أو مظنونة فهو حرام'' (حاشية البجيرمي على المنهاج، كتاب البيوع، فصل فيما نهي عنه من البيوع'' (۷/ ۳۸، بالاختصار) (ہر وہ چیز جو یقینی یا ظنی معصیت کا سبب ہو، تو وہ حرام ہے)۔

اس پر قیاس کرتے ہوئے انہوں نے لکھا ہے کہ اس مقصد کے لیے سیاحت کرنے والے کے ساتھ معاملہ کرنا درست نہیں ہے، اس لیے کہ اس میں کفار اور اہل بدعت کا مقدس مقامات تک پہنچنے میں تعاون کرنا ہے، اور یہ کفر یا کم از کم معصیت پر مدد دینا ہے، جبکہ اللہ تعالی نے اس سے منع فرمایا ہے، چنانچہ فرمان الٰہی ہے: ''وتعاونوا على البر والتقوى، ولا تعاونوا على الإثم والعدوان، واتقوا الله، إن الله شديد العقاب'' (سورہ مائدہ:۲)۔

اور اس لیے بھی کہ رسول اللہ ﷺ نے صرف سود کھانے اور کھلانے والے کو گناہ گار نہیں قرار دیا ہے، بلکہ تحریر یا گواہی کے ذریعہ ان کی مدد کرنے والے کو ان ہی کی طرح گناہگار قرار دیا ہے، اور اسی طرح شراب بیچنے اور خریدنے والوں ہی پر لعنت نہیں کی ہے، بلکہ نچوڑنے، نچڑوانے اور ڈھونے والے پر بھی لعنت کی ہے۔ اور علامہ ابن حجر ہیثمی شافعیؒ سے پوچھا گیا کہ:

''اس کافر سے مشک بیچنے کا کیا حکم ہے، جس کے بارہ میں معلوم ہے کہ وہ اسے اس لیے خرید رہا ہے تا کہ اسے اپنے بت پر ملے، اور اسی طرح اس حربی سے جانور بیچنے کا کیا حکم ہے جس کے بارے میں معلوم ہے کہ وہ اسے ذبح کے بغیر کھانے کے لیے مار ڈالے گا؟ تو انہوں نے جواب دیا:''**يحرم البيع في الصورتين، كما شمله قولهم: كل مايعلم البائع أن المشتري يعصي به، يحرم عليه بيعه له، وتطييب الصنم، وقتل الحيوان الماكول بغير ذبح معصيتان عظيمتان، ولو بالنسبة إليهم، لأن الأصح أن الكفار مخاطبون بفروع الشريعة كالمسلمين، فلا تجوز الإعانة عليهما ببيع مايكون سببا لفعلهما، وكالعلم هنا غلبة الظن**'' (فتاوی ابن حجر الہیثمی ۲/ ۲۶۰، ط: دار الفکر، بیروت)۔

نیز ان سے اس کافر کے بارہ میں پوچھا گیا جو اپنے بت کا راستہ بھٹک جائے، اور کسی مسلمان سے اس کا راستہ معلوم کرے تو کیا اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اسے اس کی رہنمائی کرے، تو انہوں نے جواب دیا:''**ليس له أن يدله لذلك؟ لأنا لا نقر عابدي الأصنام على عبادتها، فإرشاده للطريق إليه إعانة له على معصية عظيمة، فحرم عليه ذلك**'' (مرجع سابق ۹/ ۲۴۳)۔

موصوف اس تفصیل کے ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ بہتر یہ ہے کہ اختلاف سے بچتے ہوئے، اس مقصد سے کافر کے ساتھ معاملہ نہ کرے، بلکہ صرف تفریح کے مقصد کے لیے معاملہ کرے۔

۴- تفریحی مقاصد کے لئے جن وسائل کا استعمال کیا جاتا ہے، ان میں فلمیں بھی ہیں، فلموں سے فوراً ذہن ان فلموں کی طرف جاتا ہے جو آج کل سنیما ہالوں میں دکھائی جاتی ہیں، ان کا ناجائز اور حرام ہونا ظاہر ہے، کیونکہ یہ فحشاء ومنکرات کو پھیلانے کا ذریعہ ہیں، لیکن فلم اصل میں تصویر کشی یا عکس بندی کا نام ہے، اور ان کا

استعمال مخرب اخلاق مقاصد کے علاوہ کے لئے بھی ہوتا ہے یا ہوسکتا ہے، چنانچہ دستاویزی فلمیں بھی تیار کی جاتی ہیں، اسی طرح تاریخی فلمیں بھی ہوتی ہیں، تعلیمی مقاصد کے لئے بھی فلمیں بنائی جاتی ہیں، مثال کے طور پر قرآن میں جن مقامات کا ذکر آیا ہے، اگر متعلقہ آیات کو پڑھتے ہوئے ان مقامات کو طلبہ اسکرین پر دیکھیں، تو ظاہر ہے کہ اس سے ان کے اندر اس مضمون کا زیادہ ادراک پیدا ہوسکتا ہے، اس پس منظر میں اس امر کی وضاحت فرمائیں کہ کیا مذکورہ مقاصد کے لئے فلمیں بنائی جاسکتی ہیں، نیز تعلیمی مقاصد کے لئے ان کا استعمال کیا جاسکتا ہے، اور اگر کیا جاسکتا ہے تو اس کے لئے کیا شرائط ہوں گی؟

اس سوال کے جواب میں عموما مقالہ نگاروں نے ذی روح جاندار چیزوں کی فوٹو گرافی اور تصویر کشی کی حرمت پر تفصیل سے گفتگو کی ہے اور اس سلسلہ میں احادیث وآثار نقل کئے ہیں، تقریبا تمام مقالہ نگاروں کا اتفاق ہے کہ کوئی بھی فلم جو ذی روح کی تصویر پر مشتمل ہو تو اس کو دیکھنا اور اس طرح کی فلم سازی قطعاً ناجائز ہے، لیکن ایسی دستاویزی وتاریخی معلومات پر مشتمل فلمیں جن میں ذی روح کی تصویریں نہ ہوں اور نہ دیگر محرمات شرع امور پائے جائیں ان کو دیکھنا اور ان فلموں کو تیار کرنا درست ہے یا نہیں؟ مقالہ نگاروں نے اس جہت سے زیادہ گفتگو نہیں کی ہے۔

اسلامک فقہ اکیڈمی نے اپنے بارہویں وتیرہویں سمینار میں انٹرنیٹ اور جدید ذرائع ابلاغ کو موضوع بحث بنایا تھا، اس موضوع پر بحث کرتے ہوئے مقالہ نگاروں نے تصویر کشی اور فوٹو گرافی کو بھی بحث کا موضوع بنایا تھا، ان مقالات اور سمینار میں ہونے والے مناقشات ومباحث کا مجموعہ شائع ہوچکا ہے، اس لئے اس جگہ ہم صرف ان ہی مقالہ نگاروں کی تحریروں سے استفادہ کریں گے جو براہ راست ہمارے موضوع سے متعلق ہیں، مقالہ نگاروں کے آراء

ملاحظہ ہوں:

مفتی اقبال صاحب لکھتے ہیں: خاص عنوان پر معلومات فراہم کرنے کی غرض سے بنائی گئی فلمیں یا تعلیمی مصلحت سے مقالات وغیرہ دکھلانے کی غرض سے فلم سازی وفلم بینی الامور بمقاصدہا کے تحت جبکہ مفاسد وموانع سے خالی ہوں اور ان سے عدم جواز کے اسباب ختم کردیئے جائیں تو اس کی گنجائش ہوگی جیسا کہ تعلیمی تاش کا استعمال بچوں کی تعلیم کی غرض سے جائز ہے۔

مولانا ظفر الاسلام صاحب محمد بن احمد علی کی کتاب: ''احکام التصویر فی الفقہ الاسلامی'' کے حوالہ سے تحریر کرتے ہیں: مخلوقات کونیہ، شمس وقمر، نجوم، جبال، بحار و اشجار واودیہ کے تصویر سے متعلق چار اقوال ہیں: پہلا قول جواز کا ہے جو جمہور علماء و ائمہ اربعہ کا مذہب ہے۔ دوسرا قول حرمت کا ہے، ابوعبداللہ قرطبی اور شرذمہ قلیلہ اس کے قائل ہیں، تیسرا قول: ان چیزوں کی تصویر کشی کی اجازت نہیں جن کی جاہلیت کے دور میں پوجا کی جاتی تھی، جیسے سورج، چاند، اور بعض درخت، اس کے قائل علامہ ابومحمد الجوینی ہیں، چوتھا قول تمام کی کراہت کا ہے یہ قول ابوسلیمان خطابی کا ہے۔ مولانا موصوف، مفتی شفیع صاحب کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ جن چیزوں کی خود تصاویر پوجی جاتی ہیں ان کی تصویر بنانا جائز نہیں ہے اگرچہ غیر ذی روح میں سے ہوں لیکن جن کی تصاویر کی پرستش نہیں ہوتی اگرچہ خود ان چیزوں کی پرستش ہوتی ہے تو ان کی تصویر جائز ہے مثلاً شمس وقمر وغیرہ۔

مولانا شاہ جہاں ندوی لکھتے ہیں: اس وقت فلم کا انسانی ذہن ودماغ پر زبردست اثر ہے اور خیالات وجذبات پر اس کی گہری چھاپ پڑ رہی ہے اور اس سلسلہ میں عام ابتلا ہے، لہذا ہلکے ضرر کا ارتکاب کرتے ہوئے اور بڑے فساد کو دفع کرنے کی خاطر اصلاحی اور تعلیمی مقاصد کے لئے فلم سازی کی گنجائش ہے اگرچہ یہ گھٹیا کمائی ہے، البتہ ایسی فلموں میں درج ذیل شرعی ضابطوں کا پایا جانا ضروری ہے: وہ فلم تخریب کاری اور فساد انگیزی کا ذریعہ نہ ہو، اس کے مناظر

شہوت بھڑکانے والے نہ ہوں، عورت کی عریاں یا نیم عریاں تصویر سے خالی ہو، عورت نامناسب کردار میں ظاہر نہ ہو، اوقات کے برباد کرنے کا ذریعہ نہ ہو، جعل سازی اور گمراہی کی تعلیم کا ذریعہ نہ ہو، کائنات کے واقعات میں کسی کو متصرف نہ دکھایا گیا ہو، عشقیہ کہانی پر مشتمل نہ ہو، اس کا مضمون جھوٹ اور فریب پر مشتمل نہ ہو، رقص سے خالی ہو، انبیاء، ملائکہ وغیرہ کی تمثیل پر مشتمل نہ ہو، حقائق کو مسخ کرکے پیش نہ کیا گیا ہو وغیرہ۔

مولانا عمران ندوی لکھتے ہیں: جن چیزوں کو فلمی دنیا سے باہر دیکھنا اور سننا ممنوع ہے ان کا فلم کے اندر بھی دیکھنا اور سننا ممنوع ہوگا۔ کلام فحسنه حسن و قبحه قبيح۔

مفتی جعفر علی رحمانی لکھتے ہیں: دستاویزی، تاریخی اور تعلیمی مقاصد کے لئے فلم بنانا اور تاریخی مقامات کو اسکرین پر دکھانا اس وقت جائز و درست ہے جبکہ اس میں ذی روح اور جانداروں کی تصویر سازی و تصویر کشی نہ کی گئی ہو۔

مولانا محمد رمضان علی صاحب نے ایک شرط یہ بھی لگائی ہے کہ ان فلموں کا استعمال محض لہو ولعب اور تفریح و تماشہ کے مقصد کے لئے نہ کیا جائے، مولانا نے امام نووی کی درج ذیل عبارت سے استدلال کیا ہے:

''و أما الشجر ونحوه مما لا روح فيه فلا يحرم صنعته ولا التكسب به سواء الشجر المثمر وغيره وهذا مذهب العلماء كافة إلا مجاهد فانه جعل الشجر المثمر من المكروه وقال القاضي: لم يقله أحد غير مجاهد'' (شرح مسلم للنووی باب تحریم تصویر صورۃ الحیوان)۔

مفتی اشرف عباس نے درج ذیل شرائط ذکر کئے ہیں:

۱- جاندار کی تصویر کشی نہ ہو۔ ۲- اگر آواز ہو تو صرف مرد کی آواز ہو، عورت کی آواز نہ ہو۔ ۳- ساز، میوزک اور گانے سے پاک ہو۔ ۴- اس میں حقائق کی ترجمانی ہو (نیز دیکھئے مقالہ مولانا ارشد رحمانی)۔

۵-موجودہ دور میں شخصیتوں کی طرف اشارہ کرنے کے لئے کارٹون بنائے جاتے ہیں، کارٹون کے ذریعہ یہ بات سمجھی جاسکتی ہے کہ کارٹونسٹ کا اشارہ کس طرف ہے،لیکن انسانی صورت کے خدوخال اس میں پوری طرح واضح نہیں ہوتے ہیں، کارٹون میں ایک پہلوتفریح اورمزاح کا بھی ہوتا ہے،سوال یہ ہے کہ:

الف: کیا کارٹون بنانا جائز ہے، یا اس کا بھی تصویر میں شمار ہوگا؟

ب: کارٹون بنانا اس وقت ایک نفع بخش ذریعہ آمدنی بھی ہے،تو کیا اس کوذریعہ آمدنی بنانا اوراس مقصد کے لئے ملازمت کرنا درست ہوگا؟

اکثر مقالہ نگاروں نے لکھا ہے کہ موجودہ دور میں شخصیتوں کی طرف اشارہ کرنے کے لئے جوکارٹون بنائے جاتے ہیں ان کے ذریعہ یہ بات بآسانی سمجھی جاسکتی ہے کہ کارٹونسٹ کا اشارہ کس طرف ہے،لہذاصورت بگاڑنے کے باوجودوہ تصویرہی ہے، چنانچہ تصویرسازی ہی کی طرح کارٹون سازی بھی حرام ہے،مزید یہ کہ اس میں استہزاءوتمسخروغیرہ مفاسدبھی پائے جاتے ہیں جن کی حرمت خودنص قطعی سے ثابت ہے،لہذاجب کارٹون سازی حرام ہوئی تو اس کوحصول آمدنی کاذریعہ بنانا اوراس مقصد کے لئے ملازمت کرنا بھی شرعادرست نہیں ہوگا۔

[دیکھئے مقالہ: مفتی جعفرعلی رحمانی، مولانا محمدرمضان علی، مفتی اشرف عباس، مفتی خالد نیموی، مفتی اقبال، مولانا ارشدرحمانی، مفتی رضوان الحسن، مفتی ممتازاحمدندوی، مولانا ظفرالاسلام، مفتی عارف باللہ، مولانا عبید اللہ ندوی، مفتی شاہد، مفتی لطیف الرحمٰن ولایت علی، مولانا مغفور باندوی اورمولانا شوکت ثناقاسمی صاحبان وغیرہم]۔

البتہ بعض حضرات نے چندشرائط کے ساتھ کارٹون سازی اور اس کے ذریعہ حصول آمدنی کوجائزقراردیا ہے، تاہم ان کے نزدیک بھی حصول آمدنی کاذریعہ بنانا بہترنہیں، اس رائے کے حاملین میں [مولاناشاہجہاں ندوی، مولانانصراللہ ندوی اورمولاناعمران صاحبان ہیں]۔

اس خلاصہ کے بعدمقالہ نگاروں نے جودلائل پیش کئے ہیں وہ پیش خدمت ہیں:

مولانا ظفر الاسلام صاحب نے کارٹون کی تعریف بھی ذکر کی ہے، چنانچہ عبداللہ بن محمد الطیار کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

کارٹونسٹ کی اصطلاح میں اظہار ناراضگی کی غرض سے کسی شخص کی ایسی تصویر کہ دیکھتے ہی ذہن ذی تصویر کی طرف چلا جائے اور لوگ ہنسنے لگیں۔

مفتی اقبال صاحب نے کارٹون سازی، اس کو فروخت کرنا اور اس کی آمدنی کے ناجائز ہونے پر درج ذیل آیات سے استدلال کیا ہے:

۱-ویل لکل همزة لمزة الذی جمع مالا وعدده۔

۲-یا أیها الذین آمنوا لا یسخر قوم من قوم عسی أن یکونوا خیرا منهم۔

متعدد مقالہ نگاروں نے ان روایتوں کا بھی تذکرہ کیا ہے جن میں تصویر سازی یا تصویر ساز سے متعلق وعیدیں آئی ہیں، مثلاً:

عن نافع ابن عمر أخبره أن رسول الله ﷺ قال: "الذین یصنعون الصور یعذبون یوم القیامة، یقال لهم: أحیوا ماخلقتم" (مسلم شریف باب تحریم تصویر صورۃ الحیوان)۔

نیز متعدد مقالہ نگاروں نے تصویر سازی کی حرمت پر فقہاء کی عبارتیں بھی پیش کی ہیں: چنانچہ مولانا رمضان علی صاحب لکھتے ہیں:

"قال أصحابنا وغیرهم من العلماء: تصویر صورة الحیوان حرام شدید التحریم وهو من الکبائر، لأنه متوعد علیه بهذا الوعید الشدید المذکور فی الأحادیث وسواء صنعه بما یمتهن أو بغیره فصنعته حرام بکل حال لأن فیه مضاهاة خلق الله تعالی وسواء ما کان فی ثوب أو بساط أو درهم أو دینار أو فلس أو اناء أو حائط أو غیرها" (شرح مسلم للنووی باب تحریم تصویر صورۃ الحیوان)۔

تصویر سازی کی ملازمت کے حرام ہونے پر مولانا رمضان علی صاحب نے علامہ شامی کی یہ عبارت پیش کی ہے:

"ولو استاجر مصورا فلا أجر له لأن عمله معصیة، کذا عن محمد،

ولو هدم بيتا فيه تصاوير ضمن قيمته خاليا عنها'' (ردالمحتار مکروہات الصلاۃ)۔

مولانا ظفر الاسلام صاحب عبد اللہ بن محمد الطیار کے حوالہ سے لکھتے ہیں: اس طرح کی تصویر غایت درجہ حرام ہے، جس کی دو وجہیں ہیں: اول یہ کہ یہ تصویر ذی روح کی ہے، دوسرے یہ کہ اس سے خلق اللہ کی اہانت، ان کا مذاق اور استہزا لازم آتا ہے (صناعۃ الصورۃ ۲۷)۔

نیز موصوف لکھتے ہیں:

اور اگر ذی روح ایسا ہے جس کی نظیر نہیں ملتی تو اس کے کارٹون کی بھی اجازت نہ ہوگی، نہایۃ المحتاج (۲۷۵/۲۱) میں ہے: ''وحرم تصوير حيوان وإن لم يكن له نظير'' موصوف ابن حجر الہیثمی کے حوالہ سے لکھتے ہیں: ''ولو صورة لاينظر لها كفرس لها أجنحة''، نیز عبد اللہ فقیہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں: ''ولو كان الصورة خيالية لاحقيقة لها كرجل له منقار أو فرس له جناحان أو ما يشبه الدبيبة وبعض الحيوانات أو غير ذلک مما يتخيل لعموم الأدلة الدالة على تحريم التصوير''۔

مفتی اشرف عباس صاحب لکھتے ہیں کہ عموماً کارٹون میں ایک دوسرا پہلو تفریح اور مزاح بلکہ بسا اوقات تنقیص اور تذلیل کا ہوتا ہے جو کہ شرعاً حرام ہے، ''ويكره التعريض بالكذب كقولک لرجل: كل فيقول: أكلت يعني أمس فإنه كذب'' (الہندیۃ ۵/۳۵۳)۔

''وكما تكون الغيبة باللسان صريحا تكون أيضا بالفعل وبالتعريض وبالكتابة وبالحركة وبالرمز وبغمز العين والإشارة باليد وكل ما يفهم منه المقصود فهو داخل في الغيبة وهو حرام'' (حاشیہ ابن عابدین ۹/۶۰۸)۔

البتہ اگر کارٹون ایسا ہو جس میں صرف خاکے ہوں، چہرہ، سر وغیرہ نہ ہو یا موضع سر پر دائرہ یا اس کے مشابہ کوئی نشان وغیرہ لگایا جائے تاکہ چہرہ کے نشانات وعلامات یا وہ تصویر انسان وحیوان کی ہیئت پر نہ بنائی گئی ہو تو بعض حضرات کے نزدیک اس طرح کے کارٹونس بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حضرت عکرمہ کا ارشاد ہے: إنما الصورة الراس فإذا قطع فلا باس (المصنف لابن أبي شيبة ۲/ ۶۳۷)[مفتی جعفر علی رحمانی، مفتی خالد نیموی]۔

مفتی اشرف عباس نے اس کو بھی غیر مناسب قرار دیا ہے۔

اسی طرح مفتی اقبال صاحب کی رائے یہ ہے کہ ایسے چھوٹے کارٹون جو محض بچوں کے کھیل کے مقصد سے بنائے جاتے ہیں اور ان میں تصویر بھی نمایاں نہیں ہوتی اس طرح کے کارٹون بنانے، بیچنے اور ان سے کھیلنے کی گنجائش ہوگی اور ایسے کارٹون بنانے کی اجرت وملازمت جائز ہوگی۔

"ولو كانت صغيرة بحيث لا تبدو للناظر إلا بتأمل لا يكره" (عالمگیری ۱/ ۱۰۷)۔

جن مقالہ نگاروں نے چند شرائط کے ساتھ کارٹون سازی اور اس کے ذریعہ آمدنی حاصل کرنے کو جائز قرار دیا ہے، ان کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں: مولانا محمد شاہ جہاں ندوی، مولانا محمد عمران ندوی، مولانا نصر اللہ ندوی۔ ان حضرات کی آراء درج ذیل ہیں:

مولانا شاہ جہاں ندوی لکھتے ہیں: کارٹون بنانا جائز ہے کیونکہ کارٹون میں حقیقی تصویر کے خد وخال پوری طرح واضح نہیں ہوتے ہیں، نیز اس لئے کہ کارٹون کی عبادت اور تعظیم نہیں ہوتی ہے، چنانچہ جس طرح بے جان تصویر کا استثناء کیا گیا ہے، اس کا بھی استثناء کیا جا سکتا ہے، علامہ شامی لکھتے ہیں: والذى يظهر من كلامهم أن العلة إما التعظيم أو التشبيه والتعظيم أتم (رد المحتار، کتاب الصلاۃ)۔

مولانا نصر اللہ صاحب لکھتے ہیں: کارٹون اور تصویر میں ایک فرق ہے، تصویر نمایاں ہوتی ہے، اور بلا تکلف پہچان میں آجاتی ہے جبکہ کارٹون بادی النظر میں پہچان میں نہیں آتا ہے، اس لئے کارٹون بنانا جائز ہوگا۔ موصوف قاموس الفقہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں: چھوٹی تصویریں جو بتکلف پہچان میں آتی ہوں جائز ہیں، لو كانت صغيرة بحيث لاتبدو للناظر إلا بتامل لايكره"۔

البتہ کارٹون سازی کے لئے مولانا شاہ جہاں ندوی کے نزدیک درج ذیل شرائط کا پایا جانا ضروری ہے:

۱-سماج یا حکومت کی برائیوں پر نقد کرنے کا مقصد اصلاح ہو۔

۲-کسی شخص کو اذیت پہنچانا مقصود نہ ہو۔

۳-ایسا کارٹون نہ ہو جو متعین شخص کی غیبت یا تحقیر کی طرف اشارہ کرے۔

۴-عورت کے کارٹون میں اس کی عریاں یا نیم عریاں جھلک نہ ہو۔

۵-وہ کارٹون بد اخلاقی اور بے حیائی کو دعوت دینے والا نہ ہو۔

جہاں تک اس کو ذریعہ آمدنی بنانے اور اس کام کے لئے ملازمت کرنے کا سوال ہے تو اس سلسلہ میں مولانا نصر اللہ ندوی اور مولانا شاہ جہاں ندوی صاحبان کی رائے یہ ہے کہ یہ گھٹیا ذرائع آمدنی میں سے ہے، اس لئے اس اس کو ذریعہ آمدنی بنانا بہتر نہیں۔

۶- جیسے کہانیاں لکھی جاتی ہیں اور فرضی حکایتیں مرتب کی جاتی ہیں، اسی طرح ذہنی تفریح کا ایک ذریعہ ڈراما بھی ہے، جس میں مختلف افراد بطور کردار کے شامل ہوتے ہیں اور وہ متعین جملوں کو ادا کرتے ہیں، آج کل دینی مدارس کے پروگراموں میں بھی مکالمات کی صورت مروج ہوگئی ہے، یہ بھی اس میں شامل ہے، ڈرامہ غیر اخلاقی مقاصد کے لئے بھی کیا جا سکتا ہے اور بہتر مقاصد کے لئے بھی، لیکن اس میں جو کچھ کہا جاتا ہے یا ڈرامہ میں شامل مختلف لوگوں کے درمیان جو رشتے ظاہر کئے جاتے ہیں وہ عام طور پر فرضی ہوتے ہیں؛ البتہ سامعین کو اس سے دھوکہ نہیں ہوتا اور وہ بھی اس کی حقیقت سے آگاہ ہوتے ہیں، سوال یہ ہے کہ کیا بہتر کاموں کی ترغیب اور معاشرہ کے مفاسد پر تنقید کے لئے ڈرامے اسٹیج کئے جا سکتے ہیں؟

اس سوال کے جواب میں اکثر مقالہ نگاروں کی رائے یہ ہے کہ ایسے ڈرامے اسٹیج کرنا

جن میں محرمات شرعیہ نہ پائے جائیں صالح مقاصد کے تحت جائز ہیں، البتہ بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ ایسے ڈرامے اسٹیج کرنا بھی درست نہیں۔

مقالہ نگار حضرات کی تحریریں پیش خدمت ہیں:

مولانا اسرار الحق سبیلی لکھتے ہیں: ڈراما یونانی زبان کا لفظ ہے، جس کے معنی ہیں کر کے دکھانا، اس میں زندگی کے واقعات محض بیان کرنے کے بجائے کر کے دکھائے جاتے ہیں (ڈاکٹر سید عابد حسین۔ انشائیات)۔

مولانا رمضان علی لکھتے ہیں: فرضی کہانی یا اشعار کا سننا درست ہے جبکہ اس سے سامعین کو دھوکہ نہ ہو مگر ان فرضی کہانیوں کو ڈرامہ اسٹیج کی شکل میں پیش کرنا چند شرائط کے ساتھ درست ہے:

۱-کوئی امر خلاف شرع نہ ہو، ۲-رول ادا کرنے والوں میں کوئی لڑکی یا اجنبی عورت نہ ہو ۳-ڈرامے میں کسی عالم یا صوفی کا رول ادا نہ کیا جائے۔

مولانا رمضان علی صاحب نے اپنے نقطۂ نظر کی تائید میں قصیدہ بردہ کو پیش کیا ہے کہ آپ ﷺ کا حضرت کعب بن زہیر سے اس قصیدہ کو سننا ثابت ہے۔

مفتی اقبال صاحب لکھتے ہیں: ڈرامہ یا مکالمہ اگر کسی واقعی موضوع کو اس میں اختیار کیا جائے اور سامعین کو لطف اندوز کرنے کے لئے اس میں ڈرامائی انداز اختیار کیا جائے بشرطیکہ اس میں حق اور اہل حق کا استہزاء نہ ہو، بلکہ باطل یا اہل باطل کی تضحیک مقصود ہو تو ایسے جائز موضوع کو تفریحی انداز میں پیش کرنا جائز ہوگا بشرطیکہ یہ ڈرامے و مکالمے مبنی بر حقیقت ہوں اور کوئی شرعی مفسدہ نہ ہو تو اس کی گنجائش ہے۔

مفتی خالد نیموی لکھتے ہیں: بہتر مقاصد کے لئے اگر ڈرامہ اسٹیج کیا جائے تو ان شرائط کے ساتھ اس کی اجازت ہے: ۱-دھوکہ نہ ہو۔ ۲-موسیقی کا استعمال نہ ہو۔ ۳-کسی مومن کی کردار کشی نہ کی گئی ہو۔ ۴-شکلیں نہ بگاڑی جائیں۔ ۵-انہماک نہ ہو۔ ۶-مردوزن کا اختلاط نہ ہو۔

مفتی جعفر علی رحمانی لکھتے ہیں: آج کل دینی مدارس اور اصلاحی پروگراموں میں جو مکالمات اور ڈرامے منعقد کئے جاتے ہیں ان میں معاشرے کے مفاسد پر تنقید اور خرابیوں پر مطلع کر کے ان کے اصلاح کی کوشش کی جاتی ہے، شرعاً اس طرح کے مکالمات اور ڈرامے جائز ہونے چاہئیں، بشرطیکہ ان میں ضروریات دین وعقائد پر زد نہ پڑتی ہو، اور محرمات شرعیہ میں سے کسی محرم کا ارتکاب نہ ہوتا ہو، مثلاً تالیاں پیٹنا، سیٹیاں بجانا اور کسی کی تحقیر وتذلیل کرنا۔

موصوف نے اپنے نقطہ نظر کی تائید میں درج ذیل آیت وفقہی عبارتیں پیش کی ہیں:

تالیاں اور سیٹیاں بجانا کافروں کا شیوہ ہے۔

۱-وما كان صلوتهم عند البيت إلا مكاء وتصدية (سورہ انفال: ۳۵)۔

كره كل لهو، أي كل لعب وعبث ... والإطلاق شامل لنفس الفعل كالرقص والسخرية والتصفيق فإنها كلها مكروهة لأنها زي الكفار (رد المحتار الحظر والاباحۃ)۔

مولانا شاہجہاں ندوی متعدد دلائل ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

فرضی ڈرامہ لکھنا اور اسٹیج کرنا جائز ہے، جبکہ اخلاق فاضلہ کی تعلیم، اچھائی کی عادت ڈالنے، بہتر کاموں کی ترغیب اور معاشرہ کے مفاسد پر تنقید جیسے اچھے مقاصد کے لئے ہو۔

مولانا اسرار الحق سبیلی لکھتے ہیں:

بہتر کاموں کی ترغیب، حق وباطل کی تمیز اور معاشرہ کے مفاسد ومنکرات پر تنقید کے لئے ڈرامے اسٹیج کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہونی چاہئے، دینی مدارس میں اس کی مثال مناظرہ کی مشق اور مکالمات ہیں۔

[مولانا عبید اللہ ندوی، مولانا لطیف الرحمٰن ولایت علی]۔

مولانا اسرار الحق سبیلی نے استدلال میں درج ذیل آیت پیش کی ہے:

۱-''وجادلهم بالتي هي أحسن'' (النحل: ۱۲۵)۔

مفتی اشرف عباس نے ڈرامہ کے جواز کے لئے درج ذیل شرائط ذکر کئے ہیں:

۱-مکالے کا مرکزی خیال خیال شرعی ہو۔ ۲-تاریخی وقائع کی منظر کشی میں ہو بہو تاریخ پیش کی جائے کذب یا مبالغہ آرائی سے کام نہ لیا جائے۔ ۳-ڈرامہ محرمات پر مشتمل نہ ہو۔ ۴-مقدس ہستیوں کی تمثیل نہ کی جائے (الفتاوی الاسلامیہ ۲۰/۸۹،۷۷)۔ [مفتی لطیف الرحمٰن، مولانا عبید اللہ ندوی]۔

مفتی اشرف عباس صاحب نے تمثیل کے جواز پر الفتاوی الاسلامیہ کے حوالے سے متعدد دلائل ذکر کئے ہیں:

۱-سورہ ص میں حضرت داؤد علیہ السلام کا واقعہ ذکر کرتے ہوئے قرآن کہتا ہے: وھل أتاک نبؤ الخصم الخ۔ ان آیات میں ملائکہ سے جو کچھ بھی صادر ہوا وہ محض ایک تمثیل تھا۔

۲-حضرت جبریل علیہ السلام بسا اوقات حضرت دحیہ کی شکل میں یا کسی اور سائل کی شکل میں آپ ﷺ کے پاس تشریف لاتے تھے۔

مولانا محمد عمران ندوی نے مسجد نبوی کے صحن میں حبشیوں کی نیزہ بازی کو استدلال میں پیش کیا ہے کہ اس میں جنگی مقابلہ کی تمثیل ہے، [مفتی طارق انور قاسمی]۔

البتہ بعض عرب عالم مثلا احمد بن صدیق الغماری الحسنی وغیرہ تمثیل کے عدم جواز کے قائل ہیں، ان کا کہنا ہے کہ یہ کذب محض ہے۔[مفتی اشرف عباس]۔

مولانا ظفر الاسلام صاحب کی رائے یہ ہے کہ ڈرامے اسٹیج کرنے میں کلام ہے چنانچہ موصوف لکھتے ہیں: مقاصد اگر صالح ہوں لیکن وسائل حرام ہوں تو اس صورت میں وہ مقاصد بھی حرمت کے دائرہ میں آجاتے ہیں، اس طرح کے پروگرام سے عبرت یا اصلاح تو دور رہی صرف ایک مضحکہ کی صورت ہوتی ہے، لہذا اس کے جواز میں کلام ہے۔[مفتی شاہد صاحب]۔

مولانا عبید اللہ ندوی لکھتے ہیں کہ ایسے ڈرامے اور فلم میں بجز اس کے کوئی فرق نہیں ہے کہ فلم میں تصویر ہوتی ہے اور ڈرامہ جیتے جاگتے انسانوں کے ذریعہ ہوتا ہے، اس لئے ڈرامہ میں

تصویر کشی کا گناہ نہیں ہوتا باقی وہ سب گناہ پائے جاتے ہیں جو فلم کے بارے میں بیان کئے گئے ۔

البتہ وہ ڈرامے جو محرمات پر مشتمل ہوں اور شرعی حدود و قیود سے آزاد ہو تو اس کی تحریم پر اہل علم کا اتفاق ہے، مثلاً اس میں غلط افکار کی آمیزش ہو یا وہ غلط عقائد کی طرف داعی ہو وغیرہ، ایسا ڈرامہ تیار کرنا یا اس میں معاون بننا اور اس کو دیکھنا جائز نہیں ہے (الفتاوی المصریۃ ۱۰/۳۵۳۶۔ المسابقات ص: ۴۴۹)۔

☆☆☆

عرض مسئلہ:

تفریح - اس کے جائز وسائل اور شرعی ضوابط
(سوال نمبر:۱)

مولانا ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی ☆

الحمد للہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ وبعد!

حضرت صدر، علمائے اجلہ اکابرین امت۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اس عاجز کو تفریح - اس کے جائز وسائل اور شرعی ضوابط سے سے متعلق سوالنامہ (۱) کے تحت پیش کردہ مقالات پر عرض کی ذمہ داری دی گئی تھی، اس موضوع کی بابت کل بیس حضرات کے مقالات موصول ہوئے جن کے اسماء گرامی یہ ہیں: **مولانا محمد** احسن عبدالحق ندوی، **مولانا محمد** مغفور باندوی، مفتی حنیف، مفتی محمد داؤد، مفتی غلام اللہ کاوی، مفتی ممتاز احمد خان ندوی، **مولانا عبید** اللہ ندوی، ڈاکٹر بہاؤ الدین ندوی، مفتی لطیف الرحمان، مفتی محمد جعفر ملی رحمانی، مفتی اشرف عباس، مفتی طارق انور قاسمی، **مولانا محمد** عمران ندوی، **مولانا محمد** یوسف علی، مفتی محمد عارف باللہ قاسمی، مفتی رضوان الحسن مظاہری، **مولانا** شوکت ثناء قاسمی، مفتی اقبال احمد قاسمی، ظفر الاسلام، **مولانا** خالد حسین نیموی، **مولانا** شاہجہاں ندوی، **مولانا** عبدالجبار طیب ندوی، مفتی محمد شاہد قاسمی۔

پہلا سوال چھ شقوں الف، ب، ج، د، ہ، و پر مشتمل ہے۔

پہلی شق یوں ہے: کیا مزاح جائز ہے اور جائز ہے تو اس کے حدود کیا ہیں؟

☆ شیخ الحدیث وپرنسپل جامعہ دارالعلوم مئو۔

تمام مقالہ نگار حضرات قیود وشرائط کے ساتھ مزاح کے جواز کے قائل ہیں، ان کے یہاں ایسا مزاح مباح ہوگا جس میں جھوٹ، مبالغہ، افراط، مداومت، ایذاء رسانی، کذب وفحش، سخریہ وغیبت واستہزاء اور صرف مقصد ہنسنا ہنسانا اور تضییع اوقات نہ ہو۔ نیز جس میں معازف ومزامیر واختلاط مردوزن نہ ہو، گذشتہ لوگوں کے قصے جن کی کوئی اصل نہ ہو اس سے احتراز ہو اور جن کی اصل تو ہو اور اسے بطور مثال یا نصیحت یا تعلیم کی غرض سے سنایا جائے تو حتی الامکان ہو بہو نقل کیا جائے، زینت کی غرض سے کمی وزیادتی نہ کرے، تمام حضرات نے اپنے اپنے طور پر جو شرائط لکھی تھیں انہیں یکجا کردیا گیا ہے۔ مولانا شوکت ثناء قاسمی نے کچھ شرطیں بحوالہ موسوعۃ الاسرۃ المسلمہ ۱۴/ ۳۵۵ لکھی ہیں، وہ یہ ہیں: "اختیار الوقت والمکان هناک اوقات وأماکن لایجوز فیها الضحک والمزاح واللهو مثل أوقات الصلوٰة وعند زیارة المقابر وعند ذکر الموت وعند قراء ة القرآن وعند لقاء الاعداء وفی اماکن العلم" اور اگر کوئی دینی مصلحت، دلجوئی اور مانوس کرنا مطلوب ہو تو مستحب ہوگا اکثر حضرات نے تحدید کے سلسلہ میں فتح الباری ۱۰/ ۶۴۵ کی عبارت "فان صادف مصلحة مثل تطییب نفس المخاطب ومؤانسته فهو مستحب" پیش کی ہے۔ مفتی ممتاز احمد ندوی نے فتح الباری ہی کی دوسری عبارت "قلت یجمع بینهما بان المنهی عنه مافیه افراط ومداومة علیه ...... والذی یسلم من ذلک فهو مباح" (۲۲/ ۱۶۹) تحریر فرمائی ہے۔ مفتی غلام اللہ کاوی نے "الاول ...... وانه من اشتغل به الهاه عن ذکر الله وحده وعن الصلوٰة والمساجد التحق ذلک بالمنهی عنه لاشتراک العلة فکان حراما أو مکروها والثانی مالیس کذالک فهو أیضا ان اشتغل به بنیة التلهی والتلاعب فهو مکروه وإن اشتغل به لتحصیل تلک المنفعة وبنیة استجلاب المصلحة فهو مباح بل قد یرتقي الی درجة الاستحباب او اعظم منه" (تکملہ فتح الملہم ۴/ ۴۳۵ و ۴۳۶)۔ کی عبارت اور مفتی محمد عارف باللہ قاسمی، مولانا محمد یوسف علی، مفتی اشرف عباس، مولانا

عبید اللہ ندوی الأذکار للنووی کی عبارت "المزاح المنهي عنه هو الذی فيه إفراط ويداوم عليه فإنه يورث قسوة القلب ويشغل عن ذكر الله تعالیٰ ويؤول فی كثير من الأوقات إلى الايذاء ويورث الأحقاد ويسقط المهابة والوقار فأما من سلم من هذه الأمور فهو المباح الذی كان رسول الله ﷺ يفعله على الندرة لمصلحة تطييب نفس المخاطب وموانسته وهو سنة مستحبة فاعلم هذا فإنه مما يعظم الاحتياج إليه" سے استدلال کرتے ہیں، نیز مولانا محمد مغفور باندوی ہندیہ کی عبارت "لابأس بالمزاح بعد أن لايتكلم الإنسان بكلام يأثم به أو يقصد به إضحاک جلسائه كذا فی الظهيرية" (۳۵۴/۲) کو مستدل بناتے ہیں، نیز مولانا موصوف نے دو روایات بحوالہ کنز العمال "روحوا القلوب ساعة فساعة، الهوا والعبوا فإنی أكره أن يرى فی دينكم غلظة" پیش فرماکر ان پر فعلی روایت کا اطلاق کیا ہے جبکہ کنز العمال ۱۸/۳ کتاب الاخلاق قسم الاقوال اور دوسری کے متعلق ۹۲/۱۵ پر کتاب اللهو والتغني من قسم الأقوال کی صراحت موجود ہے۔

جزء "ب" تھا کہ مزاحیہ پروگراموں کا منعقد کرنا جو کئی کئی گھنٹوں پر مشتمل ہو یا مزاحیہ مشاعرہ منعقد کرنا کیا جائز ہوگا؟

مولانا محمد عمران ندوی نے جواز کا قول فرمایا ہے جبکہ مولانا عارف باللہ قاسمی محرمات سے خالی کرکے چند گھنٹوں کی اجازت دیتے ہیں اور استدلال میں مسند احمد بن حنبل کی روایت "عن عائشة أن أبا بكر دخل عليها والنبی عندها يوم فطر أو أضحى وعنده قينتان تغنيان بما تقاولت الانصار يوم بعاث" الخ (۲۱۰۱۰) پیش فرماتے ہیں۔ مولانا محمد شاہجہاں ندوی کے یہاں شرعی ضوابط جو مذکور ہوئے ان کا لحاظ کرتے ہوئے کبھی کبھار کئی کئی گھنٹوں یہ پروگرام منعقد کرنا جائز ہے، مولانا مفتی محمد حنیف و مفتی محمد داؤد کی بھی یہی رائے ہے مگر فی زمانہ اجازت نہیں دیتے، مولانا محمد احسن عبد الحق ندوی کے نزدیک جھوٹ، ٹھٹھا، غفلت

سے خالی ہو تو جائز ہے، مفتی ممتاز احمد ندوی اور مفتی اقبال احمد نے کراہت کا قول فرمایا ہے، اول الذکر نے جدید فقہی مسائل حصہ دوم ۱۹۲ سے استدلال کیا ہے تو ثانی الذکر نے وجہ کراہت سات مفاسد کا پایا جانا قرار دیا ہے۔ اس کے علاوہ بھی مقالہ نگار حضرات عدم جواز کے قائل ہیں عارض کی بھی یہی رائے ہے۔ لہذا اس سلسلہ میں کل چار نقاط نظر ہیں: (۱) جائز ہے (۲) ناجائز ہے (۳) کبھی کبھار منعقد کیا جاسکتا ہے (۴) کراہت ہے۔ عدم مجوزین کے دلائل اس طرح ہیں: مفتی غلام اللہ کاوی نے روحوا القلوب ساعة فساعة، مفتی لطیف الرحمان نے "ومن الناس من یشتری لهو الحدیث" مفتی محمد جعفر علی رحمانی نے "فأعط كل ذی حق حقه" (بخاری ۱/ ۲۶۴) اور امام مالک کے قول "لكل شیٔ وفاء وتطفیف" سے استدلال کیا ہے، مولانا محمد یوسف علی کے یہاں اس میں اسراف اضحاک انفاق کثرت مال ہے۔ اس لئے مبنی علی الفاسد فاسد ہے، مفتی خالد حسین نیموی "من حسن اسلام المرء تركه مالا یعنیه" (ترمذی) سے استدلال کرتے ہیں، مولانا عبد الجبار طیب ندوی لکھتے ہیں: مباح ہوتے ہوئے مفسدہ کا باعث ہے درء المفاسد اولی من جلب المصالح، مفتی محمد شاہد قاسمی لکھتے ہیں: صرف مردوں کے پروگرام ہوں اور مفاسد سے خالی ہوں تو گھنٹہ دو گھنٹہ کی اجازت ہوسکتی ہے گھنٹوں پروگرام چلانے کی اجازت نہیں کہ نماز، تلاوت قرآن وذکر اللہ سے غافل کردے۔

اب عرض ہے کہ اس طرح کے پروگرام میں پیہم مفاسد پائے جاتے ہیں: (۱) عموماً یہ رات میں منعقد کئے جاتے ہیں جن میں اکثر پوری رات گزر جاتی ہے جبکہ سمر بعد العشاء کی امر مباح میں بھی کراہت ہے، امام بخاری نے ایک باب ہی ما یکرہ من السمر بعد العشاء قائم فرمایا ہے، جس کے تحت علامہ عینی رقم طراز ہیں: "ومراده من السمر مايكون فى امر مباح واما المحرم فلا اختصاص له بوقت بل هو حرام فى جميع الاوقات" (عمدۃ القاری ۵/ ۹۵) گو کہ عینی چند مقامات پہ سہر کی اجازت دیتے ہیں وذالک لان السهر فى التى لا مصلحة فيها اما مافيه مصلحة خير فلا كراهة فيه وذلک كمدارسة العلم

وحكايات الصالحين ومحادثة الضيف والعروس للتأنيس ومحادثة الرجل اهله و أولاده للملاطفة والحاجة ومحادثة المسافرين لحفظ متاعهم أو أنفسهم والحديث في الاصلاح بين الناس والشفاعة إليهم في جزء الامر بالمعروف والنهي عن المنكر والارشاد إلى مصلحة ونحو ذالک وكل ذالک لاكراهة فيه'' (عمدۃ القاری ۲۹/۵) (۲) کئی کئی گھنٹوں پروگرام کے باعث مہمات دین و امور دنیوی کا متاثر ہونا یقینی ہے، اس لئے اس کے لہو الحدیث ہونے اور لیُضل یا دوسری قراءت لیَضل خود بھی ضلالت میں جا پڑنے اور دوسروں کی ضلالت میں ڈالنے کا باعث بن سکتا ہے۔

(۳) مزاح وسیلہ ہے نہ کہ مقصد اس کی ضرورت کے تحت اجازت ہے اور جو چیز بوقت ضرورت ہوتی ہے وہ بقدر ضرورت رہتی ہے ''ليبيتن اقوام من امتي على اكل ولهو وغناء ثم يصبحون وقد مسخوا قردة وخنازير'' (رواہ احمد فی مسندہ)۔ مذکورہ حدیث بھی اس کی اجازت نہیں دیتی۔

(۴) مباحات جب حد اعتدال سے متجاوز ہو جاتے ہیں تو حرمت وکراہت کے درجہ کو پہونچ جاتے ہیں ''مايؤدي الى الحرام فهو حرام'' اور اسلامی تعلیمات نے جو ڈھانچہ نظام انسانی کا قائم فرمایا ہے وہ معطل ہو کر رہ جائے گا اسی نظام انسانی کی بقا کی غرض سے عبادات شرعیہ کی انواع امر و وجوب واستحباب بیان کر کے حد بندی کر دی گئی ہے تا کہ اعتدال باقی رہے۔

(۵) درء المفاسد جلب منافع سے مقدم ہے۔ ان وجوہ کی بنا پر کئی کئی گھنٹوں کی میرے خیال میں گنجائش نہیں ہونی چاہئے کیوں کہ اس صورت میں جملہ خرابیاں لازم آئیں گی جن کا تذکرہ بعض مقالہ نگار حضرات نے کتاب الاذکار للنووی ص ۳۲۶ کے حوالہ سے کیا ہے اور راقم نے بھی دیگر حوالوں سے تحریر کیا ہے۔ ہاں وقت قلیل میں اس کے انعقاد کی اجازت دینی چاہئے کیوں کہ فقہاء کے یہاں قلیل وکثیر کے احکامات جداگانہ ہیں ہندیہ میں ہے: ولو خلط لبن الآدمي بلبن الشاة ولبن الآدمي غالب تثبت الحرمة (ہندیہ مع خانیہ ۳۴۴/۱)۔ وان

خرج من نفس الفم تعتبر الغلبة بينه وبين الريق فإن تساويا انتقض الوضوء ويعتبر ذلک من حيث اللون (ہندیہ مع خانیہ ۱/ ۳۴۴)۔ اسی طرح میت پر غم منانے کی اجازت ہے،فرفع الی رسول اللہ الصبی و نفسه تنقطع ففاضت عيناه، فقال سعد: يا رسول اللہ ماهذا؟ قال: هذه رحمة يجعلها الله في قلوب عباده، ليس منا من ضرب الخدود وشق الجيوب" ليس منا من سكن وحلق وخرق (نسائی ۱/ ۲۰۶) بخاری ومسلم وترمذی نے بھی اس کی تخریج کی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس ایک عالم نے ۲۴ عجیب وغریب سوالات بھیجے جن کے جوابات مطلوب تھے۔جب حضرت ابن عباسؓ کے پاس یہ سوالات پہنچے تو پڑھ کر متحیر رہ گئے جن میں ایک سوال یہ بھی تھا اخبرنی عن شئ قليله حلال وكثيره حرام تو آپ نے اس کا جواب دیا: أما الشئ الذی قليله حلال وكثيره حرام فهو نهر طالوت الذی ابتلاهم الله به (مختصر تاریخ دمشق لابن عساکر ۱۲/ ۳۱۷)۔رئیس المفسرین نے اس کا جواب آیت قرآنی:فلما فصل طالوت بالجنود قال ان الله مبتليكم بنهر فمن شرب منه فليس منی ومن لم يطعمه فانه منی إلا من اغترف غرفة بيده (سورۃ البقرہ آیت: ۲۴۹)کی روشنی میں دیا۔

(ا)ج -مزاحیہ کہانیاں لکھنا انہیں پڑھنا اور ایسی کہانیوں پر مبنی کتابوں کو شائع کرنا نیز ان کی خرید فروخت کرنا شرعی نقطہ نظر سے کیسا عمل ہے؟

سبھی مقالہ نگار حضرات لکھنے پڑھنے،شائع کرنے اوران کی خرید فروخت کوجواز وعدم جواز کی بابت ایک درجہ میں رکھتے ہیں جبکہ مفتی شاہد حسین قاسمی مزاحیہ کہانیوں کے پڑھنے کی تو اجازت دیتے ہیں لیکن اس کے لکھنے،شائع کرنے وخرید فروخت کی اجازت نہیں دیتے۔ موصوف نے درمختار علی الرد ۹/ ۶۸ کی عبارت ومن السحت مايؤخذ على كل مباح، اورومن الناس من يشتري لهو الحديث سے استدلال کیا ہے۔مولانا محمد احسن عبدالحق

ندوی مولانا شوکت ثناء قاسمی کے یہاں اگر کہانیاں نصیحت آمیز وعبرت آموز ہوں اور فرائض منصبی سے غفلت نہ ہوتو درست ہے، مفتی محمد خالد حسین نیموی مزاحیہ کہانیاں جوموعظت ونصیحت پر مشتمل ہوں، مزاح اس میں فنی طور پر ہو یا مزاح کے پہلو بہ پہلو حکمت وموعظت اور سبق آموز باتیں ہوں تو ایسی کہانیاں لکھنے کی گنجائش ہے **الحكمة ضالة المومن فاينما وجدها فهو احق بها** بشرطیکہ فرائض وواجبات وسنن ودیگر امور سے غفلت کا سبب نہ بنیں موصوف نے مشہور حدیث ام زرع بھی پیش فرمائی ہے نیز آپ نے ابو الفرج اصفہانی کی کتاب **الاغانی** جاحظ کی کتاب **البخلاء** اور عبد اللہ بن مقفع کی کلیلہ ودمنہ کے مطالعہ کی ترغیب بھی دلائی ہے، مفتی محمد حنیف ومفتی محمد داؤد کے یہاں عورت ومرد کوموضوع بنا کر عشقیہ گفتگو کی گئی، تو درست نہیں، مفتی ممتاز احمد ندوی کے یہاں جھوٹ کی آمیزش کی وجہ سے درست نہیں **ولا تعاونوا على الاثم والعدوان** مولانا محمد مغفور باندوی بھی عدم جواز کے قائل ہیں اور **ما ألهاكم عن ذكر الله فهو ميسر** (طبری ۲/۳۶۰) سے استدلال کرتے ہیں۔ مفتی محمد طارق کہتے ہیں چونکہ اس میں مقصد صرف اضحاک ہے اس لئے درست نہیں۔ ڈاکٹر بہاء الدین، مولانا رضوان الحسن، مفتی اشرف عباس اور مولانا عبید اللہ ندوی عدم جواز کی **دلیل** امام غزالی کی عبارت **ومن الغلط العظيم أن يتخذ الإنسان المزاح حرفة** وغیرہ پیش کرتے ہیں۔ مفتی اقبال احمد لکھتے ہیں: مزاحیہ لٹریچر جوحقائق سے لبریز ہو محض انداز کلام مزاحیہ اور تفریح آمیز ہوتو اس کی گنجائش ہوگی جس کا لکھنا پڑھنا جائز ہوگا اس کی خرید وفروخت بھی جائز ہوگی۔ آپ نے کتاب **الحمقاء** وکتاب **الاذکیاء** وحضرت تھانوی کی **لطائف وظرائف** کے مطالعہ کا مشورہ دیا ہے۔ مفتی غلام اللہ کاوی لکھتے ہیں: حدود شریعت کی رعایت کرتے ہوئے لکھنا پڑھنا شائع کرنا خرید وفروخت بھی درست ہے۔ راقم کا بھی یہی خیال ہے۔ ڈاکٹر محمد شاہجہاں ندوی کی بھی یہی رائے ہے مگر وہ ایسا پیشہ اختیار کرنے کا مشورہ دیتے ہیں جس میں اس کا سماج کا اور پوری قوم کا فائدہ ہو۔ عبد الجبار طیب ندوی کا بھی یہی خیال ہے مگر وہ فی زمانہ ذہنی عیاشی اور ضیاع وقت کے باعث عدم جواز کے قائل ہیں، مفتی عارف باللہ قاسمی کے

یہاں اس بابت بڑا توسع ہے، ان کے یہاں اگر ضرر وضروریات دین ودنیا سے غفلت نہ ہوتو محض تفریح طبع کے لئے یقینی طور پر جھوٹی بات بطور ضرب الامثال ومواعظ وغیرہ اور ایسے قصے جن میں کوئی فائدہ نہ ہو صرف تسلی مقصود ہو تو وقت کا لحاظ کرتے ہوئے قلیل کی اجازت ہے حدثوا عن بني اسرائيل يفيد حل سماع الأعاجيب والغرائب من كل مالايتقين كذبه بقصد الفرجة لا الحجة بل ومايتيقن كذبه لكن لقصد ضرب الامثال والمواعظ وتعليم نحو الشجاعة على لسان الآدميين والحيوانات (درمختار علی ہامش الرد ۶/ ۴۰۴) وأما اذا كانت هذه القصص لافائدة من قرائتها وإنما المقصود منها التسلية فلا مانع منها ايضا مالم تشتمل على ضرر لكن ينبغي الاقلال منها حفاظا على الوقت (فتاوی الشبکۃ الاسلامیۃ للشیخ دکتور عبداللہ الفقیہ نمبر ۹۱۴۵۴)۔

اس عاجز کے نزدیک ان حضرات کی رائے انسب معلوم ہوتی ہے جنہوں نے حدود شرع کا لحاظ رکھتے ہوئے لکھنے پڑھنے، شائع کرنے اور خرید فروخت کی اجازت دی ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے کتوں کے پالنے سے منع کرنے کے باوجود چند مقاصد کے تحت ان کا رکھنا جائز قرار دیا ہے۔ من اتخذ كلبا إلا كلب صيد أو زرع أو ماشية انتقص من أجره كل يوم قيراط (البخاری کتاب الحرث باب اقتناء الکلب" ۲۳۲۲- صحیح مسلم کتاب المساقاۃ باب الامر بقتل الکلاب ۱۵۷۵، سنن ابی داؤد، کتاب الصید باب اتخاذ الکلب للصید وغیرہ ۲۸۴۴)۔ اس حدیث کی شرح میں علامہ عینی کی تحریر ملاحظہ ہو "فيه اختلاف العلماء فقال الحسن وربيعة وحماد بن ابى سليمان والاوزاعى والشافعي واحمد وداؤد ومالک فى رواية ثمن الكلاب حرام وقال عطاء بن ابى رباح وابراهيم النخعي وأبو حنيفة وأبو يوسف ومحمد وابن كنانة وسحنون من المالكية والكلاب التى تنتفع بها يجوز بيعها ويباح اثمانها ...... واجاب الطحاوى عن النهي فى هذا الحديث وغيره انه كان حين كان حكم الكلاب أن تقتل وكان لايحل امساكها ...... فما كان على هذا الحكم

فثمنه حرام ثم لما ابیح الانتفاع بالکلاب للاصطیاد ونحوه ونهی عن قتلها نسخ ماکان من النهي عن بیعها وتناول ثمنها'' (عمدۃ القاری ۱۲/۵۹)۔ لہٰذا جس طرح شرعی اجازت سے کتوں کا ثمن مباح ہوگیا، اسی طرح حدودِ شرع میں رہتے ہوئے ان کے لکھنے پڑھنے، شائع کرنے اور خرید وفروخت کی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔

(۱) دلطیفہ گوئی یا مزاح نویسی کو پیشہ بنالینا اور اس کی اجرت وصول کرنا درست ہے یا نہیں؟

مفتی لطیف الرحمان ومولانا محمد یوسف علی ان دونوں حضرات نے شامی کی عبارت من السحت مایؤخذ علی کل مباح کملح وکلأ وماء ومعاون وما یأخذه غاز لغز وشاعر لشعر ومسخرة وحکواتی (الدر المختار علی الرد ۹/۶۰۷)۔ سے استدلال کرتے ہوئے حرام قرار دیا ہے نیز ومن الناس من یشتری لهو الحدیث کے تحت لہو میں داخل فرمایا ہے، مفتی رضوان الحسن، مولانا شوکت ثناء قاسمی، مولانا عبد الجبار طیب ندوی، مفتی محمد شاہد قاسمی، مولانا محمد مغفور باندی ومفتی غلام اللہ کاوی کے یہاں بھی درست نہیں۔ آخر الذکر لکھتے ہیں، تمنع الغلو والانهماک فیها بحیث یضر المعاش والمعاد (تکملہ فتح الملہم ۴/۴۳۴)۔ مفتی ممتاز احمد ندوی لکھتے ہیں: پیشہ بنانا جائز نہیں، جھوٹ طنز وتشنیع سے خالی ہو تب بھی احتیاط بہتر ہے، مفتی طارق انور کے یہاں بھی عدم جواز ہے اتخاذ النشاطات المزاحیة حرفة ووظیفة واخذ الاجرة علیها غیر جائز لکونها محرمة والاجرة علی الحرام حرام۔ مولانا محمد احسن عبد الحق ندوی، مفتی اقبال احمد، مفتی اشرف عباس کا خیال ہے کہ پیشہ بنالینا مکروہ ہے اور اس کی اجرت بھی مکروہ ہوگی، آخر الذکر لکھتے ہیں پیشہ بنالینے میں قباحت ہے البتہ یہ قباحت لغیرہ ہے لہٰذا اس کی اجرت مکروہ ہوگی موصوف نے بھی امام غزالی کی تحریر ومن الغلط العظیم الخ نیز مرقاۃ المفاتیح ۹/۲۷ کی عبارت سے استدلال فرمایا ہے، ڈاکٹر محمد شاہجہاں ندوی کی تحریر اس طرح ہے: اگر ذکر کردہ شرائط کے مطابق ہو تو پیشہ بنالینا درست ہے مگر اس کی کمائی گھٹیا ہے موصوف نے

اسے حجامت سے تشبیہ دیکر بحوالہ بخاری ۵۶۹۶، مغنی لابن قدامہ کتاب الاجارۃ ۵/ ۵۴۰، بدائع ۴/ ۱۹۰ غیر مستحسن قرار دیا ہے نیز کوئی اور پیشہ اختیار کرنے کا مشورہ دیا ہے، مفتی عارف باللہ قاسمی مفتی محمد جعفر ملی رحمانی، مفتی محمد حنیف و مفتی محمد داؤد اور اس عاجز کا خیال ہے کہ حد جواز میں رہتے ہوئے پیشہ بنا لینے اور اس کی اجرت وصول کرنے کی گنجائش ہونی چاہئے۔ آگے مولانا مفتی محمد حنیف و مفتی محمد داؤد لکھتے ہیں کہ البتہ ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ اس میں کذب کی آمیزش نہ ہو لہذا جائز نہیں۔

(۱) تفریح طبع کے لئے مزاحیہ ڈرامے کے پروگرام بھی منعقد کئے جاتے ہیں جن کا مقصد ہنسا ہنسانا ہوتا ہے۔ کیا اس طرح کے ڈرامے لکھنا، اس کا پروگرام کرنا اور اسے دیکھنا درست ہے؟

مقالہ نگاروں کی آراء اس طرح ہیں: **مولانا محمد مغفور باندوی** کے یہاں جائز نہیں وہ ہندیہ کی عبارت **لا بأس بالمزاح بعد أن لايتكلم الإنسان فيه بكلام يأثم به أو يقصد به اضحاک جلسائه کذا في الظهيرية** (۴/ ۳۵۴) سے استدلال کرتے ہیں، مفتی ممتاز احمد کی بھی یہی رائے ہے، موصوف اپنے مدعا پر (مجمع الزوائد ۸/ ۸۹) کے حوالہ سے حضرت ابو سعید خدریؓ کی روایت پیش کرتے ہیں کہ محض لوگوں کو ہنسانے کے لئے کوئی بات کہی جائے تو آدمی اس کی وجہ سے آسمان سے بھی زیادہ دوری پر گر جاتا ہے، مفتی اشرف عباس بھی محض تفریح طبع کے لئے اس کا لکھنا، پروگرام کرنا اور دیکھنا درست قرار نہیں دیتے، مفتی عارف باللہ کی بھی یہی رائے ہے، کیوں کہ ان میں بے شمار محرمات ہیں البتہ وہ ڈرامے جو ان **ممنوعات** سے خالی ہوں، اور انہیں وعظ و تبلیغ کے پیش نظر کیا جائے اور اس کے ذریعہ کسی اخلاق یا کسی عمل کی تعلیم دی جائے وہ جائز ہیں جیسا کہ مدارس میں مکالمے اور محادثے، مفتی رضوان الحسن مظاہری لکھتے ہیں: نئی نسل کے ذہن کو بگاڑنے اور ان میں مجرمانہ ذہنیت پیدا کرتے ہیں اس میں رقص و سرور ہوتا ہے **إن الذين يحبون أن تشيع الفاحشة في الذين آمنوا لهم عذاب أليم** (سورہ توبہ)،

مفتی شوکت ثناء قاسمی ان میں پائے جانے والے سات مفاسد کا ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں، البتہ اگر کوئی ایسا مزاحیہ پروگرام پیش کیا جائے جو غیر شرعی امور پر مشتمل نہ ہو تو اس کی گنجائش ہوگی، اسی مفاسد کے باعث مفتی اقبال احمد نے اشد کراہت کا قول فرمایا ہے۔ مفتی خالد حسین نیموی کے نزدیک یہ مجلس قہقہہ کی ہے اور قہقہہ کی مجلس قائم کرنا درست نہیں۔ ظفر الاسلام کے خیال میں یہ پروگرام چند در چند خبائث ومفاسد پر مشتمل ہے، اس لئے عدم جواز کا قول ہونا چاہئے۔ راقم الحروف نے شیخ بکر بن عبداللہ ابو زید کی کتاب حکم التمثیل حقیقتہ وتاریخہ وحکمہ نیز شیخ شریف بن علی الراجحی کی کتاب طوفان البلاء التمثیل والغنا کے حوالہ سے اس کی قباحت اپنے مقالہ میں تحریر کردیا ہے۔ مفتی محمد حنیف ومفتی محمد داؤد کے نزدیک محرمات سے اگر خالی ہو تو دیکھنا اور سننا درست ہے۔ مفتی غلام اللہ کا وی قلیل مدت میں یہ سب درست ہیں۔ نیز ایک دوسری تحریر (تکملۃ فتح الملہم ۴؍۴۳۳) ترویح القلب وتفریجہ کذا تمرین البدن من الارتفاقات المباحۃ والمصالح البشریۃ التی لاتمنعها الشریعۃ السمحۃ برأسها نعم تمنع الغلو والانهماک بحیث یضر المعاش والمعاد سے استدلال کیا ہے، موصوف آگے لکھتے ہیں: مزاحیہ ڈراموں کے پروگرام میں کوئی ممانعت نہیں بلکہ مستحب اور مستحسن ہے مگر اتنا طویل نہ ہو کہ معاش ومعاد کے لئے مضر ہو۔ مفتی محمد جعفر ملی رحمانی نے پانچ شرطوں کے ساتھ جواز کا حکم فرمایا ہے، اس پر استہزاء وتحریہ نہ ہو عیب جوئی، سخت تنقید، تہمت، برے القاب سے پکارنا کسی کو خوف زدہ یا دہشت زدہ کرنا نہ ہو، ہنسانے کے لئے دروغ گوئی سے کام نہ لیا گیا ہو، غیر اقوام کی مشابہت اختیار نہ کی گئی ہو۔ موصوف نے قضایا عیاض ص ۲۰۰ اور فتح الباری ۱۰؍۵۴۳ سے استدلال کیا ہے، مفتی محمد شاہجہاں ندوی اور مفتی محمد شاہد قاسمی کے نزدیک مزاح کے جواز کی جو شرطیں بیان کی گئی ہیں اس کے مطابق ہو تو درست ہے۔

(۱) و-موجودہ دور میں ڈاکٹروں کی رائے ہے کہ ہنسنا انسانی صحت کی برقراری اور اس کو چست ونشیط رکھنے کے لئے بہت معاون فعل ہے، اس کے خاص طور پر ہنسنے کے پروگرام بھی

رکھے جاتے ہیں جس میں بہت سے لوگ بتکلف قہقہہ لگاتے ہیں اور دیر تک ہنسنے کی کوشش کرتے ہیں اس عمل کا شرعی حکم کیا ہے؟

اس بابت مقالہ نگاروں کی آراء درج ذیل ہیں:

مولانا محمد احسن عبدالحق ندوی لکھتے ہیں: ڈاکٹروں کی رائے فی نفسہ صحیح ہے لیکن ہنسنے میں مبالغہ نہ کیا جائے، **مولانا** محمد مغفور باندوی، مفتی ممتاز احمد ندوی کی بھی یہی رائے ہے، ندوی صاحب یہ بھی تحریر کرتے ہیں کہ محض احتمال کی وجہ سے حدیث کے خلاف کرنا صحیح نہیں، نیز موصوف صحت کی برقراری کے لئے دیگر تدابیر اپنانے مثلاً چہل قدمی کرنے، ہری بھری جگہوں میں رہنے اور مل جل کر زندگی گزارنے کا مشورہ دیتے ہیں، مفتی غلام اللہ کاوی بھی افراط ومبالغہ سے منع کرتے ہیں، یہی رائے مفتی اشرف عباس، مفتی طارق انور، **مولانا** محمد عمران ندوی، **مولانا** محمد یوسف علی، مفتی عارف باللہ قاسمی، مفتی رضوان الحسن، **مولانا** محمد شوکت ثناء قاسمی، مفتی محمد شاہد قاسمی، **مولانا** عبید اللہ ندوی اور راقم الحروف کی بھی ہے۔ مفتی محمد جعفر ملی رحمانی کے یہاں ڈاکٹروں کی آراء نص کے مقابل حجت نہیں، موصوف نے تفسیر مظہری ۴/ ۲۵۲ کی عبارت **الدنيا قليل فليضحكوا فيها ماشاءوا فإذا انقطعت الدنيا وصاروا إلى الله فليستأنفوا البكاء بكاءا لاينقطع أبدا** (کشف الخفا للعجلونی ۲/ ۹۸، اتحاف السادۃ المتقین للزبیدی ۵/ ۱۳۷، ۷/ ۳۹۴)۔ پیش کرتے ہوئے کثرت ضحک کے نقصانات **فإذا انضم إليه استجلاب الضحك الذي يميت القلب ويجلب النسيان ويورث الرعونة ومن ثم قال الحكماء إيراد المضحكات على سبيل السخف نهاية القباحة** (فیض القدیر للمناوی ۶/ ۳۶۸)۔ "**وان الاحنف قال قال لي عمر: يا احنف من كثر ضحكه قلت هيبته**" (کشف الخفاء للعجلونی ۲/ ۲۵۴)۔ ڈاکٹر محمد شاہجہاں ندوی مکروہ تنزیہی لکھتے ہیں جبکہ **مولانا** عبدالجبار طیب ندوی، مفتی اقبال احمد، مفتی لطیف الرحمان کے یہاں بغرض علاج جائز ہے، مفتی اقبال احمد لکھتے ہیں: "اگر واقعۃً اس طرح کے ہنسنے ہنسانے سے مریض کو فائدہ وصحت کا تجربہ یا گمان غالب

ہوتو بطور علاج کے اجازت ہوگی، کیوں کہ علاج کے باب میں شرعاً توسع سے کام لیا گیا ہے حتی کہ بعض مواقع میں محرمات سے علاج کی بھی گنجائش ہے۔ موصوف نے غم دور کرنے کے لئے ابن عثیمین کے فتاوی ۹۸۱/۲ سے یہ حدیث و من ادويتها الحديث الصحيح عن ابن مسعودؓ انه مامن مومن يصيبه هم او غم او حزن فيقول: اللهم إني عبدک وابن عبدک وكذالک ايضا ان يقول الانسان لا اله إلا انت سبحانک انی كنت من الظالمين پیش کی ہے، مفتی لطیف الرحمان لکھتے ہیں: اگر ایک شخص نفسیاتی مریض ہے یا ڈپریشن کا شکار ہے اور اس کی صحت کا مدار اسی پر ہے تو بطور دوا وعلاج بتکلف قہقہہ لگانے اور ایسے پروگرام دیکھنے کی اجازت ہوگی لیکن صحت بحال ہونے کے بعد پھر گنجائش نہ ہوگی، مفتی محمد حنیف و مفتی محمد داؤد مطلقا اجازت دیتے ہیں، استدلال میں مشکوۃ (ص ۴۰۶) کی روایت عن قتادة قال سئل عن ابن عمر هل كان اصحاب رسول الله ﷺ يضحكون قال: نعم والايمان فی قلوبهم اعظم من الجبل وقال بلال ابن سعد أدركتهم يشتدون بين الاغراض ويضحک بعضهم الى بعض فاذا كان الليل كانوا رهبانا پیش کرتے ہیں۔ میرے خیال میں ان دونوں صاحبان کی دلیل سے ان کا مقصد ثابت نہیں ہوتا، کیوں کہ اس حدیث سے ضحک کا ثبوت ہوتا ہے نہ کہ قہقہہ کا جیسا کہ شارحین نے لکھا ہے: حيث لم يتجاوزوا فی حال الضحک وغيره عن دائرة الامور الدينية وقال الطيبي هو من باب الرجوع والقول بالموجب ای نعم كانوا يضحكون لكن لايتجاوزون الى مايميت قلوبهم ويتزلزل به ايمانهم من كثرة الضحک كما ورد ان كثرة الضحک يميت القلوب (مرقاۃ ۱۰۳/۹، مکتبہ امدادیہ ملتان، پاکستان، ای لا یضحکون کما یضحک الغافلون یمیت قلوبہم ویطفئ نور الایمان، حاشیہ مشکوۃ ص ۴۰۶ بحوالہ لمعات)۔

عرض ہے کہ قہقہہ بذات خود مستحسن نہیں کیونکہ امام ابو منصور ثعالبی نے تبسم سے قبل کے دو درجوں افترار اور انطلال کو ابو عبید کے حوالہ سے حسن میں شمار کیا ہے لیکن اس کے بعد کے

درجات کتکتہ قہقہہ قرقرہ طخطخہ زہزقہ بیان کرتے ہوئے زہزقہ کی بابت ابوزید اور ابن الاعرابی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ زہزقہ عقل وشعور کو کھودیتا ہے۔ **الافترار والظلال وهما الضحک الحسن (عن ابی عبید) ثم الکتکته اشد منها ثم القهقهه ثم القرقره ثم الکرکره ثم الاستغراب ثم الطخطخه ثم الزهزقه وهی آن یذهب الضحک به کل مذهب (عن ابی زبید وابن الاعرابی وغیرهما)**۔

ڈپریشن کے شکار مریض اور بیمار کے لئے جبکہ یقینی طور پر یا ظن غالب کے درجہ میں شفا ممکن ہو تو بقدر ضرورت اس وقت محظورات کی اجازت ہوتی ہے جبکہ طبیب حاذق مسلم رائے دے کہ اس کی شفا اسی میں مضمر ہے، کوئی دوسری مباح دوا یا کوئی دوسرا طریقہ علاج یا تو نہ ہو یا ہو مگر سودمند نہ ہو "**وکذا کل تداو لایجوز الا بطاهر وجوزه فی النهایة بمحرم إذا اخبره طبیب مسلم ان فیه شفاء ولم یجد مباحا یقوم مقامه**" (رد المحتار علی الدر ۹/ ۵۵۸)۔ اس لئے مریض کو اجازت ایک استثنائی صورت ہے، اس میں تو بعض حالات میں رفع حرمت بھی ہوجاتی ہے۔

ڈاکٹروں کی رائے نص کے خلاف ہے: علامہ قرطبی **فلیضحکوا قلیلا** کی تفسیر میں لکھتے ہیں: **أمر معناه معنی التهدید ولس أمرا بالضحک ...... وکان الصحابة یضحکون إلا ان الاکثار منه وملازمته حتی یغلب علی صاحبه مذموم منهی عنه وهو من فعل السفهاء والبطالة** (القرطبی ۸/ ۱۳۸)۔ **فاذا انضم إلیه استجلاب الضحک الذی یمیت القلب ویجلب النسیان ویورث الرعونة** (فیض القدیر للمناوی ۶/ ۳۶۸)۔ **وان الاحنف قال قال لی عمرؓ: یا احنف من کثر ضحکه قلت هیبته** (کشف الخفاء للعجلونی ۲/ ۲۵۴)۔

اما الضحک قهقهة فقد کرهه الفقهاء ونهوا عن کثرته (موسوعہ فقہیہ ۲۸/ ۱۷۴)۔ **والإباحة ضد الکراهة** (غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر ۱/ ۲۳)۔

مذکورہ اقوال واثر سے معلوم ہوا کہ کثرت ضحک بیوقوفوں اور بیکاری کا مشغلہ ہے، دل کو مردہ، نسیان اور ڈھیلا پن، ہیبت ووقار کو ختم کرتی ہے، اللہ اس کے رسول کے ارشادات تو الگ رہے محدثین وفقہاء نے کثرت ضحک سے جو خرابیاں ذکر کی ہیں وہ ان ڈاکٹروں کی تحقیقات سے کہیں زیادہ قطعی اور یقینی ہیں، اس لئے تمام حالات میں صرف قہقہہ کی مجلس مقصد بنا کر قائم کرنا میرے خیال میں اباحت کی بھی گنجائش نہیں رکھتی۔

عرض مسئلہ:

تفریح اور اس کے جائز وسائل اور شرعی ضوابط
(سوال نمبر: ۲)

مفتی اشرف عباس قاسمی ☆

کھیل کود کے شرعی احکام:

الحمد لله رب العالمین والصلوٰة والسلام علیٰ أشرف الأنبیاء والمرسلین وعلیٰ آله وصحبه أجمعین ومن تبعهم باحسان إلیٰ یوم الدین-امابعد!

''تفریح، اس کے جائز وسائل اور شرعی ضوابط'' کے سوال نمبر ۲/ جو کھیل کود سے متعلق احکام پر مشتمل ہے، اس پر عرض مسئلہ کی ذمہ داری احقر کو سونپی گئی تھی اور اس سلسلہ میں موضوع سے متعلق ۱۲/ مقالات احقر کو اکیڈمی نے ارسال کیے، جن کی روشنی میں یہ تحریر پیش خدمت ہے۔

کھیل کے طریقہ کے اعتبار سے کھیل کے جائز اور نا جائز ہونے کے کیا اصول ہیں؟

تمام مقالہ نگاروں نے اس کے جوابات دیئے ہیں مفتی اقبال احمد قاسمی صاحب نے اس ضمن میں لہو ولعب کے مصداق، کھیلوں کے مکروہ وممنوع ہونے کی علتیں اور جائز کھیلوں کی حدود وشرائط پر تفصیلی کلام کرنے کے بعد، جدید کھیلوں کے جواز وعدم جواز کے سلسلہ میں تکملہ فتح الملہم سے ضابطہ نقل کیا ہے۔

ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی نے کھیلوں کے تعلق سے مختلف احادیث وآثار کا جائزہ لیتے

☆　جامعہ مظہر سعادت، ہانسوٹ، بھروچ۔

ہوئے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے ایک والی کو اس بنیاد پر کہ وہ بچوں سے کھیل نہیں کرتے تھے معطل ومعزول کردیا تھا۔ حجاج بن یوسف نے اپنے بچوں کے اتالیق سے کہہ رکھا تھا کہ ان کو کتابت سے پہلے تیراکی سکھائیں کیونکہ اگر کتابت نہیں آئی تو اس کا بدل مل جائے گا، لیکن تیراکی کا بدل نہیں ملے گا (دیکھئے مقالہ ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی)۔

مختلف مقالہ نگاروں نے کھیل کے جائز وناجائز ہونے کے جو اصول پیش کیے ہیں وہ قدرے مشترک درج ذیل ہیں:

۱- وہ کھیل کود جن کو آثار واحادیث میں صراحۃً ممنوع قرار دیا گیا ہے وہ ناجائز ہیں جیسے: نرد، کبوتر بازی اور جانوروں کو آپس میں لڑانا وغیرہ۔

۲- جو کھیل کسی حرام کام یا معصیت پر مشتمل ہوں وہ بھی حرام قرار پائیں گے جیسے کہ اس میں کشف عورت ہو، یا موسیقی کا نظام ہو، یا مرد وزن کا مخلوط اجتماع ہو، یا اس میں قمار اور جوے کی آمیزش ہو۔ (مولانا محمد احسن عبد الحق ندوی، مولانا محمد مغفور باندوی، مولانا عبید اللہ ندوی، مفتی لطیف الرحمن ممبئی، مفتی طارق انور قاسمی، مفتی عارف باللہ قاسمی، مفتی رضوان الحسن احمد نگری، مولانا شاہ جہاں ندوی، ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی، مفتی حنیف جونا گڈھ، مولوی عبد الجبار طیب ندوی، مفتی اقبال احمد قاسمی، اشرف عباس قاسمی)۔

۳- وہ کھیل بھی حرام ہوں گے جو فرائض یا واجبات کی ادائیگی سے غافل کرنے والے ہوں، حقوق اللہ یا حقوق العباد کی تضییع کا ذریعہ بنتے ہوں (مفتی غلام احمد کاوی، مفتی اقبال احمد قاسمی وغیرہم)۔

۴- وہ کھیل بھی ناجائز ہیں جو محض وقت گزاری کے لیے ہوں اور ان سے دین یا دنیا کا کوئی معتد بہ فائدہ نہ ہو۔ (مفتی عبد اللہ کاوی، مفتی خالد حسین نیموی وغیرہم)۔

مختلف مقالہ نگار حضرات نے اپنے مدعا کے اثبات کے لیے دلائل فراہم کیے ہیں اور عام طور سے مسلمات اور اصول وکلیات سے استدلال کیا ہے اور بہت حد تک مقالہ نگاران

اصول کے انضباط میں متحد ہیں، اس لیے عارض دلائل سے تعرض نہیں کر رہا ہے۔

۵- جس کھیل سے کوئی معتد بہ نفع وابستہ ہو، اور صراحۃً یا دلالۃً اس کے خلاف نص وارد نہ ہو نیز قمار اور دوسری خرابیوں سے پاک ہو، اس کھیل کی گنجائش ہے بلکہ بعض مرتبہ صالح مقاصد کے لیے شریعت میں ایسے کھیلوں کی ترغیب وارد ہوئی ہے۔

مفتی اقبال احمد قاسمی کہتے ہیں: ''جسمانی ورزش والے کھیل جس میں کوئی بات خلاف شرع نہ ہو جائز ہوں گے اگر چہ وہ جسمانی ورزش کے کھیل غیروں کے ایجاد کردہ ہوں بشرطیکہ ان کا شعار نہ ہو'' ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی نے اضافہ کیا ہے کہ کھیل عام انسانوں کی گزرگاہ پر نہ ہو، کیوں کہ حدیث پاک ہے: "من اذی المسلمین في طرقهم وجبت علیه لعنتهم'' (رواہ الطبرانی) مولانا شاہ جہاں ندوی نے جواز کے لیے یہ شرط بھی لگائی ہے کہ وہ کھیل انسان کا زیادہ وقت نہ لیتا ہو، مفتی رضوان الحسن نے ان مہنگے کھیلوں کو بھی ناجائز قرار دیا ہے جن سے متوسط الحال بچے استفادہ نہ کرسکیں۔'' مفتی عارف باللہ قاسمی نے "الموسوعة الفقهیه'' کے حوالے سے کسی بھی کھیل کے جواز کے لیے یہ شرط ذکر کی ہے کہ وہ کھیل انسانی شرافت اور مروت کے مغائر نہ ہو، اس کے کھیلنے سے آدمی گھٹیا اور خسیس نہ سمجھا جاتا ہو''۔

مفتی شوکت ثنا قاسمی اور مفتی لطیف الرحمٰن مبئی وغیرہ متعدد مقالہ نگاروں نے اس کی بھی وضاحت کی ہے کہ مردوں کے لیے زنانہ کھیل اور عورتوں کے لیے مردانہ کھیل جیسے کشتی، کبڈی درست نہیں ہے، کیوں کہ آپ ﷺ نے مردوں کو عورتوں کی اور عورتوں کو مردوں کی مشابہت اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے، نیز وہ ایسا کھیل نہ ہو جو اپنے یا دوسروں کے لیے ایذاء رسانی کا باعث ہو اور جسم کو شدید نقصان پہنچنے کا امکان ہو جیسے: فری اسٹائل کشتی اور باکسنگ وغیرہ ایسے کھیل جائز نہیں ہیں، مولانا محمد احسن عبدالحق ندوی، مفتی شاہد صاحب قاسمی نے یہ شرط بھی ذکر کی ہے کہ کھیل سے مقصود محض ورزش یا تفریح ہو، خود اس کو مقصد نہ بنالیا جائے، مولانا عبید اللہ ندوی نے دور حاضر کے مروجہ کھیلوں میں درآئی خامیوں کا بھی عمومی جائزہ لیا ہے۔

ب-لباس و پوشاک کے سلسلہ میں کھلاڑیوں کے لیے کن باتوں کی رعایت ضروری ہے؟

تمام مقالہ نگار اس امر پر متفق ہیں کہ کھلاڑیوں کے لیے بھی ستر عورت ضروری ہے، یعنی ناف سے لے کر گھٹنے کے نیچے تک کا حصہ ڈھکا ہوا چاہیے: ''**وینظر الرجل من الرجل إلیٰ جمیع بدنه إلا من سرته إلیٰ رکبته قال صاحب النهایة أن السرة أحد احدی العورة فتکون من العورة کالرکبته**'' (تکملہ فتح القدیر ۱۰/ ۳۲)جب کہ خواتین کا مردوں کے درمیان کھیلنا ہی جائز نہیں ہے، اور خواتین کے لیے خواتین کے سامنے پردے کے حدود وہی ہیں جو مردوں کے لیے ہیں، اس کی رعایت کے بغیر کھیلنا حرام ہے یعنی پیٹ اور پشت کے ساتھ ناف سے گھٹنے تک کا ستر ضروری ہے، مفتی شوکت ثناء قاسمی نے اس سلسلہ میں بھی یہ وضاحت کی ہے کہ فقہاء کرام نے کافرہ اجنبی عورتوں کا حکم اجنبی مردوں کی طرح قرار دیا ہے، یعنی مسلمان عورتوں کے لیے کافرہ اجنبی عورت کے سامنے بے حجاب ہونے کی اجازت نہیں دی ہے، چنانچہ ''**موسوعه فقهیه**'' میں ہے: ''**ذهب جمهور الفقهاء إلیٰ أن المرءة الأجنبیة الکافرة کاالرجل الأجنبي بالنسبة للمسلمة**'' (۳۱/ ۴۷-۴۸) مفتی غلام احمد کاوی اور مفتی خالد حسین قاسمی کہتے ہیں مردوں کے لیے یہ بھی لازم ہے کہ وہ لباس ٹخنوں کے نیچے نہ ہو۔ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: ''**ما أسفل من الکعبین من الإزار في النار**'' (بخاری/مشکوۃ ۳۷۳) اور نہ وہ ایسا لباس ہو جو غیر مسلموں کا شعار ہو۔ ارشاد نبوی ہے: ''**من تشبه بقوم فهو منهم**'' (احمد/ ابوداؤد/مشکوۃ ۳۷۴)۔

مفتی طارق انور قاسمی نے وضاحت کی ہے کہ ''کبھی کھلاڑیوں کے لباس میں صلیب وغیرہ کے نشانات ہوتے ہیں ان سے احتراز ضروری ہے''۔

مفتی حنیف صاحب کے بقول ''شرعی لباس کی رعایت فقط کرکٹ میں ہوتی ہے، ہاکی، فٹ بال، کشتی اور ریس وغیرہ میں عموماً نہیں ہوتی ہے''۔

مفتی محمد شاہد قاسمی نے کہا ہے کہ ''کھیل میں ڈھیلے ڈھالے کپڑے کے بالمقابل تنگ وچست کپڑے میں کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ اس سے جسم کے اندرونی اعضاء نمایاں نہ ہوں، کیوں کہ رسول اکرم ﷺ سفر میں تنگ آستین والے کپڑے استعمال کرتے تھے اور جس طرح سفر میں بھاگ دوڑ اور جسم کو تیزی سے حرکت دینا لازم ہے اسی طرح کھیل میں بھی ضروری ہے''۔

''مفتی ممتاز احمد ندوی نے لکھا ہے کہ فقہ کی کتابوں میں ایک شخص کا دوسرے کے سامنے ضرورت کے وقت ستر کھولنے کی اجازت ہے (دیکھئے: ردالمحتار ۲ / ۵۹۳ - ہندیہ ۵ / ۳۲۴) اور ظاہر ہے کہ کھیل ایسی ضرورت نہیں ہے۔ لہذا کھیل میں ستر پوشی کے عام ضوابط کو برتنا ضروری ہوگا''۔

''مفتی محمد جعفر ملی رحمانی نے کھلاڑیوں کے ایسے لباس پہننے کو بھی شرعاً ناجائز کہا ہے جس سے حلیہ اور وضع قطع اس طرح بدل جائے کہ غیر مسلموں سے بہ ظاہر کوئی امتیاز باقی نہ رہ جائے۔ موصوف نے آیت کریمہ: "ولا تركنوا إلى الذين ظلموا فتمسكم النار" سے استدلال کرتے ہوئے آیت کی تفسیر میں قاضی بیضاویؒ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ شکل وصورت، فیشن اور رہن سہن کے طریقوں میں ان کا اتباع کرنا، سب اسی ممانعت میں داخل ہے۔ (دیکھئے! مقالہ) ''مفتی طارق انور القاسمی نے اپنے عربی مقالے میں اس مسئلہ کو فقہ شافعی کے نقطۂ نظر سے دیکھا ہے کہ ناف کا تستر ضروری نہیں ہے تاہم ناف کے نیچے سے گھٹنے کے نیچے تک کی ستر پوشی ضروری ہے''۔

ج - شریعت کے اصولوں کی روشنی میں مروجہ کھیلوں میں کن کو جائز، کن کو ناجائز، کن کو مکروہ اور کن کو مستحب قرار دیا جاسکتا ہے؟

متعدد مقالہ نگاروں نے اس شق کا جواب دیتے ہوئے بھی ان اصول وضوابط کا اعادہ کیا ہے جو الف کے ذیل میں آچکے ہیں، اس لیے ان سے صرف نظر کرتے ہوئے الگ الگ

عناوین کے تحت سیدھے طور سے مختلف کھیلوں کے متعلق مقالہ نگار کی آراء کا تجزیہ کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

(۱) مستحب کھیل: مفتی اقبال احمد قاسمی کہتے ہیں: ”کھیلوں کی بعض وہ قسمیں جو صورۃً تو کھیل ہیں لیکن درحقیقت اپنے مقصد کے پیش نظر ایک ضرورت ہیں مثلاً دفاع میں معاون کھیل، جہاد میں کارآمد کھیل، یہ نہ صرف جائز بلکہ اس کا کھیلنا حسن نیت کے ساتھ ہوتو مستحب اورباعث ثواب ہے“۔ اس کے بعد مقالہ نگار نے درج ذیل کھیلوں کو شرعی اصول کی رعایت کے ساتھ مستحب قرار دیا ہے۔

(۱) پیدل دوڑنا یا دوڑ کا مقابلہ۔

(۲) تیر اندازی یا دیگر نشانہ بازی کا کھیل اسی طرح لاٹھی چلانا وغیرہ۔

(۳) گھوڑ سواری یا بری وبحری ڈرائیونگ کی مشق۔

(۴) تیراکی یا پیراکی اور غوطہ خوری کا مقابلہ، کشتی چلانے وغیرہ کی مشق۔

(۵) کشتی لڑنا، کھیلنا اور کشتی کا مقابلہ اسی طرح کراٹے، مکہ بازی وغیرہ۔ مولانا شاہ جہاں ندوی نے اس طرح کے کھیلوں کے استحباب پر ابوداؤد شریف کی حدیث نمبر ۲۵۱۳ ”ليس من اللهو إلاثلاث: تأديب الرجل فرسه، وملاعبته أهله ورميه بقوسه ونبله“ سے استدلال کرتے ہوئے ابن معین کا قول نقل کیا ہے کہ ”رہا ان کے علاوہ کھیل تو انہیں انہی پر قیاس کرتے ہوئے یا تو مستحب قرار دیا جائیگا، یا کھیل کی رخصت کی دلیل کی بنا پر وہ درجۂ اباحت میں رہیں گے“۔

ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی نے ترمذی سے اس روایت کو نقل کیا ہے جس میں ”فانهن من الحق“ کا لفظ ہے پھر اس کی تشریح میں خطابی، ابن الاثیر اور ابن العربی کے اقوال نقل کر کے آخر الذکر کے قول کو ترجیح دیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہاں حق کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ان تین کے ماسواء سب حرام ہی ہیں۔

(۲) چند جائز اور مباح کھیل:

مفتی اقبال احمد قاسمی نے مندرجہ ذیل مروج کھیلوں کو جائز اور مباح قرار دیا ہے:

(۱) ہاکی (۲) فٹ بال (۳) والی بال (۴) لان ٹینس (۵) بیڈمنٹن (۶) ٹیبل ٹینس (۷) کبڈی (۸) لکڑی کھیلنا (۹) تعلیمی تاش (۱۰) لٹو کھیلنا (۱۱) بچوں کا جھنجھنا غبارہ وغیرہ کھیلنا (۱۲) مختصر وقت کے لیے کیرم بورڈ کھیلنا (۱۳) تھوڑی دیر کے لیے لوڈو کھیلنا (۱۴) موبائل پر بلا تصویر گیم کھیلنا (۱۵) موبائل پر کوئی تفریحی چٹکلہ سن لینا۔

البتہ آخر الذکر یعنی موبائل پر تفریحی چٹکلہ سننے کا جواز عارض کے خیال میں محل نظر ہے۔

مولانا شاہ جہاں ندوی کہتے ہیں: ''جو کھیل قمار سے خالی ہو وہ جائز ہے جیسے: ٹیبل ٹینس، بلیبارو، فٹ بال، والی بال وغیرہ کیونکہ ان سے جسمانی یا ذہنی ورزش ہوتی ہے''۔ مولانا محمد عمران ندوی نے لانگ جمپ اور ہائی جمپ کو بھی جائز کھیلوں کی فہرست میں شمار کیا ہے۔ مفتی لطیف الرحمٰن بمبئی کے مطابق فٹ بال، والی بال، ہاکی، بیڈمنٹن اور ٹیبل ٹینس جیسے کھیلوں کے بارے میں بعض علماء نے تشبہ کی وجہ سے کراہت کا حکم لگایا ہے لیکن اب چونکہ یہ علت نہیں رہ گئی ہے۔ لہٰذا ان کھیلوں کو بھی مفید کھیلوں میں شمار کیا جانا چاہیے، مولانا محمد مغفور باندوی نے لکھا ہے وہ کھیل جو شرعاً مباح ہو اور اس کے اندر کوئی غیر مشروع شرط نہ ہو تو اس کا کھیلنا جائز اور مباح ہے۔

(۳) مکروہ کھیل:

مولانا محمد عمران ندوی نے مکروہ کھیلوں کی فہرست اس طرح دی ہے:

(۱) ویڈیو گیم (۲) لوڈو (۳) کیرم بورڈ (۴) تاش جس میں جوا نہ ہو (۵) اسکیٹنگ (۶) کرکٹ۔

''مفتی اقبال احمد قاسمی نے پتنگ بازی اور کبوتر بازی کو بھی اسی ضمن میں شمار کیا ہے، ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ عموماً ویڈیو گیمز اپنی حد تک باقی نہیں رہتا ہے، اوّلاً کراہت پھر اس کا شوق حد

حرمت تک لے جاتا ہے، اس لیے ابتدا ہی سے یہ مکروہ کہلائے جانے کا مستحق ہے، کرکٹ کے بارے میں وہ لکھتے ہیں: کرکٹ کی موجودہ صورت حال میں اس کو کم از کم مکروہ کہا جائیگا اور جس درجے کی قباحتیں ہوں گی اس درجہ کراہت میں شدت بلکہ حرمت کا حکم بڑھتا جائے گا''۔

(۳) حرام اور ناجائز کھیل:

مولانا محمد احسن عبدالحق ندوی کہتے ہیں: ''ایسا کھیل جو اپنے یا دوسروں کے لیے ایذا رسانی کا باعث ہو اور جسم کو شدید نقصان پہنچنے کا کافی امکان ہو جیسے فری اسٹائل کشتی، باکسنگ وغیرہ، ایسے کھیل ناجائز ہیں''۔

''مفتی غلام اللہ کاوی نے ویڈیو گیم، پتنگ بازی، شطرنج، کبوتر بازی، مرغ بازی نیز آتش بازی کو ناجائز قرار دیا ہے، کرکٹ اور فٹ بال کو اصلاً مباح قرار دیتے ہوئے وہ کہتے ہیں ''مگر تجربہ سے یہ بات ثابت ہے کہ ان کھیلوں میں منہمک شخص فرائض منصبی میں کوتاہیاں کرنے لگتا ہے، اور ایسا انہماک کھیلوں کو حرام بنا دیتا ہے''۔

مفتی شاہد قاسمی کے بقول: ''تاش، لوڈو، کیرم بورڈ، ویڈیو گیم اور کرکٹ کو ناجائز ہونا چاہیے''۔

مفتی خالد حسین کے بقول: ''مروج کھیل مثلاً ہاکی، فٹ بال، والی بال، ٹینس، بیڈمنٹن، کشتی، کرکٹ کی بعض شکلوں پر عدم جواز کا حکم لگے گا بہ چند وجوہ: (۱) کثرت انہماک (۲) فرائض سے غفلت (۳) اضاعت اموال ووقت (۴) ستر پوشی کا عدم اہتمام (۵) اختلاط مرد وزن وغیرہ۔ انہی وجوہ کے پیش نظر مفتی لطیف الرحمٰن نے بھی کرکٹ کو ناجائز لکھا ہے۔ مفتی حنیف صاحب کا نظریہ بھی دینی مضرت کو دیکھتے ہوئے کرکٹ کے عدم جواز کا ہی ہے''۔

ویڈیو گیم کے عدم جواز کی وجوہ مقالہ نگار حضرات نے یہ لکھی ہے: ''اس کھیل سے کوئی دینی یا جسمانی فائدہ مقصود نہیں ہوتا ہے اس میں وقت اور روپیہ ضائع ہوتا ہے اور ذکر اللہ سے

غافل کرنے والا ہے، اس کھیل کی عادت پڑنے پر اس کا چھوڑنا دشوار ہوتا ہے، بعض گیم نوٹو اور تصویر پر مشتمل ہوتے ہیں جو کہ شرعاً نا جائز ہیں''۔

مفتی اقبال احمد قاسمی لکھتے ہیں: ''ویڈیو گیم، کیرم بورڈ وغیرہ کی کراہت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ان کے کھیلنے کے بعد تفریح طبع حاصل ہونے کے بجائے مزید ذہنی تکان بڑھ جاتی ہے، گویا یہ کھیل دماغ کے لیے مضر ہیں اور جسمانی فرحت سے اس کو دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ تاش اگر جوئے سے خالی ہو تو بھی اکثر مقالہ نگار حضرات کے نزدیک مکروہ ہے تاہم مولانا شاہ جہاں ندوی نے وضاحت کے ساتھ اس کو مکروہ تنزیہی کہا ہے۔ مفتی طارق انور القاسمی نے کرکٹ سمیت کئی دوسرے مروج کھیلوں کو العاب محرم میں شمار کیا ہے، اس طرح کرکٹ کے بارے میں اکثر مقالہ نگار حضرات کی رائے عدم جواز کی ہے، تاہم سب نے وضاحت کی ہے کہ عدم جواز اس میں در آنے والی خرابیوں کی وجہ سے ہے ورنہ اصلاً مباح ہے، مقالہ نگاروں نے تفصیل کے ساتھ ان خرابیوں پر روشنی ڈالی ہے۔

د۔ کھیل کی ہار جیت میں اگر پیسہ کی شرط ہو تو کونسی صورت جائز اور کونسی نا جائز ہوگی؟

ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی، مفتی اقبال احمد قاسمی اور مولانا شاہ جہاں ندوی نے اپنے مقالات میں اولاً اسی پہلو کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے، مولانا شاہ جہاں ندوی نے ابو داؤد شریف کی حدیث نمبر ۲۵۷۶/ ''لاسبق إلا في خف أو نصل أو حافر (شرط کی رقم جائز نہیں مگر اونٹ یا تیر یا دیگر آلات حرب یا گھوڑے کے مقابلہ میں) سے استدلال کرتے ہوئے مال کے عوض مقابلے کے جواز کو گھوڑ دوڑ، اونٹوں کے مقابلے، تیر اندازی اور نیزہ بازی میں منحصر کر دیا ہے اور تائید میں ردالمحتار کی یہ عبارت بھی پیش کی ہے ''ولا يجوز الاستباق في غير هذه الأربعة كالبغل بالجعل، و أما بلاجعل فيجوز في كل شيء'' (ردالمحتار ۹/ ۵۷۶)۔

مفتی اقبال احمد قاسمی کہتے ہیں: ''فقہاء کی اس تصریح سے باقی کھیلوں کے مقابلوں میں

انعام وغیرہ کی شرط نا جائز ہوگی تا کہ خواہ مخواہ لوگ کھیلوں کے حریص نہ ہو جائیں اور انعام کی لالچ میں لہو ولعب مقصد زندگی نہ بن جائے۔ البتہ از روئے قیاس دیگر وہ کھیل جن سے جسمانی ورزش ہوتی ہے اور کسی صحیح مقصد سے کھیلے جائیں جیسے گاڑیوں کی ریس، بندوق کا نشانہ، کبڈی، فٹ بال وغیرہ ان کے احکام بھی اس طرح کے ہوں گے جو گھوڑ دوڑ وغیرہ کے ہیں جیسا کہ بعض علماءِ عصر نے لکھا ہے" ملاحظہ ہو (حلال وحرام ص/ ۲۴۱ قاموس الفقہ ۴/ ۱۱۷/ از مولانا خالد سیف اللہ رحمانی)۔

مفتی طارق انور القاسمی نے لکھا ہے کہ "شوافع کی تصریحات کی روشنی میں وہ تمام نئے کھیل جو جہاد اور دفاع میں معاون ہوں، عوض کے ساتھ جائز ہیں ان کے علاوہ دوسرے کھیل بالعوض جائز نہیں ہونگے"۔ اس کے بعد تقریباً تمام ہی مقالہ نگاروں نے پیسے کی شرط کے تعلق سے چار صورتیں ذکر کی ہیں: سب کا نقطۂ نظر چونکہ یکساں معلوم ہوتا ہے اس لیے دلائل سے قطع نظر فقط چار صورتیں اور ان کے احکام کے ذکر پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

۱- دو شخص یا چند اشخاص میں مقابلہ ہو اور ہر شخص پر یہ بات لازم قرار دی گئی ہو کہ وہ ہارنے کی صورت میں جیتنے والے کو رقم دیگا اور اگر وہ جیت جائے تو دوسرے لوگ اسے دیں گے، یہ صورت جوا ہونے کی وجہ سے قطعاً حرام ہے۔

۲- دو شخصوں میں مقابلہ ہو ایک پر انعام کی شرط ہو دوسرے پر نہ ہو یعنی "الف" اگر جیتے گا تو "ب" اسے ایک ہزار روپے دیگا لیکن "ب" جیتے گا تو "الف" اسے کچھ نہیں دیگا، مقابلہ کی یہ صورت جائز ہے۔

۳- دو آدمیوں کے درمیان جیت ہار پر دو طرفہ شرط ہو لیکن تیسرے آدمی کو بغیر کسی شرط کے شریک کر لیا گیا ہو کہ اگر وہ ہارے تو اسے کچھ نہیں دینا پڑیگا اور اگر وہ جیتے تو باقی دونوں اسے حسب معاہدہ انعام دیں گے اور تیسرا شخص بھی اس پوزیشن میں ہو کہ اس کے جیتنے کی توقع کی جا سکتی ہو، یہ صورت جائز ہے۔

۴- دو شخص گھوڑ دوڑ میں شریک ہوں اور جیتنے والے کو انعام حکومت یا کوئی اور شخص دے

اس صورت میں بھی مضائقہ نہیں ہے۔

مفتی اقبال قاسمی نے یہاں اس کا بھی اضافہ کیا ہے کہ جو انعام یا عوض مقرر ہوا ہے وہ معلوم ومتعین ہو نیز انہوں نے یہ بھی واضح کیا ہے کہ جیتنے کے باوجود فاتح کا اس انعام پر استحقاق ثابت نہیں ہوتا ہے کہ جس کی ادائیگی پر دوسرے فریق کو مجبور کیا جاسکے "حتی لو امتنع المغلوب من الدفع لایجبره القاضی ولایقضی علیه به" (شامی ۵/۲۵۸) البتہ بلاعذر وعدہ خلافی باعث گناہ ضرور ہے۔

(ہ) جو کھیل طویل وقت لیتا ہو؟

ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی، مفتی ممتاز احمد ندوی اور مولانا شاہ جہاں ندوی نے اس سلسلہ میں درج ذیل حدیث بھی پیش کی ہے: "نعمتان مغبون فیها کثیر من الناس الصحة والفراغ" (صحیح البخاری ۶۴۱۲) مفتی غلام اللہ کاوی کہتے ہیں "اس صورت میں ضیاع وقت کا گناہ لازم ہوگا"۔

مفتی شاہد قاسمی کا خیال ہے کہ "ایسا کھیل مزاج شرع کے خلاف ہے، البتہ کبھی کبھار نماز کی حفاظت کے ساتھ کھیلا جائے تو گنجائش ہونی چاہئے" وهذا إذا لم یقامر ولم یداوم ولم یخل بواجب" (شامی ۹/۵۶۶)۔

مفتی عارف باللہ قاسمی کہتے ہیں "اگر اتنا وقت لگے کہ اس سے فرائض وواجبات اور دیگر ذمہ داریوں میں خلل پڑے تو یہ کھیل جائز نہیں لیکن اگر وقت زیادہ لگے تاہم اس سے فرائض وواجبات نہ چھوٹیں تو ایسا کھیل جائز ہے مگر کراہت سے خالی نہیں"۔

مفتی محمد جعفر ملی رحمانی نے ایسے کھیلوں کو مکروہ تحریمی قرار دیا ہے، مولانا محمد عمران ندوی نے لکھا ہے کہ غالباً سوال میں کرکٹ کی طرف اشارہ ہے تو اس کے تعلق سے ذاتی رائے یہ ہے کہ یہ کھیل ہی نہیں بلکہ یہ کمپنیوں کے پروڈکشن کے اشتہار کا ذریعہ ہے۔

(د) کھیل دیکھنے اور اس کے لیے ٹکٹ خریدنے کا حکم:

ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی، مفتی طارق انور القاسمی، مولانا محمد احسن عبدالحق ندوی، مولانا شاہجہاں ندوی، مفتی انور حسین قاسمی، مولانا شوکت ثنا قاسمی، مفتی حنیف، مولانا محمد یوسف علی صاحبان کے تصریح کے مطابق جو کھیل جائز ہے اسے دیکھنا اور اس کے لیے ٹکٹ خریدنا بھی جائز ہے اور جو ممنوع ہے اسے دیکھنا اور اس کے لیے ٹکٹ خریدنا بھی ممنوع ہے اور جو مکروہ ہے اس کو دیکھنا اور اس کے لیے ٹکٹ خریدنا بھی مکروہ ہے۔

''مفتی غلام اللہ صاحب کاوی نے جائز کھیلوں کے دیکھنے کو اگر چہ مباح کہا ہے لیکن ٹکٹ خریدنے کو ناجائز قرار دیا ہے، اس لیے کہ یہ اجارہ ہے جس میں معقود علیہ مجہول ہے، وقت کی تعیین بھی مفقود ہے اور اگر اسے تفریح طبع کی اجرت شمار کریں تو یہ غیر مقدور التسلیم ہے۔

مفتی محمد جعفر ملی رحمانی اور مفتی عارف باللہ قاسمی کھیل دیکھنے کے جواز کے قائل ہیں جب کہ وہ مفاسد سے بالکل خالی ہو۔ لیکن موجودہ مفاسد مثلاً ان کھیلوں میں بے انتہا محویت، فرائض سے غفلت، مرد وزن کا مخلوط اجتماع، عداوت کا ماحول اور اضاعت وقت وغیرہ کے پیش نظر میچ دیکھنے کا عدم جواز ہی راجح ہے۔ ظاہر ہے کسی چیز میں مفاسد کے ساتھ منافع بھی ہوں تو شریعت مفاسد کے پیش نظر منفعت موجود ہونے کے باوجود اس کو ناجائز قرار دے دیتی ہے۔ مفتی محمد جعفر کے بقول: "من حسن اسلام المرء ترکه مالا یعنیه" کے پیش نظر اسٹیڈیم میں نہ جانا ہی بہتر اور اولیٰ ہے۔ مفتی لطیف الرحمٰن بمبئی کے مطابق شرعاً جس کھیل کی اجازت ہو اور اس میں وقت کی تعیین عملاً ممکن ہو تو اس کا ٹکٹ خریدنا جائز ہے "یصح العقد علیٰ مدة معلومة أی مدة کانت قصرت المدة کالیوم ونحوہ أو طالت کالسنین (ہندیہ ۴/۴۱۵)۔ واللہ أعلم بالصواب وعلمه أتم وأکمل۔

عرض مسئلہ:

تفریح اور اس کے جائز وسائل اور شرعی ضوابط
(سوال نمبر: ۳)

ڈاکٹر مفتی محمد شاہجہاں ندوی ☆

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين، وعلى آله وصحبه والتابعين، لهم بإحسان إلى يوم الدين.

احقر کو ''تفریح'' اس کے جائز وسائل اور شرعی ضوابط کے سوال نمبر ۳ پر عرض مسئلہ کا حکم دیا گیا ہے جو کہ تفریحی سیاحت سے متعلق ہے، اور اس میں کئی شقیں ہیں:

تفریحی سیاحت کے سلسلے میں شریعت کا نقطۂ نظر:

پہلی شق ہے: تفریحی مقصد کے لیے ایک شہر سے دوسرے شہر اور ایک ملک سے دوسرے ملک کا سفر کرنا جائز ہے یا نہیں، جبکہ اس میں کثیر رقوم کا صرفہ بھی ہوتا ہے؟

اس کے جواب میں دو نقطہ ہائے نظر سامنے آئے ہیں:

(۱) **پہلا نقطۂ نظر** جس کی وکالت بیشتر مقالہ نگار حضرات نے کی ہے وہ یہ ہے کہ تفریحی مقصد کے لیے ایک شہر سے دوسرے شہر اور ایک ملک سے دوسرے ملک کا سفر مباح ہے اور اگر اسی کے ساتھ عبرت کی نیت شامل کر لی جائے تو یہ مطلوب دینی بن جائے گا، البتہ ایسے مقامات کو سیر و تفریح کے لیے اختیار کرے جو فحاشی، منکرات اور عریانیت سے خالی ہوں، نیز حتی الامکان کثیر رقوم خرچ کرنے سے اجتناب کرے، اور چونکہ موجودہ دور میں عام طور سے سیاحت شرعی

☆ استاذ حدیث وفقہ جامعہ اسلامیہ شانتاپورم، مالاپورم، کیرالہ۔

ممنوعات پر مشتمل ہوتی ہے اور اس میں کثیر رقوم کا بھی صرفہ آتا ہے جبکہ مال اللہ تعالی کی بہت بڑی نعمت ہے جس سے مسلمانوں اور انسانیت کے بہت سے فلاح وبہبود کے کام انجام دیئے جاسکتے ہیں، لہذا اپنے شہر یا گاؤں کے سیاحتی جگہوں میں سیر وتفریح کرنے پر اکتفا کرنا زیادہ بہتر اور اولی ہے اور یہ مولانا احسن عبدالحق ندوی، مولانا محمد مغفور باندوی، مفتی حنیف، مفتی داود، مولانا عبید اللہ ندوی، مفتی طارق انور قاسمی، مولانا محمد عمران ندوی، مفتی محمد عارف باللہ قاسمی، مفتی رضوان الحسن مظاہری، مولانا شوکت ثنا قاسمی، مولانا اقبال احمد قاسمی، ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی، مولانا خالد حسین نیموی قاسمی، ڈاکٹر محمد شاہ جہاں ندوی، مولانا عبدالجبار طیب ندوی اور مفتی محمد شاہد قاسمی کی رائے ہے۔ مولانا اقبال احمد قاسمی تحریر کرتے ہیں: محض تفریح طبع کے لیے بھی سفر جائز ہے، مولانا اشرف محمود عثانی نے مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ تفریح طبع کے لیے مناسب سفر کی بھی گنجائش ہے (رفیق سفر)، لیکن ان کے نزدیک محض تفریح طبع کے لیے قریب مقام کو چھوڑ کر طویل سفر اختیار کرنا اور کثیر رقم صرف کرنا اسراف وفضول خرچی ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے۔ اور مفتی حنیف اور مفتی داود تحریر کرتے ہیں: ''سیاحت جائز ہے، اور عبرت کی نیت سے ہوتو زیادہ بہتر ہے، اور اس پر آنے والا صرفہ اسراف نہیں ہے، کیونکہ اسراف وہ صرفہ ہے جو بلا مقصد صالح ہو'' مولانا شوکت ثنا قاسمی تحریر کرتے ہیں '' البتہ ایسی جگہیں جو فحش ومنکرات اور عریانیت سے خالی ہوں وہاں سیر وتفریح کے لیے جانا درست ہے''۔ اس نقطۂ نظر کے حاملین حضرات کے دلائل کم وبیش مشترک ہیں، ایک تو یہی کہ ''الأصل في الاشياء الإباحة، حتى يدل الدليل على التحريم'' (الاشباہ ص ۷۹، غمز عیون البصائر ۱/ ۲۷۴) (اشیاء میں اصل اباحت ہے یہاں تک کہ کوئی دلیل حرمت پر دلالت کرے) دوم یہ کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''روحوا القلوب ساعة بعد ساعة، فإن القلوب إذا كلت عميت'' (مسند الفردوس للدیلمی حدیث نمبر ۱۳۸۱، وابوداود فی المراسیل عن الزہری مرسلا کما فی (تحفۃ الاشراف) للمزی رقم ۱۹۳۵۳ (دلوں کو وقتا فوقتا راحت پہنچاؤ، کیونکہ دل جب تھک جاتے ہیں تو بے بصیرت ہوجاتے ہیں)۔

اس حدیث کی سند اگر چہ ضعیف ہے لیکن اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت حنظلہ سے فرمایا: "ساعة وساعة" (صحیح مسلم حدیث نمبر ۲۷۵۹) (اے حنظلہ، یہ ربانی کیفیت کبھی کبھی حاصل ہوتی ہے)۔

سوم یہ کہ حضرت علیؓ نے فرمایا: "روحوا القلوب وابتغوا لها طرائف الحكمة، فإنها تمل كما تمل الأبدان" (الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع للخطیب لبغدادی ۴/۱۰۹)۔

(دلوں کی راحت کا سامان کرو، اور اس کے لئے عمدہ حکمت تلاش کرو کیونکہ وہ بھی اوب جاتے ہیں جس طرح بدن تھکتے ہیں) اور جب تفریح مباح ہے تو تفریحی مقصد سے سفر کرنا بھی مباح ہے۔

(۲) دوسرا نقطۂ نظر مفتی غلام اللہ کاوی، مفتی ممتاز احمد خاں ندوی، مفتی لطیف الرحمٰن ولایت علی، مفتی محمد جعفر ملی رحمانی، مفتی اشرف عباس سعادتی اور مفتی محمد عارف باللہ قاسمی کا ہے کہ ایسی سیاحت جس میں کثیر رقوم کا صرفہ ہو، ممنوع ہے، ان حضرات کے دلائل بھی کم وبیش مشترک ہیں ایک تو یہی کہ ایسی سیاحت میں تضییع مال وتضییع وقت جیسے بڑے گناہوں کا ارتکاب ہے اور ارشاد الٰہی ہے: "إن المبذرين كانوا إخوان الشياطين" [۱۷/الاسراء:۲۷] (بیشک فضولیات میں مال اڑا دینے والے شیطانوں کے بھائی ہیں)۔

دوم یہ کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "ولا تسرفوا" [۷/الاعراف:۳۱] (اور حد سے تجاوز نہ کرو)۔

قول راجح: لیکن یہ دلائل سیاحت کے ممنوع ہونے پر صریح نہیں ہیں، اور چونکہ تفریح انسان کی جائز خواہشات میں سے ہے، لہذا اس پر آنے والے صرفہ کو جب کہ حد معقول میں ہو اسراف نہیں کہا جا سکتا جیسا کہ سبکی کبیر نے کہا ہے: "الضابط في إضاعة المال أن لا يكون لغرض ديني، ولا دنيوي، فإن انتفيا حرم قطعا" (فتح الباری ۱۰/۵۰۸-۵۰۲، تحت رقم ۵۹۷۵)۔

اور چونکہ سیاحت اور سفر سے غم وفکر کا ازالہ ایسا مقصد ہے جو شرعا مطلوب اور جائز ہے

لہذا اس مقصد سے مال خرچ کرنا جائز ہے جب کہ حد معقول میں ہو اور سیاحت میں انہاک نہ ہو اور اسے ہی مطلوب نہ بنالیا جائے جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد: "**نعمتان مغبون فیهما کثیر من الناس، الصحة والفراغ**" (صحیح البخاری حدیث نمبر ۶۴۱۲) (دو نعمتیں ایسی ہیں جن کے سلسلے میں بہت سے لوگ خسارے میں ہیں، صحت اور فرصت کے اوقات)۔

پرخطر مقامات کی سیر و سیاحت میں بال بچوں کو ساتھ رکھنا:

دوسری شق ہے: کیا ایسے سفر میں بال بچوں کو ساتھ رکھنا درست ہے؟ جب کہ بعض علاقوں کا سفر جان و مال اور عزت و آبرو کے تحفظ کے نقطہ نظر سے پرخطر ہوتا ہے؟

اس کے جواب میں اکثر مقالہ نگاروں کی رائے ہے کہ اگر خطرات یقین یا گمان غالب کے درجے کے ہوں تو بال بچوں کے ساتھ ایسا سفر کرنا درست نہیں ہے۔ اس سے متعلق مقالہ نگار حضرات کے دلائل بھی کم و بیش مشترک ہیں، جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱- جان و مال اور عزت و آبرو کا تحفظ مقاصد شریعت میں داخل ہے، شاطبی تحریر کرتے ہیں: "**ومجموع الضروریات خمسة: وهی حفظ الدین، والنفس، والنسل والمال، والعقل**" (الموافقات ۴/۲)۔

۲- ارشاد باری ہے: "**ولا تلقوا بأیدیکم إلی التهلکة**" [۲/البقرۃ ۱۹۵] (اور تم اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو) اور علامہ آلوسی نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے: "**واستدل بالآیة علی تحریم الاقدام علی ما یخاف منه تلف النفس**" (روح المعانی ۱/۴۷۵) (اس آیت سے ایسی چیز پر اقدام کی حرمت پر استدلال کیا گیا ہے جس میں جان کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو)، اور علامہ شوکانی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: "**فکل ما صدق علیه انه تهلکة فی الدین او الدنیا فهو داخل فی هذا**" (فتح القدیر للشوکانی ۱/۲۵۶) (ہر وہ چیز جو دین یا دنیا میں باعث ہلاکت ہو وہ اس آیت کے مفہوم میں داخل ہے) (دیکھئے: مقالہ مولانا شوکت ثناء قاسمی)۔

۳-جب حج کے وجوب کے لئے راستہ کا پر امن ہونا شرط ہے، تو سیر و تفریح جو کہ ایک مباح چیز ہے راستہ کے پر امن نہ ہونے کی صورت میں کیسے درست ہو سکتی ہے؟

جبکہ کچھ مقالہ نگاروں کی رائے مختلف ہے مفتی محمد عارف باللہ قاسمی ''علامہ احمد بن یوسف حلبی'' کے حوالہ سے لکھتے ہیں: "التهلكة ما أمكن التحرز منه، والهلاک ما لا يمكن" (الدر المعون فی علم الکتاب المکنون ۲/ ۲۹۲) (تھلکہ وہ خطرہ ہے جس سے بچنا ممکن ہو اور ھلاک وہ ہے جس سے بچنا ناممکن ہو) اس لئے جہاں خطرہ درجۂ امکان میں ہو وہاں کا سفر سیاحت بھی جائز نہیں۔ اور مفتی لطیف الرحمٰن، مفتی رشید احمد لدھیانویؒ کے حوالہ سے لکھتے ہیں: ''عورت کے باہر نکلنے میں مفاسد کثیرہ کے پیش نظر عورت کا تفریح کے لئے گھر سے باہر نکلنا جائز نہیں، اگر نکلے گی تو اس کے علاوہ اس کا شوہر اور دوسرے اولیا بھی سخت گنہگار ہونگے ان سب پر ایسے فسق و فجور سے توبہ کرنا فرض ہے'' اور بحوالہ مفتی محمودؒ لکھتے ہیں: ''تو پھر شوہروں کے ساتھ گھومنا تو کوئی دینی ضرورت نہیں بلکہ نصاری کا شعار اور طریقہ ہے وہ کیسے جائز ہو سکتا ہے'' (فتاوی محمودیہ ۱۹/ ۱۸۷)۔

ایسے مقام تفریح پر جانے، جانے کے لئے سواری فراہم کرنے اور اسٹال لگانے کا حکم جہاں برائی ہو:

تیسری شق ہے: جس مقام پر مختلف علاقوں کے لوگ سیاحت کی غرض سے آتے ہیں، وہاں عموما بعض غیر شرعی باتیں بھی دیکھنے میں آتی ہیں، ایسی جگہوں میں از راہ تفریح جانا، وہاں جانے والوں کے لئے سواری کرایہ پر لگانا اور ایسے مقام پر اشیائے خورد و نوش فروخت کرنے کے لئے دکان لگانے کا کیا حکم ہے؟

اس شق کی کئی صورتیں ہیں: ۱۔ برائی کے مقامات پر سیر و تفریح:

اس کے جواب میں دو مقالہ نگار کو چھوڑ کر سارے ہی مقالہ نگار کی رائے ہے کہ ایسے مقام تفریح پر جانا جہاں برائی کا غلبہ ہو جائز نہیں ہے، اور اس موضوع پر مقالہ نگار حضرات کے

دلائل کم وبیش مشترک ہیں جوحسب ذیل ہیں: ۱۔حدیث پاک: ''من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلايجلس على مائدة يدار عليها الخمر'' (ترمذی ۲۷۲۵)۔

(جوشخص اللہ اورآخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہووہ ایسے دسترخوان پر نہ بیٹھے جہاں پر شراب کا دور چل رہا ہو)۔

۲-اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "وإذا رأيت الذين يخوضون في آياتنا فأعرض عنهم حتى يخوضوا في حديث غيره" [۶/الانعام:۶۸] (اور جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو ہماری آیتوں میں عیب جوئی کررہے ہیں تو ان سے کنارہ کش ہوجاؤ، یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں لگ جائیں)۔

نیز اللہ پاک کافرمان ہے: "فلا تقعد بعد الذكرى مع القوم الظالمين'' [۶/الانعام:۶۸]۔

(تویادآنے کے بعد ظالم لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھے رہئے) نیز اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

"وقد نزل عليكم في الكتاب أن إذا سمعتم آيات الله يكفر بها ويستهزأ بها فلاتقعدوا معهم حتى يخوضوا في حديث غيره إنكم إذا مثلهم" [۴/النساء:۱۴۰]۔

(اللہ اس کتاب میں تم کو پہلے ہی حکم دے چکا ہے کہ جہاں تم سنو کہ اللہ کی آیات کے خلاف کفر بکا جارہا ہے اوران کا مذاق اڑایا جارہا ہے وہاں نہ بیٹھو جب تک لوگ کسی دوسری بات میں نہ لگ جائیں اب اگر تم ایسا کرتے ہو تو تم بھی انہی کی طرح ہو)۔

علامہ قرطبی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''فدل بهذا على وجوب اجتناب أصحاب المعاصي، إذا ظهر منهم منكر؛ لان من لم يجتنبهم فقد رضي فعلهم، والرضا بالكفر كفر، قال الله عز وجل: "إنكم إذا مثلهم" فكل من جلس في مجلس معصية، ولم ينكر عليهم يكون معهم في الوزر سواء، وينبغي أن ينكر عليهم إذا تكلموا بالمعصية، وعملوا بها، فإن لم يقدر على النكير

عليهم فينبغي أن يقوم عنهم حتى لايكون من أهل هذه الآية" (الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ۵/ ۴۱۸)(دیکھئے: مقالہ مولانا شوکت ثنا قاسمی)۔

۲-دوسری صورت ہے: جس مقام تفریح پر غیر شرعی حرکات ہوتی ہوں وہاں جانے کے لئے سواری کرایہ پر فراہم کرنا:

اسکے جواب میں چند کو چھوڑ کر تقریبا سارے ہی مقالہ نگار حضرات کی رائے ہے کہ ایسے مقام پر جانے کے لئے سواری کرایہ پر دینا جائز ہے اور اسکے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

۱-یہ براہ راست گناہ میں تعاون نہیں ہے، اور نہ ہی اسکا گناہ سے بہت قریب کا تعلق ہے، کیونکہ سواری کا کام سوار کو اسکی منزل پر پہنچا دینا ہے، لہذا یہ صورت صاحبین کے نزدیک بھی تعاون علی الاثم میں داخل نہیں، اور شراب کی منتقلی پر قیاس نہیں کر سکتے ہیں کیونکہ اسکا گناہ سے قریبی تعلق ہے۔

۲-ہدایہ میں ہے: **يكره بيع السلاح في أيام الفتنة، ولا باس ببيع العصير ممن يعلم أنه يتخذه خمرا؛ لأن المعصية لا تقام بعينه**" (الہدایہ ۴/ ۴۵۶)۔

البتہ ان حضرات کے نزدیک اگر پہلے سے معلوم ہو کہ یہ لوگ مقام تفریح پر جا کر غیر شرعی حرکتیں کرینگے تو بہتر ہے کہ ان لوگوں کو سواری کرایہ پر نہ دے جیسا کہ مفتی شفیعؒ نے معصیت کی خاطر سفر کرنے والے کو جانور کرایہ پر دینے کو سبب بعید میں قرار دیکر لکھا ہے کہ اگر معصیت کا علم ہو تو مکروہ تنزیہی ہے (جواہر الفقہ ۲/ ۴۵۳) اور "ردالمحتار" میں ہے: "**قوله: "ممن يعلم": فيه اشارة الى انه لو لم يعلم لم يكره بلاخلاف**" (ردالمحتار ۹/ ۵۶۰)۔

جبکہ ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی، مفتی ممتاز احمد خان ندوی، مولانا عبید اللہ ندوی، مفتی محمد جعفر ملی رحمانی، مفتی طارق انور قاسمی، مفتی محمد عارف باللہ قاسمی اور مفتی رضوان الحسن مظاہری کے نزدیک جہاں ناشائستہ امور کھلے عام ہوتے ہوں وہاں جانے کے لئے سواری کرایہ پر دینا ناجائز ہے، ان سب حضرات کی مشترک دلیل یہ کہ اس میں اگر چہ نفس فعل میں معصیت نہیں ہے، لیکن

اعانت علی المعصیۃ تو ضرور ہے اور قرآن کریم میں ہے: "ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان" [۵/المائدة:۲] (اور گناہ میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو)۔

۳۔ تیسری صورت ہے: ''غیر شرعی حرکات پر مشتمل مقام تفریح پر سامان خورد ونوش کی دکان لگانا'':

اس کے جواب میں بھی چند کو چھوڑ کر سارے ہی مقالہ نگار حضرات کی رائے ہے کہ دکان لگانا جائز ہے اور ان حضرات کے دلائل وہی ہیں جو دوسری صورت کے جواب میں گذرے ہیں۔

نیز مولانا شوکت ثنا قاسمی نے فقیہ الامت حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی دامت برکاتہم کا فتوی نقل کیا ہے کہ سنیما ہال کے سامنے فروخت کرنا جائز ہے، کیونکہ کھانے پینے کی اشیا کا چونکہ اصلا سینما سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

جبکہ دوسری صورت کو ناجائز کہنے والے حضرات اس صورت کو بھی ناجائز قرار دیتے ہیں، مفتی محمد عارف باللہ قاسمی لکھتے ہیں: برائیوں پر مشتمل مقام تفریح پر سامان خورد ونوش کی دکان لگانا تین وجوہ سے کراہیت سے خالی نہیں:

۱۔ مقام معصیت سے دوری مطلوب ہے۔

۲۔ بعض مرتبہ اپنی دکان کا اشتہار دے کر لوگوں کو ادھر بلائے گا جو درحقیقت مقام معصیت کی طرف بلانا ہوگا۔

۳۔ عام طور پر تفریحی مقامات پر سامان خورد ونوش کی دکانوں پر اوباش اور بے حیا نوجوان لڑکے اور لڑکیاں جمع ہوتے ہیں اور وہاں پر کھانے پینے کے بہانے بیٹھ کر غلط حرکتیں بھی کرتے ہیں، تو اس اعتبار سے یہ بھی اعانت علی المعصیت کی ایک شکل ہے، جب کہ مفتی محمد شاہد قاسمی کے نزدیک درست تو ہے لیکن برے ماحول میں لگانے کی بنا پر بہتر نہیں۔

ٹور کمپنی قائم کرنے کے بارے میں شریعت کا نقطۂ نظر:

اس سلسلے کی آخری شق ہے: آج کل ٹور پر لے جانے کے لئے مختلف تجارتی کمپنیاں

قائم ہیں جو آمد و رفت کے لئے ٹکٹ اور قیام کے لیے سہولتوں کا نظم کرتی ہیں، سفر کرنے والے حضرات مختلف قسم کے ہوتے ہیں بعض وہ بھی ہوتے ہیں جو سیاحتی مقامات پر دادِ عیش دینے کے لئے جاتے ہیں نیز شراب اور دوسری برائیوں میں مبتلا ہوتے ہیں، بعض کا مقصد مندروں، تیرتھ گاہوں اور چرچوں کی زیارت کرنا اور وہاں اپنے طریقوں کے مطابق عبادت کرنا ہوتا ہے، کیا اس طرح کی ٹور کمپنیاں قائم کرنا جائز ہے؟

اسکے جواب میں سارے مقالہ نگار حضرات کی رائے ہے کہ جائز مقاصد اور مسافروں کی سہولت کے لئے ٹور کمپنی قائم کرنا درست ہے، کیونکہ ٹورز وٹر اویلس کے کام میں کوئی معصیت اس کی ذات میں موجود نہیں، اور نہ ہی مالک ٹور کمپنی کی نیت معصیت پر تعاون دینے کی ہوتی ہے، اب اگر کچھ لوگ اپنے طور سے اس کے ذریعے معصیت کا ارتکاب کر رہے ہوں، تو شرعاً ٹور کمپنی بریٔ الذمہ ہے، کیونکہ لوگ ان امور کا ٹور کمپنی کی وجہ سے ارتکاب نہیں کرتے ہیں، سرخسی تحریر کرتے ہیں: "ولا بأس بأن يواجر المسلم دارا من الذمي ليسكنها فإن شرب فيها الخمر، أو عبد فيها الصليب، أو أدخل فيها الخنازير، لم يلحق المسلم إثم في شيء من ذلك؛ لأنه لم يواجرها لذلك، والمعصية في فعل المستاجر" (المبسوط ۱۶؍۳۳، عالمگیری ۴؍۴۵۰)۔

البتہ اگر ٹور کمپنی تشکیل دیتے وقت ہی سیاحوں کو دادِ عیش دلانا، مندروں، تیرتھ گاہوں اور چرچوں کی زیارت کرانا کمپنی کے مقاصد میں شامل ہو، یا معصیت پر تعاون دینے کی نیت ہو تو ایسی ٹور کمپنی قائم کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ إنما الأعمال بالنيات، وانما لكل امرئ ما نوى" (بخاری حدیث نمبر ۱) اور تشریعی قاعدہ ہے "الأمور بمقاصدها"۔

اسی طرح اگر بدرجۂ یقین یا گمان غالب ٹور کمپنی کو معلوم ہو کہ سارے مسافر معاصی کا ارتکاب کرنے جارہے ہیں تو ایسی صورت میں ان کے ساتھ معاملہ کرنا مکروہ تنزیہی ہے جیسا کہ مفتی شفیع صاحبؒ سبب بعید کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں: "وكذا إجارة الدابة

لمن يريد سفر معصية، و أمثالها إذا علم فتكون تنزيها" (جواہر الفقہ ۲/ ۴۵۳) (اسی طرح معصیت کی خاطر سفر کرنے والے کو جانور کرایہ پر دینا اور اس جیسی دیگر صورتیں، اگر ان میں استعمال فی المعاصی کا علم ہو تو مکروہ تنزیہی ہے)، اور مولانا اقبال احمد قاسمی نے مفتی محمودؒ کا فتوی نقل کیا ہے کہ "شامیانہ، میز، کرسی، گیس، فرش، وغیرہ ان اشیاء کو کرایہ پر دینا اور کرایہ وصول کرنا حرام نہیں ہے، اگرچہ کرایہ پر لینے والے اپنی محفل میں کچھ غلط قسم کے کام بھی کرتے ہوں، مگر اسکی وجہ سے وہ کرایہ کی آمدنی حرام نہیں" (فتاوی محمودیہ ۱۷/ ۱۱۷)۔ جبکہ ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی کے نزدیک اگر معلوم ہو کہ سیاح مندر کی زیارت کرنے جارہا ہے تو ٹور کمپنی کا اس کے ساتھ معاملہ کرنا درست نہیں۔

عرض مسئلہ:

تفریح اور اس کے جائز وسائل اور شرعی ضوابط
(سوال نمبر: ۴، ۵، ۶)

مفتی اقبال احمد قاسمی ☆

مجھے ''تفریح - اس کے جائز وسائل اور شرعی ضوابط'' کے موضوع پر نصف آخر کے سوالات: سوال نمبر ۴، ۵، ۶ سے متعلق عرض مسئلہ کا حکم ہوا ہے، اس سلسلے کے سوالنامہ میں چوتھا سوال تاریخی ودستاویزی فلموں سے متعلق ہے۔

فلموں سے متعلق سوال کے جواب اور اس کے جواز وعدم جواز کی بحث میں تصویر کی بحث بھی آ جاتی ہے، اور چونکہ فلموں کو تصویر کے دائرے میں شامل کئے جانے اور نہ کئے جانے پر پہلے سے اختلاف موجود ہے، اس لئے اس کا اثر فلموں پر حکم لگانے میں بھی پڑا ہے، اسی لئے وہ فلمیں جن میں کسی قسم کی ذی روح تصاویر کا وجود ہی نہ ہو اس کے جواز میں سبھوں کا اتفاق ہے، زیر بحث مسئلہ باتصویر فلموں سے متعلق ہے، جس میں اختلاف واقع ہوا ہے، مندرجہ ذیل ۱۲/مقالہ نگار حضرات نے تصاویر کی بنیاد پر مذکورہ تعلیمی مقاصد پر مشتمل یا تاریخی دستاویزی فلموں وغیرہ پر بھی عدم جواز کا حکم لگایا ہے، مولانا ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی، مفتی رضوان الحسن مظاہری، مولانا شوکت ثنا قاسمی، مولانا عبد الجبار ندوی، مفتی محمد شاہد قاسمی، مفتی لطیف الرحمٰن ولایت علی، مولانا طارق انور قاسمی، مولانا مغفور باندوی، مولانا محمد احسن الحق ندوی، مولانا اشرف عباس

☆ مدرسہ مظہر العلوم، بنکس گنج، کانپور (یوپی)۔

قاسمی، مفتی محمد جعفر ملی رحمانی، مفتی خالد حسین نیموی قاسمی۔

تصویر کی حرمت کے ساتھ فلموں کی ممانعت کے کچھ اور دلائل بھی ذکر کئے گئے ہیں، مثلاً مولانا مغفور باندوی فلم کو دین کے استخفاف وتوہین کا سبب مانتے ہیں، جیسا کہ اکابرین کے فتاوی میں موجود ہے، مولانا خالد حسین نیموی قاسمی کہتے ہیں کہ تعلیمی مقاصد وتذکیری مقاصد ضرورت میں شامل نہیں، مولانا شوکت ثنا قاسمی کہتے ہیں کہ فلم سازی میں قیاسات وتصورات کی آمیزش ناگزیر ہے، نیز خواتین کا رول بھی ضرورہوتا ہے، یہ بھی عدم جواز کا کافی سبب ہے، اسی طرح مفتی اشرف عباس قاسمی کہتے ہیں کہ عام طور پر تاریخی یا دستاویزی یا تعلیمی مقاصد کے لئے بنائی جانے والی فلموں میں بھی شرعا کئی طرح کی قباحتیں ہوتی ہیں، تاہم اگر کوئی فلم ایسی ہو جو ان قباحتوں سے پاک ہو تو اس کی اجازت دی جاسکتی ہے۔

مقالہ نگار حضرات میں سے ۷رقلم کاروں نے جائز مقاصد کے لئے جائز فلموں کو استعمال کرنے کی اجازت دی ہے، جائز فلموں سے مراد وہ پروگرام اور وہ مناظر ہیں جن کو خارج میں بغیر آلہ کے واسطہ کے دیکھا جاسکتا ہے، ان کی فلم بندی کرنا، ان کو دیکھنا، سننا، سمجھنا، سمجھانا، جائز ہے، یہ رائے راقم السطور اقبال احمد قاسمی، مفتی مختار احمد ندوی، مولانا عارف باللہ قاسمی، مولانا عمران ندوی، مفتی غلام اللہ کاوی، مولانا عبید اللہ ندوی اور مولانا محمد شاہجہاں ندوی کی ہے، البتہ مؤخر الذکر دونوں حضرات کی رائے یہ بھی ہے کہ سدالذریعہ ایسی فلمیں نہ بنائی جائیں، تاکہ بات دیگر فلموں تک متعدی نہ ہو، مولانا عمران ندوی نے جن تصاویر کی فقہاء کے یہاں گنجائش ہے، ''ہدایہ'' وغیرہ کے حوالہ سے اس کو ذکر کرنے کے بعد موجودہ فلموں کی تصاویر کے جواز پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آج کل تصاویر کے استعمال کے اس قدر نئے طریقے اور ان کی مختلف ضرورتوں کے اس قدر اہم پہلو نکل آئے ہیں کہ جن سے بے اعتنائی نہیں کی جاسکتی، کتابوں اور رسالوں میں تصاویر ہمارے سامنے مختلف مجالس، جنگی معرکوں کی منظرکشی کرتی ہیں، مختلف قوموں کے خد وخال اور تمدن ومعاشرت کے نقشے ہم کو دکھاتی ہیں، اعضاء انسانی کی تشریح، جسم کی

ساخت اور دیگر ضروری طبی نقشے نمایاں کرتی ہیں، بلکہ پورے میڈیکل سائنس ان تصویروں کے سہارے پڑھائی اور سمجھائی جاتی ہے، لغت کی کتابوں میں حیوانات کی تمیز، اور ان کے معنی سمجھانے میں ان سے مدد لی جاتی ہے، وغیرہ وغیرہ۔

مفتی عارف باللہ قاسمی نے عرب وعجم کے متعدد علماء کے حوالہ سے ڈیجیٹل ویڈیو کو تصویر سے خارج ثابت کر کے جواز کو مدلل کیا ہے، پھر لکھا ہے کہ اگر ویڈیو کو اصل یا عکس نہ مانا جائے، بلکہ تصویر کی ترقی یافتہ شکل ہی مانی جائے تو بھی تعلیمی اور اصلاحی مقاصد کے تحت اس کے جواز کی گنجائش معلوم ہوتی ہے، کیونکہ خود تصویر کے حرام ہونے کے باوجود بموقع ضرورت اس کی اجازت دی گئی ہے اور موجودہ دور میں جبکہ اسلام دشمن طاقتیں غیر اسلامی زہریلے مواد ان آلات نشر کے ذریعہ لوگوں تک بآسانی پہنچا رہے ہیں، اس بات کی یقیناً شدید ضرورت ہے کہ ان آلات کو اسلامی زبان دی جائے، کیونکہ یہ تو نہیں ہوسکتا کہ ان آلات سے گھروں کو پاک کردیا جائے، البتہ ان کے ذریعہ صحیح اسلامی تعلیم دی جاسکتی ہے، اس لئے اس عمومی ضرورت کے پیش نظر اصلاحی، تعلیمی اور دینی واقعات پر مشتمل ویڈیو کا جواز راجح معلوم ہوتا ہے، بشرطیکہ ان میں تمثیل کی شرطوں کو ملحوظ رکھا جائے، جو تمثیل کے جواز میں ملحوظ ہے، جواز کے رجحان میں تقلیل مفاسد اور ممکنہ حد تک شر کی تخفیف بھی ہے، جو مصالح شریعت میں سے ہے، احقر نے لکھا ہے کہ خاص عنوان پر معلومات فراہم کرنے کی غرض سے بنائی گئی دستاویزی فلموں سے استفادہ "الأمور بمقاصدها" کے تحت دیگر موانع نہ ہونے کی صورت میں جائز ہے، جیسا کہ تعلیمی تاش اس کی نظیر ہے، جس کو محتاط فقہاء نے بھی جائز لکھا ہے (امداد الفتاوی ۴/ ۲۵۲، کفایت المفتی ۹/ ۲۶۸)، اس لئے فلمی دستاویزات کی مدد سے اساتذہ کی نگرانی میں استفادہ کیا جائے تو یہ جدید آلات کا صحیح استعمال ہوگا، جن حضرات نے جواز کی راہ اپنائی ہے انہوں نے شرعی مفاسد سے فلم کے پاک ہونے کی شرائط بھی اپنے مقالات میں قلم بند کی ہیں، مثلاً: ۱- کسی عورت کی تصویر یا آواز کا استعمال بیجا نہ ہو، ۲- ساز میوزک اور گانے کی آواز سے پاک ہو، ۳- اس میں حقائق کی ہی ترجمانی ہو، ۴- اس

میں کسی نبی یا صحابی یا بزرگان دین کی تمثیل نہ کی گئی ہو، ۵- اسی طرح اس میں کفار ومشرکین اور شیاطین کی بھی تمثیل نہ کی جائے، ۶- مرد کا لباس بھی ساتر ہو، ۷- شریعت کی کسی بھی پہلو سے توہین کا شبہ تک نہ ہو، ۸- عشقیہ کہانی یا بے حیائی اور منکرات ورزائل پر مشتمل نہ ہو، ۹- جعل سازی اور گمراہی کی تعلیم کا ذریعہ نہ ہو، ۱۰- کسی جائز مقصد کے لئے بقدر ضرورت ہی اس کو دیکھا جائے۔

مولانا محمد شاہجہاں ندوی، مولانا اشرف عباس، مفتی عارف باللہ قاسمی وغیرہ نے ان شرائط کو ذکر کیا ہے، احقر کا خیال ہے کہ ان شرائط کی موجودگی میں تصویر کے علاوہ باقی ممانعت کے اسباب ختم ہوکر جواز کی راہ خود بخود ہموار ہو جاتی ہے۔

زیر بحث موضوع سے متعلق سوالنامہ میں پانچواں سوال کارٹون سے متعلق ہے، سوال یہ ہے کہ موجودہ دور میں شخصیتوں کی طرف اشارہ کرنے کے لئے کارٹون بنائے جاتے ہیں، کارٹون کے ذریعہ یہ بات سمجھی جاسکتی ہے کہ کارٹونسٹ کا اشارہ کس طرف ہے، لیکن انسانی صورت کے خدوخال اس میں پوری طرح واضح نہیں ہوتے ہیں، کارٹون میں ایک پہلو تفریح اور مزاح کا بھی ہوتا ہے، سوال یہ ہے کہ:

الف- کیا کارٹون بنانا جائز ہے، یا اس کا بھی شمار تصویر میں ہوگا۔

ب- کارٹون بنانا اس وقت ایک نفع بخش ذریعہ آمدنی بھی ہے، تو کیا اس کو ذریعہ آمدنی بنانا اور اس مقصد کے لئے ملازمت کرنا درست ہوگا؟

اس سوال کے جواب میں تین نقطہائے نظر سامنے آئے ہیں:

۱- مطلقاً جواز، یعنی کارٹون بنانا، نیز اس کو ذریعہ آمدنی بنانا اس مقصد کے لئے ملازمت کرنا درست ہے، اس کا شمار تصویر میں نہیں ہے، یہ رائے ہے: مولانا مغفور باندوی، مولانا محمد عمران ندوی صاحب کی، ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ ان کارٹونوں کے خدوخال تصویر کی طرح واضح نہیں ہوتے اور ان میں تعظیم وعبادت کا تصور حاشیہ خیال تک میں نہیں ہوتا۔

مطلقاً ناجائز، یعنی کارٹون چونکہ تصویر کی حقیقت سے خارج نہیں، لہذا اس کا پیشہ بنانا اور اس کی ملازمت درست نہیں، یہ رائے ہے: ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی، مفتی عارف باللہ قاسمی، مفتی رضوان الحسن مظاہری، مفتی لطیف الرحمن ولایت علی، مولانا عبدالجبار طیب ندوی، مولانا محمد احسن عبدالحق ندوی، مولانا شوکت ثنا قاسمی، مفتی ممتاز احمد ندوی، مفتی شاہد قاسمی۔

ان حضرات نے عدم جواز کی دو وجہیں بیان کی ہیں: ایک تصویر کشی، دوسرے مشار الیہ کی ہتک واہانت یا استہزاء وتمسخر، ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی نے ''صناعۃ الصورہ'' (ص ۲۷) کے حوالہ سے بھی اپنی بات کو مزین کیا ہے، نیز ایسے کارٹون جس میں خیالی حیوانات کی تصویر کشی ہوتی ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی ان سب پر بھی تصویر کا حکم لگا کر حرمت کو ثابت کیا ہے، اور ''نہایۃ المحتاج الی شرح المنہاج'' (۲۱/ ۲۷۵) کی عبارت بھی تائید میں ذکر کی ہے، عبارت یہ ہے: ''**وحرم تصوير حيوان وإن لم يكن له نظير** (وغیرذلک)''، نیز ''**مضاهاة بخلق الله**'' یا ''**تغيير خلق الله**'' بھی حرمت کی ایک دلیل ہے۔

کارٹون کی کچھ صورتیں جائز کچھ ناجائز، یعنی کارٹون کی نوعیت کے اعتبار سے حکم الگ الگ ہوگا، کارٹون کی ایک قسم تو وہ ہے جس میں آنکھ، کان، ناک اور جاندار کی شکل واضح نہ ہو، اس قسم کے کارٹون جائز ہیں، اور واضح شکل والے کارٹون تصویر ہو کر ناجائز ہوں گے، یہ رائے ہے: مفتی اشرف عباس قاسمی، مولانا عبید اللہ ندوی، مفتی غلام اللہ کاوی، مفتی جعفر ملی رحمانی، مفتی خالد حسین قاسمی، مولانا طارق انور قاسمی، راقم السطور اقبال احمد قاسمی نے بھی کارٹون کے حکم میں تفصیل ذکر کی ہے، اور ایسے چھوٹے کارٹون جو محض بچوں کے کھیل کے مقصد سے بنائے جاتے ہیں اور ان میں تصویر بھی اکثر نمایاں نہیں ہوتی کھلونے کی حیثیت رکھتے ہیں، جیسے گڑیا وغیرہ سے بچے کھیلا کرتے ہیں، اس طرح کے کارٹون بنانے، بیچنے اور ان سے کھیلنے کی شرعاً گنجائش ہوگی، ''عالمگیری'' میں ہے: ''**ولو كانت صغيرة بحيث لاتبدو للناظر إلا بتامل لا يكره**'' (عالمگیری ۱۰۷)، مفتی خالد حسین قاسمی نے بھی نابالغ بچوں کے لئے کارٹون یا باتصویر کھلونوں سے

کھیلنے کو مفتی شفیع احمد صاحب کے حوالہ سے جائز لکھا ہے، مولانا محمد شاہجہاں ندوی نے کارٹون کے جواز کی ۵؍شرائط لکھی ہیں: ۱-کوئی جائز مقصد ہو، ۲-کسی شخصیت کو اذیت پہنچانا مقصود نہ ہو، ۳-شخص معین کی غیبت وتحقیر نہ ہو، ۴-عریانیت نہ ہو، ۵-بداخلاقی بے حیائی کا داعی نہ ہو۔

زیر بحث موضوع کا آخری سوال ڈراموں سے متعلق ہے جس میں مختلف افراد بطور کردار کے شامل ہوتے ہیں اور وہ متعین جملوں کو ادا کرتے ہیں، اس کی ایک شکل مدارس کی مروجہ مکالمات بھی ہیں، ڈرامے یا مکالمے اپنے مقاصد کے اعتبار سے اچھے اور برے دونوں ہی طرح کے ہوسکتے ہیں، سوال یہ ہے کہ کیا بہتر کاموں کی ترغیب اور معاشرے کے مفاسد پر تنقید کے لئے ڈرامے اسٹیج کئے جاسکتے ہیں۔

اس سلسلہ میں ڈراموں یا ڈرامہ کے ہم شکل مکالموں کے بارے میں ایک رائے ہر طرح کے مروجہ ڈراموں اور مکالموں کے عدم جواز کی ہے، عدم جواز کے قائلین میں: ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی، مفتی شاہد قاسمی، مفتی عارف باللہ قاسمی، مولانا محمد مغفور باندوی، مولانا طارق انور قاسمی ہیں۔

عدم جواز کی دلیل میں ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی نے لکھا ہے کہ ڈرامہ نگاری بے حیائی ہے فرضی پاٹ ادا کرنے کی وجہ سے یہ جھوٹ بھی ہے، بھلا کوئی قاضی شریح یا امیر المومنین کا مدعی بنے گا تو یہ کیسے ہوگا، ڈرامہ (محاکاۃ) بندروں کی خصوصیت ہے، ''ومن خصاله أی القردة أنه یضحک ویطرب ویحکی ما رآه'' (فتح الباری ۷؍۱۶۰) فرضی میاں بیوی بننا، پھر ان کا نکاح وطلاق ہونا، اسی طرح بزرگان دین وعلماء کا بھیس بدلنے کیلئے مصنوعی داڑھی وغیرہ کا مذاق بنانا وغیرہ مفاسد کے علاوہ سب سے بڑھ کر یہ نصاری واہل یونان کا اختراع ہے اور تشبہ بأعداء الاسلام ہے، ڈرامہ کی ابتداء اور ارتقاء پر شیخ بکر ابن عبد اللہ ابوزید کے مقالہ ''حکم التمثیل حقیقتہ تاریخہ وحکمہ'' کے کئی اقتباسات بھی ڈاکٹر ظفر الاسلام صاحب نے نقل کئے ہیں۔

مولانا طارق انور اور مفتی عارف باللہ قاسمی صاحب نے ''اقامۃ الدلیل علی حرمۃ التمثیل''

کے حوالہ سے لکھا ہے: "إن التمثيل نشاء عن اليونان فالنصاری فالحضارة الغربية الكافرة، و أنه من خصائصهم وشعائرهم"، پھر ڈراموں کے مفاسد شمار کرانے کے بعد لکھتے ہیں کہ تفریحی ڈرامے کئی محرمات وممنوعات پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ناجائز ہیں، اور ان کا کردار کرنا یا ان کے کردار کو تحریر کرنا جائز نہیں، البتہ وہ ڈرامے جو ان ممنوعات سے خالی ہوں، اور انہیں وعظ وتبلیغ کے پیش نظر کیا جائے اور اس کے ذریعہ کسی اختلاف یا کسی عمل کی تعلیم دی جائے، جیسا کہ مدارس میں مکالمے اور محادثے ہوتے ہیں، کیونکہ اس ڈرامہ کی حقیقت عملی تعلیم کی ہے۔

مفتی شاہد قاسمی کہتے ہیں کہ اگر چہ ڈراموں میں سننے والوں کو اشتباہ نہ ہو تب بھی یہ جھوٹ ہی کے حکم میں ہوگا اور کسی اچھے مقصد کے لئے بھی جھوٹ کو ذریعہ بنانا جائز نہیں، اس لئے ڈرامہ مطلقاً ناجائز ہے۔

مولانا مغفور باندوی کہتے ہیں کہ ڈراموں، مکالموں کا وہی حکم ہے جو پہلے زمانے میں تھیٹروں میں چلنے والے ڈراموں کا تھا، یعنی ناجائز ہے، ان کے علاوہ باقی مقالہ نگار حضرات نے بہتر کاموں کی ترغیب اور معاشرے کے مفاسد پر تنقید کے لئے ڈراموں کے اسٹیج کرنے کی اجازت کا رجحان ظاہر کیا ہے۔

☆☆☆

دوسرا باب

مقالات

تفریح - اس کے جائز وسائل اور شرعی ضوابط

ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی ☆

جوابات رقم کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تفریح کی تعریف اور اس کی شرائط کے تعلق سے مختلف ارباب قلم کی آراء پیش کردی جائیں۔

ڈاکٹر نور الدین مختار الخادمی اپنے مقالہ ''فی ضوابط الترفیہ'' صفحہ ۲ میں ''ویحل لهم الطيبات ويحرم عليهم الخبائث ويضع عنهم إصرهم والأغلال التي كانت عليهم'' کے ذیل میں لکھتے ہیں:

''ومن الطيبات مناظر الطبيعة ومدخراتها ومنافعها كالمياه المعدنية والبحرية والمغروسات والمزروعات والحدائق والبساتين والهواء النقى والبيئة السوية والمحيط الجميل هذا فضلاً عن طيبات الطعام والشراب واللباس وفضلاً عن مباحات فردية وأسرية واجتماعية كثيرة كمزاولة ألوان من أنشطة الجسدية والعقلية والنفسية ومن ذلک ملاعبة الأبناء ومسابقة المنافس ومنافسة الأقران في فنون معرفية وعقلية وحركية'' (طیبات سے مراد قدرتی مناظر اور اس کے پوشیدہ خزائن ومنافع ہیں جیسے پانی کے سوتے، سمندر، اشجار، کھیتیاں، باغات، بہترین وعمدہ ہوا، کھانے پینے اور پہننے کی پاکیزہ وحلال اشیاء نیز اجتماعی وانفرادی مباح چیزیں، اسی طرح جسمانی، عقلی اور نفسیاتی نشاط بخش اشیاء اور انہیں میں سے بچوں سے کھیل کود اور

☆ شیخ الحدیث وپرنسپل دار العلوم مئو۔

ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی غرض سے دوڑ اور اپنے ہم جنسوں سے عقلی تحریکی فنون میں مسابقت ہے)۔

نیز صفحہ مذکورہ پر ڈاکٹر خادمی ترویح کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

''الترويح فعل مضبوط بجملة ضوابط تقيده وتحدده وترشده وتنيره وتصححه إذ هو ليس على إطلاقه وعمومه ولا يؤدى بكيفية عارية عن قواعد الدين ومقاصده وأحكامه ولا يمارس بطريقة مطلقة وعارية عن مراعاة القيم والأخلاق الإنسانية والأعراف والتقاليد والأنظمة السوية والقويمة'' یعنی ترویح وہ فعل ہے جو مرتب ہوتا ہے ایسے امور پر جو مقید ومحدود ہیں، اس سے اطلاق وعموم مراد نہیں اور نہ ہی وہ صورت مراد ہے جس سے قواعد دین ومقاصد واحکام شرع مختل ہوجائیں۔

شیخ فیصل بعدانی نے اپنے مقالہ ''الترویح عن النفس فی الاسلام'' صفحہ ۳ پر قرآن کی آیت: ''ما فرطنا في الكتاب من شيء'' (الانعام:۳۸) پیش کرنے کے بعد ترویح کی تعریف مختلف لغات وکتب کے حوالہ سے نقل فرمایا:

''وقال الليث: الراحة وجدانك روحاً بعد مشقة: تقول: ارحني إراحة فاستريح'' (تہذیب اللغۃ للازہری ۲؍۱۷۷)۔

''وقال ابن الاثير: يقال: أراح الرجل واستراح إذا رجعت نفسه إليه بعد الإعياء'' (نہایۃ فی غریب الحدیث ۲؍۶۵۸)۔

''وقال الفيومي: الراحة زوال المشقة والتعب وأرحته أسقطت عنه ما يجد من تعبه فاستراح'' (المصباح المنیر للفیومی ۱؍۲۴۴)۔

جملہ تعریفات کا ماحصل یہی ہے کہ نفس تکان کے بعد جب نئی تازگی کی جانب عود کرے تو اس وقت اراح الرجل واستراح کہتے ہیں۔

بعدانی نے ذکر کردہ تعریفات کے علاوہ دکتور رکیل دکتور الفر ، دکتور سالوطی، دکتور

درویش اور مغربی مفکرین کراؤس Kraus بربارا باتس Barbarabates پٹلر Petler تشارلز بیوتشو، تشارلز برائیبل Bright Billckarles کی تعریفات بھی بحوالہ الترویح وأوقات الفراغ فی المجتمع المعاصر لدرویش والخولی صفحہ ۲۱-۲۲ ذکر کی ہیں (الترویح عن النفس فی الاسلام ر ۴)۔

سید ابو الخیر اپنے مقالہ الترویح بین المشروع والممنوع کے صفحہ ا پر لکھتے ہیں: ''الرحلات والسياحة الحلال للتنشيط والتدبر فى خلق الله ومعرفة أخبار الأمم الخالية كما حرم الإسلام العديد من وسائل وأدوات اللهو والترويح لمخالفتها مقاصد الشريعة الإسلامية الغراء مثل الأغاني الخليعة والموسيقى والنرد'' (النردشير) أوراق اللعب والرحلات والسياحة التى فيها المفاسد وتصد عن ذكر الله" اسلام نے معذب وتباہ وبرباد قوموں کے حالات جاننے اور مخلوقات میں تدبر وفکر ونظر کے ارادہ سے سیاحت حلال قرار دیا ہے برخلاف اس کے بہت سارے وسائل ترویح (جیسے فحش گانے، موسیقی، نرد تاش اور وہ سیاحت جس میں محرمات ہوں اور ذکر اللہ سے غافل کردینے والی ہو) کو حرام قرار دیا، کیوں کہ یہ ترویح مقاصد شرع کے ہم آہنگ نہیں۔

ڈاکٹر الخادمی صفحہ ۲ پر ترویح کی اباحت کی شرطوں کے سلسلہ میں رقمطراز ہیں: "عدم إخلال الترويح بمصالح الدنيا والآخرة فلا ينبغي أن يؤدى هذا الترويح إلى تضييع واجب ديني كإقامة صلوة وأمر بمعروف وإنفاق واجب الخ'' تفریح ایسی نہ ہو جس سے دنیا وآخرت کی مصالح مختل ہو جائیں، نہ ہی مناسب ہے کہ اس میں پڑکر واجب دینی جیسے فریضہ نماز، امر بالمعروف، ضروری اخراجات اور اہل وعیال کی ذمہ داریاں متاثر ہو جائیں۔

۲-''عدم الاعتداء على الآخر سواء فى بدنه أو عقله أو نفسه أو ماله'' (جسم، عقل ونفس ومال میں ایک دوسرے پر زیادتی لازم نہ آئے)۔

۳- "أن لا يؤدى الترويح إلى تمييع الشخصية وتضييع الأوقات وتعطيل التكاليف والالتزامات الشرعية والحضارية"۔

شخصیت، اوقات، تکالیف شرعیہ اور تہذیبی وشہری ذمہ داریوں کا ضیاع لازم نہ آئے، قرآن ناطق ہے: "ولا تعتدوا إن الله لا يحب المعتدين" (البقرہ: ۱۹۰)، "تلک حدود الله فلا تعتدوها" (البقرہ: ۲۲۹)، "تلک حدود الله فلا تقربوها" (البقرہ: ۱۸۷)۔

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده وقال: لا يحل لمسلم أن يروع مسلماً" (ابوداؤد: ۵۰۰۴، دیکھئے: مقالہ ڈاکٹر نور الدین مختار الخادمی "فی ضوابط الترفیہ" صفحہ ۳) (ایک مسلمان کے لئے حلال نہیں کہ دوسرے مسلمان کو خوفزدہ کرے)۔

اب ہر ایک کے جوابات ملاحظہ ہوں:

ا: الف- متعدد روایات سے مزاح کا ثبوت ملتا ہے جو عرض ہیں:

۱- "كان رسول الله ﷺ يمازح أصحابه الكرام ويمازحونه ويتمازحون فيما بينهم" (حضور اکرم ﷺ صحابہ کرام سے مزاح فرماتے اور صحابہ رسالتمآب ﷺ سے، اسی طرح صحابہ کرام آپس میں ایک دوسرے سے)۔

۲- "عن أنس بن مالک أن رجلاً استحمل رسول الله ﷺ فقال: إني حاملک علی ولد الناقة، فقال: يا رسول الله! ما أصنع بولد الناقة، فقال رسول الله ﷺ: وهل تلد الإبل إلا النوق" (ابوداؤد: ۴۹۹۸، ترمذی: ۱۹۹۱) (انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آپ سے سواری مانگی تو آپ نے فرمایا: میں تمہیں اونٹ کا بچہ دوں گا، سائل نے کہا: اونٹ کا بچہ کیا کام آئے گا، آپ ﷺ نے فرمایا: ہر اونٹ اونٹنی کا بچہ ہی ہوتا ہے)۔

۳- "عن عوف بن مالک الأشجعي قال: أتيت رسول الله ﷺ في

غزوة تبوک وهو فی قبة من أدم فسلمت فرد وقال: أدخل فقلت: أکلی یا رسول الله! قال: کلک فدخلت" (ابوداؤد:۵۰۰۰، ابن ماجہ:۴۰۴۲، احمد:۲۴۰۱۷) (عوف بن مالک اشجعی کہتے ہیں کہ میں حضور اکرم ﷺ کے پاس غزوہ تبوک میں جبکہ آپ ﷺ چمڑے کے ایک خیمہ میں تشریف فرما تھے آیا اور آپ کو سلام کیا تو آپ نے فرمایا: آجاؤ، میں نے کہا: پورا؟ فرمایا: ہاں پورا)۔

۵-"عن بکر بن عبد الله قال: کان أصحاب النبیﷺ یتبادحون بالبطیخ فإذا کانت الحقائق کانوا هم الرجال" (الادب المفرد للبخاری:۲۶۶) بکر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام خربوز ایک دوسرے پر پھینکتے تھے۔

ایک حدیث عرض ہے جس سے عدم جواز کا پتہ چلتا ہے: "قال رسول اللهﷺ: لا تمار أخاک ولا تمازحه ولا تعده موعدة فتخلفه" (ترمذی:۱۹۹۵) (آپ ﷺ کا ارشاد ہے اپنے بھائی سے جدال نہ کرو، مزاح نہ کرو اور نہ ایسا وعدہ کرو جس میں وعدہ خلافی لازم آئے)۔

اب عاجز علماء اسلام کی تحریرات پیش کر رہا ہے جس سے اس تعارض کا دفعیہ ہو جائے گا، شیخ فیصل بن علی البعدانی اپنے مقالہ "الترویح عن النفس فی الاسلام" صفحہ ۲۴-۲۵ پر لکھتے ہیں:

"ولا یجوز الإفراط فی المزاح والمداومة علیه، لأنه یشغل عن مهمات الحیاة دنیا وأخری ویؤذی الناس ویسقط المهابة والوقار وینتهی إلی الهذر" (مزاح میں زیادتی ومداومت جائز نہیں، اس لئے کہ ایسا کرنا دنیوی واخروی ذمہ داریوں سے غافل کر دیتا ہے، لوگوں کو ایذاء پہنچاتا ہے، رعب ووقار کو ختم کر دیتا ہے، بیہودہ کوئی ولغویات کی طرف لے جاتا ہے)۔

موصوف ایک جگہ اور لکھتے ہیں:

"الفکاهة والمزاح الکریم الخالی من الکذب والفحش والسخریة (ایضاً/۱) فلا مزاح ولا مداعبة بقول محرم أو بما یشیر الأحقاد والعداوة بین الأصدقاء فقد کان رسول اللهﷺ یمزح ولکنه لا یقول إلا حقا" (ایضاً/۵۰۱)

(خوش طبعی ومزاح کذب فحش وتحریہ سے خالی ہونا چاہئے، ایسے مزاح جوحرام ہوں یا جس سے احباء کے درمیان عداوت ودشمنی پیدا ہوتی ہو اور کینہ کا باعث ہو جائز نہیں، آقا ﷺ بطور مزاح جو جملے ارشاد فرماتے وہ سراسر حق وصداقت پر مبنی ہوتے تھے، مشہور فقیہ اور عالم دین حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی زید مجدہ بحوالہ مجمع الزوائد ۸/۸۹ باب ما جاء فی المزاح ابوداؤد شریف: ۴۹۹۸، بخاری: ۶۱۲۹، باب الانبساط إلی الناس، احیاء العلوم ۳/۱۲۸ لکھتے ہیں کہ مزاح کے معنی خوش طبعی کے ہیں، اس کے مقابلہ میں تحریہ اور استہزاء کے الفاظ ہیں۔ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں مزاح تو کرتا ہوں لیکن حق وسچائی کے سوا نہیں کہتا، آگے حضرت رحمانی لکھتے ہیں: مزاح میں افراط یا مداومت ناجائز ہے، افراط سے مراد بہت زیادہ ہنسنا ہنسانا اور مداومت سے مراد یہ ہے کہ زیادہ وقت ہنسی ومذاق میں گذارے (قاموس الفقہ ۵/ ۸۲-۸۳)، اگر یہ بات نہ ہو تو مباح ہے اور اگر کسی کی دلداری اور اس کو مانوس کرنا مقصود ہو اور شریعت میں معتبر مصلحت پیش نظر ہو تو مستحب ہے (قاموس الفقہ ۵/ ۸۳)۔

فیصل بن علی بعدانی الترویح عن النفس فی الاسلام صفحہ ۱۹-۲۰ پر لکھتے ہیں: "أن لا یکون فی النشاط الترویحی أذیة للآخرین من سخریة أو لمز أو نبز أو ترویع أو غیبة أو اعتداء علی ممتلکاتهم بإتلاف أو استخدام ونحو ذلک ومن النصوص الدالة علی ذلک، یا أیها الذین آمنوا لا یسخر قوم من قوم عسی أن یکونوا خیرا منهم ولا نساء من نساء عسی أن یکن خیراً منهن، ولا تلمزوا أنفسکم ولا تنابزوا بالألقاب بئس الاسم الفسوق، یا أیها الذین آمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن إن بعض الظن إثم ولا تجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضاً أیحب

أحدكم أن يأكل لحم أخيه ميتاً فكرهتموه واتقوا الله إن الله تواب رحيم (الحجرات:۱۱-۱۲)، وقال رسول اللهﷺ: لا يأخذن أحدكم متا ع أخيه لاعبا ولا جادا" (ابوداؤد:۵۰۰۳) (آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی اپنے بھائی کا سامان نہ تو مذاقاً لے اور نہ حقیقتاً)، ساتھ ہی نصوص قرآنیہ سے معلوم ہوا کہ تحریہ، کسی کی جانب گوشہ چشم سے اشارہ (بغرض تنقیص) برے ناموں سے پکارنا، تعریض، غیبت، سوءظنی ساری چیزیں ایذاء کا سبب ہیں، اس لئے احتراز ضروری ہے۔

اب اخیر میں بعد انی کے مقالہ صفحہ ۱۷ سے ایک اقتباس نقل کر کے ختم کرتا ہوں، "وإذا تجاوز النشاط الترويحي هذا الحد وأصبح هدفاً وغايةً في ذاته فإنه يخرج من دائرة المستحب أو المباح إلى دائرة الكراهة أو الحرمة وبهذا الضابط يخرج الاحتراف لبعض الأنشطة الترويحية عن دائرة المباح أو المشروع، لأن فيه إخلالاً ببيته النظام الاجتماعي وهيكله القائم على تعاليم الإسلام وفيه قيادة أفراد الأمة إلى الهزل أن الإسلام رفض الإفراط في كمية العبادات الشرعية التي جاء أمراً بنوعها أمر وجوب أو استحباب إذا خرجت عن حد المألوف المستطاع" جب ترویح حد سے متجاوز ہوکر مقصد بن جائے تو وہ استحباب کے دائرہ سے نکل کر کراہت یا حرمت کی حد میں داخل ہوجائے گی جس سے اسلامی تعلیمات نے جو ڈھانچہ نظام انسانی کا قائم فرمایا ہے معطل ہوکر رہ جائے گا، اسی نظام انسانی کی بقا کی غرض سے عبادات شرعیہ کی انواع امر وجوب واستحباب بیان کر کے حد بندی کر دی گئی ہے تا کہ اعتدال باقی رہے۔

۱:ب- اولاً رجز واشعار کی اباحت سے متعلق چند روایات عرض ہیں:

۱-"ما جاء عن عمرو بن الشريد قال: ردفت رسول اللهﷺ يوما فقال: هل معك من شعر أمية بن الصلت؟ قلت: نعم، فقال: هيه فأنشدته بيتا فقال: هيه حتى أنشدته مائة بيت" (مسلم:۲۲۵۵)۔

۲-''وعن سلمة بن الأكوع قال: فجعل عمي عامر يرتجز بالقوم تاالله لولا الله ما اهتدينا، ولا تصدقنا ولا صلينا، ونحن عن فضلك ما استغنينا، فثبت الأقدام إن لاقينا، وأنزلن سكينة علينا، فقال رسول الله ﷺ: من هذا؟ فقال: أنا عامر قال: غفر لك ربك'' (مسلم:۱۸۰۷)۔لیکن بخاری کی روایت بتاتی ہے کہ یہ اشعار آپ نے خود ہی اس وقت پڑھے ہیں جبکہ خندق کھودی جارہی تھی اور آپ مٹی منتقل کررہے تھے اور شکم مبارک غبار آلود تھا ایک شعر: إن الأولى قد بغوا علينا، إذا أرادوا فتنة أبينا، زائد ہے ويرفع بها صوته أبينا أبينا، أبينا أبينا پر آپ ﷺ آواز بلند کرتے تھے (بخاری:۳۱۰۴)۔

۳-''عن جندب قال: بينما النبي ﷺ يمشي إذ أصابه حجر فعثر فدميت أصبعه فقال: هل أنت إلا أصبع دميت، وفي سبيل الله ما لقيت'' (بخاری:۶۱۴۶)۔

۴-''عن عائشةؓ قالت: دخل أبوبكرؓ وعندي جاريتان من جواري الأنصار تغنيان بما تقاولت به الأنصار يوم بعاث، قالت: وليستا بمغنيتين فقال: أبوبكر أبمزمور الشيطان في بيت رسول الله ﷺ وذلك يوم عيد فقال: رسول الله ﷺ: يا أبابكر إن لكل قوم عيداً وهذا عيدنا'' (مسلم:۸۹۲) (حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میرے والد ابوبکر میرے گھر تشریف لائے جبکہ میرے پاس انصار کی دو بچیاں اوس وخزرج کے درمیان ہونے والی مشہور جنگ جنگ بعاث کے واقعات گارہی تھیں۔ درحقیقت وہ پیشہ ور گانے والیاں نہ تھیں یہ سن کر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ کیا رسول اللہ ﷺ کے گھر میں بھی شیطانی گانے)۔

امام مسلم نے ایک دوسری سند سے تخریج کی ہے: ''جاريتان تلعبان بدف'' (مسلم:۲۰۹۹)۔

۵-''عن الربيع بنت معوذ بن عفراء قالت: جاء النبي ﷺ يدخل حين

بني علي فجلس علي فراشي كمجلسك مني فجعلت جويريات لنا يضربن بالدف ويندبن من قتل آبائي يوم بدر، إذ قالت إحداهما: وفينا نبي يعلم ما في غد، فقال: دعي هذا وقولي بالذي كنت تقولين" (بخاری ۷/ ۵۱۴) (ربیع بنت معوذ بن عفراء سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس شب زفاف کی صبح تشریف لائے اور میرے بستر پر اس طرح بیٹھ گئے جیسے تم بیٹھے ہو، پس ہمارے گھر کی بچیاں دف بجا کر میرے ان آباء پر جو جنگ بدر میں کام آ گئے تھے ندبہ کرنے لگیں، ان میں سے ایک نے کہا: ہم میں ایسے نبی ہیں جو آئندہ کل کی بات جانتے ہیں، اس پر آنحضور ﷺ نے نکیر فرمائی اور کہا وہی کہو جو اس کے پہلے کہتی تھی)۔

۶-خوات ابن جبیر فرماتے ہیں کہ ہم عمر فاروقؓ کے ہمراہ ایک قافلہ میں حج کے لئے روانہ ہوئے جن میں حضرت ابوعبیدہ بن الجراح اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوف بھی شامل تھے، راستہ میں لوگوں نے فرمائش کی کہ اے خوات کچھ اشعار ترنم سے سناؤ، میں نے اشعار سنائے کچھ لوگوں نے فرمائش کی کہ ضرار کے اشعار سناؤ حضرت عمر فاروقؓ بولے خوات کو اپنے دل کی آواز سنانے دو (یعنی اپنے اشعار) چنانچہ میں ساری رات اشعار سناتا رہا یہاں تک کہ صبح ہونے لگی تو حضرت عمر فاروقؓ بولے اے خوات اب اپنی زبان روک لو کیوں کہ اب صبح ہو رہی ہے (کنز العمال ۱۵/ ۲۲۸، السنن الکبری للبیہقی ۱۰/ ۲۲۴)، ایک اور روایت سنن الکبری للبیہقی (۱۰/ ۲۲۵) کی اس طرح ہے کہ ابن جریج نے حضرت عطاء بن ابی رباح سے اشعار پڑھنے کی بابت پوچھا تو جواب ملا اگر اشعار فحش نہ ہوں تو میں ان کے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتا۔

اب عرض ہے کہ مزاحیہ پروگرام مزاحیہ مشاعروں کے منعقد کرنے میں چند شرطیں ملحوظ ہونی چاہئیں، کچھ شرطیں بالکل شروع میں مزاح مزوح کے تحت نقل کی جا چکی ہیں مزید برآں یہ کہ مرد وزن کا اختلاط نہ ہونے پائے، "أن لا يكون في النشاط الترويحي اختلاط بين الرجال والنساء لما يفضي إليه ذلك من النظر المحرم والخلوة

المحرمة بالإضافة إلى أنه قد يكون ذريعة لمخالفات شرعية أكبر قال الله تعالى: وإذا سألتموهن متاعاً فاسئلوهن من وراء حجاب" (الاحزاب:۵۳)، "قل للمؤمنين يغضوا من أبصارهم ويحفظوا فروجهم ذلک أزکی لهم إن الله خبير بما يصنعون. وقل للمؤمنات يغضضن من أبصارهن ويحفظن فروجهن" (النور:۳۰-۳۱) (دیکھئے: مقالہ فیصل بن علی البعدانی ر ۲۰)۔

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "إياكم والدخول على النساء، فقال رجل من الأنصار: يا رسول الله! أفرأيت الحمو؟ قال: الحمو الموت" (مسلم: ۲۱۷۲) (آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عورتوں کے پاس آمد ورفت سے خود کو بچاؤ، ایک انصاری صحابی نے فرمایا: یا رسول اللہ دیور کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دیور تو موت ہے)۔

۲- معازف ومزامیر وموسیقی وجام وسبو سے خالی ہو، حضور ﷺ کا ارشاد ہے: "ليكونن من أمتي أقوام يستحلون الحر والحرير والخمر والمعازف" (بخاری: ۵۵۹۰) (میری امت میں ایسے لوگ پیدا ہوجائیں گے جو زنا کاری، ریشمی لباس پہننے، شراب نوشی اور گانے بجانے کو حلال کردیں گے)۔

۳- وہ اشعار مہیج، فسق وفجور کے داعی اور غیرت دینی میں رخنہ ڈالنے والے نہ ہوں۔

سید ابو الخیر رقم طراز ہیں: "كالدعوة إلى الفجور وإماتة الغيرة الدينية والشهادة ونمثل على ذلک بالغناء بالأشعار الغزلية والهزلية التي تثير الغرائز وتهيج الشهوات وتسعر في النفس نار الشوق إلى مواقعة الفعل الحرام وانتهاک الأعراض والاعتداء على الحرمات ويتمثل أيضاً في الآلات الموسيقية والمعازف التي هي من أعظم الدوافع إلى وقوع الإنسان في الحضيض وتنزل به إلى الحياة البهيمية وتهيج فيه الغرائز الحيوانية ويدعوه

الشیطان بها إلی الفجور ذلک أن الغناء رقیة الزنی ومدخل إلی الشر والإثم والضلال والصد عن سبیل الله قال تعالی: ومن الناس من یشتری لهو الحدیث لیضل عن سبیل الله'' (لقمان:٦)، قال ابن عباس وابن عمر وابن مسعود رضوان الله علیهم أجمعین: هو الغناء وأشباهه'' (الترویح بین المشروع والممنوع ۱/٦)۔

وہ اشعار فجور کی دعوت دینے والے، غیرت دینی کو سرد کرنے والے نہ ہوں، ہم اس کی مثال غناء سے دیتے ہیں، غزل وہزل کے وہ اشعار جو غریزی قوتوں کو ابھارنے، شہوتوں کو مشتعل کرنے، نار شوق میں گرمی پیدا کرنے حتی کہ فعل حرام میں جا پڑنے اور عزت وناموس کو چاک کرنے کے باعث نہ ہوں۔ یہ پروگرام ممتد اور دیرپا نہ ہو کہ افراط کی حد تک جا پہنچے۔

اسلام میں تفریح کا یہ مقصد نہیں ہے کہ مکمل طور پر اسے مقصود بنالیا جائے اور اس درجہ انہماک ہو کہ وہ اس کا عادی ہوجائے اور عبادات وطاعات کی فکر نہ رکھے، اسلام نے اس طرح کے امور پر قدغن لگایا ہے، ''إن الترویح فی الاسلام لیس بهدف ملء الفراغ ولا قتل الوقت ولا ممارسة اللهو... عدم الإسراف فی الترویح حتی لا یصل إلی درجة الادمان ویصبح لاشباع النفس الأمارة بالسوء ویخرج من مجال العبادات والطاعات والإسراف فی کل شئ محرم فی الإسلام، قال الله تعالی: کلوا واشربوا ولا تسرفوا إنه لا یحب المسرفین'' (مقالہ الترویح بین المشروع والممنوع، ۵-۷)۔

''ومن ذلک عدم إهدار أوقات اللیل کلها فی السمر وفی العبث وفی الأمور المحرمة فقد قال النبی ﷺ: لا سمر إلا لمصل أو مسافر'' (رواه احمد)، ویقول محذرا من السمر الطویل إلی الفجر فی عبث ولهو کما فی مسند الإمام أحمد: لیبیتن أقوام من أمتی علی أکل ولهو وغناء ثم یصبحون وقد مسخوا قردة وخنازیر'' (دیکھئے مقالہ: الضوابط الشرعیة للترویح ۲) (میری امت کے کچھ لوگ کھانے، لہوولعب وغنا میں اس درجہ مصروف رہیں گے کہ صبح کردیں گے نتیجۃً انہیں سور وبندر

بنادیا جائے گا)۔

حدیث میں آتا ہے کہ بندہ اپنی جگہ سے ٹل نہیں سکتا محشر کے دن جب تک اس سے چار چیزوں کی بابت سوال نہ کیا جائے گا جس میں سے ایک زندگی اور وقت بھی ہے، حضور اکرم علیہ السلام نے حضرت حنظلہؓ سے فرمایا: "یا حنظله ساعة وساعة" یہ روایت کنز العمال ۱۵ / ۲۱۴ پر اس طرح ہے، "روحوا القلوب ساعة فساعة" اسی طرح حضور اکرم علیہ السلام کا ارشاد: "القلب ممل كما تمل الأبدان فاطلبوا لها طرائق الحكمة" (احکام القرآن ۳ / ۱۹۵)، (دل اسی طرح اکتانے لگتا ہے جیسے بدن تھک جاتے ہیں تو اس کے لئے حکمت کے راستے تلاش کیا کرو)۔

اس میں شریک ہونے والے، منتظمین، معاونین سبھی صالح ودیندار ہوں، آقا کا ارشاد ہے کہ صحبت کا اثر پڑتا ہے، "مثل الجليس الصالح وجليس السوء كحامل المسك ونافخ الكير الخ"۔ احقر ایک شعر پیش کرتا ہے:

یہ مثل سچ ہے کہ پڑجاتا ہے صحبت کا اثر آدمی کیا در و دیوار بدل جاتے ہیں

"إذا أراد الإنسان أن يروح عن نفسه فلا بد أن يختار من يعينونه على الطاعة فالمرء على دين جليسه فلا ينبغي للإنسان أن يختار في الترويح من لا يصلي ومن لا يذكر الله" (دیکھئے مقالہ: الضوابط الشرعیۃ للترویح / ۲) (انسان جب تفریح کا ارادہ کرے تو ساتھی ایسا منتخب کرے جو دین میں اس کا معاون ہو، کیونکہ ساتھی اپنے دوسرے ساتھی کی روش اختیار کرتا ہے، لہذا ایسے لوگوں کی مصاحبت اختیار نہ کرے جو بے نمازی یا ذاکر وشاغل نہ ہوں)۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ ارشاد فرماتی ہیں کہ آپ علیہ السلام ہمیں اور ہم آپ کو ہنساتے رہتے، لیکن جونہی اذان سنتے ہم نماز کے لئے اس طرح چلے جاتے گویا ایک دوسرے کو پہچانتے ہی نہیں، "كان النبي صلى الله عليه وسلم يضاحكنا ونضاحكه فإذا سمع الأذان فكأنه لا يعرفنا ولا نعرفه"۔

۱:ج- جن شرطوں کے ساتھ مزاح کی اجازت دی گئی ہے، حد جواز میں رہتے ہوئے کہانیاں لکھنا پڑھنا اور ان کتابوں کی خرید فروخت جائز ہے، حضور اکرم ﷺ نے کتوں کے پالنے سے منع کرنے کے باوجود چند مقاصد کے تحت ان کا رکھنا جائز قرار دیا ہے، "من اتخذ كلباً إلا كلب صيد أو زرع أو ماشية انتقص من أجره كل يوم قيراط" (البخاری کتاب الحرث باب اقتناء الکلب: ۲۳۲۲، صحیح مسلم کتاب المساقاۃ باب الامر بقتل الکلاب: ۱۵۷۵، سنن ابی داؤد کتاب الصید باب اتخاذ الکلب للصید وغیرہ: ۲۸۴۴)۔

اس حدیث کی شرح میں علامہ عینی کی تحریر ملاحظہ ہو، "فيه اختلاف العلماء فقال الحسن وربيعة وحماد بن أبي سليمان والأوزاعي والشافعي واحمد وأبو داؤد ومالک في رواية: ثمن الكلاب حرام، وقال عطاء بن أبي رباح وإبراهيم النخعي وأبوحنيفة وأبويوسف ومحمد وابن كنانة وسحنون من المالكية: والكلاب التي تنتفع بها ويجوز بيعها ويباح أثمانها وعن أبي حنيفة أن الكلب العقور لا يجوز بيعه ولا يباح ثمنه وأجاب الطحاوي عن النهي في هذا الحديث وغيره أنه كان حين كان حكم الكلاب أن تقتل وكان لايحل إمساكها.... فما كان على هذا الحكم فثمنه حرام ثم لما أبيح الانتفاع بالكلاب للاصطياد ونحوه ونهي عن قتلها نسخ ما كان من النهي عن بيعها وتناول ثمنها" (عمدۃ القاری ۵۹/۱۲)، "بيع الكلب المعلم عندنا جائز.... كذا في فتاوى قاضي خان وبيع الكلب الغير المعلم يجوز إذا كان قابلاً للتعليم وإلا فلا هو الصحيح كذا في جواهر الأخلاطي" (ہندیہ ۱۱۴/۳)۔

ان دلائل کی روشنی میں احقر کی رائے ہے کہ جب کتوں کا چند مقاصد کے تحت امساک جائز ہوگیا تو ان کی بیع وثمن بھی حلال ہوگیا، اسی طرح مزاح کی جائز صورتوں میں مزاحیہ کتابوں کی خرید فروخت درست ہونی چاہئے۔

ا:د- اس کا جواب (ا-ج) کے ضمن میں موجود ہے۔

ا:ہ- شیخ بکر بن عبداللہ ابوزید اپنے مقالہ "التمثیل" صفحہ ۲۳ پر ڈرامہ کی ابتداء اور اس کے ارتقاء پر تفصیلی گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ عرب میں موجودہ شکل میں ۱۸۴۰ء میں سب سے پہلے ڈرامہ مارون النقاش اللبانی نے پیش کیا جو نصرانی تھا پھر ۱۳۲۰ھ میں ابوخلیل قبانی کے ذریعہ خود اس کے ملک میں اور مصر میں پہلا ڈرامہ منعقد کیا گیا۔ اس کے عدم جواز پر موصوف نے سیر حاصل بحث فرماتے ہوئے رقم کیا ہے کہ زمانہ خیر القرون میں اس کا ثبوت نہیں ملتا۔ دوسری بحث یہ کی ہے کہ اس کی مشروعیت علی سبیل التعبد ہوگی یا علی سبیل الاعتیاد، امر تعبدی نص پر موقوف ہے اور اس میں کوئی نص نہیں، اس لئے سراسر یہ امر محدث ہوگا اور اس کی حرمت اس حدیث سے واضح ہے، "من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد" اور اگر علی سبیل الاعتیاد ہو تو اس میں تشبہ باعداء اللہ پایا جاتا ہے اور آیات ربانی: "كالذين من قبلكم كانوا أشد منكم قوة وأكثر أموالاً وأولاداً فاستمتعوا بخلاقهم فاستمتعتم بخلاقكم كما استمتع الذين من قبلكم بخلاقهم وخضتم كالذين خاضوا أولئك حبطت أعمالهم في الدنيا والآخرة وأولئك هم الخاسرون" (التوبہ: ۶۹) کا مصداق ہوگا، اس لئے اس جہت سے بھی درست نہیں۔

علامہ ابن حجر ہیثمی نے اپنے رسالہ الاعلام بقواطع الاسلام / ۳۶۲ پر اسے کفریہ امور میں شمار فرمایا ہے ملاحظہ ہو: "ومنها أي المكفرات لو حضر جماعة وجلس أحدهم على مكان رفيع تشبيها بالمذكرين فسئلوا المسائل وهم يضحكون ثم يضربونه بالمجراف أو تشبه بالمعلمين فأخذ خشبة وجلس القوم حوله كالصبيان فضحكوا واستهزؤوا" (واعظوں اور نصیحت کرنے والوں کی مشابہت اختیار کرتے ہوئے ایک شخص اونچی جگہ پر بیٹھے اور حاضرین اس سے مسائل دریافت کریں ہنسی و مذاق کے لئے پھر اس کو جھاڑو سے مارنے لگیں، یا کسی نے استاذ کی نقل اتاری اس نے اپنے

ہاتھ میں چھڑی لی اور لوگ اس کے پاس بچوں کی طرح بیٹھ گئے پھر لوگ ہنسنے لگے اور مذاق اڑانے لگے)۔

''وعن معاوية أن رسول اللهﷺ قال: ويل للذى يحدث فيكذب ليضحک به القوم ويل له ويل له'' (رواہ احمد والترمذی والحاکم) (ہلاکت ان کے لئے ہے جو بات کرتے ہیں تو جھوٹ بولتے ہیں، اس مقصد سے کہ قوم کو ہنسائیں، ہلاکت ان کے لئے ہے ہلاکت ان کے لئے ہے) کبھی شخص متعینہ کے کسی عیب کو مثلاً اس کے لنگڑے پن، اس کی ہکلاہٹ کو محاکاۃ کے ذریعہ پیش کیا جاتا ہے جس کے غیبت ہونے میں کوئی شبہ نہیں، سراسر ایذاء پہنچانا ہے جس کی شرعاً اجازت نہیں، قال رسول اللهﷺ: ''وكل المسلم على المسلم حرام دمه وماله وعرضه'' (ایک مسلمان کا خون، عزت و مال دوسرے مسلمان پر حرام ہے)۔

کبھی کبھی باہم مقابلہ آرائی میں، مارپیٹ کا رول ادا کیا جاتا ہے، اس سے لوگوں پر برا اثر پڑتا ہے، لوگوں کو جرائم پر ابھارتا ہے، اسی مجرمانہ ذہن سازی کے باعث آج جرائم کی کثرت ہے، فرضی کہانیاں بنا کر اسے اچھے ڈھنگ سے مرتب کر کے ایک دوسرے کے خلاف ماحول بنایا جاتا ہے، اس لئے بلا قیل وقال کہا جا سکتا ہے کہ یہ ایذاء رسانی، تحریہ، تجاسر اغتیاب پر مشتمل ہے، ایک بات یا ایک فعل کسی نے نہ تو کیا اور نہ کہا قول و فعل کی استناد اس کی طرف کی جاتی ہے۔

کردار و پاٹ ادا کرنے والوں سے یہ پوچھا جائے کہ کیا وہ اسے گوارہ کر سکتا ہے کہ اس کی بھی جب وہ اپنی بیوی سے بات کر رہا ہو یا جب وہ کسی گناہ میں مبتلا ہو تو اس کی تصویر کشی کر لی جائے تو وہ راضی رہے گا۔

ابوزید کہتے ہیں کہ دعبل الخزاعی کہتا ہے: ''وما غلبني إلا مخنث قلت له: والله لأهجونک قال: والله لئن هجوتني لأخرجن أمک في الخيال'' (التمثیل ر ۳۴) (مجھ سے کوئی شخص کامیاب نہیں ہوا سوائے ایک مخنث کے، میں نے اس سے کہا خدا کی قسم میں

تمہاری ضرور ہجو کروں گا وہ کہنے لگا تب تو ہم ضرور ضرور تمہاری ماں کو خیال میں لائیں گے) واضح ہو کہ تمثیل کا ایک نام خیال الظل بھی ہے، معلوم ہوا کہ ڈرامہ جذبۂ انتقام کی ایک کڑی بھی ہے۔

علامہ ابن تیمیہ سے اس شخص کے متعلق جو لوگوں سے جھوٹے قصے و حکایات بیان کرتا ہے حکم پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: "فإنه عاص لله ولرسوله وقد روى بهز بن حكيم عن أبيه عن جده عن النبي ﷺ قال: إن الذي يحدث فيكذب ليضحك القوم ويل له ويل له ثم ويل له" (مجموع الفتاوی ۳۲؍۲۵۵-۲۵۶)، "وقال ابن مسعودؓ: إن الكذب لا يصلح في جد ولا هزل ولا يعد أحدكم حبيبه شيئاً ثم لا ينجزه" (کذب نہ تو حقیقت کا فرد بن سکتا ہے نہ ہزل کا اور نہ وعدہ کرے کوئی اپنے حبیب سے کسی چیز کا پھر اسے پورا نہ کرے)۔

ابو زید لکھتے ہیں ایسا شخص مستحق عقوبت ہے، "ولكل حال ففاعل ذلك مستحق للعقوبة الشرعية الخ" (التمثیل؍۳۶)۔

بکر بن عبد اللہ کی ایک عبارت کا ترجمہ یہ ہے کہ کیا کوئی عقل سلیم اسے گوارہ کر سکتی ہے کہ ایک شخص فرضی قاضی شریح بن کر انا القاضی شریح اور فرضی امیر المومنین عمر بن الخطاب بن کر انا امیر المومنین عمر بن الخطاب کہے، فرضی زوجین بن کر طلاق کا پاٹ ادا کرے یا نکاح کا رول ادا کرے۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "لا تقوم الساعة حتى تظهر الفتن ويكثر الكذب" (رواہ احمد فی المسند فی روایۃ ابی ہریرۃ)۔

انہیں گھڑے ہوئے اور مختلق قصوں کے باعث امیر المومنین عمر بن الخطاب نے قصاص وواعظین پر شدت سے نکیر فرمائی تھی۔

ڈرامہ (محاکاۃ) تو بندروں کی خصوصیت ہے، حافظ ابن حجر فتح الباری (۷؍۱۶۰) پر لکھتے ہیں: "ومن خصاله أي القرد أنه يضحك ويطرب ويحكي ما رآه"، حیاۃ الحیوان (۲؍۲۷۸) پر کمال الدین دمیری نے ان کے خصائص پر تفصیلی گفتگو کی ہے، نیز اس

میں مردوزن، امرد وغیر امرد اجنبی واجنبیہ کا اختلاط، مصافحہ، معانقہ وسفر بلامحرم، مصنوعی داڑھیاں، مصنوعی جوڑے وبال، عورت ومرد کی عورت غلیظہ یا غیر غلیظہ کا کشف، گالی گلوج، پتھر بازی، فرضی بیوی وشوہر بنا پھر ان کا نکاح وطلاق شعائر کفر، کنیسہ، معابد وثنیہ وبیوت نار کی عظمت، رعب وخوف، امید ویاس، بزرگان دین وعلماء کے بھیس میں ان کی ہیئت، صورت وسیرت کی تمثیل ہوتی ہے، یہ بھی ایک طرح کی فلم ہی ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ فلم میں تصویر ہوتی ہے اور ڈرامہ جیتے جاگتے انسانوں کے ذریعہ وجود میں آتا ہے، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''الأشره شر'' والأشرة العنت. شیخ شریف بن علی الراجحی نے اپنی کتاب 'طوفان البلاء التمثیل والغناء'' صفحہ ۹ پر پندرہ محرمات کا بالتفصیل تذکرہ فرمانے کے بعد لکھا ہے:''ویقول أحد الکفار کأس وغانیة تفعلان فی أمة محمد أشد مما یفعله ألف مدفع فاغرقوها بالشهوات فاغرقت الأمة بالشهوات والتمثیل والغناء هما أشد سلاح فی إثارة الشهوة وإشعال لهیبها'' (ایک غیر مسلم کا قول ہے کہ ایک مغنیہ اور شراب کا ایک پیالہ امت محمدیہ کے لئے ہزار راتوں کے نقصان سے بڑھ کر ہے تم مسلمانوں کو خواہشات نفسانی میں ڈبودو، چنانچہ امت محمدیہ شہوتوں اور برائیوں میں گھر گئی اور یہ دونوں چیزیں (گانا وشراب) شہوتوں کے ابھارنے اور اسے بھڑکانے میں کلیدی کردار ادا کرتی ہیں)۔

نیز موصوف کتاب مذکور کے صفحہ ۹ پر لکھتے ہیں:"سلوا التاریخ هل أفل نجمنا إلا یوم سطعت نجوم المغنین وقویت دولة الراقصات فی سماء حضارتنا'' (گانے بجانے اور ناچنے والیوں کا ستارہ عروج پر ہوا تبھی سے اسلام کا ستارہ غروب ہوا تاریخ سے پوچھ لو)۔

خلاصہ یہ کہ تمثیل حرفت، آرٹ، کمانے، عرض ومشاہدہ کسی بھی غرض سے درست نہیں، کیونکہ اس کے جواز پر کوئی نص نہیں، یہ تو پہلے ہی معلوم ہو چکا ہے کہ یہ نصاری واہل یونان کی اختراع ہے اگر اس کے سوا ہو تو یہ لہو حرام ہے، اس لئے کہ تشبہ باعداء الاسلام پایا جاتا ہے، نیز اس

میں وہ چیزیں ہیں جو آداب شرع وناموس کی ترقی کی معارض ہیں۔ دین ودنیا دونوں میں سراسر نقصان ہے، ایک سوچی سمجھی یہودی سازش کے تحت انسانی اخلاق کو تباہی کے غار میں ڈھکیلنے کے مرادف ہے۔

ان معروضات کے بعد احقر کی رائے ہے کہ تمثیل خواہ لذاتہ محرم ہو یا لموضوعہ یا لاسبابہ کبھی درست نہیں ہونی چاہئے۔

۱:و- یہ مسلم ہے کہ رب کائنات نے جس چیز کا جتنا حکم دیا ہے اسی میں ہمہ جہت خیر ہے اللہ کا فرمان ہے: "فليضحكوا قليلاً وليبكوا كثيراً" (ہنسو کم روؤ زیادہ)، نبی صادق ومصدوق علیہ السلام کا ارشاد ہے: "عن أبي هريرة أن رسول الله ﷺ قال: لا تكثر الضحك فإن كثرة الضحك تميت القلب" (ابن ماجہ: ۴۲۱۷)، "عن سماك قال قلت لجابر بن سمرة: أكنت تجالس رسول الله ﷺ قال: نعم فكان طويل الصمت قليل الضحك وكان أصحابه يذكرون عنده الشعر وشيئاً من أمورهم فيضحكون وربما يتبسم" (مسند احمد: ۲۰۸۲۹)، "أقل الضحك فإن كثرة الضحك تميت القلب" (الادب المفرد للبخاری: ۲۵۴)، نص قرآنی وروایات سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ ہمیں کم ہنسنے کا حکم دیا گیا ہے، کیونکہ زیادہ ہنسی دل کو مردہ کردیتی ہے اور تجربہ بھی یہی ہے، بسا اوقات آدمی کسی موقعہ سے زیادہ ہنستا ہے تو متصلاً پژمردگی ومردنی سی چھا جاتی ہے۔

بعد انی کی تحریر ملاحظہ ہو: "إذا كان في النشاط الترويحي ضرر على ممارسه -أيا كان- نوع الضرر ولم يوجد فيه نفع يفوق ذلك الضرر فإنه يحرم على ذلك الممارس مزاولته لقوله ﷺ: لا ضرر ولا ضرار وقاعدة درء المفاسد مقدم على جلب المصالح" (مقالہ الترویح عن النفس فی الاسلام، ۲۰-۲۱) (ترویح اگر مفضی الی الضرر ہو خواہ کوئی بھی ضرر اور نفع معدوم ہو تو اس ترویح کو روک دیا جائے گا کیوں کہ آقا کا ارشاد ہے: "لا ضرر ولا ضرار"، اور اہل فقہ کا ضابطہ ہے کہ مفسدہ کو دور کرنا جلب مصلحت

پر مقدم ہوگا)۔

۲-الف: ستر کا لحاظ رکھا جائے، اختلاط عورت ومرد کے درمیان نہ ہو، ایسا کھیل نہ ہو جو اپنے یا دوسروں کے لئے ایذا رسانی یا جسم کو شدید نقصان یا موت تک پہنچادے، جو کھیل مردانہ ہے وہ مرد ہی اور جو زنانہ ہے وہ عورتیں ہی کھیلیں۔

بعدانی لکھتے ہیں: "**إذ تختلف الأنشطة الممارسة من فرد إلى آخر باختلاف الجنس فالذكر له أنشطة ترويحية تناسبه كما أن للأنثى أنشطة أخرى تناسبها**" (الترویح عن النفس فی الاسلام ۱۰)۔

نیز کھیل میں قمار کی صورت نہ ہونے پائے، وہ کھیل ایسا ہو جس سے جسمانی ریاضت اور قوت مدافعت پیدا ہو، منصوصات سے جن کی ممانعت ہے وہ کھیل نہ ہوں، شرعی، دینی اخلاقی واہل وعیال کی ذمہ داریوں سے غافل کرنے والا نہ ہو، وقتی وعارضی وکم سے کم وقت میں کھیلے جانے والا ہو ایسا نہ ہو کہ اس میں پڑ کر عادی بن جائے، وسیلہ وسیلہ کی حد تک ہو غایت ومقصد نہ بن جائے، عمر میں یکسانیت ہو، "**إذ يؤثر العمر في تحديد النشاط الترويحي الذي يمارسه الأفراد فالأطفال لهم أنشطتهم الخاصة... في حين تكثر الأنشطة الثقافية والقرائة بين كبار السن بينما تمتاز أنشطة فئات الشباب بالتنوع**" صفحہ ۱۰، ملعب کا انتخاب صحیح ہو، غیر شرعی وعام گذرگاہ نہ ہو، معیار تعلیم میں یکسانیت ہو، "**إذ يتدخل المستوى التعليمي بشكل كبير في تحديد النشاط الترويحي الذي يمارسه الأفراد فلأصحاب المستوى العالي من التعلم في الغالب برامج وأنشطته ترويحية تختلف عن الفئات التي تعاني منها الماعية**"، اقتصادی اعتبار سے بھی ہم آہنگی ہو۔ ہر ایک کی تفصیلات ودلائل ۲-ج میں پیش کئے جا چکے ہیں۔

کھیلوں کے اصول، جواز وعدم جواز وشرائط لباس کے بعد عرض ہے کہ اس حدیث "**ليس من اللهو إلا ثلاث: تأديب الرجل فرسه وملاعبته أهله ورميه بقوسه**

و نبله" (ابوداؤد:۲۵۱۳، النسائی:۳۵۸۷)، و کل ما یلهو به الرجل المسلم باطل إلا رمیه بقوسه وتادیبه فرسه و ملاعبته أهله فإنهن من الحق" (ترمذی:۱۶۳۷) کا کیا مطلب ومنشا ہے، اس کے متعلق شیخ فیصل بن علی البعدانی نے علماء کے تین اقوال نقل فرمائے ہیں جس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

پہلا قول خطابی کا ہے، وہ کہتے ہیں کہ لہو ولعب کی ساری اقسام بجز تین کے ممنوع ہیں، اور ان تین کی حلت بایں معنی ہے کہ یا تو وہ حق پر معین ہیں یا حق کا ذریعہ ووسیلہ ہیں، لہذا جن جن کھیلوں میں یہ علت پائی جائے گی وہ کھیل بھی مباح ہوں گے، جیسے ہتھیاروں سے کھیلنا، دوڑ لگانا تاکہ بدن میں قوت وطاقت اور دشمن پر شمشیر زنی کے وقت غلبہ حاصل ہو، رہ گئے وہ کھیل جسے بیکار لوگ کھیلتے ہیں صرف وقت گذاری کے لئے جیسے نردشیر وشطرنج وغیرہ اس میں نہ تو اعانت علی الحق ہے اور نہ ذریعہ حق ہیں، اس لئے یہ سب ممنوع ہیں۔ معلوم ہوا کہ ان تین کے ماسوا بھی جو ان صفات پر مشتمل ہوں مباح ہوں گے۔

دوسرا قول ابن الاثیر کا ہے وہ کہتے ہیں: لیس شیئ من اللهو إلا فی ثلاث کا مطلب ای لیس منه مباح إلا هذه ہے،"ویقول إبراهیم الحلبی والکل حرام إلا ما استثنی الشارع... ویمیل القرطبی إلی حرمة اللهو فیما سوی هذه الثلاثة.... ویقول: کل ما یتلهی به الرجل لا یفیده فی العاجل ولا فی الآجل فائدة فإنه باطل"، ابراہیم حلبی اور قرطبی ان تین کے ماسوا کو حرام کہتے ہیں، حدیث میں نفع وعدم نفع کی کوئی قید نہیں ہے، اس لئے سبھی باطل ہیں۔

تیسرا قول ابن العربی مالکی کا ہے:"کل ما یلهو به الرجل باطل لیس یرید به حرام وإنما یرید به إنه عارض الثواب وإنه للدنیا محض لا تعلق له بالآخرة أو المباح منه لأنه باق والباقی کل عمل له ثواب" (لہو باطل سے حرام مراد نہیں بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اس میں کوئی ثواب نہ ہوگا یہ محض دنیا کے لئے ہے آخرت سے اس کا کوئی تعلق نہ

ہوگا، اس لئے اباحت تو ان کے ماسوا کی ثابت ہوگئی۔

لیکن شمس الحق عظیم آبادی عون المعبود (۷/۱۹۰) میں لہو کی وضاحت لیس من المستحب سے کرتے ہیں اور علامہ مبارکپوری (تحفۃ الاحوذی ۵/۲۶۶) میں کل ما یلھو به الرجل المسلم کی وضاحت بایں الفاظ کرتے ہیں: ''أی یشتغل به ویلعب به باطل لا ثواب له إلا رمیه بقوس احتراز عن رمیه بالحجر والخشب وتادیبه فرسه أی تعلیم إیاه برکض والجولان علی نیة الغزو وملاعبة أهله فإنها من الحق''۔

عبارت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ حرام نہیں ہاں ان تین کے علاوہ میں ثواب نہیں ملے گا۔

اس کے بعد بعدانی نے مزید تائید کی غرض سے فتح الباری (۱۱/۹۱) سے یہ تحریر ''وقال الحافظ ابن حجر: وإنما أطلق علی ما عداها البطلان من طریق المقابلة لا أن جمیعها من الباطل المحرم'' پیش فرمائی ہے، یعنی باطل محض مقابلہ کے طور پر استعمال کیا گیا ہے، اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کے ماسوا سبھی حرام ہیں، پھر مزید تائید کے لئے شیخ نے کئی روایتیں پیش کی ہیں بندہ صرف ایک روایت کو پیش کرتا ہے: ''عن عطا بن أبی رباح قال رأیت جابر بن عبد الله وجابر بن عمر الأنصاری یرتمیان فمل أحدهما فجلس فقال له الآخر: کسلت؟ سمعت رسول الله ﷺ یقول: کل شیئ لیس من ذکر الله عزوجل فهو لهو أو سهو إلا أربع خصال: مشی الرجل بین الغرضین وتادیبه فرسه وملاعبته أهله وتعلم السباحة'' (المعجم الکبیر للطبرانی ۱۷۸۵، الترغیب والترہیب للمنذری ۲/۲۷۹، الہیثمی فی مجمع الزوائد ۵/۲۶۹ وصححہ الالبانی فی صحیح الجامع الصغیر: ۴۵۳۴)، مذکورہ روایت سے شیخ نے ثابت کیا کہ صرف تین میں حصر نہیں بلکہ اس کے ماسوا کھیل بھی جائز ہیں، کیوں کہ مذکورہ روایت میں تین کے بجائے چوتھا کھیل تعلم السباحۃ بھی ہے (تفصیل کے لئے دیکھئے مقالہ: الترویح عن النفس فی الاسلام ۱۴-۱۵)۔

۲: ب- حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی زید مجدہ رقم طراز ہیں:

''کھیل کھیلنے والے ایسا لباس اختیار کریں جو ساتر ہو یعنی مرد ہو تو ناف سے گھٹنہ تک کا حصہ ڈھکا ہوا ہو، خواتین مردوں کے درمیان نہ کھیلیں، خواتین کے لئے خواتین کے سامنے پردہ کی حد وہی ہیں جو مردوں کے لئے ہیں کہ ناف سے گھٹنے تک کا حصہ چھپا ہوا ہو، اس کی رعایت کے بغیر کھیلنا حرام ہے، کیونکہ حصہ ستر چھپانا واجب ہے'' (قاموس الفقہ ۴/۵۸۷)۔

اس کے متعلق چند احادیث پیش ہیں:

''وإياكم عن التعرى فإن معكم من لا يفارقكم إلا عند الجماع وعند ما يقضي الرجل حاجته، غط فخذك فإن فخذ الرجل من عورته'' (رواہ احمد)۔

''قال رسول اللہ ﷺ: لا تنظر إلى فخذ حي أو ميت''۔ صاحب مقالہ الضوابط الشرعیہ للترویح /۳ پر لکھتے ہیں: ''لا ينبغي أن تتزيا بالكفار في لباسها عند الترويح وعند الاستجمام وعند اللعب''۔

۲:ج- ارشاد ربانی ہے: ''ما جعل عليكم في الدين من حرج'' (سورۃ الحج: ۷۸)، ''يريد الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر'' (سورہ بقرہ: ۱۸۵)، ''قل بفضل الله وبرحمته فبذلك فليفرحوا'' (سورہ یونس: ۵۸)۔

ایک بار حضرت عمر بن الخطابؓ ساحل سمندر کے پاس سے گذرے تو حضرت ابن عباسؓ سے فرمایا: آؤ پانی میں ڈبکی لگائیں دیکھیں ہم میں سے کس کی سانس بڑی ہے تو ابن عباس نے فرمایا: ''ونحن محرمون'' ہم تو حالت احرام میں ہیں، ''إن عمر بن الخطاب مر بساحل البحر وهو محرم فقال لابن عباس: تعال أباقيك في الماء أينا أطول نفسا؟ فقال ابن عباس: ونحن محرمون'' (دیکھئے مقالہ اہداف الترویح والترفیہ من منظور اسلامی ۶/ للدشیغر)۔

ایک دوسری روایت ابن عمرؓ سے ہے کہ عاصم بن عمر اور عبد الرحمٰن بن زید دونوں پانی میں تھے اور ایک دوسرے کی گردن پکڑ کر پانی میں ڈبکی دیتے تھے، حضرت عمرؓ یہ منظر دیکھ رہے

تھے مگر انہوں نے کوئی نکیر نہیں فرمائی، ''وجاء عن ابن عمر أن عاصم بن عمر وعبد الرحمن بن زید وقعا فی البحر یتمالقان (یتغاطسان) یغیب أحدھما رأس صاحبه وعمر ینظر إلیھما فلم ینکر ذلک علیھما'' (دیکھئے مقالہ اہداف الترویح والترفیہ صفحہ مذکورہ من منظور اسلامی للدغیثر)۔

مذکورہ تمام آیات وروایات سے کھیل کی مشروعیت ہوتی ہے، شیخ بعدانی لکھتے ہیں: ''ما ورد من الأحادیث الدالة علی جواز أنواع من اللھو بل مشروعیته بعضھا کضرب الدف والغناء فی العیدین والنکاح والمسابقة بالأقدام والإبل والصید والمصارعة والمسابقات العلمیة ونحو ذلک''، وہ احادیث جو کھیل کی نوع بنوع قسموں کے جواز کو ہی نہیں بلکہ بعض کی مشروعیت پر بھی دلالت کرتی ہیں، جیسے عیدین ونکاح کے موقع پر دف اورغنا، دوڑ لگانے، اونٹ کی دوڑ، شکار کھیلنے، کشتی لڑنے اور علمی مسابقت وغیرہ۔

عطاء بن ابی رباح کہتے ہیں کہ میں نے جابر بن عبداللہ وجابر بن عمر کو دیکھا کہ وہ دونوں تیر اندازی کررہے ہیں ان میں سے ایک تھک کر بیٹھ گئے، ''عن عطاء بن أبی رباح قال: رأیت جابر بن عبد اللہ وجابر بن عمر یرتمیان فمل أحدھما فجلس الخ'' (دیکھئے مقالہ: الترویح عن النفس فی الاسلام للبعدانی ر ۱۵)۔

حضرت عمر بن الخطابؓ نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کے پاس لکھا کہ اپنے بچوں کو تیراکی وتیر اندازی سکھلائیں، ''وعن أبی أمامة بن سھل قال: کتب عمرؓ إلی أبی عبیدة بن الجراح أن علموا غلمانکم العوم ومقاتلتکم الرمی'' (احمد: ۳۲۳)، مشہور صاحب افتاء حضرت رحمانی مدظلہ بندوق سے نشانہ لگانے کو بھی اسی پر قیاس کرتے ہوئے جائز قرار دیتے ہیں (قاموس الفقہ ۴ر ۵۸۹)۔

''عن سلمة بن الأکوع قال: مر النبیﷺ علی نفر من أسلم ینتضلون فقال النبیﷺ: ارموا بنی إسماعیل فإن أباکم کان رامیاً، ارموا وأنا مع بنی

فلان قال: فأمسک أحد الفریقین بأیدیهم فقال رسول اللهﷺ: مالکم لا ترمون قالوا: کیف نرمی و أنت معهم؟ فقال النبیﷺ: ارموا فأنا معکم کلکم“ (بخاری: ۲۷۴۳)۔

”عن طاؤس قال: مر النبیﷺ بقوم یرفعون حجراً یریدون الشدة“ کشف الأستار للهیثمی (۲۰۵۳)۔

”عن عقبة بن الحارث قال: خرجت مع أبی بکر الصدیقؓ من صلاة العصر بعد وفاة النبیﷺ بلیال وعلي یمشی إلی جنبه فمر بحسن بن علي یلعب مع غلمان فاحتمله علی رقبته وهو یقول وبابی شبیه النبی لیس شبیها بعلی وعلی یضحک“ (بخاری: ۳۷۵۰، احمد: ۴۰)۔

”قال محمود بن الربیع إنی لأعقل مجة مجها رسول اللهﷺ فی وجهی و أنا ابن خمس سنین من دلو“ (بخاری: ۷۷)۔

(مجھے خوب اچھی طرح یاد ہے جبکہ میں پانچ سال کا تھا حضور نے میرے چہرے پر کلی فرمائی تھی) نیز یا أبا عمیر ما فعل النغیر والی حدیث تو اکثر حضرات کے علم میں ہے جس سے حضرت امام شافعی نے سو سے زائد مسائل مستنبط فرمائے ہیں۔

ایک بار حضرت عمرؓ ایک راستے سے گذرے تو بچے کھیل رہے تھے آپ نے ان بچوں کو دو دو درہم دیئے (رواہ البخاری فی الادب المفرد: ۱۳۰۳)۔

شیخ عبدالعزیز الدغیثر بحوالہ عبقریہ عمر ۱۷۳ لکھتے ہیں: ”وقد عزل عمر والیا لا یلاعب أطفاله“ (صفحہ ۵) (امیر المومنین عمر بن الخطابؓ نے تو ایک والی کو ہی اس بنیاد پر کہ وہ بچوں سے کھیل نہیں کرتے تھے معطل ومعزول کردیا)، شیخ مذکور ایک جگہ اور رقمطراز ہیں: ”ولذا أوصی الحجاج مؤدب بنیه بقوله: علمهم السباحة قبل الکتابة فإنهم یجدون من یکتب عنهم ولا یجدون من یسبح عنهم“ (صفحہ ۶) (اسی لئے حجاج بن یوسف نے

اپنے بچوں کے اتالیق سے یہ کہہ رکھا تھا کہ ان کو کتابت سے پہلے تیر اکی سکھائیں کیوں کہ اگر کتابت نہیں آتی تو اس کا بدل مل جائے گا لیکن تیر اکی کا کوئی بدل نہیں)۔

تفریح وکھیل کود کے جواز پر یہ حدیث بھی پیش ہے: "**لتعلم يهود أن في ديننا فسحة إني بعثت بحنيفية سمحة**" (رواہ احمد ۱۱۶/۶)، "**وقال الشعبي: كانت قريش تحب عثمان بن عفان حتى أن المرأة كانت ترقص ابنها وتقول: أحبك والرحمان حب قريش عثمان**"، شیخ عبدالعزیز دغیثر بحوالہ ابن ابی الدنیا فی العیال ۱/۶۳۴ لکھتے ہیں کہ شعبی نے فرمایا کہ قریش کو خلیفہ ثالث حضرت عثمان غنیؓ سے بہت محبت تھی، اسی لئے عورتیں اپنے بچوں کو نچاتے وقت یہ لوری پڑھتی تھیں کہ خدا کی قسم ہم تم سے اسی طرح محبت رکھتے ہیں جس طرح قریش کو عثمان سے محبت ہے۔

ان معروضات کے بعد عرض ہے کہ وہ کھیل جن کی شریعت میں صراحۃً ممانعت ہے جائز نہیں، آپ ﷺ کا ارشاد ہے: "**من لعب بالنرد شير فكأنما غمس يده في لحم الخنزير**" (مسلم: ۲۲۶۰) (جس نے نرد کھیلا گویا کہ اپنے ہاتھ کو خنزیر کے گوشت میں ڈبو دیا)۔

آیت ربانی ناطق ہے: "**إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشيطان**" (مائدہ: ۹۰)، اسی طرح بہائم کو ایک دوسرے کے خلاف برانگیختہ کرنا، "**نهى رسول الله ﷺ عن التحريش بين البهائم**" (مسلم: ۱۹۵۷)۔ شیخ بعدانی لکھتے ہیں: "**وبهذا تظهر حرمة أنواع من الرياضة في عصرنا كالملاكمة والمصارعة بوضعهما الحالي، والله أعلم، لما تؤديا إليه من أضرار في الجسم بل وربما أدى بعضها إلى الوفاة أو الإعاقة كما هو مشاهدة في حياة كثير**" (الترویح عن النفس فی الاسلام ۳۱) (اس سے ریاضت کی وہ انواع بھی حرام ہو جاتی ہیں جو ہمارے اس جدید دور میں فری اسٹائل جوڈو کرانا، باکسنگ کہلاتے ہیں، ان دونوں سے کبھی تو موت ہو جاتی ہے اور نہیں تو کم از کم کھیلنے والے مشقت شدیدہ کا شکار ہو جاتے ہیں)، مشہور عالم دین اور فقیہ حضرت مولانا خالد

سیف اللہ صاحب رحمانی زید مجدہ لکھتے ہیں: فری اسٹائل کشتی اور جوڈو کراٹے کا ایسا مقابلہ جس میں فریقین کو ہر طرح کے نقصان پہنچانے کی اجازت ہو جائز نہیں (قاموس الفقہ ۴/ ۱۸)۔

مولانا محمود اشرف عثمانی لکھتے ہیں کہ حضرت تھانوی اپنے رسالہ ''جانوروں کے حقوق'' میں التحریش بین البہائم کی ممانعت والی حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: (ف) اس میں مرغ بازی، بٹیر بازی اور مینڈھے لڑانا اسی طرح کسی جانور کو لڑانا سب داخل ہے اور سب حرام ہے کہ خواہ مخواہ ان کو تکلیف دینا ہے اور اسی کے حکم میں ہے گاڑی بانوں کا بیلوں کو بھگانا کہ وہ ہانپ جائیں اور بسا اوقات سواریوں کو چوٹ بھی لگ جاتی ہے اور بجز تقابل وتفاخر کے اس میں کوئی مصلحت نہیں (دیکھئے کھیل کود اور تفریح کی شرعی حیثیت/ ۶۱-۶۲)، نیز کبوتر بازی بھی درست نہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ ایک کبوتر کے پیچھے دوڑا جارہا ہے، آپ نے فرمایا: ایک شیطان دوسرے شیطان کے پیچھے جارہا ہے (مسند احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ، بیہقی، مشکوۃ المصابیح/ ۳۸۶)۔

شامی (۶/ ۴۰۱) پر یہ جزئیہ موجود ہے کہ محتسب کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ (بعض صورتوں میں) کبوتر بازی کے ان کبوتروں کو ذبح کر ڈالے۔ ''**وفي الدر فإن كان يطيرها فوق السطح مطلقاً على عورات المسلمين ويكسر زجاجات الناس برمية تلك الحمامات عزر ومنع اشد المنع فإن لم تمنع بذلك ذبحها المحتسب وصرح في الوهبانية بوجوب التعزير وذبح الحمامات ولم يقيده ولعله اعتمد عاداتهم**''۔ اسی طرح شیخ علی متقی کی کتاب کنز العمال (۱۵/ ۲۲۲) پر موجود ہے کہ سیدنا حضرت عثمان غنیؓ نے اپنے دور خلافت میں ایسا ہی کیا تھا بعینہ یہی حکم پتنگ بازی کا بھی ہوگا۔

اس میں کوشش یہ ہوتی ہے کہ دوسرے کی پتنگ کاٹ دوں اور لوٹ لوں، اکثر دیکھا جاتا ہے کہ پتنگ لوٹنے کے چکر میں جانیں تک چلی جاتی ہیں، بچے چھتوں سے گر کر مرجاتے ہیں، ایکسیڈنٹ ہوجاتے ہیں، ہندوؤں کا ایک تہوار بسنت پنچمی ہے، اس میں پتنگ اڑائی جاتی

ہے مسلمان بھی اب اس میں کثرت سے حصہ لینے لگے ہیں جس کے باعث ''من تشبه بقوم فهو منهم'' کی وعید میں وہ بھی شامل ہیں، پتنگ لوٹنے کی فکر میں اس کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی کہ وہ پتنگ کہاں گری، کس کے گھر میں گری، گرتے ہی کود کر اسے ہتھیانے کی کوشش کی جاتی ہے جس سے اہل خانہ کے نقصان کے ساتھ ساتھ بے پردگی بھی ہوتی ہے۔ اب تو حد ہوگئی یہ عمل رات میں بھی انجام پاتا ہے جس میں لائٹنگ، لاؤڈ اسپیکر، دعوت وغیرہ کے انتظامات، گانے بجانے پر بے حساب پیسے خرچ ہوتے ہیں، الامان الحفیظ۔ مزید برآں مخلوط اجتماع ہوتا ہے جیتنے والوں کی طرف سے لوگ ہوائی فائرنگ کرتے ہیں، اس لئے ان خبائث ومفاسد کی وجہ سے پتنگ اڑانا، اسے لوٹنا اور بیچنا سب ناجائز ہونا چاہئے۔ بچوں کو جو ان قیود وصفات کے ساتھ نہ ہوں اہل علم نے اجازت دی ہے۔

مولانا محمود اشرف صاحب عثانی لکھتے ہیں: ''اگر کوئی بچہ رنگین کاغذ دھاگے میں باندھ کر پتنگ کی طرح ہوا میں اڑالے تو پھر اس کا وہ حکم ہوگا جو چھوٹے بچے کے غبارہ اڑانے کا ہے کہ گو وہ مفید نہ سہی مگر ناسمجھ بچوں کے لئے اس میں شرعاً کوئی قباحت بھی نہیں'' (کھیل کود اور تفریح کی شرعی حیثیت / ۶۵)۔

مولانا رحمانی صاحب دامت برکاتہم لکھتے ہیں: ''مردوں کے لئے زنانہ کھیل اور عورتوں کے لئے مردانہ کھیل جیسے کشتی کبڈی درست نہیں ہے، کیوں کہ آپ ﷺ نے مردوں کو عورتوں کی اور عورتوں کو مردوں کی مشابہت اختیار کرنے سے سختی سے منع فرمایا (قاموس الفقہ ۴/ ۵۸۸)۔

ایسا کھیل نہ ہو جو آدمی کی شرعی فرائض اور اپنی متعلقہ ذمہ داریوں سے غافل کردے جیسے شطرنج اور فی زمانہ کرکٹ، تاش، لوڈو، (قاموس الفقہ ۴/ ۵۸۷-۵۸۸) البتہ ایسے کھیل جو مختصر وقت میں پورے کئے جاسکتے ہوں جیسے فٹ بال، والی بال، ہاکی، لان ٹینس، بیڈمنٹن اور ٹیبل ٹینس شرعی ومتعلقہ ذمہ داریوں کا لحاظ کرتے ہوئے کھیلے جاسکتے ہیں، کشتی بھی جائز ہے لیکن فری اسٹائل نہیں جس کا ذکر پہلے کیا جاچکا ہے کیوں کہ آپ ﷺ نے رکانہ سے کشتی لڑی اور اسے

شکست دیا، کیرم اور تعلیمی تاش کی بھی اجازت اس شرط کے ساتھ دی جاسکتی ہے کہ اس میں ممنوعات کا ارتکاب اور غیر معمولی انہماک نہ ہو۔ اسی طرح مکالمہ وتعلیمی تاش کی بھی اجازت کی گنجائش آنے والی حدیث سے نکل سکتی ہے،''**عن ابن عمر عن النبی ﷺ قال: إن من الشجر شجرة لا يسقط ورقها وهي مثل المسلم حدثوني ما هي؟ قال: فوقع الناس في شجر البادية ووقع في نفسي أنها النخلة، قال عبد الله: فاستحييت فقالوا: يا رسول الله! أخبرنا بها، فقال رسول الله ﷺ: هي النخلة، قال عبد الله فحدثت أبي بما وقع في نفسي فقال: لأن تكون قلتها أحب إلي من كذا وكذا**'' (بخاری ۱۳۱)۔

لیکن وہ مکالمہ جو ان دنوں رائج ہوگیا ہے اس کی صحت مخدوش ہے۔ اسی طرح ہیلی کاپٹر، ریموٹ گاڑیاں، جہاز، بحری ودخانی جہاز اگر جاندار کی شبیہ اختیار نہ کئے ہوں اور دیگر محرمات سے خالی ہوں تو ان سے کھیلنے کی اجازت ملنی چاہئے، نیز کھیل عام انسانوں کی گذرگاہ پر بھی نہ ہو ایسے لوگوں پر نبی اکرم ﷺ نے لعنت فرمائی ہے، "**من آذى المسلمين في طرقهم وجبت عليه لعنتهم**" (رواہ الطبرانی)، "**إياكم والجلوس في الطرقات الخ**" (رواہ البخاری فی الادب المفرد) (تم اپنے آپ کو راستوں پر بیٹھنے سے بچاؤ)۔

۲:د- اس کے جواب کے لئے اولاً تفسیر ابن کثیر (۴۱۷/۳ دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان) کے حوالہ سے ایک اثر پیش ہے:

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جب فارس رومیوں پر غالب آگئے تو مسلمانوں کو تکلیف ہوئی، کیوں کہ مسلمان چاہتے تھے کہ رومی غالب ہوں کیونکہ مشرکین کے مقابلہ اہل کتاب کی مسلمانوں سے قربت تھی اور مشرکین چاہتے تھے کہ فارس غالب آئیں بہر حال جب سورہ روم کی آیت نازل ہوئی کہ چند ہی سال بعد روم فارس پر غالب آجائیں گے تو مشرکین نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے کہا کہ تمہارے صاحب کہتے ہیں کہ بضع سنین میں رومی

فارس پر غالب آجائیں گے تو آپ نے فرمایا: صدق، حضور ﷺ کا ارشاد سچ ہے اس پر مشرکین نے کہا: آپ اس پر شرط رکھیں گے، چنانچہ چار جوان اونٹنیوں پر سات سال تک کی شرط رکھ دی گئی، سات سال گذرنے کے باجود رومی غالب نہیں آئے تو مشرکین خوش ہوگئے اور مسلمانوں کو غم ہوا، جب اس کا تذکرہ حضور اکرم ﷺ سے کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم بضع سنین سے کیا مراد لیتے ہو، صحابہ نے عرض کیا دس سے کم، آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ دو سال کی شرط اور بڑھادو، دو سال گذرنے بھی نہ پائے تھے کہ رومی فارس پر غالب آگئے تب مسلمانوں کو اس سے بے حد خوشی ہوئی۔

جن چیزوں پر شرط رکھی گئی اس کا لینا (بذل العوض) جائز ہے یا نہیں۔ شیخ ابن علی نے اس کے متعلق تین اقوال نقل فرما کر احناف وابن تیمیہ وغیرہ کے قول کو ترجیح دی ہے، لکھتے ہیں: ''الأول أن جواز بذل العوض فی السبق مختص بهذه الثلاثة'' اس سے ابوہریرہؓ کی روایت قولی کی جانب اشارہ ہے، ''لا سبق إلا فی نصل أو خف أو حافر'' (ترمذی: ۱۷۰۰) (مسابقت نہیں مگر تیرزنی، اونٹوں اور گھوڑوں کے دوڑانے میں)، آگے لکھتے ہیں: ''وإلی ذلک ذهب جمهور العلماء کالمالکیة والشافعیة والحنبلیة واستدلوا لقولهم بهذا الحدیث، الثانی أنه یجوز بذل العوض فی السبق فی کل أمر مباح، الثالث أنه یجوز بذل العوض فی السبق فی کل ما یقوی البدن فی مجال الجهاد أو مجال التعلیم وهذا قول الحنفیة وغیره من أهل العلم وهو اختیار ابن تیمیة وابن القیم وابن المفلح والمرداوی وابن قاسم وغیرهم''، اس کے بعد تیسرے قول کو ترجیح دی ہے، ''والذی یظهر –والله أعلم– هو رجحان القول الثالث لقوة أدلته ولإمکان مناقشته''۔

مشہور صاحب افتاء حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی دامت برکاتہم کی تحریر بھی ملاحظہ ہو جن سے ان شرطوں کی مشروعیت وعدم مشروعیت کا علم ہوسکتا ہے۔ حضرت لکھتے ہیں:

۱-اگر دو ہی آدمی میں مقابلہ ہو رہا ہو تو شرط یک طرفہ ہو۔

۲-اگر دونوں طرف سے شرط ہوگی تو یہ صورت قمار کی ہوگی جو نا جائز ہے۔

۳- انعام کی شرط اسی وقت درست ہوگی جب مقابلہ ایسی دو چیزوں میں ہو کہ کسی درجہ میں ان دونوں ہی کی ایک دوسرے کے مقابلہ میں کامیابی اور شکست کی توقع کی جا سکتی ہو۔

۴- مقابلہ کے وقت ابتدائی اور انتہائی حد متعین کر دی جائے۔

۵-جو انعام یا عوض مقرر رہوا ہے وہ معلوم و متعین ہو (قاموس الفقہ ۱۱۶/۴-۱۱۸)۔

حضرت نے ہر ایک کے دلائل حاشیہ پر رقم فرمائے ہیں طوالت کے خوف سے چھوڑا جا رہا ہے۔

شیخ محمد بن صالح العثیمین نے بھی اپنے فتوی میں یہی لکھا ہے کہ اگر شرط ایک طرف سے ہو تو درست ہوگی۔

۲:ہ- ایسا کھیل بھی درست نہ ہوگا، کیونکہ اس میں وقت جیسی اہم ترین نعمت کا ضیاع ہے، حضور اکرم علیہ کا ارشاد ہے: دو نعمتیں ہیں جن میں اکثر لوگ دھوکہ کھا جاتے ہیں، ایک تندرستی دوسرے وقت، "قال رسول اللہ ﷺ: نعمتان مغبون فیھما کثیر من الناس: الصحة والفراغ" (بخاری شریف باب ۳۸)۔

ایسے کھیل جو محض لہو ولعب کے قبیل سے ہوں اور ان پر کثیر وقت ضائع ہوتا ہو مکروہ ہے (قاموس الفقہ ۱۱۸/۴)، اس کے تحت کچھ تفصیلات اب کے ذیل میں گذر چکی ہیں۔

۲:و- ٹکٹ خرید نے، کھیل دیکھنے کے جواز وعدم جواز کا مسئلہ خود کھیل کے جواز وعدم جواز پر منحصر ہے، گذشتہ سطور سے اس کے احکام بخوبی معلوم ہو سکتے ہیں۔

۳: الف- تفریحی مقصد کے لئے ایک شہر سے دوسرے شہر اور ایک ملک سے دوسرے ملک کا سفر کرنا جائز ہے یا نہیں جبکہ اس میں کثیر رقوم کا صرفہ بھی ہے۔

قرآن عزیز کی آنے والی آیتوں میں سیاحت کا لفظ آیا ہے، "إن طلقكن أن يبدله

أزواجاً خيراً منكن مسلمات مؤمنات قانتات تائبات عابدات سائحات" (التحریم:۵)،"التائبون العابدون الحامدون السائحون" (التوبہ:۱۱۲)۔ شیخ عبد اللہ بن عبد الرحمن الجبرین اپنی کتاب "احکام السیاحۃ" میں لکھتے ہیں: "اختار بعضهم أنها الجهاد واختار آخرون أنها الصيام واحتج كل فريق بالحديث والأثر واختار ابن القيم مسلكاً ثالثاً في تفسير السياحة وفق به بين ما ورد في ذلک من أحاديث وآثار... قال رحمه الله تعالى عنه: قوله تعالى: السائحون وفسرت السياحة بالصيام وفسرت بالسفر في طلب العلم وفسرت بالجهاد وفسرت بدوام الطاعة والتحقيق فيها أنها سياحة القلب في ذكر الله ومحبته والإنابة إليه والشوق إلى لقاءه" (صفحہ ۴)۔

شیخ عبد اللہ بحوالہ ابن جریر لکھتے ہیں: سلف کے یہاں سیاحت یا تو سفر فی طلب العلم یا صلحاء وعابدین کی زیارت یا رزق حلال اور کسب مباح کے حصول کے لئے سفر پر بولا جاتا تھا اس کے بعد جبرین اپنے مدعا پر دلائل پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ خطیب بغدادی چالیس سال تک حصول علم کی غرض سے اپنے وطن بغداد سے باہر رہے۔ موصوف کی تحریر پیش ہے: "وإنما المعروف السفر لطلب العلم أو لزيارة الصالحين أو لالتماس الرزق الحلال والكسب المباح وقد كثر النقل عن السلف في تنقلهم وكثرة أسفارهم للتعلم كما ذكر عن الخطيب البغدادي حيث غاب عن بغداد نحو أربعين عاماً" (صفحہ ۱)۔

اس کے بعد لکھتے ہیں: "وهكذا فعل ابن مندة وذلک في التزود من العلم وهكذا من هرب من بلده إذا كثر فيها الفساد كما فعل الخرقي في انتقاله من العراق لما كثر فيها سب الصحابة رضي الله عنهم"، (مشہور محدث ابن مندہ نے بھی حصول علم کے لئے سفر کیا۔ مشہور حنبلی فقیہ خرقی نے اپنا وطن عراق چھوڑ دیا جب وہاں صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو گالیاں دی جانے لگیں)۔

احقر عرض کرتا ہے کہ عالم اسلام کے مشہور وزبردست عالم شیخ عبد الفتاح ابوغدہ اپنی تصنیف صفحات من صبر العلماء ر ۶۵ پر ابن مندہ کا قول نقل کرتے ہیں: ''قال ابن مندة: طفت الشرق و الغرب مرتين''۔

علامہ سمعانی نے تو اتنے ممالک وبلاد کا سفر حصول علم کی غرض سے کیا کہ حروف معجم کے اعتبار سے اس کی فہرست تیار ہوگئی موصوف نے سات ہزار شیوخ سے کسب فیض کیا اور ۶۸ کتابیں مختلف موضوعات پر جن میں سے بعض بعض ۳۰، ۷۰ طاقتہ میں تھیں یادگار چھوڑیں (تفصیل کے لئے صفحات من صبر العلماء ر ۷۸-۹۱ دیکھیں)۔

مختلف کتب کی مراجعت سے یہ معلوم ہوسکتا ہے کہ محدث ابوحاتم رازی، حافظ ابن طاہر مقدسی، حافظ ابوعبداللہ اصفہانی، حافظ ابوالخطاب اندلسی فن ادب کے مشہور امام کسائی، اندلس کے طبیب ابن رومیہ کا سفر ان نباتات وجڑی بوٹیوں کے حصول کے لئے جو مغرب میں نہیں ہوتی تھیں اپنے اپنے وطنوں کو خیرباد کردینا حصول علم کی ہی غرض سے تو تھا۔ضیاء الدین ابن بیطار نے خاص نباتات کی تحقیق کی غرض سے روم واسپین ویونان کو چھان مارا (دیکھئے صفحات من صبر العلماء از شیخ عبد الفتاح ابوغدہ ر ۲۲۸-۲۳۰ وغیرہ، نیز علماء سلف وما بیا علماء از مولانا حبیب الریحان شیروانی ر ۲۰-۲۶)،

قرآن عزیز نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سفر مجمع البحرین وذوالقرنین کے سفر کا تذکرہ واضح الفاظ میں فرمایا، جو دعوۃ الی اللہ کی غرض سے ہوا، اپنے دین کے بچانے اور فتنہ سے الگ ہوجانے کا تذکرہ بخاری میں موجود ہے، رسول پاک ﷺ کا ارشاد ہے: ''يوشک أن يكون خير مال أحدكم غنماً يتبع بها شعف الجبال ومواقع القطر يفر بدينه من الفتن'' (حدیث:۱۹)(حضور اکرم ﷺ نے ارشادفرمایا کہ وہ دن قریب ہے جب مسلمان کا سب سے بہتر مال ایسی بکریاں ہوں جنہیں وہ لے کر پہاڑ کی چوٹیوں یا پانی گرنے کی جگہوں پر چلا جائے تاکہ فتنوں سے اپنے دین کی حفاظت کرسکے)۔

رزق حلال کی غرض سے سیاحت قرآن کی اس آیت: ''و آخرون يضربون في

الأرض یبتغون من فضل الله" سے ثابت ہوتی ہے۔ ایک شاعر کہتا ہے:

وسافر ففی الأسفار خمس فوائد تفرجهم واکتساب معیشة وعلم وآداب وصحبة ماجد

(سفر کرو سفر میں پانچ فائدے ہیں: ایک تفریح دوسرے حصول رزق تیسرے علم، چوتھے ادب، پانچویں اچھے لوگوں کی صحبت)۔

بہرکیف قرآن کی بہت ساری آیات سیاحت پر دلالت کرتی ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "قل سیروا فی الأرض فانظروا کیف کان عاقبة المؤمنین" (سورہ نمل:۶۹)، "قل سیروا فی الأرض فانظروا کیف بدأ الخلق" (عنکبوت:۲۰)، "أولم یسیروا فی الأرض فینظروا کیف کان عاقبة الذین من قبلهم" (روم:۹)، "قل سیروا فی الأرض فانظروا کیف کان عاقبة الذین من قبل" (روم:۴۲)۔

ابن منظور مکرم لسان العرب میں لکھتے ہیں: "السیاحة: الذهاب فی الأرض للعبادة والترهب، وساح فی الأرض یسیح سیاحة وسیوحاً وسیحاً وسیحاناً أی ذهب، وفی الحدیث "لا سیاحة فی الإسلام" أراد بالسیاحة مفارقة الأمصار والذهاب فی الأرض" (۴۵۲/۶)، اس کے بعد اس کا استعمال ان صوفی حضرات پر ہونے لگا جو مخلوقات سے یکسو ہوکر پہاڑوں کی گھاٹیوں میں گوشہ نشیں ہو گئے، اور انہیں جمعہ وجماعت سے کوئی سروکار نہ رہا، ایسے ہی حضرات کے متعلق علامہ ابن تیمیہ مجموع الفتاوی ۱۰/ ۶۴۳ میں لکھتے ہیں: "وکذلک السیاحة فی البلاد بغیر مقصود مشروع کما یعانیه بعض النساک أمر منهی عنه" (بعض صوفیاء کے اس عمل کی شرعاً کوئی گنجائش نہیں وہ ممنوع ہے)، امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا: "لیست السیاحة من الإسلام فی شئ ولا من فعل النبیین ولا الصالحین" (نہ تو اسلام میں اور نہ ہی انبیاء وصالحین کے عمل سے اس کی گنجائش ہے) (دیکھئے احکام السیاحۃ/۱۲)۔

علامہ ابن الجوزی نے بھی تلبیس ابلیس/۴۲۰ میں ایسے صوفیوں پر جو ظاہری زادراہ

واسباب کے بغیر گوشہ نشینی اختیار کرلیتے ہیں نقد کرتے ہوئے لکھا ہے: سیاحت کا معنی بہت سارے لوگوں پر گڈمڈ ہوگیا ان لوگوں نے بدون طلب علم ومکان مخصوص نیز زاد راہ لئے بغیر گوشہ تنہائی اختیار کرلی اور اسے توکل کہنے لگے، انہوں نے کتنے فریضے اور کتنی فضیلتیں ضائع کردیں وہ لوگ خوش گمان ہیں کہ اس کے ذریعہ تقرب الی اللہ حاصل ہوگیا، حالانکہ وہ لوگ رب کائنات کے نافرمان اور سنت رسول کے تارک ہیں، کیونکہ حضور اقدس علیہ السلام نے بدون حاجت بضرورت سفر سے منع فرمایا ہے، بالفاظ دیگر بے مقصد سفر سے منع فرمایا ہے (تلبیس ابلیس/۲۹۹ مطبوعہ دار ابن خلدون)۔

علامہ ابن تیمیہ نے تلذذ کی خاطر خوبصورت مناظر کو دیکھنے کو مکروہ قرار دیا ہے اور استدلال میں آیت ربانی: "لاتمدن عینیک إلی ما متعنا به أزواجاً منهم" کو پیش فرمایا ہے۔ شیخ جبرین فرماتے ہیں کہ یہ کراہت مطلق نہیں بلکہ ناشکری سے بچنے کی غرض سے ممنوع ہے، اس کی تائید میں مسلم شریف کی حدیث (۲۹۶۳) "انظروا إلی من هو أسفل منکم ولا تنظروا إلی من هو فوقکم فهو أجدر أن لا تزدروا نعمة الله علیکم" پیش فرمایا ہے (دیکھئے: احکام السیاحۃ/۱۶)۔

شیخ جبرین سے ترویح عن النفس کی غرض سے اندرون ملک جانے کے متعلق پوچھا گیا تو شیخ نے اثبات میں جواب دیا: "لا حرج فی ذلک فإن النفس قد تحس بضیق واکتئاب وقد یقع الإنسان فی هم وغم وشدة فهو یحب أن یروح عن نفسه" (انسان پر مختلف حالات، غم، مشقت، تنگی وغیرہ آتے رہتے ہیں، اس صورت میں وہ اس سے نکلنے کی غرض سے تفریح کا خواہاں ہوتا ہے، اس لئے سیاحت میں کوئی حرج نہیں)۔

اس عاجز نے بخاری کی حدیث بحوالہ کتاب العلم پہلے ہی پیش کردی ہے اور علم کی غرض سے سفر کا جواز ثابت ہوچکا ہے، لہذا اپنی مملکت میں بلند پہاڑیاں، مسطح مکانات، جنگلات، غاروں، وادیوں، لوگوں کے عقائد واعمال اور اخلاق ان کی معاشرتی زندگی اور معیشت واکتساب کے نت نئے طریقوں کی معرفت کی غرض سے سفر جائز ہونا چاہئے۔

اسی طرح عجائب خانوں اور آثار قدیمہ دیکھنے کی غرض سے درست ہونا چاہئے بشرطیکہ وہاں پہنچ کر انسانی صنعت وحرفت کا مظاہرہ کر کے اللہ کی قدرت اور اس کی صناعی مقصود ہو، اور یہ سوچے جب ایک مخلوق کی صنعت کا یہ حال ہے تو مالک الملک کی صنعت کا کیا حال ہوگا۔

عبد اللہ الجبرین لکھتے ہیں: ''لا بأس بزيارتها لما فيها من الآثار التي تدل على حالة السابقين وما كانوا عليه من قوة وفكرة ومعرفة وتصور حالتهم التي عاشوا فيها فإن تلك المتاحف كثيراً من الأدوات والأواني والأسلحة والألبسة والحلي والأحذية التي توصف في الكتب ولا يمكن تصورها حقيقة إلا بمشاهدتها'' (احکام السیاحۃ/۴۵)۔

ادوات قتال، ادوات زراعت، متقدمین کی صنعت وحرفت، مشقت وجدوجہد کا اندازہ مشاہدہ ہی سے ہوسکتا ہے نہ کہ کتابوں میں پڑھ کر۔ پنکھے، زنبیل، کھجور کی چھال سے بنے ڈھکن طرح طرح کی پلیٹیں اور برتن، جوتے، زیورات، لوہے کی نت نئی چیزیں دیکھ کر نجاری اور حدادی کی صنعت پر انسان وہاں پہنچ کر انگشت بدنداں رہ جاتا ہے۔

واقعۃً سچ ہے اس میں کوئی مبالغہ نہیں یہ عاجز جب سالار میوزیم حیدرآباد پہنچا تو اس طرح کی چیزوں کو دیکھ کر عقل متحیر ہوگئی۔

بلاد کفار میں سیاحت کی غرض سے جانے میں اگر اس میں صلابت ایمانی اور پختگی عمل نہیں تو طرح طرح کے محرمات ہیں اور شعائر کفر میں ملوث ہونے کا اندیشہ ہے، اس لئے ایسے شخص کے لئے اجتناب اولی ہے۔ شیخ بدر الدین عینی "يوشك أن يكون خير مال المسلم'' والی حدیث کے تحت لکھتے ہیں: ''الأصل فيه فضل العزلة في أيام الفتن إلا أن يكون الإنسان ممن له قدرة على إزالة الفتنة، فإنه يجب عليه السعي في إزالتها إما فرض عين وإما فرض كفاية بحسب الحال والأحيان وأما في غير أيام الفتنة فاختلف العلماء في العزلة والاختلاط أيهما أفضل؛ قال النووي: مذهب

الشافعي والأكثرين إلى تفضيل الخلطة لما فيها من اكتساب الفوائد وشهود شعائر الإسلام وتكثر سواد المسلمين وإيصال الخير إليهم... وذهب آخرون إلى تفضيل العزلة لما فيها من السلامة المحققة لكن بشرط أن يكون عارفاً بوظائف العبادة التي تلزمه وما يكلف به، قال: والمختار تفضيل الخلطة لمن لا يغلب على ظنه الوقوع في المعاصي" (عمدۃ القاری ۱؍۱۶۳)۔

عینی کی اس تحریر سے معلوم ہوا کہ اگر معاصی میں ملوث ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو عزلت بہتر نہیں۔ اس عبارت کو سیاحت کے لئے مستدل بنایا جاسکتا ہے۔ اور اسے اس شرط پر اجازت دینی چاہئے کہ قدرت ہونے پر دعوت وشعائر اسلامی غیروں کے سامنے پیش کرے گا۔ نیز معذب علاقے اور بستیوں کی سیاحت بطور عبرت اور خدا کی قدرت وحاکمیت کے مشاہدہ کی غرض سے بھی دی جاسکتی ہے اور انہیں شرطوں کے ساتھ جس کا ذکر حدیث رسول میں موجود ہے کہ ان علاقوں میں نہ جاؤ مگر روتے ہوئے، "وقد روی عن ابن عمر قال: لما مر النبی ﷺ بالحجر قال: لا تدخلوا مساکن الذين ظلموا أنفسهم أن يصيبكم ما أصابهم إلا أن تكونوا باكين ثم قنع رأسه وأسرع السير من جانب الوادی" (بخاری: ۴۴۱۹، مسلم: ۲۹۸۰)، "وعنہؓ أن الناس نزلوا أرض ثمود فاستقوا من آبارها وعجنوا به العجين فأمر النبیﷺ أن يهريقوا ما استقوا أو يعلفوا الإبل العجين وأن يستقوا من البئر التي كانت تردها الناقة" (بخاری: ۳۳۷۸، مسلم: ۲۹۸۱)۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ لوگ ارض ثمود پر اترے اور اس کے کنویں سے پانی پیا اور اس سے آٹا گوندھا تو حضور اکرم ﷺ نے پانی پھینکنے اور گوندھے ہوئے آٹے کو اونٹ کو کھلانے کا حکم فرمایا۔ قرآن عزیز نے قوم ثمود کی نافرمانی اور صالح علیہ السلام کی ناقہ کی کونچیں کاٹنے اور عذاب کا تذکرہ فرمایا ہے: "فعقروا الناقة وعتوا عن أمر ربهم وقالوا يا صالح ائتنا بما تعدنا إن كنت من المرسلين فأخذتهم الرجفة فأصبحوا في دارهم جاثمين" (الاعراف: ۷۸)۔

شیخ عبداللہ بن عبدالرحمن الجبرین بحوالہ البدایہ والنہایہ ۱۸۱/۲ لکھتے ہیں کہ عبرت کے ارادہ سے اہرام مصر دیکھنے کی بھی اجازت ہے، وہ لکھتے ہیں: "فقد ذکر ابن کثیر قصة سابور ذو الأکتاف.... کیف هلک ولم یحصنه ما بناه من الحصون التی أصبحت بعده مأوی للطیور ونظم ذلک بعضهم فی شعر یقول فیه:

وافوا الحضر إذ بناه دجلـ ـة تجبی إلیه والخابور

شاده مرمرا و شیده کلـ ـسا فللطیر فی ذراه وکور"

(وہ قلعہ جسے سابور ذو الأکتاف نے مرمر سے مزین کر کے اور اس کے کنگوروں کو انتہائی مستحکم بنایا تھا جس کی زیارت کے لئے لوگ کشاں کشاں جاتے تھے اور اس نے سمجھ رکھا تھا کہ یہ قلعہ ہماری حفاظت کرے گا وہ تو دنیا سے چلا گیا اور آج اس قلعہ کی ویرانی کا یہ عالم ہے کہ چڑیا چنگل کا آشیانہ بنا ہوا ہے) (احکام السیاحۃ/ ۶۳)۔

البتہ شیخ الجبرین احتیاطاً منع کرتے ہیں اور بدون فائدہ تجول سے اجتناب کا مشورہ دیتے ہیں، "فالواجب الاحتیاط والبعد والتوقی عن الأخطار"، دوسری جگہ لکھتے ہیں: "وکان الواجب أن یشتغل حیاته ووقت فراغه فی طلب العلم المفید فی العقائد والأحکام والآداب وفی الذکر والشکر والعبادة والأعمال الصالحة فمتی أضاعوها فی هذا التجول والتقلب فی البلاد ذهبت بدون فائدة" آدمی کو چاہئے کہ اپنے اوقات فائدہ مند علوم، عقائد اور احکام وآداب ذکر وشکر، اچھے اعمال میں گذارے، جب شہروں کی سیاحت میں وہ وقت گذار دے گا تو یہ وقت بامقصد نہ رہے گا۔

ساتھ ہی بہت ساری دولت بے مقصد خرچ ہوجاتی ہے، اگر وہ رہتی تو اپنے اہل وعیال، اقرباء واصدقاء، محتاجوں، عیالداروں کے کام آتی (احکام السیاحۃ/ ۲۷)۔

۳:ب- اگر خطرات درجہ یقین کو پہنچے ہوئے ہوں تو بال بچوں کو کیا خود بھی نہیں جانا چاہئے، لیکن اگر مظنون درجہ میں ہوں تو ان کو انہیں شرطوں کے ساتھ جو ماقبل میں بیان کی جاچکی

ہیں، ساتھ رکھنا درست ہونا چاہئے لیکن احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ ساتھ نہ لے جائیں، کیونکہ کفار و یہود ونصاری کے مشاعر دیکھ کر بچے بہت جلد متاثر ہو جائیں گے اور یہ بھی امکان ہے کہ اسلام کی عظمت پر انہیں شبہ ہونے لگے۔

۳: ج- ایسے مقامات پہ جانے سے احتراز مناسب ہے، ہاں گاڑیوں کو کرایہ پر دیا جاسکتا ہے۔

۳: د- بعض محرمات تو سوال میں مذکور ہیں، محرمات میں یہ بھی ہے کہ ٹور پر لے جانے والی کمپنیاں بڑھا چڑھا کر مبالغہ کر کے ایڈ ونائز کرتی ہیں لیکن عمل اس کے خلاف ہوتا ہے جو سراسر کذب وخداع ہے جس کی شرعاً اجازت نہیں، اس عاجز نے ٹور پر لے جانے والی کمپنیوں سے رابطہ کر کے حقیقت معلوم کرنا چاہا تو اخیر میں خلاصہ یہی نکلا کہ کوئی بھی ٹور شرعی نہیں بجز حج وعمرہ کے یا متدین ومتشرع حضرات کا کوئی ٹور ہو۔ میرے خیال میں اگر ٹور کمپنی دھوکہ وخداع سے کام نہ لے، اور مقصد صرف اسلامی مقامات مقدسہ کی زیارت ہو یا جائز مقاصد، شراب وکباب ومحرمات سے پاک ہو تو ٹور کمپنیوں کے قیام کی اجازت دینی چاہئے۔

۴- ولید بن راشد السعیدان اپنی کتاب "حکم التصویر الفوتوغرافی" صفحہ ۶ پر لکھتے ہیں: "فأما تصویر شیٔ لاروح فیه کالشجر والماء والثمار والجبال والبیوت ونحوها فلا کلام لنا فیه ولا أعلم فیه خلافاً إلا خلافاً شاذا" جن میں روح نہیں ان کی تصویر کشی میں کوئی اختلاف نہیں بجز اختلاف شاذ کے یہی رائے شیخ ابن عثیمین کی بھی ہے۔

جاندار کی تصویر کی حرمت پر دلائل پیش ہیں: "قال رسول اللہ ﷺ: من صور صورة فی الدنیا کلف یوم القیامة أن ینفخ فیها الروح ولیس بنافخ" (بخاری: ۵۹۶۳، مسلم: ۵۵۴۱)، "فمر برأس التمثال ینقطع فیصیر کهیئة الشجرة" (ابوداؤد: ۴۱۵۸، ترمذی: ۲۸۰۶)، ایک شخص نے حضرت ابن عباسؓ سے کہا کہ میں تصویر بناتا ہوں، مجھے اس کے متعلق آپ سے فتوی چاہئے آپ نے فرمایا: قریب ہو جاؤ میں تم کو جو میں نے حضور سے سنا، سناتا

ہوں، پھر کہا: میں نے حضور سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہر مصور جہنم میں ہوگا ہر تصویر کو جو اس نے بنایا ہوگا اسے جاندار بنا کر اس کے ذریعہ اسے عذاب دیا جائے گا اگر بدرجہ مجبوری تصویر بنانا ہو تو درخت کی اور جس میں جان نہ ہو اس کی بناؤ۔ ''سمعت من رسول اللہ ﷺ یقول: کل مصور فی النار یجعل له بکل صورة صورها نفس یعذب بها فی جهنم، ثم قال ابن عباس: فإن کنت لابد فاعلاً فاصنع الشجر ومالا نفس له'' (بخاری: ۲۲۲۵، باب بیع التصاویر التی لیس فیہا روح، مسلم: ۵۵۴۰)۔

معلوم ہوا تصویر میں اصل سر ہی ہے سر کے بغیر جواز نکل سکتا ہے، ''الصورة الرأس فإذا قطع فلا صورة'' (بیہقی ۷/۲۷۰)۔ محمد بن احمد علی الواصل اپنی کتاب احکام التصویر فی الفقہ الاسلامی میں مخلوقات کونیہ (شمس، قمر، نجوم، جبال وبحار، انہار واودیہ) کے تحت چار اقوال نقل کرتے ہیں، پہلا قول جواز کا ہے جو جمہور علماء وائمہ اربعہ کا مذہب ہے۔

دوسرا قول حرمت کا ہے، ابوعبداللہ قرطبی اور شرذمہ قلیلہ اس کے قائل ہیں۔

تیسرا قول: ان چیزوں کی تصویر کشی کی اجازت نہیں جن کی جاہلیت کے دور میں پوجا کی جاتی تھی جیسے سورج، چاند اور بعض درخت اس کے قائل علامہ ابو محمد الجوینی ہیں۔

چوتھا قول: تمام کی کراہت کا، یہ قول ابوسلیمان خطابی کا ہے، اگر چہ شیخ دراصل اس چوتھے قول کے متعلق لکھتے ہیں: ''وإن کان جملة هذا الباب مکروهاً وداخلا فیما یلهی ویشغل القلب بما لا یعنی'' یعنی کراہت کی وجہ صرف یہ ہے کہ دل غیر مفید اور لایعنی چیزوں کی طرف مائل ہو جائے گا۔

مفتی شفیع صاحب اپنی کتاب التصویر لاحکام التصویر/ ۶۳ پر لکھتے ہیں: '' وہ چیزیں جو غیر ذی روح نباتات یا جمادات میں سے ہیں لیکن ان کی عبادت کی جاتی ہے جیسے شمس قمر اور ہندوستان میں پیپل کا درخت اور دریائے گنگ وغیرہ ان کی تصویر بنانا جائز ہے یا نہیں؟ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے، علامہ شامی رد المحتار میں اس کو جائز قرار دیتے ہیں اور شیخ ملا علی قاری شرح

مشکوۃ میں باقتضائے قواعد اس کو بھی ناجائز فرماتے ہیں، عبارت شامی کی یہ ہے: "أو بغیر ذی روح لا یکره لأنها لا تعبد" (درمختار)، "فإن قیل: عبد الشمس والکواکب والشجرة الخضراء قلنا بعینه لا تمثاله فعلی هذا ینبغی أن یکره استقبال عین هذه الأشیاء مواج – أی لأنها عین ما عبد بخلاف مالو صورها واستقبل صورتها" (شامی مکروہات الصلوۃ ۱/۲۰۷)، اور عبارت مرقاۃ شرح مشکوۃ یہ ہے: "وأما ما عبد من دون الله ولو کان من الجمادات کالشمس والقمر فینبغی أن یحرم تصویره" (مرقاۃ ۴/۴۸۶)، اس کے بعد مفتی صاحب لکھتے ہیں: لیکن از روئے قواعد علامہ شامی کا فیصلہ زیادہ واضح اور مختار للفتوی ہے اور خلاصہ اس کا یہ ہے کہ جن چیزوں کی خود تصاویر پوجی جاتی ہیں ان کی تصویر بنانا جائز نہیں ہے، اگر چہ غیر ذی روح میں سے ہوں لیکن جن کی تصاویر کی پرستش نہیں ہوتی اگر چہ خود ان چیزوں کی پرستش ہوتی ہے تو ان کی تصویر جائز ہے مثلاً چاند، سورج یا پیپل اور گنگا کی پرستش کی جاتی ہے، مگر ان کی تصاویر کی پرستش نہیں ہوتی تو ان چیزوں کی تصویر بنانا جائز رہے گا اور صلیب کی تصویر بھی پوجی جاتی ہے، اس لئے اس کی تصویر بنانا اور پاس رکھنا جائز نہیں اگر چہ وہ غیر ذی روح کی تصویر ہے کما فی رد المحتار "والظاهر أنه یلحق به الصلیب وإن لم یکن تمثال ذی روح لأنه فیه تشبهاً بالنصاری ویکره التشبه بهم فی الزی وإن لم یقصده" (شامی استنبول ۱/۶۰۲) اور اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے، "إن رسول الله ﷺ کان لا یترک فی بیته شیئاً فیه صلیب" (بخاری، ابوداؤد، نسائی کتاب اللباس) اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اسی قسم کی چیزوں کے متعلق فرمایا ہے، "فإن کل ما عظم بالباطل من مکان أو زمان أو حجر أو شجر أو نیة یجب قصد إهانته کما تهان الأوثان المعبودة" (فتاوی ابن تیمیہ ۳/۷۵)۔

ایک روایت مسند احمد وبخاری وابوداؤد میں حضرت عائشہؓ سے اس طرح ہے: "عن عائشة أن النبی ﷺ لم یکن یترک فی بیته شیئاً فیه تصالیب الأنقضة" ہے جس

کی بابت ابن حجر کی تحریر ملاحظہ ہو، ''والذی یظهر أنه استنبط من نقض الصلیب نقض الصورة التي تشترک مع الصلیب في المعنی وهو عبادتها من دون الله''، ابن حجرؒ فرماتے ہیں مذکورہ حدیث سے یہ مستنبط ہوتا ہے کہ صلیب اور صلیب کے ہم معنی (یعنی صلیب کی طرح وہ شیئ معبود بنائی جاتی ہو) تو اس کا توڑنا بھی اس میں شامل ہوگا۔ اس لئے بندہ عرض کرتا ہے کہ مخلوقات کونیہ کی تصویر کشی مطلقاً جائز نہیں، صرف انہیں کی تصویر کشی کی اجازت ہوگی جن کی اصل کی پرستش تو کی جاتی ہے مگر تصویر کی نہیں اور وہ مخلوقات کونیہ جن کی اصل اور تصویر دونوں کی پرستش کی جاتی ہے ان کی عکس بندی جائز نہیں، یہیں سے ان اماکن واراضی وجبال واشجار ومناظر قدرت کی تصویر کشی کی بھی اجازت نکل آئی جن کی سرے سے پرستش ہی نہیں کی جاتی ہے اس لئے تعلیمی مقاصد کے لئے ان کا استعمال بلا ریب درست ہونا چاہئے۔

۵: الف- سب سے پہلے کارٹون کی تعریف عرض ہے، ڈاکٹر عبد اللہ بن محمد الطیار کارٹون کی باین الفاظ تعریف کرتے ہیں: ''الرسم الکاریکاتوري تعریفه في نظري هو: رسم یقوم به من یسمی بالفنان بالتعبیر عن سخطه لشخص ما ونحو ذلک فیقوم برسم هذا الشخص بطریقة فیها نوع سخریة منه وذلک لإضحاک الآخرین عند رؤیتهم صورة هذا الشخص''، کارٹونسٹ کی اصطلاح میں اظہار ناراضگی کی غرض سے کسی شخص کی ایسی تصویر کہ دیکھتے ہی ذہن ذی تصویر کی طرف چلا جائے اور لوگ ہنسنے لگیں۔

اس کے حکم کی بابت ڈاکٹر عبد اللہ بن محمد الطیار کی تحریر ملاحظہ ہو: ''الأول أنه رسم لذي الروح وقد جاءت الأدلة علی تحریم ذلک کما ذکرنا ثانیاً أنه فیه نوع سخریة من خلق الله تعالی وإهانة لهم ولذا کان التحریم فیه أشد'' (مناظر الصورة/ ۴۷)۔

(اس طرح کی تصویر غایت درجہ حرام ہے، جس کی دو وجہیں ہیں: اول یہ کہ یہ تصویر ذی روح کی ہے جس کی حرمت بیان کی جاچکی ہے۔ دوسرے یہ کہ خلق اللہ کی اہانت ان کا مذاق

اور استہزاء لازم آتا ہے)۔

واضح ہو کہ وہ ذی روح اگر ایسا ہے جس کی نظیر نہیں ملتی تو اس کے کارٹون کی بھی اجازت نہ ہوگی، "وحرم تصویر حیوان وإن لم یکن له نظیر" (نہایۃ المحتاج إلی شرح المنہاج ۲۱/۲۷۵)، "قال ابن حجر الهیثمی فی الزواجر: ولو صورة لا نظیر لها کفرس لها أجنحة" وفی حاشیة البجیرمی علی الخطیب ۴/۲۲۵: ولو لما لا نظیر له کبقر له منقار أو جناح" جیسے گھوڑا جسے پر ہو یا بیل جس کے چونچ یا پر ہوں، "ولو کانت الصورة خیالیة لا حقیقة لها کرجل له منقار أو فرس له جناحان أو ما یشبه الدببة وبعض الحیوانات أو غیر ذلک مما یتخیل لعموم الأدلة الدالة علی تحریم التصویر" (المفتی مرکز الفتوی بإشراف ڈاکٹر عبد اللہ الفقیہ) (اگر صورت خیالی ہو اس کی کوئی حقیقت نہ ہو جیسے کوئی آدمی جس کے چونچ ہو یا گھوڑا جس کے دو پر ہوں یا زمین پر رینگنے والوں اور بعض حیوانات کی تصویر ہو یا اس کے علاوہ خیالی تصویر ہوں، سب پر تصویر کا حکم لگے گا اور حرمت کا قول ہوگا)۔

اس لئے اس عاجز کی رائے ہے کہ تشویہ (صورت بگاڑنا) کے باوجود وہ تصویر ہے خواہ ممتہن ہو یا غیر ممتہن اور مضاہاۃ بخلق اللہ واستہزاء وغیرہ مفاسد پر مشتمل ہو کر درست نہیں ہونا چاہئے۔

۵:ب- کارٹون کو ذریعہ آمدنی بنانا اور اس مقصد کے لئے ملازمت کرنا درست نہیں ہونا چاہئے۔

۶:الف- جواب اجزء ہ کے تحت مفصلاً گفتگو ہو چکی ہے، مقاصد اگر صالح ہوں لیکن وسائل حرام ہوں تو اس صورت میں وہ مقاصد بھی حرمت کے دائرہ میں آجاتے ہیں، احقر نے بارہا سنا کہ اس طرح کے پروگرام سے عبرت یا معاشرہ کی اصلاح تو دور رہی صرف ایک مضحکہ کی صورت ہوتی ہے، حاضرین پاٹ ادا کرنے والوں کے حلیے، ہیئت اور ناز وادا واسلوب بیان پر

ہی الٹو ہوجاتے ہیں، اور جن مقاصد کی غرض سے یہ ڈراما مرتب ہوا اس کی طرف توجہ یا تو بالکل نہیں ہوتی یا ہوتی ہے تو اس کی حیثیت صرف ضمنی اور جزوی، اس لئے اس عاجز کے نزدیک جواز میں کلام ہے۔ ہاں اگر وسائل بھی درست ہوں اور ان محرمات سے خالی ہوں جن کی بابت احقر ماقبل میں گفتگو کر چکا ہے تو معاشرہ کے مفاسد پر تنقید اور بہتر کاموں کی ترغیب کی غرض سے ڈرامہ اسٹیج کیا جاسکتا ہے۔

سیر وتفریح - جائز وسائل اور شرعی ضوابط

ڈاکٹر سید اسرار الحق سبیلی ☆

۱-مزاح، لطیفہ گوئی اور مزاحیہ مشاعرہ:

الف-مزاح کا حکم:

شریعت میں مزاح جائز ہے، کئی احادیث میں آنحضور ﷺ کا اپنے اصحاب سے مزاح کرنا ثابت ہے، مثلاً رسول اللہ ﷺ سے ایک صحابی نے سواری کا جانور مانگا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں تمہیں اونٹنی کا ایک بچہ دوں گا، وہ صحابی کہنے لگے: میں اونٹنی کا بچہ لے کر کیا کروں گا؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "وھل تلد الإبل إلا النوق" (رواہ الترمذی وابوداؤد، مشکاۃ ۴۱۶/۲، باب المزاح) (اونٹ کو بھی تو اونٹنیاں ہی جنم دیتی ہیں، یعنی جوان اونٹ بھی تو اپنی ماں کا بچہ ہوتا ہے)۔

البتہ اس کی کچھ حدود ہیں:

۱-مزاح میں جھوٹ نہ بولا جائے، جیسا کہ روایت میں ہے: "عن أبی ھریرۃ قال: قالوا: یا رسول اللہ! إنک تداعبنا؟ قال: إنی لا أقول إلا حقاً" (رواہ الترمذی، مشکاۃ المصابیح ۴۱۶/۲) (سیدنا ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ صحابہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ بھی ہم سے مزاح فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں حق کے سوا کچھ نہیں بولتا ہوں)۔

☆ لکچرر گورنمنٹ جونیر کالج ظہیر آباد، ضلع میدک، آندھرا پردیش۔

۲- مزاح میں کسی کی دل آزاری نہ ہو، حدیث میں ایسے مزاح سے منع کیا گیا ہے جس میں کسی کی دل آزاری اور اذیت پہنچانے کا ارادہ ہو:

''عن ابن عباسؓ عن النبی ﷺ قال: لا تمار أخاک ولا تمازحه، ولا تعده موعداً فتخلفه'' (ترمذی، مشکاۃ ۴۱۷)۔

(سیدنا ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنے بھائی سے نہ جھگڑو، اس کے ساتھ (تکلیف دہ) مزاح نہ کرو، اور اس سے وعدہ کرکے وعدہ خلافی نہ کرو)۔

۳- مزاح میں فحش گوئی اور گناہ کی بات نہ ہو، آج کل کچھ لوگوں نے فحش گوئی اور بے حیائی کی بات کو مزاح سمجھ لیا ہے، یہ درست نہیں ہے، فتاوی عالمگیری میں ہے:

''لا بأس بالمزاح بعد أن لا يتكلم الإنسان فيه بكلام يأثم به'' (الفتاوی الہندیہ ۵/۳۵۲) (مزاح گوئی میں کوئی حرج نہیں ہے، جب کہ آدمی ایسی بات نہ کہے جس میں گناہ ہو)۔

ب- مزاحیہ پروگرام اور مزاحیہ مشاعرہ:

مذکورہ حدود کے ساتھ مزاحیہ پروگرام اور مزاحیہ مشاعرہ درست ہوگا، بشرطیکہ اتنا لمبا پروگرام نہ ہو کہ نماز، روزہ اور فرائض دین ودنیا میں کوتاہی ہو، مسلم اور ترمذی کی روایت میں ہے:

''عن جابر بن سمرة قال: كان رسول الله ﷺ لا يقوم من مصلاه الذي يصلي فيه الصبح حتى تطلع الشمس، فإذا طلعت الشمس قام، وكانوا يتحدثون فيأخذون في أمر الجاهلية فيضحكون ويتبسم ﷺ'' رواه مسلم وفي رواية للترمذي: يتناشدون الشعر'' (مشکاۃ المصابیح ۴۰۶)۔

(سیدنا جابر بن سمرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فجر کی نماز کے بعد مصلی سے نہیں اٹھتے، جب تک سورج نہ نکل جاتا، جب سورج نکل جاتا تو اٹھتے، اور دوسرے حضرات گفتگو کرنے لگتے، اور زمانہ جاہلیت کی بات میں لگ جاتے، تو ہنسنے لگتے، اور آپ ﷺ مسکراتے، یہ مسلم کی روایت ہے، اور ترمذی کی روایت میں ہے اشعار پڑھتے)۔

فتاوی عالمگیری میں ہے:

”وإنشاد ما هو مباح من الأشعار لا بأس به، وإذا كان في الشعر صفة المرأة إن كانت امرأة بعينها وهي حية يكره، وإن كانت ميتة لا يكره، وإن كانت مرسلة لا يكره، وفي النوازل: قرائة شعر الأديب إذا كان فيه ذكر الفسق والخمر والغلام يكره، والاعتماد في الغلام على ما ذكرنا في المرأة، كذا في المحيط: قيل: أن معنى الكراهة في الشعر أن يشتغل الإنسان به فيشغله عن قرائة القرآن والذكر، أما إذا لم يكن فلا بأس به“ (الفتاوی الہندیہ ۳۵۲/۵)۔

(مباح قسم کے اشعار پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں، اور جب شعر میں عورت کا وصف ہو، اگر متعینہ عورت ہو اور زندہ ہو تو مکروہ ہے، اگر مردہ ہو تو مکروہ نہیں، اگر نامعلوم عورت ہو تو بھی مکروہ نہیں، ”نوازل“ میں ہے کہ ادیب کا شعر پڑھنا جب کہ اس میں فسق، شراب اور غلام کا ذکر ہو تو مکروہ ہے، اور غلام کو عورت پر قیاس کیا گیا ہے، جیسا کہ ”محیط“ میں ہے، کہا گیا ہے کہ شعر میں کراہت کا مقصد یہ ہے کہ انسان اس میں مشغول ہو کر قرآن کی تلاوت اور ذکر سے غافل ہوجائے، البتہ جب ایسا نہ ہو تو کوئی حرج نہیں ہے)۔

ج-مزاحیہ کہانیاں لکھنا اور خرید وفروخت کرنا:

مزاحیہ کہانیاں یا مضامین لکھنے کا مقصد مندرجہ ذیل ہوتا ہے:

تفریح طبع، ملک کے سیاسی، معاشی، سماجی، عدالتی اور تعلیمی نظام پر طنز، جہالت اور اندھی تقلید پر تنقید، برائی اور بے حیائی کے کاموں سے نفرت دلانا، اس کے لئے فن کار سنجیدہ مضمون لکھنے کے بجائے طنز ومزاح کا سہارا لیتا ہے، جیسے: اکبر الہ آبادی، رشید احمد صدیقی، پطرس بخاری اور شوکت تھانوی وغیرہم نے مذکورہ مقاصد کے حصول کے لئے مزاح وطنز کا سہارا لیا ہے، اور موجودہ دور کے تقریباً مزاحیہ قلم کار جائز تفریح طبع اور اصلاح وتنقید کے لئے مزاحیہ نظم، نثر یا کہانی لکھتے ہیں، اس لئے اگر ان میں گناہ اور بے حیائی کی باتیں نہ ہوں تو انہیں لکھنے، پڑھنے،

شائع کرنے اور خرید وفروخت میں کوئی حرج نہیں ہونا چاہئے، علامہ حصکفی لکھتے ہیں:

''و أشعار العرب لو فیها ذکر الفسق تکره، انتهی، أو لتغلیظ الذنب کما فی الاختیار، أو للاستحلال کما فی النهایة'' (عرب کے اشعار میں اگر گناہ کی باتوں کا ذکر ہوتو مکروہ ہے، یا گناہ کی شدت ہو جیسا کہ ''اختیار'' میں ہے، یا گناہ کو حلال سمجھا گیا ہو، جیسا کہ ''نہایہ'' میں ہے)۔

اور علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

جان لو کہ ان اشعار کا کہنا حرام ہے جن میں فحش کلامی یا کسی مسلم کی ہجو ہو، یا اللہ تعالی، رسول اللہ ﷺ، یا صحابہ پر بہتان ہو، یا خودستائی، جھوٹ، مذموم تفاخر، یا نسب پر اعتراض ہو، اسی طرح جس میں کسی متعین امرد یا عورت کا وصف بیان کیا گیا ہو، جب کہ وہ زندہ ہوں، کیوں کہ کسی متعینہ زندہ عورت اور کسی متعین زندہ خوب رو امرد کا وصف بیان کرنا نہ مردوں کے درمیان جائز ہے، نہ تنہائی میں، البتہ مردہ یا غیر متعینہ عورت کا وصف بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے (رد المحتار ۹/۲۲۶)۔

د-لطیفہ گوئی اور مزاح نویسی کو پیشہ بنانا:

لطیفہ گوئی اور مزاح نویسی کو پیشہ بنالینا درست نہیں ہے، حدیث میں ہے:

''عن بهز بن حکیم عن أبیه عن جده قال: قال رسول الله ﷺ: ویل لمن یحدث فیکذب لیضحک به القوم، ویل له، ویل له'' (رواہ احمد والترمذی، وابوداؤد والدارمی، مشکاۃ المصابیح ۴۱۳)۔

(بہز بن حکیم اپنے والد اور دادا کے واسطے سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس شخص کے لئے ہلاکت ہے جو جھوٹ بیان کرے، تا کہ اس سے لوگوں کو ہنسائے، اس کے لئے ہلاکت ہے، اس کے لئے ہلاکت ہے)۔

اس حدیث کے تحت ملا علی قاری لکھتے ہیں:

"قال الغزالي: وحينئذ ينبغي أن يكون من قبيل مزاح رسول اللهﷺ، فلا يكون إلا حقا، ولا يؤذي قلباً، ولا يفرط فيه، فإن كنت أيها السامع تقتصر عليه أحيانا على الندور فلا حرج عليک، ولكن من الغلط العظيم أن يتخذ الإنسان حرفة ويواظب عليه ويفرط ثم يتمسک بفعل رسول اللهﷺ" (المرقاۃ علی ہامش المشکاۃ ۴۱۳/۴)۔

(امام غزالی نے فرمایا: مناسب ہے کہ مزاح، رسول اللہ ﷺ کے مزاح کے قبیل سے ہو، جو بالکل سچ ہو، دل آزاری نہ ہو، اور اس پر کوئی حرج نہیں، لیکن بڑی غلطی ہوگی کہ لوگ اس کو پیشہ بنالیں، ہمیشہ اسے اختیار کریں، اس میں زیادتی کریں اور پھر رسول اللہ ﷺ کے عمل سے استدلال کریں)۔

اسی طرح مزاح نویسی یا لطیفہ گوئی پر معاوضہ طے کرلیا گیا ہو تو درست نہیں ہوگا، لیکن بلاشرط اگر خوشی سے دیا گیا ہو تو لینا جائز ہوگا۔

"امرأة نائحة أو صاحب طبل أو مزمار اكتسب مالاً قال: إن كان على شرط رده على أصحابه إن عرفهم، يريد بقوله: على شرط، إن شرطوا لها في أوله مالاً بإزاء النياحة أو بإزاء الغناء، وهذا لأنه إذا كان الأخذ على الشرط كان المال بمقابلة المعصية، فكان الأخذ معصية، والسبيل في المعاصي ردها... أما إذا لم يكن الأخذ على شرط لم يكن الأخذ على معصية والدفع حصل من المالک برضاه فيكون له ويكون حلالاً" (الفتاوی الہندیہ ۳۴۹/۵)۔

(نوحہ کرنے والی عورت یا طبلہ یا موسیقی بجانے والے نے مال کمایا، تو اگر مطالبہ کر کے حاصل کیا ہو تو اس کے مالکوں کو لوٹائے، جب کہ ان کو پہچانتا ہو، یعنی شروع میں شرط لگا کر نوحہ اور گانے کے مقابلہ مال کا مطالبہ کیا ہو، کیوں کہ جب شرط لگا کرلیا، تو مال گناہ کے مقابلہ میں ہوا، تو لینا گناہ ہوا اور گناہ کی صورت میں اس کو لوٹانا ضروری ہوا، البتہ جب شرط کے ساتھ لینا نہ ہو تو گناہ کے کام پر لینا نہیں ہوا، بلکہ مالک کی رضامندی سے حاصل ہوا، تو وہ اس کے لئے حلال ہوگا)۔

ہ-مزاحیہ ڈرامہ اور ہنسی کی محفل:

تفریح طبع کے لئے مزاحیہ ڈرامے کا پروگرام منعقد کیا جاتا ہے، اس کا مقصد صرف ہنسنا اور ہنسانا ہوتا ہے، ایسے ڈرامے کا لکھنا، اس کا پروگرام کرنا اور اس کا دیکھنا درست نہیں ہے۔

اسی طرح خاص طور پر ہنسنے کے پروگرام رکھے جاتے ہیں، اور لوگ بے تکلف قہقہے لگاتے ہیں، اور دیر تک ہنسنے کی کوشش کرتے ہیں، ایسے پروگرام منعقد کرنا بھی جائز نہیں ہوگا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''**فلیضحکوا قلیلاً و لیبکوا کثیراً**'' (التوبہ: ۸۲) (چاہئے کہ وہ کم ہنسیں اور زیادہ روئیں)۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہنسنے سے انسان کی صحت پر اچھا اثر قائم ہوتا ہے، اور غم میں گھلنے سے بڑی بڑی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں، اس کا علاج انفرادی طور پر خوش رہ کر اور خوش مزاجی کو اپنا کر کیا جاسکتا ہے نہ کہ باضابطہ ہنسی کی محفل منعقد کر کے، ''زیادہ ہنسنے سے دل مردہ ہوجاتا ہے''۔ بعض مرتبہ زیادہ ہنسنے سے ہارٹ فیل ہو کر موت بھی واقع ہوجاتی ہے۔

۲-کھیل کود-اصول اور احکام:

الف-کھیل کے جائز اور ناجائز ہونے کے اصول:

حدیث میں تین طرح کے کھیلوں کے سوا تمام کھیلوں کو باطل قرار دیا گیا ہے: ''**کل شیئ یلھو به الرجل باطل، إلا رمیه بقوسه و تادیبه فرسه و ملاعبته امرأته، فإنھن من الحق**'' (رواہ الترمذی وابن ماجہ...مشکاۃ ۳۳۷)۔

(ہر وہ چیز جس سے آدمی کھیلتا ہے، باطل ہے، سوائے تیر اندازی، گھوڑے کی تربیت اور بیوی کے ساتھ کھیلنے کے، کیوں کہ یہ حق ہیں)۔

احادیث اور فقہ کی روشنی میں کھیل کے جائز اور ناجائز ہونے کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل اصول واضح ہوتے ہیں:

(۱) ایسا کھیل ہو جس سے نشانہ بازی کی مشق ہو۔

(۲) جس کھیل سے آلۂ جہاد کی تیاری ہو۔

(۳) اپنے گھر والے کے ساتھ کھیل ہو، غیر محرم کے ساتھ نہ ہو۔

(۴) کھیل سے جسمانی ورزش مقصود ہو، محض لہو ولعب اور سرمستی کا ارادہ نہ ہو: "إن أراد بها التلهي يكره ذلك ويمنع عنه، وإن أراد تحصيل القوة ليقدر على المقاتلة مع الكفرة فإنه يجوز ويثاب عليه" (الفتاوی الہندیہ ۳۵۲/۵)۔

(۵) ایسا کھیل ہو جو مختصر وقت میں مکمل ہو جائے، جس سے جماعت کی نماز اور دوسری عبادت نہ چھوٹے، کیوں کہ حدیث میں ہے کہ جو چیز تم کو اللہ کی یاد سے غافل کردے وہ جوا ہے: ''ما ألهاكم عن ذكر الله فهو ميسر'' (أخرجه البیہقی فی شعب الایمان ۲۴۲/۵، احمد فی کتاب الزہد، وطبری فی تفسیرہ ۳۶۰/۲)۔

(۶) ایسا کھیل نہ ہو جس میں انسان یا جانور کو اذیت پہنچانے کا ارادہ ہو، جیسے مرغ بازی، بٹیر بازی، بھینس کی لڑائی، بل فائٹنگ اور فری اسٹائل کشتی وغیرہ ناجائز کھیل ہیں، حدیث میں جانور کو باندھ کر نشانہ بازی سے منع کیا گیا ہے اور ایسا کرنے والوں پر لعنت کی گئی ہے:

عن سعيد بن جبير قال: "مر ابن عمر ؓ بفتيان من قريش قد نصبوا طيراً وهم يرمونه، وقد جعلوا لصاحب الطير كل خاطئة من نبلهم، فلما رأوا ابن عمر تفرقوا، فقال ابن عمر: من فعل هذا، لعن الله من فعل هذا، إن رسول الله ﷺ لعن من اتخذ شيئاً فيه الروح غرضاً" (صحیح مسلم ۱۵۳/۲)۔

(سیدنا سعید بن جبیرؒ روایت کرتے ہیں کہ سیدنا ابن عمرؓ کا گزر قریش کے چند نوجوانوں کے پاس سے ہوا، وہ لوگ پرندے کو باندھ کر اس پر تیر اندازی کر رہے تھے، انہوں نے پرندے کے مالک کے لئے ہر غلط نشانہ پر ایک تیر مقرر کیا تھا، انہوں نے جب سیدنا ابن عمرؓ کو دیکھا تو منتشر ہو گئے، ابن عمرؓ نے فرمایا: کس نے ایسا کیا؟ جس نے ایسا کیا اس پر اللہ کی لعنت ہے، اللہ کے

رسول ﷺ نے ایسے شخص پر لعنت بھیجی ہے جو کسی ذی روح کو نشانہ بنائے)۔

(۷) مردوں کے لئے زنانہ کھیل اور عورتوں کے لئے مردانہ کھیل جائز نہیں ہے، کیوں کہ حدیث میں مرد وعورت کو ایک دوسرے سے مشابہت اختیار کرنے پر لعنت کی گئی (بخاری ۲/ ۸۷۴ کتاب اللباس باب المتشبہین بالنساء) جیسے عورتوں کا کبڈی، کرکٹ اور ہاکی کھیلنا۔

(۸) کھیل میں جوا، سٹہ بازی اور میچ فکسنگ نہ ہو، جوا کی حرمت قرآن مجید میں صاف طور پر بیان کی گئی ہے (المائدہ: ۹۰)۔

ب-کھیل میں ساتر لباس کی رعایت:

آج کل کھیلوں کے لئے مخصوص یونی فارم لازم ہے، جس میں ستر کا خیال نہیں رکھا جاتا ہے، مسلمانوں کے لئے کھیلوں میں حصہ ستر کو چھپانا لازم ہے، کھیل کے وقت بھی ستر کا کچھ حصہ کھولنے کی گنجائش نہیں ہے، مرد کا ستر ناف سے لے کر گھٹنے تک ہے، جب کہ عورت کا ستر پورا جسم ہے، عورت کے لئے مردوں کے سامنے یا مردوں کے ساتھ کھیلنا جائز نہیں، عورتیں دوسری عورتوں کے درمیان کھیل سکتی ہیں، جب کہ ناف سے لے کر گھٹنے تک کا حصہ چھپا ہوا ہو، ستر کے حصہ کو چھپائے بغیر کھیلنا حرام ہے، کیوں کہ ستر کا چھپانا فرض ہے، اور یہ اللہ کے حق کے ساتھ بندہ کا بھی حق ہے (دیکھئے: ہدایہ ۱/ ۹۲-۹۶)۔

ج-مستحب اور مکروہ کھیل:

مستحب کھیل:

(۱) تیر اندازی: حدیث میں تیر اندازی سیکھنے کی بڑی تاکید آئی ہے، اور اس کو سیکھ کر چھوڑ دینے پر وعید آئی ہے، ''ألا إن القوة الرمي- رواه مسلم: من علم الرمي ثم تركه فليس منا أو قد عصى، (رواہ مسلم، مشکاۃ: ۳۳۹۶)۔

تیر اندازی میں بندوق وغیرہ سے نشانہ بازی بھی شامل ہوگی۔

(۲) گھوڑ دوڑ: آنحضور ﷺ نے گھوڑ دوڑ کو پسند فرمایا ہے اور گھوڑ دوڑ کا مقابلہ کروایا ہے:

عن عبد الله بن عمر "أن رسول اللهﷺ سابق بين الخيل التى أضمرت من الحفياء وأمدها ثنية الوداع، وبينهما ستة أميال، وسابق بين الخيل التى لم تضمر من الثنية إلى مسجد بنى زريق، وبينهما ميل" (متفق علیہ، مشکاۃ ۳۳۶)۔

(سیدنا عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تیز اور چھریرے قسم کے گھوڑوں کی مقام حفیہ سے ثنیۃ الوداع تک دوڑ لگوائی، ان کے درمیان چھ میل کا فاصلہ ہے، اور جو گھوڑے چھریرے نہیں تھے، ان کے درمیان ثنیہ سے مسجد بنی زریق تک دوڑ لگوائی، ان کے درمیان ایک میل کا فاصلہ ہے)۔

(۳) اونٹ کی دوڑ: آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

"لا سبق إلا فى نصل أو خف أو حافر" (رواہ الترمذی وابوداؤد والنسائی، مشکاۃ ۳۳۷)۔

(تیر، خف (اونٹ کا) یا کھر (گھوڑے کا) کے علاوہ دوسری چیزوں میں مقابلہ جائز نہیں ہے)۔

(۴) دوڑ: آنحضور ﷺ کا خود دوڑ لگانا ثابت ہے (دیکھئے: ابوداؤد، باب السبق علی الرجل)۔

(۵) کشتی: اسلام میں کشتی کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے، رکانہ عرب کے مشہور پہلوان تھے، انہوں نے آپ ﷺ کو مقابلہ کی دعوت دی، مقابلہ میں رکانہؓ کو شکست ہوئی اور اسی سے انہوں نے اسلام قبول کر لیا (دیکھئے: نیل الاوطار ۸/ ۹۲، رد المحتار ۹/ ۴۹۳)۔

لیکن کشتی سے مراد یہاں صرف ایسی کشتی ہے جس میں مقابل کو زمین پر چت کر دیا جائے، مروجہ فری اسٹائل کشتی مراد نہیں، جس میں مخالف پر آزادانہ تکلیف دہ حملہ کیا جاتا ہے، یہ جائز نہیں۔

(۶) تیراکی: آپ ﷺ نے بچوں کو تیراکی سکھانے کی ترغیب دی ہے، اور ایک

روایت میں تین کھیلوں کے ساتھ تیراکی کی بھی اجازت ہے (دیکھئے: الجامع الصغیر مع فیض القدیر ۵/ ۲۳ بحوالہ قاموس الفقہ ۴/ ۵۸۹)۔

جائز کھیل:

کبڈی، فٹ بال، ہاکی، لوڈو، کراٹے، بیڈمنٹن، ٹینس اور ٹیبل ٹینس وغیرہ، کیوں کہ ان کھیلوں سے عموماً دوڑ اور جسمانی ورزش کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ علامہ شامی لکھتے ہیں:

''وأما المسابقة بالبقر والسفن والسباحة فظاهر كلامهم الجواز، ورمي البندق والحجر كالرمي بالسهم، وأما إشالة الحجر باليد وما بعده فظاهر أنه إن قصد به التمرن والتقوى على الشجاعة لا بأس به'' (رد المحتار ۹/ ۴۹۴)۔

(بہر حال گائے، کشتی اور تیراکی میں مقابلہ جائز ہے، اور غلیل اور پتھر کا پھینکنا تیر پھینکنے کی طرح ہے، بہر حال ہاتھ سے پتھر بلند کرنا تو بظاہر اس سے مشق اور بہادری کی قوت پیدا کرنا ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے)۔

مکروہ اور ناجائز کھیل:

شطرنج، کیرم بورڈ، تاش، کرکٹ، فری اسٹائل کشتی، مرغ بازی، تیتر بازی، بھینسوں کی لڑائی اور رقص وغیرہ ناجائز کھیل ہیں، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

''يا أيها الذين آمنوا إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشيطان فاجتنبوه لعلكم تفلحون'' (المائدہ: ۹۰)۔

(اے ایمان والو! بلاشبہ شراب، جوا، بت اور پانسے، یہ سب ناپاک اور شیطانی کام ہیں، ان سے بچتے رہو، تاکہ تم کامیاب ہوجاؤ)۔

اس آیت کے تحت علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

''هذه الآية تدل على تحريم اللعب بالنرد والشطرنج قماراً أو غير قمار''(الجامع لاحکام القرآن ۶/ ۱۸۸)۔

(یہ آیت نرد اور شطرنج کھیلنے کی حرمت کو بتاتی ہے، چاہے اس میں جوا ہو یا نہ ہو)۔

اور فتاوی عالمگیری میں ہے:

''ويكره اللعب بالشطرنج والنرد، وثلاثة عشر وأربعة عشر، وكل لهو ما سوى الشطرنج حرام بالإجماع''(الفتاوی الہندیہ ۵/ ۳۵۲)(شطرنج، نرد، تیرہ، چودہ سے کھیلنا مکروہ ہے، اور شطرنج کے سوا تمام کھیل بالاتفاق حرام ہیں)۔

د-کھیل میں پیسے کی شرط:

کھیل میں ہار جیت کے وقت پیسے کی شرط ہو تو اس کے جائز ہونے کی صورت درج ذیل ہے:

(۱) جائز کھیل ہو۔

(۲) کھیل کے فریقین میں جیتنے کا احتمال ہو، یعنی وہ کھیل کھیلنے کی صلاحیت ہو، تا کہ سٹہ بازی اور فریق مخالف کو فائدہ پہنچا کر اس سے رشوت حاصل کرنے کا امکان نہ ہو۔

(۳) شرط یک طرفہ ہو، اگر دو طرفہ شرط ہو تو یہ صورت نا جائز اور قمار میں شامل ہے۔

(۴) شرط دو طرفہ ہو، لیکن ایک تیسرے شخص کو کھیل میں شامل کر لیا جائے کہ اگر وہ جیت جائے تو دونوں فریق کی طرف سے اسے رقم ملے گی، لیکن اگر تیسرا شخص ہار جائے تو اسے کچھ بھی دینے کی ضرورت نہیں ہوگی۔

(۵) انعام حکومت یا کھیل منعقد کرنے والے کی طرف سے ہو تو یہ مطلق جائز ہے، چاہے صرف جیتنے والے کو انعام دیا جائے یا ہارنے والے کو بھی کچھ دیا جائے۔ علامہ کاسانی وضاحت کرتے ہیں:

''... ومنها: أن يكون الخطر فيه من أحد الجانبين، إلا إذا وجد فيه

محللا، حتی لو کان الخطر من الجانبین جمیعاً ولم یدخلا فیه محللا لا یجوز، لأنه معنی القمار، ... وکذلک إذا کان الخطر من الجانبین ولکن أدخلا فیه محللا بأن کانوا ثلاثة، لکن الخطر من الاثنین منهم ولا خطر من الثالث، بل إن سبق أخذ الخطر، وإن لم یسبق لا یغرم شیئاً، فهذا مما لا بأس به أیضاً، وکذلک ما یفعله السلطان... ومنها: أن تکون المسابقة فیما یحتمل أن یسبق... حتی لو کانت فیما یعلم أنه "لا" یسبق غالباً لا یجوز، لأن معنی التحریض فی هذه الصورة لا یتحقق فبقی الرهان التزام المال بشرط لا منفعة فیه فیکون عبثاً ولعباً" (بدائع الصنائع ۵/۳۰۵-۳۰۶)۔

(اس کے جائز ہونے کی شرطوں میں سے ہے کہ شرط دو فریقوں میں سے کسی ایک کی طرف سے ہو، مگر یہ کہ کسی تیسرے کو شامل کرلے، یہاں تک کہ اگر شرط دوطرفہ ہو اور درمیان میں کوئی نہ ہو تو ناجائز ہے، کیوں کہ یہ قمار کے معنی میں ہے، اسی طرح جب شرط دوطرفہ ہو، لیکن ایک آدمی کو شامل کرلیا اور رقم ان میں سے دو آدمیوں کی طرف سے ہو، تیسرے کی کوئی رقم نہ ہو، اگر تیسرا شخص جیت گیا تو وہ رقم لے لے گا، اگر وہ ہار گیا تو اس کو کچھ دینا نہ ہوگا، اس صورت میں بھی کوئی حرج نہیں، اور اسی طرح سلطان رقم کا اعلان کرے، اور ایک شرط یہ ہے کہ مقابلہ میں جیتنے کا احتمال ہو، یہاں تک کہ معلوم ہو کہ ایک فریق غالباً نہیں جیت سکتا تو جائز نہیں ہوگا، کیوں کہ اس صورت میں ترغیب کا مقصد حاصل نہیں ہوگا، اور مال کو ایسی شرط کے ساتھ مربوط کرنا ہوگا جس میں کوئی فائدہ نہیں ہے، تو یہ بے کار اور محض کھیل ہوگا)۔

ہ-کافی وقت ضائع کرنے والا کھیل:

ایسا کھیل جو اپنے طریقہ اور لباس کے اعتبار سے محرمات پر مشتمل نہ ہو، لیکن اس میں کھیلنے والوں اور دیکھنے والوں کا کافی وقت ضائع ہوتا ہو، ایسا کھیل کھیلنا اور دیکھنا جائز نہیں ہوگا، جیسے: کرکٹ میچ اور خاص طور پر کرکٹ کا ٹسٹ میچ جو کم وبیش ایک ماہ چلتا رہتا ہے، کسی صورت

میں جائز نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"أفحسبتم أنما خلقناكم عبثاً وأنكم إلينا لا ترجعون" (المؤمنون:۱۱۵)
(کیا تم نے یہ خیال کیا ہے کہ ہم نے تم کو بے کار پیدا کیا ہے اور تم ہمارے پاس لوٹائے نہیں جاؤ گے؟)۔

اور حدیث میں ہے:

عن أبي برزة الأسلمي قال: قال رسول الله ﷺ: "لا تزول قدما عبد حتى يسأل عن عمره فيما أفناه وعن علمه فيما فعل وعن ماله من أين اكتسبه وفيما أنفقه وعن جسمه فيما أبلاه" (سنن الترمذی ۴/ ۶۷)۔

(سیدنا ابو برزہ اسلمیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "بندہ کے دونوں قدم (قیامت میں اللہ تعالیٰ کے سامنے سے) ہٹ نہیں سکیں گے، یہاں تک کہ اس کی عمر کے بارے میں اس سے نہ پوچھا جائے کہ عمر کس کام میں صرف کیا؟ اور علم کے بارے میں کہ علم پر کتنا عمل کیا؟ اور مال کے بارے میں کہ کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ اور جسم کے بارے میں بھی پوچھا جائے گا کہ جسم کو کس مصروفیت میں لگایا؟)۔

و-کھیل دیکھنے کے لئے ٹکٹ خریدنا:

جس کھیل کا دیکھنا جائز ہو، اس کھیل کو دیکھنے کے لئے ٹکٹ خریدنا بھی جائز ہوگا، اور جس کھیل کا دیکھنا جائز نہ ہو اس کو دیکھنے کے لئے ٹکٹ خریدنا بھی جائز نہیں ہوگا۔

۴-سیر وسیاحت:

الف-تفریحی مقصد کے لئے سفر:

تفریحی مقصد کے لئے ایک شہر سے دوسرے شہر یا ایک ملک سے دوسرے ملک کا سفر جب کہ اس میں کثیر رقوم کا صرفہ ہوتا ہے، جائز ہوگا، کیوں کہ سفر کرنا فی نفسہ مباح ہے، اللہ تعالیٰ کا

ارشاد ہے:

''أو لم يسيروا في الأرض'' (المومن:۲۱) (کیا ان لوگوں نے ملک میں چل پھر کر نہیں دیکھا)۔

سفر سے بے شمار فائدے ہیں جو بغیر سفر کے حاصل نہیں ہو سکتے، مثلاً:

(۱) تاریخی، جغرافیائی، معاشی، سماجی، سیاسی اور نفسیاتی معلومات ومشاہدات۔

(۲) زندگی کے تجربات اور انسانوں کی پہچان۔

(۳) بچوں اور بڑوں میں خود اعتمادی اور سلیقہ مندی۔

آج کل تاریخی اور مشہور مقامات کی سیر تعلیم کا ایک حصہ قرار دیا گیا ہے، اور تعلیمی ادارہ کی طرف سے بچوں کو مشہور مقامات کی سیر کرائی جاتی ہے، لیکن ادارہ کی طرف سے دور مقامات کی سیر مشکل اور بعض مرتبہ خطرناک ہوتی ہے، اس لئے والدین اگر اپنی گنجائش کے پیش نظر بچوں کو اپنے ساتھ مشہور مقامات کی سیر کرائیں تو یہ سفر زیادہ محفوظ اور سودمند ہوگا۔

ب- پرخطر مقام کا سفر:

جس جگہ کے سفر میں جان ومال اور عزت وآبرو کا خطرہ ہو، ایسے سفر میں بال بچوں کو لے جانا اور خود جانا بھی جائز نہیں ہوگا، کیوں کہ جان ومال اور عزت وآبرو کا تحفظ شریعت کے اہم مقاصد ہیں، حدیث میں ہے:

عن أسامة بن زيد قال: قال رسول الله ﷺ: "الطاعون رجز أرسل على طائفة من بني إسرائيل أو على من كان قبلكم، فإذا سمعتم به بأرض فلا تقدموا عليه وإذا وقع بأرض وأنتم بها فلا تخرجوا فراراً منه'' (متفق علیہ مشکاۃ ۱/۱۳۵)۔

(سیدنا اسامہ بن زیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: طاعون ایک عذاب ہے جو بنی اسرائیل پر یا تم سے پہلے لوگوں پر بھیجا گیا تھا، جب تم کسی علاقہ میں طاعون

کے بارے میں سنو تو وہاں مت جاؤ، اور جس علاقہ میں تم ہو وہاں طاعون آجائے تو طاعون سے بھاگتے ہوئے وہاں سے نہ نکلو)۔

فتاوی عالمگیری میں ہے:

جب تجارت وغیرہ کے لئے سمندر میں کشتی پر سوار ہونے کا ارادہ ہو، تو اگر حالت یہ ہو کہ اگر کشتی ڈوب جائے تو خود کو کسی طرح غرق ہونے سے بچانا ممکن ہو، تو کشتی میں سوار ہونا جائز ہے، اور اگر کسی طرح بھی غرق سے بچنا ممکن نہ ہو تو سوار ہونا جائز نہیں ہے، اسی مسئلہ پر ہمارے مشائخ رحمہم اللہ نے دار الحرب میں امان کے ساتھ داخلہ کو قیاس کیا ہے، چنانچہ انہوں نے کہا کہ اگر داخل ہونے والا اس پوزیشن میں ہو کہ اگر مشرکین اس کو قتل کرنے کا ارادہ کریں، اور اس کے لئے قتل کا دفاع ممکن ہو تو داخل ہونا جائز ہے، اور اگر دفاع ممکن نہ ہو تو داخل ہونا جائز نہیں ہے، جیسا کہ ”ذخیرہ“ میں ہے (الفتاوی الہندیہ ۳۶۶/۵)۔

ج-تفریح کے مقام پر دکان لگانا:

جس مقام پر لوگ سیاحت کی غرض سے آتے ہیں، وہاں عموماً بعض غیر شرعی باتیں بھی دیکھنے میں آتی ہیں، ایسی جگہوں میں غیر شرعی باتوں سے بچتے ہوئے از راہ تفریح جانا درست ہوگا، جب کہ اصلاً وہ جگہ سیاحت گاہ ہو، نہ کہ برائیوں کا اڈہ، اگر وہ برائیوں کا اڈہ بن جائے تو وہاں جانا درست نہیں ہوگا۔

اسی طرح وہاں جانے والوں کے لئے سواری کرایہ پر لگانا اور ایسے مقام پر اشیاء خورد ونوش فروخت کرنے کے لئے دکان لگانا درست ہوگا، کیوں کہ دکان لگانے پر نہ براہ راست معصیت پر تعاون ہے نہ بالراست، اگر ایسے مقام پر خورد ونوش کی چیزیں فروخت نہ کی جائیں تو لوگ اشیاء خورد ونوش دوسری جگہ سے خرید کر لے جائیں گے، البتہ وہاں جانے والوں کے لئے سواری کرایہ پر لگانے میں بالواسطہ تعاون ہے، جو بہت سے فقہاء کے نزدیک جائز ہے، علامہ ابن بزاز کردری (م: ۸۲۷ھ) لکھتے ہیں:

"آجر نفسه ليعصر لذمي خمراً يكره ولو لبناء بيعة لا، لأن المعصية في العصر يقام بعينه لا في الثاني" (الفتاوی البزازیہ مع الہندیہ ۳۵۹/۶)۔

(کسی نے ذمی کے لئے شراب نچوڑنے کی نوکری قبول کی، تو مکروہ ہے، اگر یہودی کی عبادت گاہ کی تعمیر کے لئے مزدوری کی تو مکروہ نہیں، کیوں کہ نچوڑنے میں معصیت بعینہ اس چیز کے ساتھ قائم ہے، جب کہ دوسری صورت میں نہیں)۔

د-ٹور کمپنیاں قائم کرنا:

چوں کہ ٹور والوں کا مقصد تجارتی نقطۂ نظر سے مسافروں کو ان کی منزل تک چھوڑنا ہوتا ہے، اس لئے اس طرح کی ٹور کمپنیاں قائم کرنا جائز ہوگا، علامہ شامی لکھتے ہیں:

"قال في الخانية: ولو آجر نفسه ليعمل في الكنيسة ويعمرها لا بأس به، لأنه لا معصية في عين العمل" (ردالمحتار ۴۷۷/۹)۔

(فتاوی خانیہ میں ہے کہ اگر خود کو مزدوری پر رکھا، تاکہ کلیسا میں کام کرے اور اس کی تعمیر کرے، تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، کیوں کہ معصیت بعینہ اس عمل سے نہیں ہے)۔

البتہ خاص مندر، تیرتھ گاہوں اور چرچوں کے لئے پوری گاڑی بک کرائی جائے تو ان زائرین کو لے جانا مناسب نہیں ہوگا، علامہ ابن بزاز لکھتے ہیں:

"استدل الذمي مسلماً عن طريق البيعة لا يدله عليها" (الفتاوی البزازیہ ۳۵۹/۶) (ذمی نے کسی مسلمان سے یہودیوں کی عبادت گاہ (بیعہ) کا راستہ پوچھا تو وہ اس کی رہنمائی نہ کرے)۔

۴-فلم بندی کا حکم:

تاریخی اور دستاویزی فلمیں جو قرآن میں جن مقامات کا ذکر آیا ہے، ان مقامات کی فلم بندی، نیز تعلیمی مقاصد کے لئے فلم بندی کی گنجائش ہوسکتی ہے، تاکہ بچوں کو سمجھنے میں آسانی ہو،

جیسا کہ بچیوں کے لئے گڑیا کی اجازت ہے، علامہ نووی نے لکھا ہے:

”و أجمعوا علی منعه ما کان له ظل ووجوب تغییره، قال القاضی: إلا ما ورد فی اللعب بالبنات لصغار البنت والرخصة فی ذلک“ (شرح مسلم للنووی ۱۹۹/۲)۔

(سایہ دار تصویر کی حرمت پر علماء کا اجماع ہے، اور اس میں تغییر واجب ہے، مگر چھوٹی بچیوں کی گڑیوں کے بارے میں جو رخصت وارد ہوئی ہے)۔

البتہ اس میں ضروری ہے کہ: (۱) ساز اور موسیقی نہ ہو۔ (۲) خواتین کی تصویر نہ ہو۔

۵- کارٹون کا حکم:

الف- کارٹون بنانے کا حکم:

کارٹون دراصل شخصیات وواقعات کی ایک علامت ہوتی ہے، اس کا مقصد حالات حاضرہ پر طنز ومزاح اور تنقید ہوتا ہے، اس میں لوگوں کی بعینہ تصویر کے بجائے شخصیت کا عکس اور علامت ظاہر کی جاتی ہے، اور غور کرنے پر اصل شخصیت سمجھ میں آتی ہے، اس لئے یہ جائز ہونا چاہئے، فتاوی ہندیہ میں ہے:

”لو کانت صغیرة بحیث لا تبدو للناظر إلا بتأمل لا یکره“ (الفتاوی الہندیہ ۱۰۷/۱) (اگر تصویر اتنی چھوٹی ہو کہ دیکھنے والے کو غور کرنے کے بعد نظر آئے تو مکروہ نہیں)۔

ب- کارٹون بنانے کی ملازمت:

آج کل کارٹون صحافت کا ایک حصہ بن گیا ہے، اور سیاسی، سماجی، معاشی مسائل اور ناانصافی پر طنز وتنقید کا ایک بہترین ذریعہ ہے، اس لئے صالح تنقید اور حق وانصاف کے اظہار کے جذبہ کے تحت اس پیشہ کو اختیار کرنے میں مضائقہ نہیں، حدیث میں ہے:

”أفضل الجهاد کلمة عدل عند سلطان جائر“ (ابوداؤد: ۴۳۴۴) (ظالم بادشاہ کے پاس انصاف کی بات کہنا افضل جہاد ہے)۔

۶-ڈرامہ کا حکم:

''ڈراما'' یونانی زبان کا لفظ ہے، اور ایک مصور سے مشتق ہے، جس کے معنی ہیں ''کر کے دکھانا''، اس میں زندگی کے واقعات کو محض بیان کرنے کے بجائے کر کے دکھائے جاتے ہیں (ڈاکٹر سید عابد حسین - انشائیات)۔

جس طرح صالح مقاصد کے حصول کے لئے تقریر اور تحریر، کا سہارا لیا جاتا ہے، اس سے موثر، واضح اور دل نشیں ذریعہ ڈراما ہے، لہذا بہتر کاموں کی ترغیب، حق وباطل کی تمیز اور معاشرہ کے مفاسد ومنکرات پر تنقید کے لئے ڈرامے اسٹیج کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہونی چاہئے، ہمارے دینی مدارس میں اس کی مثال مناظرہ کی مشق اور مکالمات ہیں، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

''وجادلهم بالتي هي أحسن'' (النحل: ۱۲۵) (اور ان کے ساتھ اچھے طریقہ سے بحث کیجئے)۔ واللہ اعلم بالصواب۔

تفریحی امور اور کھیل کود کے شرعی احکام

مفتی اقبال احمد قاسمی ☆

تفریح کی حقیقت اور اس کی ضرورت:

تفریح کسی مخصوص عمل یا کھیل کا نام نہیں بلکہ دل کو بہلانے والا کوئی کام یا کلام خوش کن کوئی فعل و حرکت فرحت و نشاط پیدا کرنے والا کوئی عمل تفریح کا مصداق ہے۔

فیروز اللغات میں ہے:

تفریح: دل لگی، ہوا خوری، سیر، فرحت، تفریح طبع، دل بہلاوا، خوشی (فیروز اللغات ر ۲۹۴)۔

علامہ قرطبی فرماتے ہیں:

''الفرح: لذة فی القلب بادراک المحبوب'' (تفسیر قرطبی ر ۵۴) (کسی محبوب و مرغوب چیز سے حاصل ہونے والی لذت کا نام فرحت و خوشی ہے)۔

مفتی محمود اشرف عثمانی لکھتے ہیں:

''تفریح کے ٹھیک ٹھیک معنی فرحت حاصل کرنے اور جسم و روح کو فرحت پہنچانے کے ہیں'' (محض لہو ولعب اور لغو حرکات کا نام تفریح نہیں) (تفریح کی شرعی حیثیت ر ۱۳)۔

تفریح کے مقاصد:

قرآن وحدیث میں تفریح طبع کے جن مقاصد کو صراحۃً یا اشارۃً ذکر کیا گیا ہے ان کا خلاصہ نمبر وار ذکر کیا جارہا ہے، ان مقاصد کی روشنی میں تفریح کا مقام اور شریعت میں تفریح برائے

☆ صدر مدرس مدرسہ مظہر العلوم مکس گنج، کانپور، یوپی۔

تفریح کے بجائے بامقصد تفریح کا پیغام، اس کا جواز اور استحباب بھی واضح ہوجاتا ہے۔

۱-تفریح کا پہلا مقصد ''راحت قلب'' ہے۔حدیث میں ہے:

''روحوا القلوب ساعة فساعة'' (جامع صغیر بحوالہ احکام القرآن ۳؍۱۹۵ للمفتی شفیع) (قلوب کو وقتاً فوقتاً راحت فرحت پہنچاتے رہا کرو)۔

۲-تفریح کا دوسرا مقصد ''دفع حرج'' ہے، اگر تفریح کی اجازت بالکلیہ منقطع ہوجائے تو بڑا حرج واقع ہو جبکہ ارشاد خداوندی ہے:

''ما جعل عليكم في الدين من حرج'' (سورہ حج) (اللہ نے تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں کی)۔

۳-تفریح کا تیسرا مقصد ''سہولت وآسانی'' کا مظاہرہ کرنا ہے۔کڑوی دوا بھی شہد کے ساتھ بآسانی پیٹ میں پہنچائی جاسکتی ہے۔تفریح میں دشواریات کی تلقین حکماء کا شیوہ رہا ہے اللہ رب العزت بھی ''یسر'' کو پسند فرماتا ہے، ارشاد ہے:

''يريد الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر'' (البقرہ:۱۸۵) (اللہ پاک تم پر آسانی برتنا چاہتا ہے تم پر سختی نہیں چاہتا)۔

۴-تفریح کا چوتھا مقصد ''دین کو خشونت سے بچانا'' ہے، جیسا کہ اس مقصد کی صراحت کرتے ہوئے رسالت مآب ﷺ نے حبشی بچوں کو اپنا کھیل جاری رکھنے کی اجازت مرحمت فرمائی، ارشاد ہے:

''خذوا يا بني أرفدة حتى تعلم اليهود والنصارى إن في ديننا فسحة'' (بحوالہ جامع صغیر: تفریح کی حیثیت از محمود اشرف ۱۵) (اے حبشی بچو! [مجھے دیکھ کر کھیل چھوڑنے کی ضرورت نہیں] کھیلو تا کہ یہود ونصاری کو پتہ چل جائے کہ ہمارے دین میں وسعت ہے)۔

بعض روایات میں یہ الفاظ آئے ہیں:

''الهوا والعبوا فإني أكره أن يرى في دينكم غلظة'' (بحوالہ فیض القدیر شرح

الجامع الصغیر ۳/ ۳۳۶، ایضاً مسند احمد ۶/ ۱۱۶، کنز العمال ۱۵/ ۲۱۴) (کھیلتے کودتے رہو کیونکہ میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ تمہارے دین میں سختی نظر آئے)۔

۵-تفریح کا پانچواں مقصد ''اکتاہٹ دور کرنا'' ہے، ایک روایت کے مطابق آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

''القلب مملّ كما تملّ الأبدان فاطلبوا لها طرائق الحكمة'' (بحوالہ احکام القرآن للشفیع ۳/ ۱۹۵) (دل اسی طرح اکتانے لگتا ہے جیسے بدن تھک جاتے ہیں تو اس کے لئے حکمت کے راستے تلاش کیا کرو)۔

۶-تفریح کا چھٹا مقصد ''کسی مغموم دل کو خوش کرنا'' ہے، حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ السلام جب اپنے کسی صحابی کو مغموم دیکھتے تو دل لگی کے ذریعہ اسے خوش فرماتے تھے، ملا علی قاری نے علامہ نووی شارح مسلم کے حوالہ سے لکھا ہے:

''فيه ندب مثل هذا، وإن الإنسان إذ رأى صاحبه حزيناً أن يحدثه، حتى يضحک أو يشغله ويطيب نفسه، اه، وفي آداب المريدين للسهروردي عن عليؓ أنه قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم يسر الرجل من أصحابه إذا رآه مغموماً بالمداعبة'' (مرقاۃ شرح مشکوۃ ۱/ ۲۶۸، ایضاً تکملۃ فتح الملہم ۱۵/ ۴۷۵)۔

(اس میں اس بات کا استحباب ہے کہ انسان جب کسی ساتھی کو مغموم پائے تو اس سے ہنسی اور تفریح کی کوئی بات کرے یا اس کو کسی کام میں مشغول کردے اور اس کے جی کو خوش کرے۔ علامہ سہروردی نے حضرت علیؓ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام جب اپنے صحابہ میں کسی کو مغموم دیکھتے تو تفریح وغیرہ سے اس کو خوش کردیتے)۔

۷- تفریح کا ساتواں مقصد ''چستی اور نشاط کے ساتھ باہمت وتوانا رہنا'' ہے۔ حدیث میں ہے: ''مومن قوی کمزور مومن کے مقابلہ میں زیادہ بہتر ہے اور اللہ کو زیادہ محبوب ہے'' (مشکوۃ)، اسی طرح ارشاد نبوی ہے کہ مسرت وخوشی اللہ کے انعامات میں سے ایک نعمت ہے، اسی

لئے حکم ہے کہ جب کسی مومن کو خوش دیکھو تو اس کو یوں دعا دو "أضحک اللہ" (اللہ پاک تم کو ہنستا رکھے خوش وخرم رکھے)۔

۸-تفریح کا آٹھواں مقصد "اظہار محبت" ہے، کنز العمال میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشا فرمایا کہ "اللہ تعالی اس بات کو پسند فرماتے ہیں کہ مرد اپنی بیوی کے ساتھ کھیلے اور اس کی وجہ سے جب مرد اپنی بیوی کو محبت سے دیکھتا ہے اور بیوی محبت سے شوہر کو دیکھتی ہے تو اللہ تعالی دونوں کو رحمت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں (کنز العمال ۱۶/۲۷۶)۔

۹-تفریح کا نواں مقصد "تنشیط اذہان" اور ذہانت کا امتحان ہے، حدیث کی کتابوں میں بطور تفریح کے ایسے جوابات منقول ہیں جس سے انسان کی ذہانت کو بھی اجاگر کیا گیا ہے، ایک شخص نے رسالت مآب ﷺ سے ایک سواری کی درخواست کی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اونٹنی کا بچہ دے سکتا ہوں، سائل نے عرض کیا کہ اونٹنی کے بچہ سے بھلا کیا ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہر اونٹ اونٹنی کا بچہ ہی تو ہوتا ہے (ترمذی عن انس باب ماجاء فی المزاح ۲/۲۰)، اسی طرح ایک بوڑھی خاتون سے آپ کا یہ فرمانا کہ بوڑھی عورت جنت میں داخل نہ ہوگی، اس پر وہ بوڑھی رونے لگی آپ نے اس کی وضاحت فرمادی (ابوداؤد باب المزاح)، دراصل یہ جوابات ذہن کو ورزش کرانے میں بھی اہم رول ادا کررہے ہیں تفریح کی تفریح ہے اور سبقت ذہنی اور سرعت انتقال ذہنی کی مشق بھی۔

۱۰-تفریح کا دسواں مقصد "بے تکلفی اور شفقت" کا اظہار کرکے جھجک کو دور کرنا ہے، بڑوں کا اپنا رعب ہوتا ہے، ان کی ہیبت چھوٹوں کو استفادہ میں مشکل پیدا کرتی ہے، تفریح کے ذریعہ یہ حجاب ٹوٹتا ہے اور جھجک ختم ہوکر چھوٹے بڑے باہم بے تکلف استفادہ کے لائق ہوجاتے ہیں، اسی لئے آنحضرت ﷺ اپنے چھوٹوں سے تفریحی جملے کہہ دیا کرتے تھے، مثلاً ایک صاحب سے آپ نے مزاحاً فرمایا: "اے دوکانوں والے" (ابوداؤد عن انس باب المزاح)۔

آنحضرت ﷺ کے اسوہ حسنہ میں وقتاً فوقتاً مثالیں تفریح کی ملتی ہیں اس میں یہ پہلو

بھی ملحوظ نظر آتا ہے کہ صحابہ بے تکلف ہوکر اپنی بات کہہ سن سکیں، واللہ اعلم۔

تفریح کی حقیقت اور اس کی ضرورت نیز اس کے مقاصد بالا کی روشنی میں تفریح کا جواز و استحباب ثابت ہوا لیکن تفریحی امور کی تفصیل اور تفریحی امور میں کون سے امور جائز اور کون ناجائز ہیں اس کی بحث انشاء اللہ آگے آرہی ہے۔

احادیث مبارکہ میں سستی و کاہلی دور کر کے چستی ونشاط پیدا کرنے والی کچھ ایسی تفریحوں کا ذکر بالتفصیل ملتا ہے جس میں جسم قوی و مضبوط ہوتے ہیں اور اس میں جسم کی پوری ورزش کے ساتھ انسان میں مہارت ہمت وجرأت اور بلند حوصلگی جیسی اعلی صفات پیدا ہوتی ہیں اور آدمی جہاد وعبادت اور خدمت خلق کے لئے تیار ہوتا ہے، مثلاً ریس (دوڑ) کا مقابلہ اور پیدل دوڑنے کی مشق اسی طرح گھوڑسواری کی مشق، کشتی، تیراکی اور نشانہ بازی وغیرہ ذیل میں ایسے ہی جسمانی تفریحی ورزش کو بالاختصار ذکر کیا جارہا ہے۔

الف–پیدل دوڑنا:

اپنی صحت وقوت کے مطابق ہلکی یا تیز دوڑ بہترین جسمانی ورزش اور تفریح ہے جس کے فوائد محتاج بیان نہیں، ہلکی پھلکی بیماریوں سے لے کر بڑی بڑی بیماریوں میں مبتلا مریضوں کو پیدل تیز چلنے یا دوڑنے کا ڈاکٹر مشورہ دیتے ہیں گویا اس کی افادیت پر سارے اطباء متفق ہیں، اگر سنت کی نیت سے پیشگی اس کو اپنایا جائے تو ثواب بھی اور بیماری سے حفاظت بھی ہے کیونکہ صحابہ کرام کا بھی عمل دوڑنے کی مشق کا اور اس میں مقابلہ کا ملتا ہے، خود حضور ﷺ کا دوڑ میں حضرت عائشہؓ سے [دلجوئی کے لئے] مقابلہ کا ذکر احادیث میں موجود ہے، صحابہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا بیان ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت زبیر بن العوامؓ میں دوڑ کا مقابلہ ہوا، حضرت زبیر آگے نکل گئے تو فرمایا: رب کعبہ کی قسم میں جیت گیا، پھر کچھ عرصہ بعد دوبارہ دوڑ کا مقابلہ ہوا تو حضرت عمر فاروق آگے نکل گئے تو انہوں نے بھی وہی جملہ دوہرایا "فزت و رب الکعبة" (احکام القرآن مفتی شفیع ۳/۱۹۰ رسالہ محمود عثمانی)۔

ب-نشانہ بازی:

نشانہ بازی کی مشق خواہ وہ تیر اندازی کی شکل میں ہو یا نیزہ چلانے کی صورت میں یہ اسلام کا پسندیدہ کھیل اور بامقصد تفریح کا مصداق ہے جسے نہ صرف سیکھنے کا حکم دیا گیا ہے، بلکہ سیکھنے کے بعد اس کی مشق جاری رکھنے کی تاکید کی گئی ہے اور سیکھنے کے بعد اسے بھولنے سے منع کیا گیا ہے، کیونکہ یہ محض کھیل اور شوقیہ تفریح نہیں بلکہ یہ جہاد میں کام آنے والی ایک قسم کی قوت ہے جس کی فراہمی کا حکم اللہ تعالی نے دیا ہے، ارشاد ہے:

''و أعدوا لهم ما استطعتم من قوة'' (الانفال:٦٠) (اور جہاں تک ہو سکے ان کے مقابلہ کے لئے قوت فراہم کرو)۔

اس کی وضاحت میں آپ ﷺ نے فرمایا:

''ألا إن القوة الرمي ألا إن القوة الرمي ألا إن القوة الرمي'' (مسلم، مشکوۃ/۳۳٦) (سنو، قوت تیر اندازی میں ہے، سنو قوت تیر اندازی میں ہے، سنو! قوت تیر اندازی میں ہے)۔

مذکورہ حدیث میں ''قوت'' کی تفسیر 'رمی' سے کی ہے رمی کے معنی پھینکنا ہے اس پھینکنے کے مفہوم میں جس طرح تیر اندازی شامل ہے، اسی طرح اس لفظ میں گولی نشانہ پر پھینکنے کی مشق، راکٹ، میزائل، بم کو ٹھیک ٹھاک نشانہ تک پہنچانا بھی داخل ہے اور ان میں سے ہر ایک کی مشق جہاں جسم واعصاب کی ریاضت ہے وہاں حسن نیت اور مقصد صحیح کے پیش نظر ہونے پر باعث اجر وثواب بھی ہے جیسا کہ حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری نے تفصیل کے ساتھ اپنی تصنیف بذل المجہود فی حل ابی داؤد (۱۱/ ۴۲۸) میں روشنی ڈالی ہے، البتہ بے مقصد کنکریوں یا غلیل وغیرہ کی نشانہ بازی محض فضول حرکت ہے، جس کا کوئی صحیح مقصد نہیں ہوتا، اسی طرح نشانہ بازی میں پالتو جانوروں وغیرہ کو نشانہ بنانے یا بلا وجہ کسی ذی روح کو ہدف بنانے سے سختی سے روکا گیا ہے یہ تفریح نہیں بلکہ ضیاع مال اور ایذاء محض ہے اور خواہ مخواہ جان کو ضائع کرنا یا اس کو تکلیف پہنچانا

ہے، حضرت عبداللہ بن مغفلؓ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ کنکریوں سے نشانہ لگا رہا ہے، آپ نے فرمایا کہ کنکر بازی نہ کرو، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے کنکریاں پھینکنے سے منع کیا ہے اور فرمایا ہے کہ اس سے نہ شکار ہوسکتا ہے نہ دشمن زخمی ہوسکتا ہے، ہاں یہ کنکریاں کسی کا دانت توڑتی ہیں اور کسی کی آنکھ پھوڑتی ہیں (متفق علیہ، مشکوۃ ۲/ ۳۰۵)۔

ج - گھوڑ سواری وغیرہ:

گھوڑ دوڑ یا اس کی سواری کی مشق اسی طرح ہر وہ سواری جو جہاد وغیرہ کسی مقصد میں کام آئے اس کا سیکھنا سکھانا ایک طرف جسمانی ورزش اور تفریح بھی ہے دوسری طرف ٹریننگ اور تربیت بھی، اگر چہ قرآن وحدیث میں بالعموم گھوڑوں کا ذکر آیا ہے اس کی خصوصیت کی وجہ مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے معارف القرآن میں یہ لکھی ہے:

''سامان جنگ میں سے خصوصیت کے ساتھ گھوڑوں کا ذکر اس لئے کردیا کہ اس زمانہ میں کسی ملک وقوم کو فتح کرنے میں سب سے زیادہ موثر ومفید گھوڑے ہی تھے اور آج بھی بہت سے ایسے مقامات ہیں جن کو گھوڑوں کے بغیر فتح نہیں کیا جاسکتا، اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ گھوڑوں کی پیشانی میں اللہ تعالی نے برکت رکھ دی ہے'' (تفسیر معارف القرآن ۴/ ۲۷۴)۔

لیکن جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا احادیث میں سواری کی مشق کے فضائل گھوڑوں تک محدود نظر آتے ہیں مگر گھوڑ سواری کی فضیلت کی جو علت ہے وہ گھوڑے پر ہی موقوف نہیں ہے، اس لئے علت کے اشتراک سے حکم دوسری سواریوں کو بھی شامل ہوگا یعنی جس طرح گھوڑ سواری کے فضائل ہیں اسی طرح ہر وہ سواری جو جہاد کے کام آتی ہو یا آسکتی ہو اگر اسے بہ نیت جہاد چلانے کی مشق کی جائے تو وہ بھی اسی حکم میں داخل ہوگی جیسے بمبار اور لڑاکا طیارے، ہیلی کاپٹر، آبدوز، بحری جہاز، ٹینک، بکتر بند گاڑیاں، جیپ کار، موٹر سائیکل، سائیکل وغیرہ ان سب سواریوں کی مشق اور ٹریننگ اسلامی نقطہ نظر سے اسلام کے پسندیدہ کھیل اور بامقصد جسمانی ورزش شمار ہوگی جبکہ جائز اور نیک مقاصد کے تحت ان کو سیکھا اور استعمال کیا جائے۔ حدیث میں ہے:

''ارموا وارکبوا'' (مسلم) (تیر چلاؤ اور سواری کرو)۔

ایک حدیث میں ہے:

''قال رسول اللہ ﷺ: **من خیر معاش الناس لھم رجل ممسک عنان فرسه فی سبیل الله یطیر علی متنه کلما سمع هیعة أو فزعة طار علیه یبتغی القتل والموت مظانه**'' (مشکوۃ کتاب الجہاد فصل اول ۳۲۹)۔

(لوگوں کی زندگیوں میں بہترین زندگی اس آدمی کی ہے جس نے اپنے گھوڑے کی لگام اللہ کے راستہ میں تھام رکھی ہو، اس کی پشت پر اڑا جا رہا ہو جب کبھی کوئی چیخ یا دہشت کی آواز سنے اڑ کر وہاں پہنچتا ہو اور قتل اور موت کی جگہوں میں موت کو تلاش کر رہا ہو)۔

اس حدیث کی مقصدیت کو ذہن میں رکھنے کے بعد بآسانی اس فضیلت کا دیگر معروف سواریوں کے ضمن میں متحقق ہونا واضح ہو جاتا ہے، اس لئے سبھی سواریوں کی ٹریننگ خواہ وہ بطور تفریح کے ہو خالی از فائدہ نہیں۔

د- تیراکی کی مشق:

ایک مسلم نوجوان کے لئے تیراکی جہاں تفریح طبع اور جسمانی ورزش کا عمدہ ذریعہ ہے وہاں یہ کھیل بوقت ضرورت اپنی اور دوسروں کی جان بچانے اور جہاد کی بہترین تیاری بھی ہے، حدیث میں اس کی ترغیب دی گئی ہے، ارشاد نبوی ہے:

''مؤمن کا بہترین کھیل تیراکی ہے اور عورت کا بہترین کھیل سوت کاتنا ہے'' (بحوالہ کنز العمال ۱۵/ ۲۱۱، تفریح کی شرعی حیثیت/ ۳۰)۔

صحابہ کرام میں تیراکی کے مقابلہ بھی ہوتے تھے۔

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ہم حالت احرام میں تھے کہ مجھے عمر فاروقؓ کہنے لگے آؤ، میں تمہارے ساتھ غوطہ لگانے کا مقابلہ کروں، دیکھیں ہم میں سے کس کا سانس لمبا ہے (عوارف المعارف للسہروردی/ ۲۴۲ بیروت از رسالہ عثمانی/ ۳۰)۔

ہ-کشتی لڑنا یا کھیلنا:

''مصارعۃ''یعنی باہم پچھاڑنے کے لئے کھیل اور کشتی لڑنا بھی اسلام میں ایک بامقصد تفریح ہے جس کی اسلام حوصلہ افزائی کرتا ہے، حدیث میں حضرت رکانہ کا واقعہ مشہور ہے کہ وہ زبردست پہلوان تھے ان سے کوئی جیت نہیں پاتا تھا، انہوں نے آپ ﷺ کو بھی ''ھل من مبارز'' کی دعوت دے ڈالی، آپ ﷺ مقابلہ کی دعوت قبول فرمالی، کشتی ہوئی اور آپ جیت گئے، رکانہ کی یہی شکست حضرت رکانہ کے قبول اسلام کا سبب بن گئی (نیل الاوطار ۸/ ۹۲ از قاموس الفقہ ۴/ ۵۸۸)۔

مگر کشتی سے مراد یہاں صرف وہ کشتی ہے جس میں فریق مخالف کو زمین پر گرادیا جائے اسے چت کردیا جائے وہ فری اسٹائل کشتی مراد نہیں جس کا آج کل رواج ہے اور جس میں فریق مخالف پر آزادانہ تکلیف دہ وار کئے جاتے ہیں اور بعض دفعہ شدید جسمانی نقصان پہنچایا جاتا ہے، اخلاقی اور انسانی حدود سے متجاوز ایسی کشتی اور لڑائی کی مشق بالکل جائز نہیں، موجودہ زمانہ میں جوڈو کراٹے بھی کشتی کے حکم میں ہے، کیونکہ اس کا مقصد بھی جسمانی ورزش اور مدافعانہ صلاحیتوں کو پروان چڑھانا ہے، البتہ کراٹے کا ایسا مقابلہ جائز نہیں جس میں دوسرے فریق کو ہر قسم کا نقصان پہنچانے کی اجازت ہو (قاموس الفقہ ۴/ ۵۸۸)۔

غرضیکہ کشتی کے بھی اپنے حدود ہیں نیت کی درستگی اور طریقہ کار کی تصحیح کی اس میں بھی ضرورت ہے۔ فقہاء لکھتے ہیں:

''مصارعۃ''یعنی کشتی لڑنا جبکہ جہاد کی نیت سے ہو تو جائز ہے بحدیث مصارعۃ رکانہؓ، اور ہمارے زمانہ میں جو اوباش لوگ اکھاڑہ وغیرہ لڑتے ہیں اور بے ستر حرکات مکروہ کرتے ہیں اور اس سے (محض) تن پروری مقصود ہے، بدون سامان جہاد کے تو یہ مکروہ تحریمی ہے (عین الہدایہ ۴/ ۳۷۸ کتاب الکراہیہ)۔

مذکورہ تفریحی امور کو مشغلہ بنانے کے حدود:

خیر القرون میں رائج قلب ودماغ کو فرحت بخشنے والی تفریحات اور جسم کو قوت وصحت فراہم کرنے والے کھیل اور دفاع میں معاون تفریحی ورزش جن کا ذکر اوپر گذرا اس سے ان تفریحی امور کا جواز بلکہ استحباب ثابت ہوا (بلکہ بعض حالات میں وجوب کہنا بھی بجا ہوگا جبکہ یہ کسی واجب فرض کا موقوف علیہ ہوجائے) کہ ان چیزوں کے لئے انسان کچھ وقت نکالے لیکن شرط ان سب چیزوں میں جواز کی یہ ہے کہ نیت ان مقاصد صحیح کی ہو جو ان کھیلوں میں پائے جاتے ہیں کھیل برائے کھیل مقصد نہ ہو، اور وہ بھی بقدر ضرورت ہو، اس میں توسع اور غلو نہ ہو کہ انہی کو مشغلہ بنالیا جائے اور ضروری کاموں میں ان سے حرج پڑنے لگے تو ایسے کھیل تفریح شرعاً مباح اور دینی ضرورت کی نیت سے ہوں تو ثواب واجر کا ذریعہ ہیں ۔ اور اگر ان چیزوں میں ایسی مشغولیت ہوجائے کہ آدمی کو ضروری کام یہاں تک کہ نماز اور دوسری عبادت سے بھی غافل کردے تو یہی امور ناجائز اور گناہ کا ذریعہ بن جائیں گے۔

علامہ ابن حجرؒ نے امام بخاری کے قائم کردہ باب ''**کل لهو باطل إذا شغله عن طاعة الله**'' کے تحت لکھا ہے:

''**سواء كان ماذوناً في فعله أو منهياً عنه كمن اشتغل بصلاة نافلة أو بتلاوة أو ذكر أو تفكر في معاني القرآن مثلاً حتى خرج وقت الصلاة المفروضة عمداً فإنه يدخل تحت هذا الضابط وإذا كان هذا في الأشياء المرغب فيها المطلوب فعلها فكيف حال ما دونها**'' (فتح الباری کتاب الاستیذان ۱۱/ ۹۱)۔

(کوئی شخص کسی بھی چیز میں ایسی مشغولیت اختیار کرے جس سے فرائض سے غفلت ہوجائے خواہ وہ چیز شرعاً جائز ہو یا ناجائز مثلاً کوئی شخص عمداً نفل نماز، تلاوت قرآن، ذکر اللہ یا معانی قرآن میں غور وفکر کے اندر اس طرح مشغول رہا کہ فرض نماز کا وقت جاتا رہا تو وہ بھی اس ضابطہ کے تحت داخل ہے، جب نفلی عبادت کا یہ حال ہے جن کے فضائل وارد ہیں اور جو شرعاً

مطلوب ہیں تو پھر اس سے کم درجہ کی اشیاء کا کیا حکم ہوگا؟)۔

یعنی جب جائز اشیاء، حقوق وفرائض کی ادائیگی سے غفلت میں ڈالیں تو وہ بدرجہ اولی حد جواز سے حد کراہت وحرمت میں داخل ہو جائیں گی۔

مولانا محمد یوسف لدھیانوی ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

''کھیل کے جواز کے لئے تین شرطیں ہیں: ایک یہ کہ کھیل سے مقصود محض ورزش یا تفریح ہو، خود اس کو مستقل مقصد نہ بنالیا جائے، دوم یہ کہ یہ کھیل بذات خود جائز بھی ہو، اس کھیل میں کوئی ناجائز بات نہ پائی جائے، سوم یہ کہ اس سے شرعی فرائض میں کوتاہی یا غفلت پیدا نہ ہو'' (آپ کے مسائل اور ان کا حل ۷/ ۳۳۰)۔

ناجائز تفریحات:

خیر القرون میں نبی ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی زندگیوں میں جس طرح تفریحی امور کا ذکر ملتا ہے جس کو ہم ''تفریح طبع کی پسندیدہ صورتوں'' کے ضمن میں ذکر کر آئے ہیں، اسی طرح بعض تفریحی امور کی ممانعت اور اس کی شناعت کی صراحت بھی کتب حدیث میں دیکھنے کو ملتی ہے، ذیل میں ایسے ہی ''تفریح کی ممنوع صورتوں'' کا ذکر بالاختصار کیا جاتا ہے تاکہ جائز وناجائز تفریحات کی تفصیل معلوم ہونے کے بعد غیر منصوص تفریحات کا حکم پہچاننے میں دشواری نہ رہے۔

۱-شطرنج: حدیث شریف میں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے اسے کھیلنے سے صراحۃً منع فرمایا ہے، ایک حدیث میں ہے:

''ملعون من لعب بالشطرنج والناظر إليها كآكل لحم الخنزير'' (کنز العمال حدیث: ۴۰۶۳۶) (شطرنج کھیلنے والا ملعون ہے اور جو اس کی طرف دیکھے اس کی مثال خنزیر کھانے والے جیسی ہے)۔

۲-نردشیر (چوسر) اس کی بھی حدیث میں صراحۃً ممانعت ہے۔

''عن أبي موسى الأشعري أن رسول الله ﷺ قال: من لعب بالنرد فقد

عصی الله ورسوله“ (ابوداؤد، مشکوۃ کتاب اللباس ۳۸۶/) (رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے ”نردشیر“ کھیلا اس نے اللہ تعالی اور اس کے رسول کی نافرمانی کی)۔

۳- کبوتر بازی: اپنے یا بچوں کی انسیت کے لئے کبوتر یا دیگر پرندے پال لیا تو شرعاً جائز ہے اور اس میں کوئی قباحت نہیں بشرطیکہ پنجرہ آرام دہ اور کشادہ ہو اور ان کے دانے پانی کا خیال رکھا جائے لیکن چھتوں پر چڑھ کر جو کبوتر اڑانے کے مقابلے ہوتے ہیں اور کبوتر بازی کے شوقین گھنٹوں ان کا مشغلہ رکھتے ہیں تو یہ کوئی جائز تفریح نہ ہوئی، احادیث میں اس سے منع کیا گیا ہے۔

”عن أبی هريرةؓ أن رسول اللهﷺ رأى رجلاً يتبع حمامة فقال شيطان: يتبع شيطانة“ (رواہ احمد وابوداؤد وابن ماجہ والبیہقی فی شعب الایمان، مشکوۃ ۳۸۶/ کتاب اللباس والتصاویر) (حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ ایک کبوتر کے پیچھے دوڑا جارہا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ایک شیطان دوسرے شیطان کے پیچھے پیچھے جارہا ہے)۔

۴- پرندوں یا درندوں کو لڑانا: دیہات وقصبات میں اب باضابطہ یہ فن بن گیا ہے کہ جانوروں کو آپس میں لڑاتے اور خود تفریح کرتے ہیں، کبھی مرغ کبھی بٹیر، کہیں اور دوسرے جانوروں کے لڑانے کا بھی رواج ہے یہ لڑانا شرعاً ناجائز ہے، دیگر مفاسد نہ بھی ہوں تب بھی صرف یہ جانوروں کو لڑانا ہی رحمت عالم ﷺ کے صریح حکم کے خلاف ہے۔

ترمذی وابوداؤد کی حدیث ہے:

”نهی رسول اللهﷺ عن التحريش بين البهائم“ (مشکوۃ ۳۵۹/) (رسول اللہ ﷺ نے جانوروں کو لڑانے سے منع فرمایا ہے)۔

۵- گانا سننا، رقص وموسیقی: وقتی تفریح کے لئے اچھے اشعار کا پڑھنا، سننا، سنانا نہ صرف جائز بلکہ حضرات صحابہ اور سلف صالحین سے مروی ہے جیسا کہ ”تفریح طبع کی پسندیدہ صورتوں“

کے بیان میں گذر چکا مگر گانا بجانا جس میں آلات موسیقی استعمال کئے جائیں یا نامحرم عورت کی آواز ہو نہ صرف حرام ہے بلکہ حضور اقدس ﷺ کی بعثت کے مقصد کے خلاف ہے۔ جیسا کہ ارشاد نبوی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے مومنین کے لئے ہدایت اور رحمت بنا کر بھیجا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں باجوں اور تانتوں کو مٹاؤں اور صلیب اور جاہلیت کی رسوم کو ختم کروں (ابوداؤد طیالسی بحوالہ احکام القرآن از مفتی شفیع ۳/۲۰۸)۔

۶- **تصویر کشی اور فوٹوگرافی کا شوق:** تصویروں کا موجودہ سیلاب بلکہ طوفان، مغربی ونصرانی تہذیب کا نتیجہ ہے، تمام مذاہب میں صرف اسلام کی خصوصیت ہے کہ اس نے تصویر سازی اور بت تراشی کو بدترین گناہ قرار دیا ہے، اور ایسے لوگوں کو ملعون قرار دیا ہے، اس لئے کہ یہی چیزیں بت پرستی اور شخصیت پرستی کا زینہ ہیں اور اسلام مسلمانوں کو نہ صرف بت پرستی سے بلکہ اس کے اسباب وذرائع سے بھی باز رکھنا چاہتا ہے۔

''عن عبد الله بن مسعودؓ قال: سمعت رسول اللهﷺ يقول: أشد الناس عذاباً عند الله المصورون'' (متفق علیہ مشکوۃ/۳۸۵) (عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک لوگوں میں سب سے زیادہ عذاب دیئے جانے والے لوگ تصویریں بنانے والے ہیں)۔

باقی یہ بحث کہ تصویر سازی کے زمرہ میں کیمرہ کی تصویر، فوٹو وغیرہ آتے ہیں یا نہیں؟ یہ ایک مستقل بحث ہے برقیاتی تصویریں، اسکرین پر رونما تصویریں یا تصویر کھلونے وغیرہ اس پر مفصل کلام کی ضرورت ہے اپنے اکابرین میں مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اس موضوع پر مفصل رسالہ ''تصویر کے شرعی احکام'' میں اس موضوع پر احادیث اور شرعی احکام، ان پر شبہات اور ان کے جوابات جمع کردیئے ہیں، من شاء فلیطالع۔

مندرجہ بالا اصولی گفتگو کے بعد اسی کی روشنی میں سوالنامہ میں اٹھائے گئے نکات پر بحث شروع کرتے ہیں:

۱-مزاحیہ امور اور ان کے شرعی احکام:

الف-مزاح (مذاق) اور اس کے حدود:

مزاح کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں، یہ نہ سب جائز ہیں نہ ہی سب نا جائز، اس لئے جہاں سیرت نبوی میں مزاح وظرافت کی مثالیں ملتی ہیں وہیں ہنسانے کی خاطر جھوٹی باتیں گڑھنے پر وعیدیں بھی ملتی ہیں جہاں "روحوا القلوب ساعةً فساعة" کا حکم ہے، وہیں "لا تمازح" (ترمذی) کے ذریعہ نہی بھی موجود ہے۔

عین الہدایہ میں ہے:

مزاح، دل لگی، یعنی ایسا کلمہ جس سے طبیعت کو ظرافت وخوشی ہو تو مزاح میں مضائقہ نہیں بشرطیکہ ایسا کلام نہ بولے جس سے آدمی گنہگار ہوتا ہے یا یہ قصد نہ ہو کہ ساتھیوں کو ہنساوے (الظہیریہ)، اور حدیث صحیح میں وارد ہے کہ آدمی زبان سے ایسا کلمہ بول جاتا ہے جس کی جانب بے پرواہی کی وجہ سے توجہ نہیں ہوتی، حالانکہ وہ اس کے عوض چالیس برس کی دوری تک جہنم میں گرتا چلا جاتا ہے، پھر آنحضرت ﷺ مزاح فرماتے تھے، اور فرمایا کہ میں سوائے سچ کے نہیں بولتا ہوں "لا اقول إلا حقا" (ترمذی فی الشمائل عن ابی ہریرہ ص ۱۶)، اور حضرت انسؓ اس وقت کم عمر اور آپ کے خادم تھے ایک روز آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: "یا ذا الأذنين" (ابوداؤد عن انس باب المزاح ۲/ ۶۸۳) (اے دو کان والے)۔

اور ایک مرتبہ حضرت انسؓ کے چھوٹے بھائی کو جو صغیر بچہ تھا فرمایا کہ یا أبا عمير ما فعل النغير (اے ابو عمیر تیر الال کیا ہوا) اس بچہ کا نام دوسرا تھا مگر اپنی طرف سے ابو عمیر سے اس کی کنیت فرمائی حالانکہ وہ ابھی عمیر کا باپ ہونے کے لائق نہ تھا، اس سے معلوم ہوا کہ بچہ کی کنیت جائز ہے اور معلوم ہوا کہ بچوں کو لال وغیرہ چڑیوں کی اجازت ہے اور ایک مرتبہ ایک بڑھیا کو فرمایا کہ جنت میں بڑھیا نہ ہوگی، جب وہ گھبرائی تو تنبیہ کی کہ قرآن میں اللہ تعالی نے آگاہ کردیا ہے کہ ہم ان کو باکرہ کر کے داخل جنت کریں گے (مشکوۃ عن انس باب المزاح ۱۶/ سہ عین الہدایہ ۴/ ۳۱۸ کتاب الکراہیہ)۔

ملا علی قاری نے مزاح کے حدود وشرائط کے سلسلہ میں لکھا ہے:

''قال النووی: اعلم أن المزاح المنهی عنه هو الذی فیه إفراط ویداوم علیه فإنه یورث الضحک وقسوة القلب ویشغل عن ذکر الله والفکر فی مهمات الدین ویؤل فی کثیر من الأوقات إلی الإیذاء ویورث الأحقاد ویسقط المهابة والوقار فأما ما سلم من هذه الأمور فهو المباح الذی کان رسول اللهﷺ یفعله علی الندرة لمصلحة تطییب نفس المخاطب وموانسته وهو سنة مستحبة فاعلم هذا فإنه مما یعظم الاحتیاج إلیه'' (مرقاۃ ۴؍ ۶۴۸ مطبوعہ بمبئی)۔

(وہ مزاح جس سے منع کیا گیا ہے ایسا مزاح ہے جس میں افراط ہو اور کثرت دوام ہو، اس کی وجہ سے کثرت سے ہنسی آئے، قلب میں سختی پیدا ہو، اللہ کی یاد اور دین کی اہم باتوں میں فکر ہٹ کر غفلت کا سبب بن جائے، بسا اوقات یہ مزاح ایذاء اور حسد کا باعث ہو جاتا ہے اور رعب ووقار کو ختم کر دیتا ہے، بہر حال ایسا مزاح جو ان مفاسد سے خالی ہو وہ مباح ہے۔ رسول اللہ ﷺ کبھی کبھی فرمایا کرتے تھے اور مقصود مخاطب کی تالیف اور ان سے انس کا اظہار ہوا کرتا تھا جو کہ محبوب سنت ہے۔ مزاح کے سلسلہ میں ان باتوں کا خیال رکھنا چاہئے کیونکہ اس کی ضرورت پیش آتی رہتی ہے)۔

علامہ یوسف القرضاوی کی ''الحلال والحرام فی الاسلام'' میں ہے:

''ہنسی مذاق کی باتیں کرنے میں جس میں انبساط کی کیفیت پیدا ہو کوئی حرج نہیں ہے اور نہ اس بات میں کوئی حرج ہے کہ مباح کھیل کے ذریعہ اپنے دل کو اور اپنے ساتھیوں کے دل بہلانے کا سامان کیا جائے بشرطیکہ اس کو مستقل عادت نہ بنالیا جائے کہ صبح وشام کا مشغلہ یہی بن کر رہ جائے اور جس کے نتیجہ میں آدمی اپنی ذمہ داریوں سے غفلت برتنے لگے، نیز جہاں سنجیدگی اختیار کرنے کی ضرورت ہو وہاں ہنسی مذاق کرنے لگے، اسی لئے کسی نے کہا ہے:

''بات چیت میں مذاق اسی قدر رہنا چاہئے جس قدر کھانے میں نمک''۔

اسی طرح مسلمان کا یہ کام بھی نہیں کہ وہ لوگوں کی عزت اور ان کی قدر ومنزلت کا خیال نہ کرے اور ان کا مذاق اڑانے لگے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

''یا أیھا الذین آمنوا لا یسخر قوم من قوم عسی أن یکونوا خیراً منھم'' (الحجرات:۱۱) (اے ایمان والو! لوگ ایک دوسرے کا مذاق نہ اڑائیں، ہوسکتا ہے وہ ان سے بہتر ہوں)۔

اور نہ یہ بات روا ہے کہ وہ لوگوں کو ہنسانے کی خاطر جھوٹ سے کام لے، اس سے بچنے کی ہدایت کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا ہے:

''ویل للذی یحدث بالحدیث لیضحک منه القوم فیکذب ویل له ویل له'' (ترمذی، حلال وحرام اردو ترجمہ مطبوعہ بمبئی ر ۳۷۰) (تباہی ہے اس شخص کے لئے جو لوگوں کو ہنسانے کی خاطر جھوٹی باتیں کرتا ہے، اس کے لئے تباہی ہے، اس کے لئے تباہی ہے)۔

مندرجہ بالا تفصیلات کی روشنی میں مزاح اور ہنسی مذاق کے حوالہ سے مندرجہ ذیل اصول وقواعد ثابت ہوئے:

۱-مزاح اپنے حدود کے اندر جائز ہے، البتہ استہزاء وتمسخر ہر حال میں ناجائز ہے۔

۲-گناہ کی بات یا غیبت یا کوئی خلاف حق بات کہنا مزاحاً بھی جائز نہیں۔

۳-ہنسانے کی خاطر جھوٹی باتیں گھڑنا اور مزاحاً من گھڑت باتیں بولنا بھی جائز نہیں۔

۴-ایسا مزاح جو کسی کی ایذاء کا سبب ہو اور کسی تکلیف کا باعث ہو جائز نہیں۔

۵-مزاح میں افراط اور غلو جس سے آدمی کا وقار جاتا رہے جائز نہیں۔

۶-مزاح میں انہماک اور اس کو وقت گذاری کا مشغلہ بنانا جس سے اصل مقاصد دینیہ یا دنیویہ میں غفلت پیدا ہو جائز نہیں۔

۷-جو مزاح مذکورہ خرابیوں سے خالی ہو وہ مباح ہے۔

۸-مباح ہنسی مذاق کو اگر دوسرے کی دلجوئی یا کسی حسن نیت سے اختیار کرے تو

مستحب ہے۔

ب-مزاحیہ مشاعرہ یا دیگر مزاحیہ پروگراموں کا انعقاد:

مزاح کے جواز اور اس کے حدود وقیود کی جو بحث ابھی گذری اس کے پیش نظر مروجہ مزاحیہ محفلوں کے انعقاد یا مزاحیہ مشاعروں کی مجلسوں کا حکم بھی سمجھ میں آتا ہے کہ اس طرح کے پروگرام شرعاً کم ازکم مکروہ قرار دیئے جانے کے لائق ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ آج کل جو قسم قسم کی تفریحات کا رواج بڑھ رہا ہے اور ہنسی مذاق کے پروگرام طرح طرح کے عام ہورہے ہیں، یہ معاشرہ کو تن آسانی اور عیاشی کی طرف لے جارہے ہیں، خرافات کی طرف ذہنوں کا میلان اور اصل مقاصد دینیہ ودنیویہ سے مجرمانہ غفلت کا سبب بن رہے ہیں، نوجوان بہک رہے ہیں سفلی جذبات بھڑک رہے ہیں، مروجہ مزاحیہ مشاعرے ہوں یا دیگر مزاحیہ محفلیں اس میں مندرجہ ذیل خرابیاں ومفاسد عموماً پائے جاتے ہیں:

۱-ہنسی مذاق ہی مقصود ہوتا ہے اور کوئی جائز مقصد پیش نظر نہیں ہوتا۔

۲-مزاح میں گھنٹوں وقت کا ضیاع ہوتا ہے جو کہ زندگی کا قیمتی سرمایہ ہے۔

۳-دیر تک مزاح کو مشغلہ بنانے کے سبب قلوب میں قساوت وغفلت پیدا ہوتی ہے۔

۴-عموماً یہ پروگرام اہل باطل اور غفلت شعار لوگوں کے ہاتھ میں ہوتے ہیں، لہذا ان میں شرکت اہل باطل کی تقویت وتائید کا سبب ہوتی ہے۔

۵-دین ودنیا کے امور میں کوتاہی کا سبب ہوتے ہیں اس کے علاوہ خود ایسے پروگرام لایعنی اور عبث باتوں پر مشتمل ہوتے ہیں۔

۶-معاشرہ میں مزاحیہ باتوں کا چلن ہوجاتا ہے، اوباش قسم کے لوگوں کی نقالی اور ان کی باتیں عام ہونے لگتی ہیں جس کی وجہ سے ذہنوں میں بری چیزوں کی برائی باقی نہیں رہتی۔

عین الہدایہ میں ہے:

''حرام خبیث میں سے وہ مال ہے جو شاعر اپنی شعر گوئی پر لیتا ہے اور مسخرہ کو اپنے تمسخر

پر لیتا ہے (جیسے بھانڈ) اور وہ لوگ جو رستم واسفندیار وغیرہ کے قصص بیان کر کے لیتے ہیں'' (عین الہدایہ ۶/۴ ۲۴ کتاب الکراہیہ)۔

البتہ اگر جائز اشعار کی کوئی مجلس ہو اور سننے وسنانے والے لوگ بھی معتبر ہوں اور کوئی شرعی مفسدہ بھی نہ ہو تو ایسے مشاعرہ کی گنجائش ہوگی، جیسا کہ ہم مختلف احادیث سے شعر وشاعری کے ذریعہ تفریح طبع حاصل کرنا اور اشعار سے لطف اندوز ہونا ''جائز تفریحات'' کے ذیل میں ثابت کر آئے ہیں، لیکن یہاں بحث طنز ومزاح اور تمسخر وہنسی مذاق پر مشتمل گھنٹوں چلنے والے پروگرام کی ہے تو شرعاً اس قسم کے پروگرام کراہت در کراہت سے خالی نہیں۔

ج-تفریحی چٹکلوں اور مزاحیہ کہانیوں کا لکھنا پڑھنا اور ان کی اشاعت وخرید وفروخت:

تفریح اور ہنسی ومذاق جس طرح زبان سے کیا جاتا ہے اسی طرح تحریر اور خط وکتابت اور آج کل ایس ایم ایس اور ای میل وغیرہ کے ذریعہ بھی ہوتا ہے، لیکن اصول تو ایک ہی ہے، لہذا زبانی تفریح کے جو حدود وقیود اوپر گذرے وہی حدود وقیود دیگر مزاح کے طریقوں کے ہوں گے، الکتابۃ کالخطابۃ مسلمہ اصول ہے، لہذا خطابت اور زبانی مزاحیہ گفتگو کا جو حکم تھا وہی کتابت اور تحریری چیزوں کے مزاح کا حکم ہوگا۔

آج کل مزاحیہ چٹکلوں اور ایس ایم ایس کے ذریعہ تفریح کے مضامین اور تفریحی قصے کہانیوں پر مشتمل کتابوں کا چلن ہے لیکن ہمیں ان چیزوں کو برتنے سے پہلے ان چیزوں سے ہنسی مذاق کا جواز سمجھ لینا چاہئے، مثلاً وہ مزاحیہ کہانیاں محض جھوٹی اور بناوٹی نہ ہوں، اس لئے کہ حدیث میں اس پر وعید آئی ہے۔

''ورد عنه ﷺ أنه قال: ويل لمن كذب ليضحك به القوم، ويل لمن كذب ليضحك به القوم، ويل له ويل له'' (مرقاۃ شرح مشکوۃ ۴/۱ ۲۳ ممبئی) (نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایسے شخص کے لئے بڑی ہلاکت ہے جو لوگوں کو ہنسانے کے لئے جھوٹ بولے اس کے لئے ہلاکت ہی ہلاکت ہے)۔

اس طرح مزاحیہ کہانیوں میں کسی شخص یا قوم کی تضحیک نہ ہو کہ وہ بھی حرام ہے، اللہ تعالی کا قول ہے:

"لا يسخر قوم من قوم عسى أن يكونوا خيراً منهم الخ" (الحجرات:۱۱)
(کوئی کسی پر نہ ہنسے ممکن ہے کہ وہ ہنسنے والے سے بہتر ہو)۔

نیز دیگر مفاسد سے بھی وہ مزاحیہ چیزیں خالی ہوں تو مضائقہ نہیں۔

بہر حال مزاحیہ لٹریچر جو حقائق سے لبریز ہو محض انداز کلام مزاحیہ اور تفریح آمیز ہو اس کی تو گنجائش ہوگی باقی بیہودہ چٹکلوں اور شرمناک مسخرہ پن کی کتابیں کہانیاں تیار کرنا اشاعت فاحشہ کے حکم میں ہو کر نا جائز ہوگا۔

جائز تفریح اور دلچسپی کے لئے لطائف وظرائف پر مشتمل قصے کہانیوں کا تحریری مواد اکابر کے کتب خانوں میں ملتا ہے، مثلاً علامہ جوزی کی کتاب الحمقاء، کتاب البخلاء، کتاب الأذکیاء، حضرت تھانوی کی لطائف وظرائف وغیرہ۔

پھر جس چیز کا لکھنا پڑھنا بولنا جائز ہوگا اس کو شائع کرنا پھر اس کی خرید فروخت کرنا بھی جائز ہوگا، یعنی اشاعت اور خرید فروخت کا مسئلہ مزاحیہ کہانیوں کی صحت وفساد اور ان کے جواز وعدم جواز پر موقوف ہے، صحیح چیز کی اشاعت اور ان کا کاروبار درست ہے اور غلط لٹریچر کی اشاعت اور کاروبار ممنوع ہے۔ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے لکھا ہے:

''لطیفہ گوئی اور طنزیات میں زبان کو ذریعہ بنایا جائے یا قلم کو ان ہی اصولوں کو پیش نظر رکھنا چاہئے، اور ہاں ایسا مزاح جو تعمیری مقصد کے لئے نہ ہو بلکہ وقتی تفریح کے لئے، کو مستقل مشغلہ بھی نہ بنانا چاہئے، نیز لطیفہ گوئی کو ذریعہ معاش بنانا اور اس کی اجرت وصول کرنا فقہاء کی نگاہ میں مکروہ اور ارشاد خداوندی "من يشترى لهو الحديث'' کا مصداق ہے (درمختار ورد المحتار ۵/ ۲۷۴، حلال وحرام/ ۲۳۹)۔

بہر حال جس طرح اہل بدعت کی کتب اور مخرب اخلاق لٹریچر کا بیچنا خریدنا جائز نہیں،

اسی طرح مزاحیہ کہانیوں میں سے جو حد جواز میں نہ ہوں ان کا خریدنا بیچنا بھی مکروہ ہے، باقی فقہاء نے محض کرایہ پر کتابوں کے لین دین کو مطلقاً منع کیا ہے، خواہ وہ کتابیں کیسی ہی ہوں، چنانچہ فتاوی عالمگیری میں ہے:

''ولو استأجر کتباً لیقرأ فیها شعراً کان أو فقهاً أو غیر ذلک لا یجوز له وإن قرأ'' (عالمگیریہ کتاب الاجارۃ الباب الخامس عشر) (اگر کتابیں پڑھنے کے لئے کرایہ پر لی خواہ وہ کتابیں شاعری کی ہوں یا مسائل کی یا اس کے علاوہ تو ان کتابوں کا اجرت پر لینا دینا جائز نہیں خواہ کتاب کو لے کر پڑھ لیا ہو)۔

د-لطیفہ گوئی یا مزاح نویسی کا پیشہ اور اس کی اجرت کا حکم:

عصر حاضر میں بہت سی وہ خرافات، آرٹ اور فنکاری شمار ہونے لگی ہیں جنہیں خیر القرون میں عبث اور لایعنی مکروہ مشغلہ سمجھا جاتا تھا انہیں میں مزاح وتمسخر کا فن بھی ہے، موجودہ دور میں لطیفہ گو اور مزاح نویس بہت مقبول شخصیات شمار ہوتی ہیں، پاکستان کے عمر شریف اور انڈیا کے رمپت حرامی جیسے مسخرہ لوگوں کی دھوم ہے، لیکن یہ سب مقصد حیات سے غفلت اور اپنی عمر شریف کو بیہودہ مشغلوں میں برباد کر کے وقت عزیز کو لہو ولعب میں جھونک دینا ہے، حدیث پاک میں مضحکہ خیزی کی خاطر سخن پروری پر تنبیہ فرمائی گئی ہے۔ارشاد نبوی ﷺ ہے:

''إن العبد لیقول الکلمة لا یقولها إلا لیضحک به الناس یهوی بها العبد مما بین السماء والأرض وإنه لیزل عن لسانه أشد مما یزل عن قدمه'' (رواہ البیہقی فی شعب الایمان، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح ۶۳۱/۴ بمبئی)۔

(جو شخص کوئی کلمہ (بات) اس لئے بولے تا کہ بس اس کی بات پر لوگ ہنس پڑیں، تو اس بیہودہ بول کی وجہ سے وہ بندہ زمین وآسمان سے دور پھینک دیا جاتا ہے اور انسان اپنی زبان سے اتنی لغزش کھاتا ہے جتنا اپنے قدم سے نہیں پھسلتا [قدم سے زیادہ زبان سے پھسل جاتا ہے])۔

اور جب لطیفہ گوئی اور مزاح نویسی مکروہ ہے تو اس کا پیشہ اختیار کرنا اور اس کی اجرت

وصول کرنا بھی مکروہ ہوگا۔

ہ- مزاحیہ ڈرامے اسٹیج کرنا اور ان میں شرکت کرنا:

مزاح وتمسخر کے لئے ڈراموں کے پروگرام کا مسئلہ ''مزاحیہ پروگرام اور مزاحیہ مشاعروں کے انعقاد'' کے تحت گذر چکا ہے، ڈراموں کی صورت حال اسی کے قریب قریب ہے، البتہ اگر شرعی حدود کا پاس ولحاظ کرتے ہوئے حقائق کو تفریحی انداز میں اس طرح پیش کیا جائے جس میں باطل کی تضحیک ہو اور اس میں عبرت کا پہلو نمایاں ہو تو "الأمور بمقاصدها" کے تحت اس کی گنجائش ہوگی، لیکن ظاہر ہے کہ یہ نایاب شکل ہے، مروجہ اسٹیج ڈراموں کی صورت حال بڑی شرمناک اور خطرناک ہے، مولانا محمود اشرف عثمانی اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں:

''حقیقت یہ ہے کہ فلم کے تمام مناظر ابتداء سے لے کر انتہا تک طرح طرح کے کبیرہ گناہوں سے پُر ہوتے ہیں، ڈرامہ اور فلم میں بجز اس کے کوئی فرق نہیں کہ فلم میں تصویر ہوتی ہے جبکہ ڈرامہ جیتے جاگتے انسانوں کے ذریعہ ہوتا ہے، اس لئے ڈرامہ میں تصویر کشی کا گناہ نہیں ہے، البتہ باقی وہ سب گناہ پائے جاتے ہیں جو اوپر ذکر کئے گئے ہیں'' (ر ۴۷)۔

مولانا یوسف لدھیانوی شہیدؒ کی مشہور کتاب ''آپ کے مسائل اور ان کا حل'' میں ''ورائٹی شو، اسٹیج ڈرامے وغیرہ میں کام کرنا اور دیکھنا'' کے عنوان کے تحت جواب تحریر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

گناہ کے کام میں شرکت کرنے والے بھی گناہ گار ہیں، گو درجات کا فرق ہو اور غلط کام سے روزی کمانا بھی غلط ہے (آپ کے مسائل اور ان کا حل ۷/۳۴۱)۔

الغرض مزاحیہ ڈراموں کا لکھنا، اسٹیج کرنا، ان کو دیکھنا طرح طرح کے مفاسد کا پیش خیمہ ہے، تضییع اوقات اور لایعنی امور میں اشتغال کا سبب ہے، لہذا اس قسم کے ڈراموں میں کسی طرح سے شمولیت کراہت سے خالی نہیں جس درجہ اس میں ملوث ہوں گے اسی قدر اس کی کراہت اشد ہوگی، فقط۔

و- بےتکلف قہقہہ لگانے اور زیادہ ہنسنے ہنسانے کے لئے پروگرام:

آج کل اطمینان قلوب کا فقدان ہے، اور اطمینان قلوب کا جو حقیقی سامان ہے "ألا بذکر الله تطمئن القلوب" اس کی طرف نہ دھیان ہے، نہ ایمان وایقان جس کا نتیجہ یہ ہے ٹینشن، ڈپریشن، جیسے امراض سے انسان ہے بے انتہا پریشان، آخرت کی فکر کو چھوڑنے کی بنا پر ہر طرح کی فکروں نے انسان کو گھیرا ہوا ہے، اب اس الجھی ہوئی زندگی کو سلجھانے کے لئے آخرت فراموش اور خدا نا آشنا ڈاکٹروں نے حقیقی علاج سے مجرمانہ غفلت برتتے ہوئے کثرۃ الضحک پر مشتمل پروگرام کی دہائی دینی شروع کردی۔

یقیناً یہ حقیقت ہے اور ہمارے نبی ﷺ کا فرمان بھی کہ قلوب اکتا جاتے ہیں ان کو وقتاً فوقتاً راحت فرحت پہنچایا کرو، لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ زیادہ ہنسنا بجائے خود مضر ہے درحقیقت فرط غم اور فرط خوشی دونوں کے لئے نقصان دہ اور خطرناک ہے، حدیث پاک میں کثرت ضحک اور قہقہہ لگا کر ہنسنے کی ممانعت موجود ہے۔

''قال: إیاک و کثرة الضحک فإنه یمیت القلب ویذهب بنور الوجه''

(مشکوۃ مرقاۃ ۴؍ ۴۲۴ مطبوعہ ممبئی) (زیادہ ہنسنے سے پرہیز کرو کیونکہ اس سے دل مردہ ہوجاتے ہیں اور چہرہ کی رونق جاتی رہتی ہے)۔

لہٰذا قہقہہ یا دیر تک ہنسنے کو کسی مرض میں مفید سمجھنا محل تامل ہے۔

شیخ صالح العثیمین اپنے فتاوی میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

''لا شک أن الإنسان یصاب بالأمراض النفسیة بالهم للمستقبل والحزن علی الماضی وتفعل الأمراض النفسیة بالبدن أکثر مما تفعله الأمراض الحسیة البدنیة، ودواء هذه الأمراض بالأمور الشرعیة، أی الرقیة، أنجح من علاجها بالأدویة الحسیة، ومن أدویتها الحدیث الصحیح عن ابن مسعودؓ إنه ما من مومن یصیبه همّ أو غم، أو حزن فیقول: اللهم إنی عبدک وابن

عبدک الخ، فهذا من الأدوية الشرعية وكذلك أيضاً أن يقول الإنسان لا إله إلا أنت سبحانك إني كنت من الظالمين، لكن مما ضعف الإيمان ضعف قبول النفس للأدوية الشرعية وصار الناس الآن يعتمدون على الأدوية الحسية أكثر من اعتمادهم على الأدوية الشرعية ولما كان الإيمان قوياً كانت الأدوية الشرعية مؤثرة تماماً بل إن تأثيرها أسرع من تأثير الأدوية الحسية الخ'' (فتاویٰ الشیخ العثیمین ۲/ ۹۸۱)۔

(بلاشبہ انسان کو بعض دفعہ مستقبل کی فکر اور ماضی کے غم سے نفسیاتی امراض لاحق ہوجاتے ہیں اور یہ نفسیاتی مرض بدن پر اس سے زیادہ اثر انداز ہوتے ہیں جتنا کہ ظاہری جسمانی امراض سے بدن پر اثر پڑتا ہے، اور ان امراض کا علاج شرعی تدابیر دعاء ووظیفہ سے زیادہ کامیاب طریقہ سے ہوجاتا ہے بہ نسبت ظاہری ادویہ کے، چنانچہ صحیح حدیث میں عبداللہ بن مسعودؓ سے ایک نسخہ اس کا یہ وارد ہوا ہے کہ جس مومن کو کوئی فکر، غم ورنج پیش آئے تو یہ دعا مانگا کرے، ''اللهم إني عبدك وابن عبدك ناصيتي بيدك إلى آخره''، گویا یہ شرعی علاج ہے، اسی طرح ''لا إله إلا أنت سبحانك إني كنت من الظالمين'' ایسے لوگوں کو کثرت سے پڑھنا چاہئے، لیکن چونکہ ایمان کمزور ہو چکا ہے، اس لئے عام نفوس دعا ووظیفہ وغیرہ کے ذریعہ علاج کو قبول نہیں کرتے بلکہ بس اب تو ظاہری مادی دواؤں پر ان کا سہارا ہے، اسی کو ترجیح دیتے ہیں، شرعی تدابیر کے مقابلہ میں اسی پر زیادہ بھروسہ کرتے ہیں۔ اور جب لوگوں کے ایمان قوی تھے تو یہ شرعی علاج ان کے لئے پوری طرح پرتاثیر تھا بلکہ حسی دواؤں کے مقابلہ کہیں زیادہ مؤثر اور قابل اعتماد تھا)۔

بہر حال بے تکلف قہقہہ لگانا اور لگوانا، ہنسنے ہنسانے میں دیر تک جے رہنا شرعاً ناپسندیدہ اور از روئے حدیث ممنوع ہے، البتہ اگر واقعۃً اس طرح کے ہنسنے ہنسانے سے مریض کو فائدہ وصحت کا تجربہ ہو یا گمان غالب ہو تو بطور علاج کے اجازت ہوگی، کیونکہ علاج کے باب میں شرعاً

توسع سے کام لیا گیا ہے حتی کہ بعض مواقع میں محرمات سے علاج کی بھی اجازت منقول ہے جس کی تفصیل کا یہاں موقع نہیں۔

کھیلوں کی بحث:

لہوولعب کی حقیقت اور اس کی ممانعت:

اسلام میں تفریح کا تصور اور بامقصد تفریح کی ترغیب کا ذکر اوپر کی سطور میں گذرا، اسلام تفریحی کھیلوں کی بھی اجازت دیتا ہے، البتہ جائز کھیلوں کی ترغیب اور حدود وشرائط کے بیان سے پہلے کھیل کود کے سلسلہ میں جو اسلام کا مزاج ہے اور وہ کھیل کود والی زندگی سے اجتناب کا ہے اس کی تفصیل ضروری ہے۔ کھیل کود جس کو ''لہوولعب'' سے تعبیر کیا جاتا ہے، یہ لہوولعب اسلام کی نظر میں کبھی پسندیدہ چیز نہیں رہی۔ قرآن پاک میں ایک درجن سے زائد مقامات ہیں ''لہو، لعب، لغو، عبث'' جیسے الفاظ آئے ہیں سبھی جگہ یہ کافروں کی صفات، یا فاسقوں کی حرکات، اور غیر مومنانہ افعال میں شمار کیا گیا ہے (سورہ لقمان: ۴، سورہ معارج: ۴۲، سورہ زخرف: ۸۳، سورہ توبہ: ۶۵، سورہ انعام: ۹۱، سورہ اعراف: ۹۸، سورہ انبیاء: ۲، سورہ دخان: ۹، سورہ طور: ۱۲، سورہ مائدہ: ۵۸، سورہ انبیاء: ۵۵، سورہ محمد: ۳۶، سورہ عنکبوت: ۶۴، سورہ جمعہ: ۱۱)۔

لہو کی تعریف:

لہو ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو انسان کو قابل توجہ اہم امور سے غافل کردے۔

''اللهو ما يشغل الإنسان عما يعينه ويهمه'' (مفردات القرآن راغب) (لہو: وہ چیزیں جن کی مشغولیت انسان کو اپنے دینی ودنیاوی مقاصد اور ضروری امور سے غافل کردے)۔

قاموس الفقہ میں ہے:

لہو ایسی چیز یا کام کو کہتے ہیں جو آدمی کے ذہن کو مشغول کردے، ''كل ما شغلک'' اسی لئے گانے بجانے وغیرہ کے آلات کو ''ملاہی'' کہا جاتا ہے (قاموس الفقہ ۴/ ۵۹۷)۔

مفتی شفیع صاحب نے لہو کی تعریف کا حاصل ذکر کیا ہے کہ لہو اس کام کو کہا جاتا ہے جس میں کوئی دینی و دنیوی فائدہ معتد بہا نہ ہو (معارف القرآن لقمان ۸۴)۔

لہو ولعب کے ناجائز ہونے کی چند علتیں:

لہو ولعب کی مذکورہ تعریفات وتفصیلات نیز قرآن وحدیث کی مقتضیات سے کھیل کود کا ناجائز وممنوع ہونا واضح ہوتا ہے، البتہ کچھ کھیلوں کا استثناء بلکہ ترغیب بھی معلوم ہوتی ہے اب جو کھیل جائز ہیں ان کے جواز کی علت اور بقیہ کھیلوں سے مستثنیٰ ہونے کی وجوہات کی تحقیق ضروری ہے، تاکہ وجہ جواز واضح ہونے کے بعد غیر منصوص کھیلوں کا حکم نکالا جا سکے، اسی طرح کھیلوں کے عموم کے ساتھ جو ممانعت ہے اور عام کھیل کود کی جو مذمت وحرمت ہے اس کی علتیں بھی معلوم کرنا ضروری ہے تاکہ جہاں جہاں وہ علت پائی جائے اشتراک علت سے حکم متعدی کیا جا سکے اور جہاں وہ علتیں نہ پائی جائیں تو اصل اباحت کا حکم اس پر لگایا جائے بلکہ اس کو لہو ولعب کا درجہ ہی نہ دیا جائے، محض وہ صورۃً لہو ولعب رہ جائے گا۔

محدثین وفقہاء کرام نے کھیلوں کے مکروہ وممنوع ہونے کی جو علتیں ذکر کی ہیں ان کی مختصر تفصیل نقل کی جاتی ہے:

پہلی علت:

لہو ولعب کے ممنوع ہونے کی اہم اور بنیادی علت اللہ کی یاد سے غفلت ہے، لہذا کسی بھی کھیل میں ایسا انہماک اور ایسا شغف جو اس کو نماز اور دوسرے ضروری کاموں سے بھی غافل کردے ایسا کھیل خواہ اپنے اندر کتنے ہی فوائد ومنافع رکھتا ہو "غفلت عن ذکر اللہ" کے سبب ناجائز وحرام ہوگا۔

امام بخاریؒ نے ایک باب مقرر فرمایا ہے، "باب كل لهو باطل إذا شغله عن طاعة الله" (اللہ کی اطاعت سے غفلت میں ڈالنے والا ہر کھیل باطل ہے) شارح بخاری علامہ

عینی اس کے تحت لکھتے ہیں:

''کل لھو باطل'' وھی لفظ الحدیث –قید بقولہ إذا شغلہ الخ ، لأنہ إذا لم یشغلہ عن طاعۃ اللہ یکون مباحاً وعلیہ أھل الحجاز (عمدۃ القاری۱۸/ ۳۲۳)

(ہر کھیل غلط ہے، یہ حدیث کے الفاظ ہیں، امام بخاری نے کھیل غلط ہونے کے لئے قید لگائی ہے کہ وہ کھیل جب اللہ کی یاد سے غافل کردے، چنانچہ جو کھیل اللہ کی اطاعت سے غفلت کا سبب نہ بنے وہ مباح رہے گا اہل حجاز کی یہی رائے ہے)۔

دوسری علت:

لہو ولعب کی ممانعت کی ایک بڑی وجہ یہ ہوتی ہے کہ عام طور پر کھیل خود شرعی مفسدہ یا کسی نہ کسی معصیت پر مشتمل ہوتے ہیں، لہذا کسی کھیل کا اس طرح کھیلا جانا جس میں معصیت کا ارتکاب کرنا پڑے حرام ہوگا، مثلاً ایسا کھیل جو قمار اور جوا کی صورتوں پر مشتمل ہو یا ایسا کھیل جو بے پردگی اور بے حیائی پر مشتمل ہو، غرضیکہ کھیل کے اندر معصیت کا عنصر پایا جانا اس کی ممانعت کے لئے کافی علت ہوتا ہے، جیسا کہ واضح ہے (کھیل کود اور تفریح کی شرعی حیثیت/ ۴۳)۔

تیسری علت:

کسی کھیل کود کے ممانعت کی ایک علت یہ ہوتی ہے کہ کھیل میں کھیلے جانے والے آلات اور اس کا طریقہ کفار سے ماخوذ ہو، یہود و ہنود کا ایجاد کردہ ہو جبکہ اس کا صحیح بدل ہمارے پاس موجود ہو ایسی صورت میں بلا ضرورت جدید کھیل کو اپنانا اور غیروں کا طرز اختیار کرنا اسلامی غیرت وحمیت کے خلاف ہے، البتہ جدید طرز کی ورزشوں اور کھیل وکود کے ان وسائل کو اپنانا جس میں فوائد اور آسانیاں موجود ہوں اور اسلام کے کسی حکم سے متصادم بھی نہ ہو اگر ہمارے درمیان رائج دوسرے کھیلوں سے وہ مقاصد حاصل نہ ہوں تو غیروں کے ان کھیلوں سے ایک حد تک استفادہ کرنا ''خذ ما صفا ودع ما کدر'' اور ''الأمور بمقاصدھا'' کے تحت اس کی گنجائش

ہے۔ حکیم الامت حضرت تھانوی کے فتاوی وغیرہ میں اس کی تصریح ہے، چنانچہ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

"فی المشکوة عن علیؓ قال: کانت بید رسول اللہ ﷺ قوس عربیة فرآی رجلاً بیده قوس فارسیة قال: ما هذه القها وعلیکم بهذه وأشباهها" (الحدیث: مشکوۃ باب اعداد الجہاد فصل ثالث ۲/ ۳۳۸) (مشکوۃ میں حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں ایک عربی کمان تھی، پھر ایک شخص پر آپ کی نگاہ پڑی، اس کے ہاتھ میں فارسی کمان تھی، آپ ﷺ نے اس کو ٹوکا اور فرمایا کہ اس کو ہٹادو اور عربی کمان یا اسی کی طرح اور کمانوں کو استعمال کیا کرو)۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ بلاضرورت شدیدہ غیر مسلم قوموں کے آلات ورزش کا استعمال بھی مکروہ ہے اگر چہ حرمت کی کوئی دلیل نہیں اور اعانت ہر فعل کی اسی کے حکم میں ہے (امداد الفتاوی ۴/ ۲۵۷)۔

چوتھی علت:

کسی بھی کھیل کا فائدہ اور بے مقصد ہونا بھی اس کے ممنوع ہونے کی علت ہوتا ہے، کیونکہ ایسا لایعنی کھیل فعل عبث ہے اور فعل عبث شرعاً ممنوع ہے، لہذا ہر ایسا کھیل جس میں دین ودنیا کا کوئی معتد بہ فائدہ اس سے متعلق نہ ہو اس قسم کے تمام فعل اور کھیل، عبث ہونے کی وجہ سے مکروہ وممنوع ہوں گے۔ ہدایہ میں ہے:

"یکره کل لهو لأنه إن قامر بها فالمیسر حرام بالنص وإن لم یقامر فهو عبث ولهو" (ہدایہ ۴/ ۴۵۹)، "لأن العبث خارج الصلوة حرام" (ہدایہ ۱/ ۱۱۸، کبیری/ ۳۳۸)، "وعلی هذا یکره خارج الصلاة أیضاً" (کبیری/ ۳۳۸) (ہر لایعنی کھیل مکروہ ہے، کیونکہ اگر اس کے ساتھ جوا شامل ہے تو وہ جوا تو نص صریح سے حرام ہے اور اگر جوا نہ بھی ہو تو وہ عبث اور لہو ولعب تو ہے ہی لہذا پھر بھی مکروہ ہے، کیونکہ عبث فعل خارج نماز بھی ناجائز

ہے- جیسا کہ ہدایہ اور کبیری میں مصرح ہے)۔

خلاصہ یہ کہ فعل عبث کا ہونا خود مستقل ممانعت کی علت ہے، یہ جس کھیل میں بھی پائی جائے گی اس کو مکروہ وممنوع کردے گی، مفتی محمد شفیع صاحب لکھتے ہیں:

مذموم وممنوع وہ کھیل ہے جس میں کوئی دینی ودنیوی فائدہ نہیں، بلکہ ایک بے فائدہ کام میں اپنی توانائی اور وقت کو ضائع کرنا ہے (معارف القرآن، لقمان ۲۱)۔

پانچویں علت:

لہو ولعب کی ممانعت کی ایک علت جسمانی صحت اور دل ودماغ کے لئے اس کا مضر ہونا ہے جیسا کہ شطرنج وغیرہ کی حرمت یا کراہت کے سلسلہ میں اس علت کا ذکر فقہاء نے کیا ہے۔ صاحب احسن الفتاوی مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی تحریر فرماتے ہیں:

''حرمت شطرنج کی علت صرف تصاویر اور جوا ہی نہیں، اگر تصاویر اور جوا کا وجود شطرنج کے لئے لازم ہوتا تو امام شافعیؒ اس کی کراہت تنزیہہ کا قول نہ فرماتے (بلکہ) قاعدہ یہ ہے کہ جس کھیل میں بھی ذہنی ورزش ہوگی وہ ناجائز ہوگا اور جو ذہنی ورزش سے پاک ہو وہ جائز ہے خواہ اس میں جسمانی ورزش ہو یا محض دل ودماغ کی تفریح جیسے لٹو، بچوں کے کھلونے اور سیر وتفریح وغیرہ۔

چھٹی علت:

کھیل کود کو ممنوع کے دائرہ میں لانے والی ایک علت ''فساد نیت'' ہے یعنی اگرچہ وہ کھیل جائز اور دوسری قباحتوں سے خالی ہو لیکن خود کھیلنے والا اس کو فساد نیت سے کھیلتا ہے، مثلاً اس واسطے کھیلتا ہے تاکہ اپنی ہمت کا مظاہرہ کرے اور اس کی شہرت ہو، یا فخر وتکبر کا اظہار ہو یا اپنی طاقت کی نمائش ہو تو نیت کے بگاڑ کی وجہ سے جائز کھیل بھی ناجائز اور مکروہ ہوجائے گا اور کھیل تو کھیل ہے کوئی عبادت وطاعت بھی فساد نیت سے کرنا ممنوع ہوتا ہے۔ علامہ شامی فرماتے ہیں:

''أما إذا قصد التلهي أو الفخر أو لترى شجاعته فالظاهر الكراهة، لأن

الأعمال بالنيات فكما يكون المباح طاعة بالنية تصير الطاعة معصية بالنية"
(شامی ۵/ ۲۵۸)(جب کھیل کود سے مقصود فخر وتکبر اور اپنی بہادری دکھلانا ہوتو ایسے کھیل کھیلنا مکروہ ہے، کیونکہ اعمال کا دارومدار نیت پر ہوتا ہے، جس طریقہ سے مباح حسن نیت سے طاعت بن جاتا ہے، اسی طرح طاعت بھی فساد نیت سے معصیت بن جاتی ہے)۔

البتہ ہر وہ کھیل جو شرعی مفسدہ سے خالی ہوکر کسی اچھی نیت اور جائز مقصد سے کھیلا جائے اور ان کھیلوں کے جو صحیح مقاصد ہیں ان کا حصول پیش نظر ہو اور بقدر ضرورت ہو، توسع وغلو نہ ہوتو ایسے تمام کھیل جائز ہوں گے اور وجہ ان سب کھیلوں کے جواز کی وہی ہے کہ درحقیقت یہ جب اپنی حد کے اندر رہوں تو لہو کی تعریف میں یہ داخل ہی نہیں گو صورت کے اعتبار سے ان کو بھی لہوولعب کا مصداق قرار دیا جائے۔

مفتی محمد شفیع صاحب نے احکام القرآن عربی میں روایات حدیث اور عبارات فقہاء کا خلاصہ لکھا ہے، اردو رسالہ کے حوالہ سے مندرجہ ذیل ہے:

''سلف وخلف میں سے کوئی عالم اس بات کا قائل نہیں کہ کھیل کود علی الاطلاق جائز ہے، روایات حدیث یا تو مطلقاً کھیل کود کو ممنوع قرار دیتی ہیں یا چند کو مباح قرار دے کر باقی کو ممنوع قرار دیتی ہیں، اور اگر آپ ان جائز کھیلوں کا بنظر غائر جائزہ لیں جنہیں شریعت نے ممنوع کھیلوں میں سے مستثنی کر کے جائز قرار دیا ہے تو آپ دیکھیں گے کہ حقیقتاً یہ کھیل ''لہو'' میں داخل ہی نہیں، انہیں صرف ہم شکل ہونے کی وجہ سے لہو فرما دیا گیا ہے جیسا کہ اصحاب السنن نے حضرت عقبہ بن عامرؓ کی حدیث میں حضور علیہ السلام کا یہ ارشاد نقل کیا ہے: "ليس من اللهو ثلاث" الحدیث، یعنی یہ تین کھیل نشانہ بازی، گھوڑے کو سدھانا اور اپنی بیوی کے ہمراہ کھیلنا لہو میں سے نہیں ہیں، ویسے یہ کھیل لہو میں کیسے داخل ہوسکتے ہیں جبکہ لہو میں یہ مفہوم لازمی ہے کہ وہ بیکار کی مشغولیت ہو جس کی نہ کوئی صحیح غرض ہو اور نہ صحیح مقصد جبکہ حدیث میں ذکر کردہ یہ مباح کھیل ایسے اغراض ومنافع کے لئے کھیلے جاتے ہیں جن کا حصول اس کے بغیر ممکن نہیں، اسی لئے

فقہاء نے یہ تصریح بھی کردی ہے کہ یہ جائز کھیل بھی اسی وقت تک جائز ہیں جبکہ ان کا مقصد اور ان کی غرض صحیح ہو ورنہ اگر مقصد محض کھیل برائے کھیل ہو تو یہ مباح کھیل بھی جائز نہیں، چنانچہ اگر کوئی شخص کشتی، تیر اکی، دوڑ، نشانہ بازی، محض لہو ولعب کی نیت سے کرے تو یہ بھی مکروہ ہوں گے (احکام القرآن عربی ۳/ ۱۹۲ از رسالہ اشرف محمود عثمانی/ ۴۸)۔

جدید کھیلوں کے جواز وعدم جواز کا ایک اہم ضابطہ:

مندرجہ بالا تفصیلات سے کھیلوں کے تمام ہی قسموں کے جائز وناجائز ہونے پر اصولی بحث آچکی ہے، اور اب یہ طے کرنا مشکل نہیں رہا کہ کونسا کھیل جائز ہے اور کون سا ناجائز، مزید وضاحت کے لئے اسی سلسلہ میں ایک اہم ضابطہ مولانا تقی عثمانی مدظلہ کے قلم سے نقل کیا جارہا ہے جس سے نئے نئے کھیلوں سے متعلق اصول اور منقح ہوجاتا ہے، مولانا تقی عثمانی لکھتے ہیں:

کھیل کود کے باب میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ محض کھیل کود جس کے تحت کوئی فائدہ نہیں اور اس کھیل کا کوئی صحیح مقصد نہیں نہ ہی کوئی دنیا وآخرت کا فائدہ تو ایسا کھیل حرام یا کم از کم مکروہ تحریمی ہوگا۔ اور ہر وہ کھیل جس میں کوئی غرض اور دین ودنیا کی کوئی مصلحت ہو تو دیکھا جائے گا اگر کتاب وسنت میں اس کے متعلق کوئی ممانعت وارد ہوئی ہے تو وہ کھیل بھی حرام یا مکروہ ہوگا۔ اور اگر شارع علیہ السلام کی طرف سے کوئی ممانعت نہیں ہے اور اس میں لوگوں کا کوئی فائدہ اور مصلحت اس سے متعلق ہے تو فقہی نقطہ نظر سے ایسے کھیلوں کی دو قسمیں ہیں: اول وہ کھیل جن کے متعلق تجربہ شاہد ہے کہ اس کا نقصان اس کے نفع سے بڑھا ہوا ہے اور منافع کے مقابلہ میں مفاسد زیادہ ہیں، اور یہ کہ جو اس میں مشغول ہوتا ہے وہ اللہ کی یاد سے، نماز سے، مسجد سے غافل ہوجاتا ہے تو ایسے کھیل بھی ممنوع کھیلوں کے ساتھ لاحق ہوں گے، علت کے مشترک ہونے کی وجہ سے، لہذا وہ بھی حرام ہوں گے یا مکروہ، اور ثانی قسم کھیلوں کی وہ ہے جس میں یہ خرابیاں نہ ہوں تو ان کا حکم یہ ہے کہ اگر محض کھیل تماشہ کے طور پر دیکھیں تو مکروہ ہے اور اگر اس کھیل کے ذریعہ کسی خاص نفع کا حصول اور کوئی جائز مصلحت پیش نظر ہو تو وہ مباح ہے، بلکہ اپنے مقصد

ومصلحت کے اعتبار سے وہ کھیل مستحب یا اس سے بھی آگے کا درجہ رکھتے ہیں، لہذا وہ کھیل جن کے ذریعہ جسمانی یا ذہنی ورزش مقصود ہوتی ہے فی نفسہ جائز ہیں جب تک کہ کسی دوسری معصیت پر مشتمل نہ ہوں اور جب تک کہ اس میں انہماک کسی دینی یا دنیاوی ضروری امور میں مخل نہ ہو تو ایسے (جدید) کھیل جائز ہوں گے (تکملہ فتح الملہم ۴/ ۴۳۵ مطبوعہ کراچی)۔

ب-کھیل کی پوشاک اور کھلاڑیوں کا لباس:

کھیل ہو یا شادی بیاہ کی محفل، اسکول کی ڈریس ہو یا کھلاڑیوں کا یونیفارم، ستر پوشی کے احکام سے یہ شعبے مستثنیٰ نہیں ہیں، اسلام نے ہر مسلم مرد وعورت پر واجب کیا ہے کہ وہ اپنے جسم کے قابل ستر حصے کو چھپائے حتی کہ خلوت میں بھی ستر کو چھپائے رکھے، بیماری پھوڑ اپھنسی اور آپریشن وغیرہ کے مواقع میں مریض ومعالج کو بدرجہ مجبوری حصہ ستر کھولنے اور دیکھنے کی بقدر ضرورت گنجائش ایک اضطراری حالت ہے۔کھیل یا تعلیم میں لباس ناقص پہننے کی کوئی ایسی مجبوری نہیں اسی طرح ورزش اور پہلوانی میں بے لباس ہونے کی کوئی واقعی ضرورت نہیں، اس لئے پہلوانوں، کھلاڑیوں، کالج کے طلبہ وطالبات کے لئے لباس کے وہی اصول ہوں گے جو دوسرے عام مسلمان کے لئے ہیں یعنی مرد کا ستر از ناف تا گھٹنہ، عورت کا ستر کل بدن (سوائے چہرہ وہتھیلی کے) حدیث میں ستر سے متعلق ایک صحابی کا سوال وجواب ملاحظہ ہو:

''قلت يا رسول اللهﷺ! عوراتنا ما نأتي وما نذر؟ فقال: احفظ عورتک إلا من زوجتک أو ماملكت يمينک قلت: يا رسول الله! فإذا كان القوم بعضهم في بعض؟ قال: فإن استطعت أن لا يراها أحد فلا يرينها، فقلت فإذا كان أحدنا خالياً؟ قال: فالله تبارک وتعالی أحق أن يستحي عنه'' (احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، حاکم، بیہقی)۔

(بہز بن حکیم اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے پوچھا یا رسول اللہ ہم اپنے ستر کا کس حد تک خیال رکھیں اور کس حد تک نہیں؟ فرمایا بجز بیوی اور باندی کے

باقی سے سے اپنی ستر چھپاؤ، میں نے کہا: رسول اللہ ﷺ! جب لوگ ایک دوسرے کے ساتھ ہوں تو! آپ ﷺ نے فرمایا: جہاں تک ہوسکے ستر پوشی ضرور کرو کہ ستر پر کسی کی نگاہ نہ پڑے، میں نے کہا جب ہم میں کوئی شخص تخلیہ میں ہو تو؟ فرمایا: اللہ تبارک وتعالی اس کا زیادہ مستحق ہے کہ آدمی اس سے شرم کرے)۔

مفتی الشیخ صالح العثیمین اپنے ایک فتوی میں رقمطراز ہیں:

"أما إذا كان الممارس للرياضة ليس عليه إلا سروال قصير يبدو منه فخذه أو أكثره فإنه لا يجوز فإن الصحيح أنه يجب على الشباب ستر أفخاذهم وإنه لا يجوز مشاهدة اللاعبين وهم بهذه الحالة من الكشف عن أفخاذهم" (فتاوی الشیمین ۲/ ۹۸۶) (بہر حال جب جسمانی ورزش کرنے والے کے بدن پر بس تھوڑا ہی سا کپڑا پڑا ہو کہ اس کی موجودگی میں اس کی ران کا حصہ یا اس سے زیادہ نظر آرہا ہو تو ایسے ناقص کپڑے کے ساتھ ورزش جائز نہیں، کیونکہ صحیح بات یہی ہے کہ جوان آدمی کو اپنی رانوں کا چھپانا واجب ہے اور کھیل دیکھنے والوں کا ایسی حالت میں کہ کھلاڑیوں کی ران کھلی ہو کھیل دیکھنا ہی جائز نہیں ہے)۔

ج - مروجہ کھیلوں کے احکام:

مروجہ کھیلوں میں اغیار کے غلبہ سے فی نفسہ جائز کھیل بھی غیروں کی کرم فرمائیوں سے بہت سے مفاسد پر مشتمل ہو گئے ہیں۔ مولانا محمود اشرف عثمانی نے اپنے رسالہ "کھیل کود اور تفریح کی شرعی حیثیت" میں "دور حاضر کے کھیلوں کا اجمالی جائزہ" اس عنوان کے تحت تفصیل سے وہ قباحتیں لکھی ہیں جو آج کل کے کھیلوں میں عموماً موجود ہیں، مولانا لکھتے ہیں:

"دور حاضر میں جو کھیل رائج ہیں ان میں درج ذیل خرابیاں تو بالعموم مشترک ہیں:

۱- ان کھیلوں کو بذات خود مقصود سمجھا جانے لگا ہے، کھیل اگر کھیل کے بجائے مقصد بن جائے تو وہ شرعاً اور عقلاً معیوب اور ناپسندیدہ ہے۔

۲- ان کھیلوں میں کھلاڑیوں اور ان کھیلوں سے دلچسپی رکھنے والوں کا انہماک بہت

زیادہ ہونے لگا ہے حتی کہ ضروری کاموں پر اس کو ترجیح دی جاتی ہے جس سے بسا اوقات بندوں کے حقوق پامال ہوتے ہیں۔

۳- ان کھیلوں کے کھیلنے میں بالعموم فرض نمازوں کے اوقات، جمعہ کے مبارک دن اور رمضان المبارک کے فرض روزوں کے ایام کا خیال نہیں رکھا جاتا جبکہ یہ ایک مسلمان کے لئے فرض عین ہیں۔

۴- یہ کھیل بالعموم اس قدر مہنگے ہیں کہ امراء اور ان کے بچے ہی صحیح طور پر ان سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ غریب بچے حسرت سے دیکھتے ہیں اور متوسط الحال بچے بمشکل ان کھیلوں کے اخراجات برداشت کرتے ہیں جس سے اسراف اور تبذیر تک نوبت پہنچتی ہے۔

۵- بالعموم ان کھیلوں میں بہت وقت ضائع ہوتا ہے، بلکہ اب ان میں قوم کے وقت کا جتنا ضیاع ہونے لگا ہے وہ قوم کے صاحب فکر حضرات کے لئے بہت قابل توجہ ہے۔

۶- ان کھیلوں میں حصہ لینے والے کھلاڑیوں کو جس طرح قومی اور ملی ہیرو بنا کر پیش کیا جا رہا ہے اور نئی نسل کے بچے اب مجاہدین، علماء، سائنسداں اور قومی وملی خدمات انجام دینے والوں کو اپنا آئیڈیل بنانے کے بجائے جس طرح ان کھلاڑیوں کو اپنا آئیڈیل سمجھتے ہیں وہ بھی قوم کے سنجیدہ اور سمجھ دار حضرات کے لئے بہت زیادہ قابل تنبیہ اور تشویشناک ہے۔

۷- اکثر کھیلوں میں "ستر" کا اہتمام نہیں کیا جاتا یعنی جسم کے ان حصوں کو ڈھانپنے پر کوئی توجہ نہیں دی جاتی جن کا ڈھانپنا شرعاً ضروری ہے، مثلاً مرد کے لئے ایسی نیکر پہن کر کھیلنا جائز نہیں جس سے ناف سے لے کر گھٹنے تک کا حصہ کھلتا ہو جبکہ عورت کا تو پورا جسم "ستر" ہے۔

۸- اکثر کھیلوں میں مرد وزن کا مخلوط اجتماع ہوتا ہے اور چونکہ یہ مرد وزن محض تفریح اور کھیل برائے کھیل کی نیت سے جمع ہوتے ہیں، اس لئے ہوٹنگ، بھنگڑا، ڈانس، موسیقی اور دیگر نازیبا اور ناشائستہ امور کھلے عام ہوتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اب ایسے اجتماعات میں کسی شریف آدمی کا جانا اپنی بے عزتی کو دعوت دینا ہے۔

۹- ان کھیلوں میں (جو محض تفریح طبع کے لئے ہونے چاہئیں) اب ایسی محاذ آرائی اور ذہنی تناؤ ہونے لگا ہے کہ جس سے ان کھیلوں کا مقصد ہی فوت ہوجاتا ہے، اب کھیلوں کے میدان کو محاذ جنگ سمجھا جاتا ہے۔ اس کی ہار جیت کو قومی شکست اور قومی فتح سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس کے میچوں کے لئے اس طرح دعائیں مانگی اور نذریں قبول کی جاتی ہیں جیسے بیت المقدس کی آزادی یا جہاد کشمیر کا معاملہ سر پر آن پڑا ہو۔ سربراہان مملکت اس سلسلہ میں تہنیتی اور تعزیتی پیغامات جاری کرتے ہیں۔ فیاللعجب اور اب یہ خبریں بھی عام ہونے لگی ہیں کہ فلاں میچ کا دیکھنا بلڈ پریشر اور دل کے مریضوں کے لئے نامناسب ہے اور یہ کہ فلاں میچ میں اتنے سامعین اور ناظرین دل کا دورہ پڑنے سے انتقال کر گئے۔

اب ٹھنڈے دل سے غور کیا جائے کہ وہ کھیل جن کا مقصد محض تفریح طبع ہونا چاہئے تھا وہ حدود شرع کی رعایت نہ کرنے کی وجہ سے کہاں تک پہنچ گئے ہیں۔ فهل من مدكر!

۱۰- ان کھیلوں میں بعض اوقات جو کھیلا جاتا ہے، شرطیں رکھی جاتی ہیں اور لاکھوں بلکہ کروڑوں روپے کی رقوم ان میں ہاری جیتی جاتی ہیں، بڑے جوئے بازوں کے علاوہ چھوٹی سطح پر محلہ اور گھروں میں ناظرین اور سامعین کھیل دیکھتے سنتے ہیں اور آپس میں شرطیں لگاتے ہیں اور بلا وجہ سمجھی میں قمار یعنی جوئے کے مرتکب ہوجاتے ہیں جو شرعاً گناہ کبیرہ ہے اور قرآن کریم کی کئی آیات میں اسے سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے (کھیل کود اور تفریح کی شرعی حیثیت، ۵۴-۵۶)۔

مروجہ کھیلوں کی مذکورہ قباحتوں سے تطہیر کردی جائے تو اکثر کھیل حد جواز میں نظر آتے ہیں اور مذکورہ خرابیوں کی آمیزش ہو تو جس طرح کی خرابیاں شامل ہوں گی اسی کے مطابق حرمت، کراہت تحریمی یا تنزیہی کا حکم ہوگا۔

باقی ہر ہر کھیل کا تفصیلی جائزہ پھر اس کا شرعی حکم کافی طویل موضوع ہے اصولی بحث آچکی ہے، بعض کھیلوں کی صراحت کے ساتھ شرعی درجہ کی بات بھی گذر چکی ہے، اب اختصار کے ساتھ مستحب، جائز، مکروہ اور حرام کھیلوں پر بھی اجمالی نظر ڈالی جاتی ہے، واللہ هو الموفق والمعین۔

۱-مستحب کھیل:

کھیلوں کی بعض وہ قسمیں جو صورۃً تو کھیل ہیں لیکن درحقیقت وہ اپنے مقصد کے پیش نظر ایک ضرورت ہیں، مثلاً دفاع میں معاون کھیل، جہاد میں کارآمد کھیل، ورزشیں، مشقیں، نشانے وغیرہ یہ نہ صرف جائز، بلکہ اس کا کھیلنا حسن نیت کے ساتھ ہو تو مستحب اور باعث ثواب ہے۔ ایسے کھیلوں کی مشہور صورتیں وہ ہیں جن کا ذکر مقالہ کے شروع صفحات میں گذر چکا ہے۔ یعنی:

الف- پیدل دوڑنا، یا دوڑ کا مقابلہ۔

ب- تیراندازی، یا دیگر نشانہ بازی کا کھیل، اسی طرح لاٹھی چلانا وغیرہ۔

ج- گھوڑسواری یا بری وبحری ڈرائیونگ کی مشق۔

د- تیراکی یا پیراکی اور غوطہ خوری کا مقابلہ، کشتی چلانے وغیرہ کی مشق۔

ہ- کشتی لڑنا، کھیلنا اور کشتی کا مقابلہ اسی طرح کراٹے، مکہ بازی وغیرہ۔

ان سب کھیلوں کے استحباب کی شرط یہی ہے کہ ان میں لباس وغیرہ کسی لائن سے شرعی اصول کی خلاف ورزی نہ ہو۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی لکھتے ہیں:

''موجودہ زمانہ کے وہ تمام کھیل جن سے آدمی اپنی حفاظت کے لائق ہو سکے نہ صرف درست بلکہ مستحسن ہوں گے، مثلاً کشتی کھیلنا، کراٹے، لاٹھی چلانا، مکابازی وغیرہ، فقہاء شافعیہ نے صحیح لکھا ہے کہ تیرنا اور بندوق کا نشانہ کرنا وغیرہ کھیل جائز ہیں (درمختار علی ہامش الرد ۵/۲۵۹)، تاہم خیال رہے کہ کھیل کود اور ورزش کا یہ جواز اس وقت ہے جبکہ شریعت کے احکام ستر کی پوری پوری رعایت ہو اور لڑکے ولڑکیوں کا اختلاط نہ ہو (حلال وحرام ۲۴۴)۔

مروجہ جائز اور مباح کھیل:

مروجہ کھیلوں میں جسمانی ورزش والے کھیل جس میں کوئی بات خلاف شرع نہ ہو جائز

ہوں گے، اگر چہ وہ جسمانی ورزش کے کھیل غیروں کے ایجاد کردہ ہوں بشرطیکہ ان کا شعار نہ ہوں، اس قسم کے سب کھیل فی نفسہ جائز ہوں گے، مثلاً ہاکی، فٹ بال، والی بال، لان ٹینس، بیڈمنٹن، اور ٹیبل ٹینس وغیرہ کو فقہاء جائز لکھتے ہیں۔

مولانا محمود اشرف عثمانی (پاکستان) نے لکھا ہے:

''یہ وہ کھیل ہیں جن میں پیسہ اور وقت کا خرچ نسبتاً کم ہوتا ہے، ان کھیلوں میں جسمانی ورزش بھی بہت اچھی ہوتی ہے اور کھیل میں شامل تمام کھلاڑی **بالعموم** یکساں طور پر محظوظ ہوتے ہیں، ان کھیلوں میں گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ میں عمدہ تفریح ہوجاتی ہے اور کھلاڑی عصر کی نماز کے بعد سے لے کر مغرب کی اذان تک بآسانی انہیں کھیل سکتے ہیں، ان کھیلوں میں مرد حضرات اگر ''ستر'' یعنی ناف سے لے کر گھٹنوں تک کا جسم چھپانے کا خیال رکھیں اور ان خرابیوں سے بچتے رہیں جو پہلے تحریر کی جاچکی ہیں تو یہ کھیل جسمانی طور پر مفید بھی ہیں اور انہیں کھیلنے کی شرعاً گنجائش ہے (کھیل کود اور تفریح کی شرعی حیثیت/ ۵۸)۔

جائز کھیلوں میں بچوں کی لائن کے کھیل کھلونے بھی آتے ہیں جیسے بچوں کا لٹو کھیلنا، جھنجھنا بجانا، وغیرہ کہ یہ کھیل بچوں کے حق میں جائز ہیں جیسا کہ فتاوی محمودیہ میں ہے (۱۹/ ۵۴۰ گجرات)۔

مباح کھیلوں میں کیرم بورڈ ولوڈو وغیرہ کو بھی بعض علماء نے شمار کیا ہے بشرطیکہ انہماک نہ ہو، کبھی کبھی کچھ وقفہ کے لئے کھیل لیا جائے جیسا کہ مفتی محمود اشرف عثمانی اپنے رسالہ میں لکھا ہے (کھیل کود اور تفریح کی شرعی حیثیت/ ۶۶)۔

حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی نے بھی احتیاط کے مشورہ کے ساتھ اس کھیل کو جائز قرار دیا ہے فرماتے ہیں:

اگر ہار جیت نہ ہو اور احکام شرعیہ میں اس کی وجہ سے خلل نہ آئے تو کبھی کبھی وحشت دور کرنے اور دل بہلانے کے لئے اس کھیل (کیرم) کی گنجائش ہے تاہم اس کی عادت نہ ڈالی جائے اور اس کو چھوڑنے کی کوشش کی جائے (فتاوی محمودیہ ۱۹/ ۵۳۶ گجرات)۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کیرم بورڈ اور لوڈو کو شطرنج کے حکم میں رکھتے ہیں، فرماتے ہیں:

''مجھے خیال ہوتا ہے کہ فی زمانہ کرکٹ کا مروجہ کھیل شطرنج ہی کے حکم میں ہے، اور یہی حکم کیرم بورڈ اور لوڈو وغیرہ کا ہونا چاہئے (حلال وحرام ۴۴۳)۔

لیکن کرکٹ کی خرابیاں اور کھیل کی نوعیت کو حد جواز میں لانا واقعۃً مشکل ہے جبکہ کیرم بورڈ اور لوڈو کو مختصر وقت کے لئے گھر اور کمرہ میں بیٹھ کر کھیل لیا جائے تو مضائقہ نہیں معلوم ہوتا جیسا کہ اوپر گذرا۔

خلاصہ یہ کہ مندرجہ ذیل کھیل مروجہ کھیلوں میں جائز ہیں:

(۱) ہاکی، (۲) فٹ بال، (۳) والی بال، (۴) لان ٹینس، (۵) بیڈمنٹن، (۶) ٹیبل ٹینس، (۷) کبڈی کھیلنا، (۸) لکڑی کھیلنا، (۹) تعلیمی تاش، (۱۰) لٹو کھیلنا، (۱۱) بچوں کا جھنجھنا، غبارہ وغیرہ کھیلنا، (۱۲) مختصر وقت کے لئے کیرم بورڈ کھیلنا، (۱۳) تھوڑی دیر کے لئے لوڈو کھیل لینا، (۱۴) موبائل پر بلا تصویر گیم کھیلنا، (۱۵) موبائل پر کوئی تفریحی چٹکلہ سن لینا۔

مروجہ مکروہ کھیل:

وہ کھیل جو شرعاً منع ہیں لیکن ان کی ممانعت حد حرمت تک نہیں پہنچی ہے، اس قسم کے کھیل مکروہ ہیں مثلاً تاش، شطرنج، پتنگ بازی، مرغ لڑانا، کبوتر بازی وغیرہ یہ کھیل اگر ہار جیت کے بغیر کھیلے جائیں تو مکروہ ہی رہیں گے:

۱- شطرنج: اس کی ممانعت کے دلائل ناجائز تفریحات کے ذیل میں آچکے۔

۲- نردشیر: (چوسر) ایضاً۔

۳- کبوتر بازی وغیرہ اس کا بیان بھی وہیں گذر چکا۔

۴- تاش کھیلنا: بلا شرط وجوا کے محض دل بہلانے کے لئے جو تاش کھیلے جاتے ہیں وہ مکروہ ہیں، اس میں جوا کی شرط ہو یا نماز وغیرہ کے فوت ہونے کا سبب ہو تو حرام ہوں گے۔

کتاب الفتاوی میں **مولانا خالد سیف اللہ رحمانی** صاحب ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

اگر جوا نہ بھی ہو تو تاش کھیلنے سے وقت ضائع ہوتا ہی ہے اور وقت اللہ کی دی ہوئی نعمت ہے۔ پھر اس سے انسان بتدریج جوئے کی طرف بڑھتا ہے، اس لئے تاش کھیلنا بہر حال کراہت سے خالی نہیں، **کره كل لهو لقوله عليه السلام: "كل لهو المسلم حرام"** (الدر المختار علی ہامش رد المحتار ۹/ ۵۶۶؛ کتاب الفتاوی ۶/ ۱۵۸)۔

۵- **ویڈیو گیمز:** جس کا آج کل بہت رواج ہے اگر ان میں جاندار کی تصاویر نہ ہوں بلکہ بے جان اشیاء کی تصاویر سے وہ کھیلا جائے مثلاً ہیلی کاپٹر، جہاز، موٹر سائیکل، کار وغیرہ چلانے یا انہیں نشانہ کرنے کا کھیل ہو یا جاندار کی غیر واضح تصویر ہو یعنی صرف خاکہ پر مشتمل ہو ناک، کان، منہ وغیرہ نہ ہو تو ایسے گیمز کھیلنے میں اگر نیت وقتی تفریح طبع یا ذہن کی تیزی اور حاضر دماغی اور نشانہ بازی کی ہو تو تھوڑی دیر تک اس کو کھیل لینے کی گنجائش ہوگی جیسا کہ **مولانا محمود اشرف** عثمانی نے اپنے رسالہ میں صراحت کی ہے (ر ۶۷)، لیکن عموماً ویڈیو گیمز اپنی حد تک باقی نہیں رہتا، اس لئے وہ اولاً کراہت پھر اس کا شوق حد حرمت تک لیجاتا ہے، اس لئے ابتداء سے ہی یہ مکروہ کہلائے جانے کا مستحق ہے۔ **مولانا یوسف لدھیانوی** لکھتے ہیں:

۶- **کرکٹ:** دور حاضر کا مقبول ترین کھیل ہے، اس کو اگر بڑے پیمانے پر کھیلا جائے جیسا کہ آج کل رواج ہے تو اس میں اخراجات بہت زیادہ ہیں اور وقت کا ضیاع بھی بہت زیادہ جس میں چند افراد جو کھیل میں بنفس نفیس ملوث ہوتے ہیں وہ تو متاع دنیا لوٹتے ہیں، بقیہ لاکھوں تماش بینوں کی متاع آخرت لٹ جاتی ہے اور متاع دنیا بھی ہاتھ نہیں آتی بلکہ کھیل کے دیکھنے میں ایسا انہماک ہوتا ہے کہ اعمال آخرت سے غفلت کے ساتھ دنیا کے کاموں سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں، اس لئے کرکٹ مروجہ کو ''کرکٹ'' کہنا بجا ہوگا، بہر حال کرکٹ کی موجودہ صورتحال میں کرکٹ کو کم از کم مکروہ کہا جائے گا اور جس درجہ کی قباحتیں ہوں گی اس درجہ کراہت میں شدت بلکہ حرمت کا حکم بڑھتا جائے گا۔ البتہ کرکٹ کو اگر باضابطہ منصوبہ بنا کر نہ کھیلا جائے بلکہ اس کو کھیل

کی حد تک صرف چند منٹ یا ایک آدھ گھنٹہ بطور تفریح اور جسمانی ورزش یا نشانہ بازی وغیرہ کی مشق کی خاطر کھیل لیا جائے تو بلاشبہ گنجائش ہوگی ورنہ وہی حکم ہوگا جو اوپر گذرا۔

۷- **پتنگ بازی:** عام طور پر شہروں میں پتنگ اڑانے کا رواج ہے بعض دفعہ اس میں مقابلہ اور ہار جیت کی بھی شکل ہوتی ہے، اور کہیں اجتماعی کھیل کی شکل میں پتنگ باز بڑے خرچ کے ساتھ مقابلوں کا انعقاد کراتے ہیں، ظاہر ہے ان کا کوئی جواز نہیں ہے اس کے علاوہ پتنگ بازی میں جو عمومی خرابیاں ہیں، مثلاً:

(۱) پتنگ کے پیچھے بے تحاشہ دوڑنا، (۲) پتنگ دوسروں کی لوٹنا، (۳) ڈور لوٹ لینا، (۴) جانی مالی نقصان کے واقعات کا اندیشہ، (۵) بے پردگی۔

ان خرابیوں کی وجہ سے پتنگ بازی ممنوع ہے، البتہ بعض پتنگ بازی کے شوقین مذکورہ خرابیوں سے بچتے ہوئے وقت گذاری کے لئے چھتوں پر چڑھ کر تھوڑی دیر پتنگ اڑا کر جی بہلاتے ہیں تو یہ تفریح کی شکل ایک عبث فعل ہونے کے سبب صرف مکروہ رہے گی اور عام فساق وفجار کے ساتھ مشابہت بھی کراہت کا سبب ہوگا۔

مروجہ ناجائز کھیل:

۱- **بیلوں کے ساتھ کشتی:** بعض ممالک میں بیلوں کے ساتھ کشتی کا رواج ہے، اس میں تربیت یافتہ مسلح انسان اپنی مہارت سے مدمقابل بیل کو موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے، اسلام کی نظر میں یہ بھی شرعاً حرام ہے کیونکہ اس میں جانور کو ایذاء پہنچا کر اور جسم میں نیزہ بھونک کر قتل کیا جاتا ہے اور بیشتر اوقات خود بیل بھی اپنے مقابل انسان کو ختم کر دیتا ہے یہ لڑائی ایک وحشیانہ عمل ہے جسے اسلامی شریعت تسلیم نہیں کرتی۔

۲- **باکسنگ: یا مکابازی کا خطرناک مقابلہ:** ورزشی کھیلوں کے نام پر جو مقابلے ہوتے ہیں ان میں باکسنگ بھی دیکھنے کو ملتا ہے اس میں فریق مقابل کو ایسی شدید جسمانی اذیت پہنچانے کو بالکل جائز تصور کیا جاتا ہے جس سے ہوسکتا ہے کہ مدمقابل اندھے پن، سخت نقصان، دماغی

چوٹ یا گہرے ٹوٹ پھوٹ بلکہ موت سے بھی دوچار ہوجائے اس میں مارنے والے پر اس نقصان کی ذمہ داری بھی عائد نہیں ہوتی، بلکہ جیتنے والے کے حامیوں کو اس کی جیت پر خوشی اور مدمقابل کی اذیت پر مسرت ہوتی ہے جو اسلام میں ہر اعتبار سے حرام اور قابل احتراز ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة" (البقرۃ:۱۹۵)، نیز ارشاد ہے: "ولا تقتلوا أنفسكم" (النساء:۲۹)، حدیث میں ہے: "لا ضرر ولا ضرار" (نہ نقصان اٹھاؤ اور نہ نقصان پہنچاؤ)۔

۳- فری اسٹائل فائٹنگ یا کشتی: باکسنگ کی طرح فری اسٹائل کشتی یا فائٹنگ میں بھی لڑنے والے ایک دوسرے کی ایذا رسانی کو مباح سمجھتے ہیں، اس لئے ظاہری شکلوں میں فرق کے باوجود وہ تمام شرعی ممنوعات جن کا باکسنگ کے تحت ذکر ہوا فری اسٹائل فائٹنگ میں بھی پائی جاتی ہیں، لہذا یہ بھی شرعاً حرام ہیں (فقہی فیصلے مکہ مکرمہ/ ۲۷۰)۔

۴- خواتین کے کھیلوں کا ذکر بھی بیجا نہ ہوگا، زنانہ ہاکی ٹیمیں، ٹینس کے مقابلے اور فٹبال وغیرہ کھیل میں جس طرح خواتین نے مردانگی دکھائی ہے بلکہ کہنا چاہئے مردوں کے کان کاٹے ہیں اس طرح کھیل کا مشغلہ تو مردوں کے لئے شرعاً درست نہیں چہ جائیکہ صنف نازک دعوت نظارہ دے۔ عریاں لباس کے ساتھ میدان میں کسی بھی قسم کا کھیل کھیلنا اور مردوں کو اپنا کھیل دکھانا شرعاً جائز نہیں ہے، اس لئے اس قسم کے خواتین کے سبھی کھیل ناجائز ہیں، صرف پردوں کی حد میں رہتے ہوئے خواتین اپنے درمیان کوئی جائز کھیل کھیل لیا کریں یا دیکھ لیا کریں تو اس کی گنجائش ہوگی۔

د- کھیل میں ہار جیت پر پیسے یا انعام مقرر کرنے کی صورتیں اور ان کا حکم:

جائز کھیلوں میں سے کسی بھی کھیل میں بغیر کسی شرط و انعام کے محض ہار جیت کی بازی لگائی جائے تو اس کے جواز میں کوئی کلام نہیں، احادیث میں حضور علیہ السلام اور حضرت عائشہؓ کے درمیان دوڑ اور اس میں سبقت و بازی لے جانے کا ذکر اوپر تفریح کے بیان میں آچکا ہے وہ

ہار جیت اسی نوعیت کی تھی کہ اس میں کسی قسم کی شرط یا انعام کی قید نہیں تھی، اس لئے بغیر کسی شرط کے ہر کھیل میں ہار جیت کی بازی لگانا شرعاً درست ہے، مفتی شفیع صاحبؒ نے بھی احکام القمار ر ۳۱ میں جواز کی تصریح فرمائی ہے۔

البتہ کسی کھیل میں ہار جیت کی بازی پر اگر کوئی معاوضہ یا انعام دیا جائے تو اس کی دو شکلیں ہوسکتی ہیں: ایک شکل تو یہ کہ وہ انعام یا معاوضہ پہلے سے مقرر ومشروط نہ ہو بلکہ بغیر کسی تقرر وشرط کے کسی فرد یا جماعت کی طرف سے کھلاڑیوں کو بطور انعام کے کچھ دیا جائے یہ شکل تو بلاشبہ جائز ہے۔

دوسری صورت یہ کہ کسی کھیل میں معاوضہ یا انعام کو پہلے سے مقرر ومشروط کردیا جائے کہ جو شخص بازی لے جائے گا وہ مستحق انعام ہوگا، اسی کو فقہاء کرام مسابقہ اور سباق سے تعبیر فرماتے ہیں اور ''سبق'' وہ مال ہے جو بطور انعام کے مقابلہ میں جیتنے والے کے لئے ہو (قاموس الفقہ)۔ مسابقت میں مال وانعام کی شرط لگانا تین شرطوں کے ساتھ فقہاء نے جائز قرار دیا ہے۔شرط اول یہ کہ مقابلہ تیر اندازی، گھوڑ سواری، اونٹ سواری یا پیدل دوڑ کا ہو، ان چار چیزوں کے سوا انعامی شرط کے ساتھ مسابقت جائز نہیں۔

''وأما شرائط جوازه فأنواع منها أن يكون في الأنواع الأربعة الحافر، والخف، والنصل والقدم لا في غيرها، لما روى أنه عليه الصلاة والسلام: لا سبق إلا في خف الخ'' (بدائع الصنائع ۲۰۶/۶)۔

(مسابقت یعنی کھیل کود پر انعام مقرر کرنے کی شرط یہ ہے کہ مسابقت صرف چار کھیلوں میں ہو ان کے علاوہ کسی اور کھیل میں نہ ہو اور وہ چار کھیل یہ ہیں: اونٹوں کی دوڑ، گھوڑ دوڑ، پیادہ دوڑ، تیر اندازی (نشانہ بازی)، حدیث سے یہی مروی ہے)۔

مذکورہ عبارت سے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان چار کھیلوں کے علاوہ کسی اور کھیل میں پہلے سے انعام مقرر ومشروط کرنا جائز نہیں، فقہاء کی اس تصریح سے باقی کھیلوں کے مقابلوں میں انعام

وغیرہ کی شرط ناجائز ہوگی، البتہ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ جو کھیل بھی مستحب ہیں ان میں ہار جیت کی کوئی انعامی شرط لگانا بھی درست ہوگا، دیگر کھیلوں میں انعام یا مال کی شرط مقرر کرنا درست نہ ہوگا تاکہ خواہ مخواہ کھیلوں کے لوگ حریص نہ ہوجائیں اور انعام کی لالچ میں لہو ولعب مقصد زندگی نہ بن جائے، البتہ مذکورہ چار کھیل چونکہ جہاد وقوت میں معاون ہیں اس لئے انعام کے ساتھ ان کی ترغیب بھی درست ہوگی، زائد سے زائد از روئے قیاس دیگر وہ کھیل جن سے جسمانی ورزش ہوتی ہے اور کسی صحیح مقصد سے کھیلے جائیں جیسے گاڑیوں کی ریس، بندوق کا نشانہ، کبڈی، فٹ بال وغیرہ ان کے احکام بھی اسی طرح کے ہوں گے جو گھوڑ دوڑ وغیرہ کے ہیں، جیسا کہ بعض علماء عصر نے لکھا ہے، ملاحظہ ہو: (حلال وحرام ۲۴۱، قاموس الفقہ ۴/ ۱۷۱ از خالد سیف اللہ رحمانی)۔

خلاصہ یہ کہ مال یا انعام مقرر کرنا سب کھیلوں میں جائز نہیں، بعض کھیلوں میں جائز ہے کما مر۔

کھیل میں مال یا انعام مقرر کرنے کی دوسری شرط یہ ہے کہ:

کھیل میں مال یا انعام اس طرح مشروط ومقرر ہو کہ اس میں قمار (جوا) کی شکل نہ ہونے پائے اس کے لئے ضروری ہے کہ مندرجہ ذیل تین صورتوں میں سے کوئی ایک صورت ہو۔

(۱) کھیل کے شرکاء میں سے سبقت لانے والے کے لئے انعام کا اعلان حکومت یا کسی ایسے ادارہ یا فرد کی طرف سے ہو جو مقابلہ میں شریک نہ ہو، اس طرح کا انعامی مقابلہ درست ہے۔

(۲) دو شخص میں مقابلہ ہو ایک پر انعام کی شرط ہو دوسرے پر نہ ہو مثلاً ''الف'' جیتے گا تو ''ب'' اس کو ایک ہزار روپے دے گا لیکن ب جیتے گا تو الف اس کو کچھ نہیں دے گا مقابلہ کی یہ صورت بھی درست ہے۔

(۳) دو فرد یا دو پارٹیوں کے درمیان ہار جیت کی دوطرفہ شرط اس طرح ہو کہ تیسرے فرد یا پارٹی کو بغیر کسی شرط کے شریک کرلیا گیا ہو کہ وہ تیسرا ہارے تو اسے کچھ دینا نہ پڑے گا اور اگر

وہ جیتے تو باقی دونوں اسے حسب معاہدہ انعام دیں گے تو یہ صورت بھی جائز ہے بشرطیکہ تیسرا شخص بھی اس پوزیشن میں ہو کہ اس کے جیتنے کی توقع ممکن ہو۔

اس کے علاوہ جو صورت مقابلہ کی عام طور پر ہوتی ہے کہ ہر شخص پر یہ بات لازم قرار دی جاتی ہے کہ وہ ہارنے کی صورت میں جیتنے والے کو اتنی رقم دے گا اور اگر وہ جیت جائے تو باقی دوسرے اس کو دیں گے، یہ دو طرفہ شرط صریح جوا ہے، اس لئے یہ صورت ناجائز اور قطعاً حرام ہے۔

مذکورہ تفصیلات بدائع الصنائع (۶/۲۰۶) اور شامی (۵/۲۵۸) وغیرہ میں بصراحت مذکور ہیں طوالت کے سبب صرف مفاہیم کو ذکر کیا گیا ہے (ہکذا فی الفتاوی العالمگیریہ کتاب الکراہیہ ۵/ ۳۲۴ فصل فی المسابقہ)۔

کھیل میں مال یا انعام مقرر کرنے کی جواز کی تیسری شرط یہ ہے کہ مقابلہ کے وقت ابتدائی اور انتہائی حد متعین کردی جائے (قاموس الفقہ بحوالہ شرح مہذب ۱۵/۱۳۶)۔

اسی طرح یہ بھی شرط ہے کہ جو انعام یا عوض مقرر ہوا ہے وہ معلوم و متعین ہو جیسا کہ واضح ہے (حوالہ بالا)۔

۵-کھیلوں کے دیکھنے، سننے اور اس کے لئے ٹکٹ کی خرید و فروخت کا حکم:

کھیل کھیلنے کی بحثوں سے فراغت کے بعد اب رہا مسئلہ کھیلوں کے دیکھنے، سننے اور ان کے لئے ٹکٹ خریدنے و بیچنے کا تو اس سلسلہ میں بنیادی اصول یہی ہے کہ جو کھیل کھیلنے جائز ہیں اور جن شرائط کے ساتھ جائز ہیں ان ہی شرائط و تفصیلات کے ساتھ ان کا دیکھنا یا سننا بھی جائز ہوگا اور جن علتوں کی بنا پر اوپر بعض کھیلوں کو ناجائز کہا گیا ہے وہی علتیں اگر کھیل دیکھنے و سننے میں پائی جائیں گی تو اس کا دیکھنا و سننا ناجائز ہو جائے گا، مثلاً بلا فائدہ محض لہو ولعب کے طور پر اس کو دیکھنا وسننا یہ عبث ہونے کے سبب ممنوع ہوگا وہکذا۔

البتہ اس نیت سے کسی جائز کھیل کا دیکھنا اور سننا تاکہ دماغ میں تازگی، طبیعت میں نشاط پیدا ہو تو بطور تفریح طبع بقدر حاجت اس کا سننا دیکھنا جائز ہوگا جیسا کہ دماغ کی تازگی کے

لئے شعر وشاعری کا سننا جائز ہے نیز بعض صحابہ سے یہ بات ماقبل میں نقل کی جاچکی ہے کہ وہ فرصت کے اوقات میں یا طبعی تکان دور کرنے کے لئے تاریخ اور شعر گوئی سے اور اس کو سن کر جی بہلا لیا کرتے تھے۔

لیکن آج کل جس طرح عموماً لوگوں کا مزاج ہے کہ گھنٹوں میچ دیکھنے اور کومنٹری سننے میں ضائع کئے جاتے ہیں جس سے نہ دین کا فائدہ ہوتا ہے نہ دنیا کا، نہ اپنی خبر رہتی ہے نہ اپنوں کی، اس قدر انہماک کے ساتھ کھیلنا بھی ممنوع ہے اور اس کا اس طرح دیکھنا اور سننا بھی ناجائز ہوگا جیسا کہ کرکٹ کے ہندوپاک کے مقابلوں میں کچھ ایسے ہی صورت حال ہوتی ہے، اہل بصیرت فقہاء اس قسم کے کھیل کھیلنے دیکھنے اور سننے کو ناجائز کہتے ہیں۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے اپنے خیال کا اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے:

''مجھے خیال ہوتا ہے کہ فی زمانہ کرکٹ کا مروجہ کھیل شطرنج ہی کے حکم میں ہے اور ضروری اور حقیقی مسائل سے غفلت پیدا کرنے میں کہا جاسکتا ہے کہ شطرنج سے بھی بڑھ کر ہے اور یہی حکم کیرم بورڈ اور لوڈو وغیرہ کا ہونا چاہئے (حلال وحرام ۲۴۳)۔

خلاصہ یہ کہ جائز کھیلوں کا ضرورت کے وقت اچھی نیت سے حدود میں رہتے ہوئے دیکھنا اور سننا تو جائز ہے، باقی ناجائز کھیلوں کا یا ایسے کھیلوں کا جس میں مخلوط اجتماع ہو یا کھلاڑی ستر کے حصوں کو برہنہ کرکے کھیلتے ہوں یا خواتین کا کھیل ہو یہ سب کھیل میں شرکت ان کا دیکھنا سننا ناجائز ہوگا باقی مردانہ کھیل خواتین دیکھیں اور زنانہ کھیل مرد دیکھیں شرعاً اس کی گنجائش نہیں ہے اگرچہ حضرت عائشہؓ کی حدیث سے جس میں ہے کہ کسی عید کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے حضرت عائشہؓ کو اپنے آڑ میں کھڑا کرکے حبشیوں کے نیزہ کا کھیل دکھلایا (بخاری کتاب العیدین، ۱۳۰)۔

اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے بعض علماء کا خیال ہے کہ خواتین مردوں کا تماشا دیکھ سکتی ہیں لیکن صحیح یہ ہے کہ خواتین کے لئے مردوں کے کھیل تماشہ دیکھنے کی اجازت نہیں ہے، فتح الباری میں حدیث کے معنی ومطالب کو واضح کرتے ہوئے لکھا ہے:

''قال عیاض: وفیه جواز نظر النساء إلی فعل الرجال الأجانب، لأنه إنما یکره لهن النظر إلی المحاسن والاستلذاذ بذلک، أما النظر بالشهوة وعند خشیة الفتنة فحرام اتفاقاً وأما بغیر شهوة فالأصح أنه محرم وأجاب عن هذا الحدیث بأنه یحتمل أن یکون ذلک قبل بلوغ عائشة، أو کانت تنظر إلی لعبهم بحرابهم لا إلی وجوههم وأبدانهم'' (فتح الباری کتاب العیدین باب الحراب والورق یوم العید ۵۶۶/۲)۔

(قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں عورتوں کو اجنبی مردوں کی طرف دیکھنا جائز معلوم ہوتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ عورتوں کے لئے مردوں کے محاسن دیکھنا اور اس سے لطف اندوز ہونا مکروہ ہے۔ بہر حال شہوت کے ساتھ دیکھنا اور فتنہ کے اندیشہ کے وقت نگاہ ڈالنا تو یہ بالاتفاق حرام ہے اور بہر حال بغیر شہوت کے دیکھنا تو اصح قول یہی ہے کہ یہ بھی حرام ہے اور حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس میں احتمال ہے کہ یہ حضرت عائشہ کے بلوغ سے قبل کی بات ہو یا حضرت عائشہ کی نگاہ ان کے کھیل اور اوزار کی طرف پڑتی ہو ان کھلاڑیوں پر نہیں)۔

حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی فرماتے ہیں:

''اس حدیث میں حضرت عائشہؓ کا ان نامحرموں کو دیکھنا ہے، اس کے متعلق یہ ہے کہ بالاصالہ اجنبی کے چہرہ کی طرف دیکھنا شرعاً اس وقت درست ہے جبکہ ہر قسم کے فتنوں سے امن ہو، نبی کریم ﷺ کو اس مقام پر امن تھا اس لئے کوئی اشکال نہیں، حتی کہ حضرت ابن مکتوم ایک مرتبہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ام سلمہؓ وغیرہ کو پردہ کرنے کا حکم فرمایا، وہاں سے اشکال بھی کیا گیا کہ صحابی تو نابینا ہیں ان سے کیا پردہ، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم تو نابینا نہیں ہو (ہذا حدیث حسن صحیح، جامع الترمذی ابواب الاستیذان باب ماجاء فی احتجاب النساء من الرجال ۱۰۶/۲)۔

اب رہا مسئلہ ٹکٹ کی خرید فروخت کا تو حقیقت یہ ہے کہ کوئی کھیل بحیثیت کھیل کے اس وقت ایسا نہیں ہے کہ اس کے لئے پیسوں کو خرچ کر کے اس کھیل کی ترغیب دی جا سکے، رہی

بات جواز کی تو صرف وہ کھیل جو نہ صرف یہ کہ شرعی قباحتوں سے خالی ہوں بلکہ وہ جائز ہونے کے ساتھ معلومات افزاء ہوں، تو کسی جائز مصلحت ونیت کے ساتھ ہی صاحب استطاعت حضرات کے لئے اجازت ہوگی کہ وہ تھوڑی دیر اس جائز پروگرام سے لطف اندوز ہوسکیں مثلاً شعری نشست، کشتی، نشانہ بازی وغیرہ کے کھیل، باقی عام کھیلوں میں ٹکٹ کی خرید وفروخت، فضول خرچی کہلائے گی، کیونکہ اوپر سابقہ عنوان میں یہ بات آچکی ہے کہ دو چار کھیلوں کے علاوہ اکثر کھیلوں میں ہار جیت کے اندر انعامی معاوضہ یا مالی شرط لگانا شرعاً درست نہیں، اس لئے اس سے بھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ محض کھیل دیکھنے کے لئے مال لٹانے وخرچ کرنے کا جواز ہر کھیل کے لئے کیسے ہوسکتا ہے؟ اس لئے کھیل دیکھنے کے لئے ٹکٹ اور پھر گراں قیمت کے ٹکٹ جیسا کہ آج کل مروج ہے شرعاً اسراف اور معصیت ہے جس سے پرہیز لازم ہے۔

نیز ٹکٹ کو بلیک کرنا یا بلیک شدہ ٹکٹ خریدنا بیچنا نہ صرف قانون شکنی ہے بلکہ شرعاً اسراف ومعصیت کو فروغ دینا اور غبن فاحش کا ارتکاب ہے اور کھیل جیسی مفت بلکہ بیہودہ چیز کو قیمتی بنادینا جو کہ انسانیت بلکہ خود اپنے آپ پر ظلم ہے بلکہ کھیل کے ساتھ بھی ظلم ہے، "لأن الظلم وضع الشئ في غير محله" فقط۔

۳-تفریحی مقصد کے لئے سفر وسیاحت:

سفر عموماً تین قسم کے ہوتے ہیں: سفر عبادت، سفر مباح، سفر معصیت۔

(۱) سفر عبادت مثلاً سفر حج، سفر برائے تعلیم وتبلیغ، سفر برائے عیادت مریض وغیرہ۔

(۲) سفر مباح جیسے سفر تجارت، سفر ملازمت یا روزگار کی تلاش وغیرہ کے لئے سفر۔

(۳) سفر معصیت، چوری، ڈکیتی اور بدکاری وغیرہ کی نیت سے سفر (اشرف الہدایہ)۔

سفر عبادت تو باعث اجر وثواب ہے اور سفر معصیت گناہ وعذاب ہے، اب رہا سفر مباح تو اس میں نہ ثواب ہے نہ عذاب، نہ حکم نہ منع، نہ عبادت نہ معصیت۔ سیاحت وتفریح والا سفر، جائز نیت اور جائز طریقوں کی حد میں رہے تو یہ بھی سفر مباح کی قسم ہے، جائز نیت مثلاً آب

وہوا کی تبدیلی، ذہن ومزاج کو کچھ دن کے لئے جھمیلوں سے فارغ کرنا تاکہ دوبارہ فٹ ہوکر لگا جاسکے۔ موسم کی شدت میں جسم وصحت کی خاطر سفر کرنا۔ اسی طرح تاریخی اور دلآویز مناظر ومقامات کی زیارت ومشاہدہ کے لئے سیر وسیاحت میں جانا وغیرہ، بلاشبہ جائز ہے۔ اس طرح پرلطف اسفار بھی اللہ کی نعمت ہے، قال اللہ تعالیٰ:

''سیروا فیہا لیالی و أیاماً آمنین'' (سبا: ۲۲، دیکھئے معارف القرآن ۷/ ۲۷۸ آیت ہذا)

(تم ان گذرگاہوں میں شب وروز اطمینان سے سیر کرو)۔

اگر قابل عبرت مقامات اور قوموں پر گذرے واقعات جنہیں ''ایام اللہ'' کہا جاتا ہے ان جگہوں پر عبرت کے لئے جایا جائے تو بھی نہ صرف جائز بلکہ مفید ہے، قال اللہ تعالیٰ:

''فسیروا فی الأرض فانظروا کیف کان عاقبة المکذبین'' (تم روئے زمین میں چلو پھرو پھر دیکھو کیسا رہا جھٹلانے والوں کا انجام)۔

وقال: ''أفلم یسیروا فی الأرض فتکون لھم قلوب یعقلون بھا'' (کیا وہ زمین میں نہیں چلتے پھرتے تاکہ ان کے جو دل ہیں اس سے وہ واقعات کو سمجھتے)۔

معارف القرآن میں ہے:

''زمین کی سیر وسیاحت اگر عبرت وبصیرت حاصل کرنے کے لئے ہو تو مطلوب دینی ہے، اس آیت (الحج: ۴۶) میں اس کی طرف ترغیب ہے۔ بشرطیکہ ان حالات کو بعض تاریخی سوانح کی حیثیت سے نہیں بلکہ عبرت کی نظر سے دیکھے تو ہر واقعہ ایک بصیرت کا سبق دے گا (معارف القرآن ۶/ ۲۷۴، سورہ حج: ۴۶)۔

بہر حال مذکورہ مقاصد کے لئے سفر جائز ہے اور محض تفریح طبع کے لئے بھی سفر جائز ہے۔ مولانا اشرف محمود عثمانی نے مفتی محمد شفیع صاحب کے حوالہ سے لکھا ہے:

''تفریح طبع کے لئے مناسب سفر کی بھی گنجائش ہے'' (رفیق سفر)۔

سیر وسیاحت اور دنیا بھر میں گھومنے والے سیاحوں کی بدولت بیش بہا معلومات لوگوں

کو ہاتھ لگی اور کتنے ہی علوم کے باب کھلے اور طرح طرح کی معلومات ان کی قلم سے رقم ہوئیں۔
ابن بطوطہ، شیخ سعدی، شیرازی، ابن خلدون وغیرہ سیاحوں کے کارناموں سے اور ان کی کتابوں سے بھی اہل علم واقف ہیں۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں: "بسیار سفر باید تا پختہ شود خامے" اور یہ حقیقت ہے کہ سفر بڑے تجربات کا سبب ہوتا ہے اسی لئے کہا گیا ہے: "السفر وسیلة الظفر" (یعنی سفر سفر ہوتا ہے مگر وسیلہ ظفر ہوتا ہے)۔

خلاصہ یہ کہ سیر وسیاحت کی غرض سے سفر جائز ہے، محض تفریح طبع کے لئے تفریحی اور خوشنما مقامات کے لئے سفر کرنا بھی صاحب حیثیت کے لئے جائز ہے، البتہ قریب تفریحی مقام کو چھوڑ کر اسی مقصد کو طویل سفر اور کثیر صرفہ کے ذریعہ حاصل کرنا اسراف وفضول خرچی کے سبب منع ہوگا، لیکن دیگر جائز مقاصد پیش نظر ہوں تو لمبے سے لمبا سفر بھی اپنی استطاعت کے مطابق جائز ہوگا۔ بشرطیکہ سفر سے کوئی اور مانع نہ ہو اور کسی کے حقوق اس کے سفر کی وجہ سے متاثر نہ ہوں۔

ب-پرخطر مقامات میں بال بچوں کے ساتھ سفر کرنا:

دینی اور جائز دنیاوی مقاصد کے لئے سفر کرنے کی مشروعیت کا ذکر آچکا ہے، تفریح طبع بھی جائز مقصد ہے لیکن ایسا ضروری بھی نہیں کہ جہاں خطرات وحوادثات متوقع ہوں وہاں بھی محض جائز تفریح کی خاطر جان کو جوکھوں میں ڈال کر جایا جائے۔ پرامن سفر خود مشقتوں کا مجموعہ ہوتا ہے، راستہ میں خطرات وخدشات سفر کا حصہ ہیں، دینی معمولات کا بھی کما حقہ ادائیگی دشوار ہوجاتی ہے، شب وروز کے جسمانی نظام پر بھی خلل پڑتا ہے، لیکن جائز مقاصد کے لئے ان سبھوں کو برداشت کیا جاتا ہے اب اس پر اگر جان ومال اور عزت وآبرو کے خطرات مستزاد ہوجائیں اور عام سفر کے حالات سے مزید پرخطر حالات کا سامنا کرنا پڑے تو بلا شدید ضرورت کے ایسے سفر کی اجازت نہ ہوگی اور جب خود ایسے سفر کی بلا ضرورت شدید اجازت نہیں ہے تو پھر بال بچوں کی زندگی سے کھیلنا کہاں جائز ہوسکتا ہے؟ قرآن میں ہے:

''ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة'' (البقرہ)(اور اپنے ہاتھوں اپنے کو ہلاکت میں نہ ڈالو)۔

عام سفر کے بارے میں حدیث ہے:

''عن أبي هريرةؓ قال قال رسول اللهﷺ: السفر قطعة من العذاب يمنع أحدكم نومه وطعامه وشرابه فإذا قضى نهمته من وجهه فليعجل إلى أهله'' (متفق علیہ، مشکوٰۃ ۳۳۹/۲ آداب السفر)(حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے جو تمہیں نہ تو راحت وآرام سے سونے دیتا ہے اور نہ ڈھنگ سے کھانے پینے دیتا ہے، لہٰذا تم اپنے سفر کی غرض جب پوری کرلو تو اپنے گھر والوں کے پاس واپسی میں جلدی کرو)۔

خلاصہ یہ کہ اگر تجربہ اور واقعات سے ایسے تفریحی اسفار میں جانی ومالی نقصانات کا گمان غالب ہو اور عزت وآبرو کا خطرہ ہو تو پھر بال بچوں کو ایسی جگہ لیجانا جائز نہیں اگر خود کو اندیشہ ہو۔

ج-سیاحت کے وہ مقامات جہاں غیر شرعی باتیں پائی جائیں:

ارشاد باری ہے:''فلا تقعد بعد الذكرى مع القوم الظالمين'' (انعام)(تو نہ بیٹھے رہئے یاد آنے کے بعد ایسے گنہگار لوگوں کے ساتھ)۔

معارف القرآن میں ہے:

امام رازی نے تفسیر کبیر میں فرمایا ہے کہ اس آیت کا اصل منشا گناہ کی مجلس اور مجلس والوں سے اعراض اور کنارہ کشی ہے جس کی بہتر صورت تو یہی ہے کہ وہاں سے اٹھ جائے، لیکن اگر وہاں سے اٹھنے میں اپنی جان یا مال یا آبرو کا خطرہ ہو تو عوام کے لئے یہ بھی جائز ہے کہ کنارہ کشی کی کوئی دوسری صورت اختیار کرلیں، مثلاً کسی دوسرے شغل میں لگ جائیں اور ان لوگوں کی طرف التفات نہ کریں، مگر خواص جن کی دین میں اقتدا کی جاتی ہے ان کے لئے وہاں سے

بہر حال اٹھ جانا ہی مناسب ہے (معارف ۳/۳۷۱)۔

اب رہا مسئلہ وہاں جانے والوں کے لئے سواری کرایہ پر لگانا اور ایسے مقام پر اشیاء خورد ونوش فروخت کرنے کا حکم تو گرچہ وہاں جانا اور سیر کرنا ناجائز ہے، لیکن وہاں کاروبار کرنے میں کوئی معصیت نہیں ہے یہ وہاں گھومنے والوں کا فعل ہے کہ وہ فاسد نیتوں کے ساتھ ناجائز طریقہ پر سیر وتفریح کررہے ہیں، یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی کافر یا فاسق اپنی فسق وفجور کی مجلس سجانے کے لئے کسی مسلمان کی دوکان سے سارا سامان خرید کر یا اجرت پر لیجائے تو یہ جائز ہے۔ احسن الفتاوی میں اسی قسم کا ایک سوال وجواب ملاحظہ ہو:

سوال: کافر کو اپنا ڈیکوریشن کا سامان مثلاً دیگ، پلیٹ، گلاس وغیرہ دینا ان کی تقریب میں جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جائز ہے، "قال العلامة الحصکفیؒ: **وجاز بيع عصير عنب ممن يعلم أنه يتخذ خمراً لأن المعصية لا تقوم بعينه الخ**" (رد المحتار ۵/۲۵۰، احسن الفتاوی ۸/۲۰۴)۔

خلاصہ یہ کہ ایسے تفریحی مقامات میں سیر وسیاحت کے لئے جانا جہاں بے دین اہل فسق وفجور کا غلبہ ہو شرعاً کراہت سے خالی نہیں، اس لئے اس سے احتراز لازم ہے بالخصوص علماء وصلحاء کا وہاں جانا زیادہ قبیح ہے، البتہ ہر قسم کے سیاحوں سے کاروبار کرنا ان کے لئے سواریاں مہیا کرنا وغیرہ جائز ہے اور اس کی آمدنی حلال ہے، فقط۔

د- ٹورز اینڈ ٹراویلس کا پیشہ اور سیاحوں کے لئے قیام وطعام کا انتظام اور اس کا حکم:

چونکہ مسافروں اور سیاحوں کے لئے آمد ورفت کا ٹکٹ بنوانا اور ان کے لئے قیام وطعام کی سہولتوں کا نظم کرنا اسی طرح ٹور کو منظم کرنا فی نفسہ جائز ہے اور ٹورز وٹراویلس کے کام میں کوئی معصیت اس کی ذات میں موجود نہیں ہے، اس لئے کوئی کسی نیت سے کہیں جائے آئے اس کا نظم کرنا، کرایہ لینا دینا اور اس کے لئے ٹور کمپنی قائم کرنا سب جائز ہے۔ فتاوی

عالمگیری میں ہے:

''وإذا استاجر الذمی من المسلم داراً لیسکنها، فلا بأس بذلک وإن شرب فیها الخمر أو عبد فیها الصلیب، أو أدخل فیها الخنازیر ولم یلحق المسلم فی ذلک بأس، لأن المسلم لا یواجرها لذلک وإنما آجرها للسکنی'' (کتاب الاجارۃ ۴؍۴۵۰ فصل: ۴)۔

(اور جب کوئی کافر کسی مسلمان سے کوئی گھر رہائش کے لئے اجرت پر لے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے خواہ اس میں وہ شراب پیئے یا صلیب کی پوجا کرے یا اس میں خنزیروں کو داخل کرے، اور مسلمان کو اس میں حرج نہ ہوگا اس لئے ہے کہ اس نے ان کاموں کے لئے اجرت پر نہیں دیا ہے بلکہ اس کو رہائش کے لئے اجرت پر دیا ہے (اب یہ اس کافر کا فعل ہے کہ وہ کرے وہ کیا کرے)۔

فتاوی محمودیہ میں ہے:

''شامیانہ، میز، کرسی، گیس، فرش وغیرہ ان اشیاء کو کرایہ پر دینا اور کرایہ وصول کرنا حرام نہیں ہے، اگر چہ کرایہ پر لینے والے اپنی محفل میں کچھ غلط قسم کے کام بھی کرتے ہوں مگر اس کی وجہ سے کرایہ کی آمدنی حرام نہیں (محمودیہ ۱۷؍۱۷ طبع گجرات)۔

۴۔فلموں کی مختلف قسمیں اور ان کا حکم:

فلم بینی، سینما اور پکچرز وغیرہ میں طرح طرح کے مفاسد ہوتے ہیں، عام طور پر فلموں میں گانا بجانا، رقص وسرور، مرد وعورت کا اختلاط، نامحرم کی تصاویر، مخرب اخلاق مناظر وغیرہ پائے جاتے ہیں، اس لئے یہ گناہ در گناہ کا مجموعہ ہوتی ہیں جس کی وجہ سے اس کو ناجائز وحرام کہا جاتا ہے اور جب تک ان مفاسد کا اختلاط رہے گا اچھے سے اچھے موضوع پر بنائی گئی فلم حرام ہی رہے گی، کیونکہ اچھے برے کا مجموعہ برا ہی ہوتا ہے، مشہور قاعدہ ہے: ''نتیجہ ارزل کے تابع ہوتا ہے''۔ اسی بنا پر فقہاء عصر نے فلم حج اور اذان خانہ خدا اور نکاح وغیرہ کے عنوان سے بنائی گئی ہر قسم کے فلم کی

مخالفت کی اور سینما ہالوں میں جو گناہ وفواحش بینی کا مرکز ہے کسی بھی فلم کو جانے و دکھانے کی سختی سے مخالفت کی اور اس کو اسلام کی توہین واستخفاف اور استہزاء قرار دیا، مفتی محمود صاحبؒ اپنے فتوی میں لکھتے ہیں:

''سینما دیکھنا شرعاً ناجائز ہے، اس عدم جواز کی چند وجوہ ہیں: گانا بجانا، ناچ، رنگ، مرد وعورت کا اختلاط، کھلے چہروں اور ننگے بازوؤں کی نمائش، لہو ولعب، اضاعت وقت ومال ان سب پر طرفہ اس پر علی الاعلان اظہار ان میں ہر وجہ عدم جواز کے لئے مستقل ہے، کتب فقہ میں ہر ایک کی ممانعت بصراحت موجود ہے'' (فتاوی محمودیہ ۱۹/ ۵۲۲ ڈابھیل گجرات)۔

لیکن اب عصر حاضر میں مذکورہ مفاسد وخرابیوں سے پاک حسب منشا معلومات افزاء چیزوں کو فلمایا جانے لگا ہے اور ان کو سی ڈیز وغیرہ کے ذریعہ نیز دیگر جدید آلات کے ذریعہ ان فلموں کو دیکھا سنا جاسکتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اس قسم کی فلموں کا کیا حکم ہوگا؟

اصول یہ ہے کہ جو چیزیں اور پروگرام، باہر وخارج میں دیکھے وسنے جاسکتے ہیں ان کو آلات کے واسطہ سے بھی دیکھا وسنا جاسکتا ہے جیسا کہ مفتی نظام الدین صاحبؒ نے نظام الفتاوی میں اس کی صراحت کی ہے۔ اگرچہ بعض علماء وفقہاء محض تصویر سازی کے واسطہ سے بنائے گئے پروگرام کو بھی دیکھنا ناجائز کہتے ہیں ان کے نزدیک برقی تصویر بھی تصویر ہے جس کا دیکھنا بنانا ناجائز ہے یہ ایک لمبی بحث ہے۔

خلاصہ یہ کہ خاص عنوان پر معلومات فراہم کرنے کی غرض سے بنائی گئی فلمیں، یا تعلیمی مصلحت سے مقامات وغیرہ دکھلانے کی غرض سے فلم سازی وفلم بینی الامور بمقاصدہا کے تحت جبکہ مفاسد وموانع سے خالی ہوں۔ اس وقت اس کی گنجائش ہوگی۔ جیسا کہ تعلیمی تاش کا حکم ہے کہ تاش کا کھیل لہو ولعب اور شطرنج کے مشابہ ہونے کی بنا پر مکروہ وممنوع ہے لیکن تعلیمی تاش کی اجازت محتاط فقہاء ومفتیان ہند نے بھی دیئے ہیں۔

حضرت تھانوی، مفتی کفایت اللہ صاحب، حضرت مفتی محمود صاحب وغیرہ کی آراء

ملاحظہ ہوں:

''اگر ہار جیت نہ ہوتو جائز ہے بلکہ مبتدیوں کے حق میں شاید مفید ہے'' (امداد الفتاوی ۴/۲۵۲ کتاب الحظر والاباحۃ)۔

''تعلیمی تاش بچوں کی تعلیم کے لئے استعمال کرنا مباح ہے'' (کفایت المفتی ۹/۲۶۸ باب ۲۱)۔

بچوں کو حروف کی شناخت کے لئے یہ تاش استعمال کرایا جائے تو فی نفسہ درست ہے (فتاوی محمودیہ ۱۹/۵۳۵ گجرات)۔

۵-کارٹون بنانا، اور کارٹونسٹ کی آمدنی کا حکم:

الف-شخصیت کی طرف اشارہ کرنے والے کارٹون حقیقتاً تصویر ہی ہوتے ہیں، ہر دیکھنے والا شخص اس کو ایک جاندار کی تصویر ہی کی حیثیت سے نگاہ میں لاتا ہے البتہ تصویر کو بالقصد کسی زاویہ سے ٹیڑھا ترچھا کرکے بنایا جاتا ہے تاکہ مزاحیہ شکل ہوجائے اس بناپر یہ تصویر سے خارج نہیں بلکہ وہ مکمل تصویر ہے جس میں مذاق کی خاطر کچھ اجزاء کو بگاڑ کر بنایا جاتا ہے، لہذا ایسا بڑا کارٹون جس میں پوری شخصیت جھلک رہی ہو تصویر سازی کے زمرہ میں شامل ہونے کے باعث ناجائز ہوگا پھر تصویر بنانے کے گناہ کے ساتھ یہ کارٹون چونکہ کسی مخصوص شخص کی چغلی کھارہے ہوتے ہیں ان کا تمسخر واستہزاء مقصود ہوتا ہے، لہذا کارٹون کے ذریعہ کسی شخصیت کا مذاق واستہزاء کرنا بھی جائز نہیں، جیسا کہ زبان واعضاء کے اشارہ سے غیبت وچغلی واستہزاء اور تمسخر منع ہے اس کا بھی وہی حکم ہوگا اور آیت کے عموم میں یہ کارٹون بھی داخل ہوگا:

''ویل لکل همزة لمزة الذی جمع مالا وعدده'' (بڑی خرابی ہے ہر طعن وتشنیع کرنے والے اور زبان یا اشارہ سے غیبت وچغلی کھانے والے کے لئے جو مال جمع کرتا اور شمار کرکر کے رکھتا ہے)۔

نیز تمسخر واستہزاء کی ممانعت میں یہ کارٹون بھی اس کے تحت شامل ہوں گے:

''یا أیها الذین آمنوا لا یسخر قوم من قوم عسی أن یکونوا خیراً منهم''

(اے ایمان والو! کوئی کسی پر نہ ہنسے ممکن ہے ہنسنے والوں سے وہ جس پر ہنسا جارہا ہے بہتر ہو)۔

خلاصہ یہ کہ مکمل کارٹون جو کسی شخصیت کی طرف مشیر ہوتے ہیں، چونکہ ان میں شخصیت کا مذاق واستہزاء ہوتا ہے نیز وہ تصویر بھی ہے ساتھ ہی توہین آمیز بھی، اس لئے ایسے کارٹون بنانا، بیچنا، شائع کرنا اس کی آمدنی لینا سب ناجائز ہوگا۔

ب- ایسے چھوٹے کارٹون جو محض بچوں کے کھیل کے مقصد سے بنائے جاتے ہیں اور ان میں تصویر بھی نمایاں نہیں ہوتی بطور تفریح اور کھلونے کی حیثیت سے رکھتے ہیں، جیسے گڑیا وغیرہ سے بچے کھیلا کرتے ہیں، اس طرح کے کارٹون بنانے، بیچنے اور ان سے کھیلنے کی شرعاً گنجائش ہوگی اور ایسے کارٹون بنانے کی اجرت وملازمت بھی جائز ہوگی۔

"ولو كانت صغيرة بحيث لا تبدو للناظر إلا بتأمل لا يكره" (عالمگیری ۱/۱۰۷)

"أو محوة عضو لا تعيش بدونه" (شامی، درمختار ۱/۴۳۷) (چھوٹی تصویریں جو بے تکلف پہچان میں نہ آتی ہوں وہ جائز ہیں (اسی طرح) وہ تصویر جس کا کوئی اہم عضو محو کردیا گیا ہو کہ اس کے بغیر وہ زندہ نہ رہ سکے)۔

۶-تفریحی ڈراموں اور مکالموں کا حکم:

ڈرامہ یا مکالمہ میں اگر کسی واقعی موضوع کو اختیار کیا جائے اور دلچسپی اور سامعین کو لطف اندوز کرنے کے لئے اس میں ڈرامائی انداز اختیار کیا جائے بشرطیکہ اس میں حق اور اہل حق کا استہزاء نہ ہو بلکہ باطل یا اہل باطل کی تضحیک مقصود ہو تو ایسے جائز موضوع کو تفریحی انداز میں پیش کرنا جائز ہوگا۔ جیسا کہ ناول وافسانہ کے رنگ میں، اسی طرح حکایات ولطائف کے انداز میں عبرت آموز اور نصیحت خیز باتوں کو کہا سنا لکھا اور پڑھا جاتا ہے، اس لئے اس طرح کے مبنی برحقیقت ڈراموں اور مکالموں میں جبکہ اس میں صداقت بھی ہو اور کوئی شرعی مفسدہ نہ ہو تو اس کی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔ مدارس میں جو مکالموں کا سلسلہ ہے وہ بلانکیر شائع ہے، اسی طرح مدارس میں مناظرہ میں ایک فریق اہل باطل کی نقل اتارتا ہے اور کبھی اہل حق کے مقابل قادیانی یا

پرویزی کے روپ میں باطل کی وکالت کرتا ہے اس کو کبھی ناجائز نہیں کہا جاتا، کیونکہ مقصد پر نگاہ ہے یعنی باطل کے ہتھکنڈوں سے واقفیت اور پھر ان کا توڑ کرنا وغیرہ تو اگر ڈراموں یا مکالموں میں بھی فرضی طور پر کسی شخص کو کوئی غلط رول ادا کرتے ہوئے دکھایا جائے تو جب مقصد صحیح ہو تو ''نقل کفر کفر نباشد'' کے تحت اس طرح کی نقالی مانع جواز نہیں، لیکن مدارس اور جلسوں وغیرہ کے پروگرام چھوڑ کر جو بازاروں میں ڈرامے رچے جارہے ہیں ان میں لغو حرکات، مخرب اخلاق، حیا سوز مناظر، رقص وسرور اور مرد وعورت کا اختلاط وغیرہ قباحتیں موجود رہتی ہیں، ایسے ڈراموں کا شریعت میں کوئی جواز نہیں بلکہ ایسے شوقین لوگوں کے لئے وعید شدید ہے۔ قال اللہ تعالی:

''إن الذين يحبون أن تشيع الفاحشة في الذين آمنوا لهم عذاب أليم في الدنيا والآخرة والله يعلم وأنتم لا تعلمون'' (النور:۱۹) (جو لوگ چاہتے ہیں کہ بے حیائی کی چیزیں مسلمانوں میں پھیلیں ان کے لئے دنیا وآخرت میں سزائے دردناک ہے اور اللہ تعالی جانتا ہے تم نہیں جانتے)۔

خلاصہ یہ کہ جائز مقاصد اور احقاق حق وابطال باطل کو تفریح کے انداز میں پیش کرنا یا بہتر کاموں کی ترغیب اور برے کاموں پر تہدید نیز معاشرہ کے مفاسد پر تنقید کے لئے ڈرامے اسٹیج کرنا (جبکہ کوئی اور مفسدہ اور مانع اس پروگرام میں نہ ہو) شرعاً جائز ہوگا، فقط واللہ تعالی اعلم وعلمہ أتم وأحکم۔

تفریح کے جائز وسائل اور شرعی ضوابط

مولانا شاہجہاں ندوی ☆

۱-شریعت میں مزاح جائز ہے، جس کی دلیل وہ حدیث ہے جو حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "إني لأمزح ولا أقول إلا حقاً" (المعجم الکبیر للطبرانی حدیث نمبر: ۵۱، ۱۲۷، ۹، ۲۳۹، ۵۶۸، ۱۳۲۶۲، اور اس حدیث کی سند حسن درجہ کی ہے) (میں مزاح کرتا ہوں اور حق بات ہی کہتا ہوں)۔

چنانچہ آپ ﷺ نے ایک شخص سے مزاح فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: "یا ذا الأذنین" (سنن ابی داؤد حدیث نمبر: ۵۰۰۴، اور یہ حدیث صحیح ہے) (اے دو کان والے)۔

اور ایک دوسرے شخص سے آپ ﷺ نے مزاح فرماتے ہوئے کہا: "إنا حاملوک علی ولد الناقة" (سنن ابی داؤد حدیث نمبر: ۵۰۰۰، اور مسند احمد حدیث نمبر: ۱۳۸۱۷، اور اس کی سند صحیح ہے) (ہم تجھے اونٹنی کے بچہ پر سوار کریں گے)۔

اور ایک بڑھیا سے آپ ﷺ نے فرمایا: "إنه لا یدخل الجنة عجوز" ثم قرأ: "إنا أنشأناهن إنشاء فجعلناهن أبكاراً" (الواقعہ: ۳۵-۳۶، اخلاق النبی ﷺ لابی الشیخ، حدیث نمبر: ۱۷۷، اور البعث والنشور للبیہقی حدیث نمبر: ۳۳۵، مرسلاً، اور یہ حدیث ان شاء اللہ تعالیٰ حسن درجہ کی ہے)۔

(یقیناً جنت میں بڑھیا داخل نہ ہوگی، پھر آپ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کی: "إنا أنشأناهن...." ان کی بیویوں کو ہم خاص طور پر نئے سرے سے پیدا کریں گے اور انہیں

☆ جامعہ اسلامیہ شانتاپورم، ملاپورم کیرالا۔

باکرہ بنادیں گے)۔

اور ایک دوسری عورت سے فرمایا:''زوجک الذی فی عینیه بیاض'' (عراقی نے اس کی نسبت ''کتاب الفکاہۃ والمزاح'' للزبیر بن بکار کی طرف کی ہے دیکھئے: المغنی عن حمل الاسفار حدیث نمبر: ۲۹۴۱) (تیرا شوہر وہ ہے جس کی دونوں آنکھوں میں سفیدی ہے)۔

اور یہ ظاہر ہے کہ ہر شخص دو کان والا، اور ہر سواری کا اونٹ اونٹنی کا بچہ ہے، اور ہر بڑھیا جنت میں دوشیزہ بن کر داخل ہوگی، اور ہر شخص کی دونوں آنکھوں میں سفیدی ہوتی ہے۔

اس سے واضح ہوا کہ آپ ﷺ نے مزاح بھی فرمایا اور حق سے سر مو تجاوز بھی نہیں کیا، لہذا اس طرح کا مزاح جائز ہے۔

چنانچہ مزاح کے جائز ہونے کے حدود وضوابط درج ذیل ہیں:

۱-مزاح میں جھوٹ سے بچے، جس کی دلیل وہ حدیث ہے جو حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ سرکار دوعالم ﷺ نے فرمایا:''لا یؤمن العبد الإیمان کله، حتی یترک الکذب من المزاحة ویترک المراء وإن کان صادقاً'' (مسند احمد حدیث نمبر: ۸۶۳۰، ۸۷۶۶، اس کی تخریج کرنے والوں کا کہنا ہے کہ اس کی سند ضعیف ہے لیکن اس کی تائید آگے آنے والی حدیث سے ہورہی ہے، لہذا متن مقبول ہے) (بندہ مومن کامل نہیں بن سکتا، یہاں تک کہ مزاح سے جھوٹ کو ترک کردے، اور جھگڑے کو چھوڑ دے اگر چہ سچا ہو)۔

اور معاویہ بن حیدہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:''ویل للذی یحدث بالحدیث لیضحک به القوم، فیکذب ویل له ویل له'' (سنن ابی داؤد حدیث نمبر: ۴۹۹۰، اور اس کی سند حسن درجہ کی ہے) (تباہی ہے اس شخص کے لئے جو کوئی بات کرتا ہے تا کہ اس کے ذریعہ لوگوں کو ہنسائے، سو وہ جھوٹ بولے، تباہی ہے اس کے لئے، تباہی ہے اس کے لئے)۔

۲-مزاح میں کسی کو قول یا فعل کے ذریعہ اذیت نہ پہنچائے، کیونکہ مومن کو اذیت پہنچانا بہت سخت برائی ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

''والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنات بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا

بھتاناً وإثماً مبینا" (الاحزاب: ۵۸) (اور جو لوگ مومن مردوں اور مومنہ عورتوں کو ان چیزوں کے باب میں ایذا دیتے ہیں جن کا انہوں نے ارتکاب نہیں کیا، انہوں نے اپنے سر صریح بہتان اور گناہ کا بار اٹھایا)۔

سو اگر اس شخص نے تصریح کردی جس سے مزاح کیا جارہا ہے، یا اس کے حال سے معلوم ہو گیا کہ اسے مزاح سے تکلیف ہورہی ہے، تو اس وقت مزاح جائز نہیں ہے، حضرت عبد اللہ بن عمرو سے مروی ہے کہ رسول اللہ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده" (صحیح البخاری حدیث نمبر: ۱۰، ۱۱، ۶۴۸۴) (مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں)۔

۳-مزاح میں دوسروں کے ساتھ تمسخر واستہزاء، یا طنز وطعن یا دوسروں کو دہشت زدہ کرنا نہ ہو، اس لئے کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "یا أیها الذین آمنوالا یسخر قوم من قوم عسی أن یکونوا خیرا منهم ولا نساء من نساء عسی أن یکن خیرا منهن ولا تلمزوا أنفسکم ولا تنابزوا بالألقاب بئس الاسم الفسوق بعد الإیمان ومن لم یتب فأولئک هم الظالمون" (الحجرات: ۱۱) (اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، نہ مرد دوسرے مردوں کا مذاق اڑائیں، ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، اور آپس میں ایک دوسرے پر طعن نہ کرو، اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے یاد کرو، ایمان لانے کے بعد فسق کا تو نام بھی برا ہے، اور جو لوگ توبہ نہ کریں گے، تو وہی لوگ اپنی جانوں پر ظلم ڈھانے والے بنیں گے)۔

اور اس لئے کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "ولا یغتب بعضکم بعضاً أیحب أحدکم أن یأکل لحم أخیه میتاً فکرهتموه" (الحجرات: ۱۲) (اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے، کیا تمہارے اندر کوئی ایسا ہے جو اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے گا، دیکھو تم خود اس سے گھن کھاتے ہو)۔

اور سرکار دوعالم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "لا یحل لمسلم أن یروع مسلماً"

(سنن ابی داؤد حدیث نمبر: ۵۰۰۴، اور اس کی سند صحیح ہے) (کسی مسلمان کے لئے حلال نہیں کہ وہ دوسرے مسلمان کو خوفزدہ کرے)۔

۴-مزاح میں افراط نہ ہو: ہنسی مذاق میں افراط مناسب نہیں ہے، کیونکہ کثرت مزاح آدمی کے لئے مضرت رساں اور اس کے وقار ودبدبہ میں کمی کا باعث ہے اور کبھی یہ کثرت اسے لوگوں کی نگاہوں سے گرادے گی، اور دل کی پژمردگی کا ذریعہ بن جائے گی، اسی لئے حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے فرمایا: ''وإیاکم والمزحة، فإنها تجر إلی القبیح، وتورث الضغینة'' (شعب الایمان للبیہقی حدیث نمبر: ۴۸۷۱) (اور مزاح سے بچو، کیونکہ یہ قبیح عمل کا ذریعہ اور کینہ کپٹ کا باعث بن جاتا ہے)۔

اور حضرت عمر بن الخطابؓ سے مروی ہے: ''من کثر مزاحه استخف به'' (شعب الایمان حدیث نمبر: ۴۸۶۷) (جو مزاح میں افراط سے کام لے گا، اس کی حقارت کی جائے گی)۔

اور امام غزالی تحریر فرماتے ہیں:

''فاعلم أن المنهی عنه الإفراط فیه أو المداومة علیه، أما المداومة؛ فلأنه اشتغال باللعب والهزل فیه، واللعب مباح، ولکن المواظبة علیه مذمومة، وأما الإفراط فیه فإنه یورث کثرة الضحک، وکثرة الضحک تمیت القلب، وتورث الضغینة فی بعض الأحوال، وتسقط المهابة والوقار، فما یخلو عن هذا الأمور فلا یذم'' (الاحیاء ۳/۱۱۵، ط: دار الکتب العلمیہ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۴۲۳ھ-۲۰۰۲ء) (پس جان لو کہ جس مزاح سے روکا گیا ہے، وہ اس میں افراط سے کام لینا ہے، یا اس پر مداومت اختیار کرنا ہے، بہر حال مداومت تو وہ کھیل میں مشغول ہونا اور اس میں غیر سنجیدگی اختیار کرنا ہے، اور کھیل مباح ہے، لیکن اس پر مداومت مذموم ہے، اور کثرت ہنسی دل کو مردہ کر دیتی ہے، اور بعض حالتوں میں کینہ کپٹ پیدا کر دیتی ہے اور ہیبت اور وقار ختم کر دیتی ہے، سو جو مزاح ان باتوں سے خالی ہو، تو وہ مذموم نہیں)۔

اور ''البحر الرائق'' میں ہے: ''وأما في غيره - غير مجلس الحكم - فلا يكثر منه؛ لأنه يذهب بالمهابة'' (البحر الرائق، کتاب القضاء، فصل في التقليد، قبيل فصل في الحبس ۶/ ۳۰۷، ط: الہند) (رہا مجلس قضاء کے علاوہ میں تو بکثرت مزاح نہ کرے، کیونکہ کثرت مزاح رعب ودبدبہ کو ختم کردیتی ہے)۔

اور ابن قدامہ تحریر کرتے ہیں:

''فقد اتفق في مزاحه ﷺ ثلاثة أشياء؛ أحدها: كونه حقا، والثاني كونه مع النساء والصبيان، ومن يحتاج إلى تأديبه من ضعفاء الرجال، والثالث: كونه نادراً، فلا ينبغي أن يحتج به من يريد الدوام عليه، فإن حكم النادر ليس كحكم الدائم، ولو أن إنساناً دار مع الحبشة ليلاً ونهاراً، ينظر إلى لعبهم، واحتج بأن النبي ﷺ وقف لعائشة، وأذن لها أن تنظر إلى الحبشة، لكان غالطاً تدور ذلك، فالإفراط في المزاح، والمداومة عليه منهي عنه؛ لأنه يسقط الوقار، ويوجب الضغائن والأحقاد، وأما اليسير كما تقدم من نحو نوع مزاح رسول الله ﷺ فإن فيه انبساطاً وطيب نفس'' (ابن قدامہ المقدسی ''مختصر منہاج القاصدین'' الربع الثالث: ربع المہلکات ۳/ ۲۰۷، ط: المکتبۃ الشاملۃ)۔

(چنانچہ آپ ﷺ کے مزاح میں تین باتیں جمع ہوگئی ہیں: (۱) وہ حق پر مشتمل ہے، (۲) وہ عورتوں، بچوں اور کمزور مردوں کے ساتھ ہے، جنہیں تادیب کی ضرورت ہوتی ہے، (۳) وہ ندرت کے ساتھ ہے۔ تو مناسب نہیں کہ اس سے وہ استدلال کرے جو اس پر مداومت کرنا چاہتا ہے، کیونکہ نادر کا حکم ہمیشہ ہونے والے کی طرح نہیں ہے، اور اگر کوئی شخص حبشیوں کے ساتھ رات و دن گھومے، اور ان کے کھیل دیکھے، اور اس بات سے استدلال کرے کہ نبی کریم ﷺ حضرت عائشہ کے لئے کھڑے ہوئے، اور انہیں اجازت دی کہ حبشیوں کی طرف دیکھیں، تو وہ غلطی پر ہوگا، کیونکہ یہ بطور ندرت ہے، چنانچہ مزاح میں افراط سے کام لینا اور اس پر

مداومت کرنا ممنوع ہے، اس لئے کہ وہ وقار کو ختم کر دیتا ہے، اور کینہ کپٹ کا ذریعہ بنتا ہے، اور رہا تھوڑا بہت مزاح رسول اللہ ﷺ کے مزاح کی قسم سے تو اس میں فرحت قلبی اور مسرت ہے)۔

باطل مزاح نہ ہو، جیسے چغلی وغیرہ پر مشتمل نہ ہو۔

مزاح میں اپنی خوبی بیان کرنے سے پرہیز کرے، کیونکہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: **"فلا تزکوا أنفسکم"** (النجم: ۳۲) (سو اپنے نفس کی پاکی کے دعوی نہ کرو)۔

مزاح، گالی گلوج، بے حیائی اور فحش گوئی کا ذریعہ نہ بنے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: **"إن المؤمن لیس باللعان و لا الطعان، و لا الفاحش و لا البذئ"** (الادب المفرد للبخاری، حدیث نمبر: ۳۱۲، ومسند احمد حدیث نمبر: ۳۹۴۸، اور یہ حدیث صحیح ہے)۔

ذکر کردہ تفصیلات کی روشنی میں درج ذیل باتیں بالکل واضح ہیں:

ب-مزاحیہ پروگراموں کا منعقد کرنا جو کئی گھنٹوں پر مشتمل ہو جائز ہے، اسی طرح مزاحیہ مشاعرہ منعقد کرنا جائز ہے، جبکہ کبھی کبھار ہو، اور پیچھے ذکر کردہ شرعی ضوابط کے دائرہ میں ہو۔

ج-مزاحیہ کہانیاں لکھنا، انہیں پڑھنا، اور ایسی کہانیوں پر مبنی کتابوں کو شائع کرنا، نیز ان کی خرید و فروخت کرنا شرعی نقطہ نظر سے مباح عمل ہے۔

د-لطیفہ گوئی یا مزاح نویسی کو پیشہ بنالینا اور اس کی اجرت وصول کرنا درست ہے، جبکہ پیچھے ذکر کردہ شرعی ضوابط کی رعایت کے ساتھ ہو، لیکن یہ گھٹیا کمائی کے ذرائع میں سے ہے، ایک مسلم کو اس طرح کی کمائی کے ذرائع سے پرہیز کرنا بہتر ہے۔

اور گھٹیا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مزاحیہ کہانیاں کہنا اس وقت بنیادی مقصد بن چکا ہے، جبکہ اس کا مقصد قلب کو فرحت پہنچانا تھا، تاکہ تفریح سے فرصت پا کر اس کی عملی سرگرمی مزید بڑھ جائے۔

لہذا ایک مسلم کے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ اپنے لیے ایسا پیشہ اختیار کرے، جس میں اس کا، اس کے سماج اور اس کی پوری امت کا بہتر فائدہ ہو۔

ہ- پیچھے ذکر کردہ شرعی ضوابط کے دائرہ میں رہتے ہوئے تفریح طبع کے لئے مزاحیہ ڈرامے کے پروگرام منعقد کرنا جن کا مقصد ہنسنا ہنسانا ہو، جائز ہے، ایسے ہی اس طرح کے ڈرامے لکھنا، اس کا پروگرام کرنا اور اسے دیکھنا بھی درست ہے۔

اور محض ہنسنے ہنسانے کے لئے فرضی ڈرامہ لکھنا اور اسٹیج کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ یہ جھوٹ ہے، اس لئے کہ جھوٹ واقع کے خلاف خبر دینا ہے، جو فرضی ڈرامہ پر صادق آتا ہے، اس وجہ سے کہ فرضی ڈرامہ لکھنے والا یہ گمان کرتا ہے کہ ایسا ہوا اور ایسا ہوا، حالانکہ حقیقت میں ویسا نہیں ہوا، اور جھوٹ کے ذریعہ لوگوں کو ہنسانا ایسی مصلحت ہے، جس کا شریعت نے اعتبار نہیں کیا ہے، جیسا کہ حدیث پاک پیچھے گذری۔

و- محض تفریح اور فرحت قلب کے لئے ہنسنا درست ہے، کیونکہ ہنسنا انسانی صحت کی برقراری اور اس کو چست ونشیط رکھنے کے لئے بہت معاون فعل ہے، لیکن یہ فوائد بے تکلف ہنسی سے حاصل ہوتے ہیں، تکلف کے ساتھ قہقہے لگانے سے یہ فائدے نہیں نکلتے ہیں، اسی وجہ سے اسلام کی نظر میں حد معقول سے تجاوز کرنے والی ہنسی مکروہ تنزیہی ہے، چنانچہ بکثرت ہنسنا اور بے تکلف قہقہے لگانا اسلام میں پسندیدہ نہیں ہیں، چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے جو حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "**يا أباهريرة! كن ورعا، تكن أعبد الناس، وكن قنعاً، تكن أشكر الناس، وأحب للناس ما تحب لنفسك، تكن مؤمنا، وأحسن جوار من جاورك تكن مسلماً، وأقل الضحك، فإن كثرة الضحك تميت القلب**" (سنن ترمذی حدیث نمبر: ۲۳۰۵، مسند احمد حدیث نمبر: ۸۰۹۵، اور اس کی تخریج کرنے والوں کا کہنا ہے کہ یہ ایک "عمدہ حدیث" ہے) (اے ابو ہریرہ! پرہیز گار ہو جاؤ، تم لوگوں میں سب سے زیادہ عبادت گزار ہو جاؤ گے، اور قناعت سے متصف ہو جاؤ، تم لوگوں میں سب سے زیادہ شکر گذار ہو جاؤ گے، اور اپنے لئے جو پسند کرتے ہو وہی لوگوں کے لئے پسند کرو، مومن کامل ہو جاؤ گے، اور اپنے پڑوس میں رہنے والے کی ہمسائگی کا خیال رکھو، مسلم کامل بن جاؤ گے، اور کم ہنسو، کیونکہ

زیادہ ہنسا دل کو مردہ کر دیتا ہے)۔

اس حدیث پاک سے پتہ چلا کہ زیادہ ہنسا دل میں پائے جانے والے مادہ حیات کا خاتمہ کر دیتا ہے، جس کے سبب دل مردہ ہو جاتا ہے اور مذموم ہنسی وہ ہے جس کے ساتھ آواز ہو، جیسے قہقہہ، اور اس طرح بکثرت ہنسا پسندیدہ نہیں ہے، رہی وہ ہنسی جو مسکراہٹ کی شکل میں ہو، تو وہ پسندیدہ ہے، بلکہ بعض جگہوں پر اس کا حکم ہے جیسا کہ حدیث پاک میں وارد ہے، جو حضرت ابو ذرؓ سے مروی ہے کہ سرکار دو عالم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "**تبسمک في وجه أخيک، لک صدقة**" (سنن ترمذی حدیث نمبر: ۱۹۵۶، اور یہ صحیح حدیث ہے) (تمہارا اپنے بھائی کے سامنے مسکرانا تمہارے لئے صدقہ ہے)۔

اور عبد اللہ بن الحارث بن جزءؓ کہتے ہیں: "**ما کان ضحک رسول اللهﷺ إلا تبسماً**" (سنن ترمذی حدیث نمبر: ۳۶۴۲ اور ترمذی کا کہنا ہے کہ یہ حدیث صحیح غریب ہے) (رسول اللہ علیہ السلام کی ہنسی صرف مسکراہٹ تھی)۔

اور نیز انہوں نے کہا: "**مارأيت أحداً کان أکثر تبسماً من رسول اللهﷺ**" (سنن ترمذی حدیث نمبر: ۳۶۴۱، مسند احمد حدیث نمبر: ۱۷۷۰۴، اور یہ حدیث صحیح لغیرہ ہے) (میں نے رسول اللہ علیہ السلام سے بڑھ کر کسی کو مسکرانے والا نہیں پایا)۔

اور جریر بن عبد اللہؓ نے کہا: "**ماحجبني النبيﷺ منذ أسلمت، ولا رآني إلا تبسم في وجهي**" (صحیح البخاری حدیث نمبر: ۳۸۲۲) (میں جب سے اسلام لایا رسول اللہ علیہ السلام نے مجھے اندر آنے سے نہیں روکا، اور مجھے جب بھی آپ نے دیکھا تو مسکرا دیا)۔

چنانچہ مذموم ہنسی یہ ہے کہ ہنسی میں ڈوب جائے، جیسا کہ امام غزالی نے فرمایا: "**المذموم منه أن يستغرق ضحکاً، والمحمود منه التبسم الذي ينکشف فيه السن، ولا يسمع له صوت**" (الاحیاء، الآفۃ العاشرۃ المزاح ۳/۱۱۶) (مذموم ہنسی یہ ہے کہ ہنسی میں ڈوب جائے، اور پسندیدہ ہنسی مسکراہٹ ہے، جس میں دانت کھل جائیں اور اس کی آواز نہ

سنی جائے)۔

چنانچہ مسکراہٹ اور بے بلند آواز ہنسی سے ہی دل کو فرحت وشادمانی حاصل ہوتی ہے، اور انسانی صحت کی برقراری اور اس کو چست ونشیط رکھنے میں مدد ملتی ہے۔

رہا بہ تکلف قہقہہ تو وہ مفید نہیں اور نہ اس سے قلبی فرحت اور چستی حاصل ہوتی ہے، لہذا میری رائے میں بہ تکلف قہقہے لگانے کے پروگرام منعقد کرنا مکروہ تنزیہی ہے، حکیموں کا قول ہے: ''إیراد المضحکات علی سبیل السخف نهایة القباحة'' (فیض القدیر ۲۷۷/۶، ط: دار الکتب العلمیہ، بیروت، الطبعۃ الاولی ۱۴۱۵ھ-۱۹۹۴ء) (ہنسانے والی چیزوں کو حماقت کے طور پر لانا نہایت قبیح ہے)۔

۲: الف- کھیل کے طریقہ کے اعتبار سے کھیل کے جائز ہونے کے اصول درج ذیل ہیں:

۱-وہ کھیل واجب سے غافل کرنے والا، یا حقوق اللہ یا حقوق العباد کی تضییع کا ذریعہ نہ ہو۔

۲-اس کھیل پر دینی یا دنیوی مضرت مرتب نہ ہو۔

۳-وہ کھیل جوا سے خالی ہو۔

۴-اس میں عورتوں اور مردوں کا اختلاط نہ ہو۔

۵-وہ کھیل جھگڑے، عصبیت یا سب وشتم کا ذریعہ نہ ہو۔

۶-میوزک اور عریاں یا نیم عریاں تصویروں سے خالی ہو۔

۷-مرد عورت کے کھیل کا مشاہدہ نہ کرے، اور حدیث پاک میں جو یہ بات آئی ہے کہ آپ ﷺ اور بعض صحابہ نے حبشی عورتوں کا کھیل دیکھا، تو وہ سادہ کھیل پر محمول ہے، جسے بدوی عورت انجام دیتی ہے، لہذا عصر حاضر میں عورتوں کے فنی کھیل کا مشاہدہ مردوں کے لئے درست نہیں ہے، کیونکہ یہ کافی دیر تک چلتا ہے، اور لباس کما حقہ نہیں ہوتا ہے۔

۸-کھیل میں انہماک نہ ہو۔

۹-اس کھیل سے تفریح اور جسمانی ورزش کا مقصد پورا ہوتا ہو۔

۱۰-وہ کھیل انسان کے قیمتی وقت میں سے زیادہ وقت لینے والا نہ ہو۔

ب-لباس کے سلسلہ میں کھلاڑیوں کے لئے درج ذیل باتوں کی رعایت ضروری ہے:

۱-لباس ستر کو ڈھانکنے والا ہو، اور مردوں کے لئے "ستر" ناف سے گھٹنہ تک ہے، اس لئے کہ سرکار دوعالم ﷺ نے جب حضرت معمر کی دونوں رانوں کو کھلا پایا تو فرمایا: "یا معمر! "غط فخذيک فإن الفخذين عورة" (مسند احمد حدیث نمبر:۲۲۴۹۵، اور یہ حسن درجہ کی حدیث ہے) (اے معمر! اپنی دونوں رانیں ڈھانپ لو کیونکہ دونوں ران ستر ہیں)۔

اور عورت کا ستر اجنبی مردوں، بازاروں، تعلیم گاہوں اور مخلوط عمل گاہ میں پورا بدن ہے، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: "المرأة عورة وإنها إذا خرجت استشرفها الشيطان، وإنها أقرب ما تكون إلى الله، وهي في قعر بيتها" (سنن ترمذی حدیث نمبر: ۱۱۷۳، اور ترمذی کا کہنا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے اور صحیح ابن حبان، حدیث نمبر: ۵۵۹۹، اور شعیب الارنووط کا کہنا ہے کہ اس کی سند مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے) (عورت مکمل ستر ہے، اور وہ جب گھر سے باہر نکلتی ہے، تو شیطان اسے جھانک کر دیکھتا ہے، اور وہ اللہ سے زیادہ قریب اس حال میں ہوتی ہے کہ وہ اپنے گھر کے اندرون میں ہو)۔

الف-لباس ایسا ہو کہ اعضاء کے ابھار کو ظاہر نہ کرتا ہو۔

ب-لباس کے اندر سے جسم کی کھال نظر نہ آتی ہو۔

ج-لباس بہت زیادہ پرکشش نہ ہو کہ سب کی توجہ اسی کی طرف ہو جائے۔

د-عورت کا لباس مرد کے لباس اور مرد کا لباس عورت کے لباس کے مشابہ نہ ہو۔

۱- وہ کھیل مستحب ہے، جس سے تفریح قلب کے ساتھ شریعت کے کسی مقصد کی تکمیل ہورہی ہو جیسے دوڑ، تیر اندازی، نیزہ بازی، گھڑ دوڑ وغیرہ کہ اس میں جہاد کی تیاری اور اعمال جہاد

کی مشق ہے، اسی طرح "کراٹا" کہ وہ اپنے نفس کے دفاع کے لئے ہے، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: **"ليس من اللهو إلا ثلاث: تاديب الرجل فرسه، وملاعبته أهله، ورميه بقوسه ونبله"** (سنن ابی داؤد حدیث نمبر: ۲۵۱۳، مسند احمد حدیث نمبر: ۱۷۳۲۱، اور یہ حسن درجہ کی حدیث ہے) (مستحب کھیل سے نہیں، مگر تین طرح کے کھیل: (۱) آدمی کا اپنے گھوڑے کو سدھانا، (۲) اور مرد کا اپنی بیوی کے ساتھ کھیلنا، (۳) اور آدمی کا اپنے تیر و کمان کے ساتھ تیر اندازی کرنا)۔

ابن معین کا کہنا ہے: **"ليس من اللهو المستحب"** (عون المعبود ۷/ ۱۵۴، ط: دار الفکر بیروت، الطبعۃ الاولی ۱۴۲۳ھ-۲۰۰۳ء) (مستحب کھیل سے نہیں)، رہا ان کے علاوہ کھیل تو انہیں ان ہی پر قیاس کرتے ہوئے یا تو مستحب قرار دیا جائے گا، یا تو کھیل کی رخصت کی دلیل کی بنا پر وہ درجہ اباحت میں رہیں گے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: **"الهوا والعبوا، فإني أكره أن يرى في دينكم غلظة"** (شعب الایمان حدیث نمبر: ۶۱۲۲، اور بیہقی کا کہنا ہے کہ یہ منقطع ہے اور اگر یہ حدیث صحیح ہو، تو اس کا تعلق مباح کھیل سے ہے) (کھیلو کودو، کیونکہ مجھے ناپسند ہے کہ تمہارے دین میں سختی دیکھی جائے)۔ خود نبی کریم ﷺ نے حبشیوں کی نیزہ بازی کا کھیل دیکھا، جو کھیل کی اباحت کی دلیل ہے (صحیح البخاری حدیث نمبر: ۴۵۵)۔

جو کھیل قمار سے خالی ہو وہ جائز ہے، جیسے ٹیبل ٹینس، بلیارڈو (Billiards) فٹ بال، والی بال وغیرہ، کیونکہ ان سے جسمانی یا ذہنی ورزش ہوتی ہے۔

۲- ناجائز کھیل وہ ہے جو قمار پر مشتمل ہو، جیسے نردشیر، شطرنج، یعنی جس میں ایک کا فائدہ اور دوسرے کا نقصان ہو، کیونکہ یہ میسر یعنی قمار میں داخل ہے، جس سے بچنے کا اللہ تعالی نے حکم دیا ہے، ارشاد باری ہے: **"إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشيطان فاجتنبوه"** (المائدہ: ۹۰) (یہ شراب اور جوا اور یہ آستانے اور پانسے، یہ سب گندے شیطانی کام ہیں، ان سے پرہیز کرو)، خواہ عوض دونوں جانب سے ہو یا ایک جانب سے (البدائع: کتاب الاستحسان ۵/ ۱۲۷)۔

اسی طرح جانوروں کے باہمی مقابلہ کا کھیل ناجائز ہے، سرکاردوعالم ﷺ نے ''نهى عن التحريش بين البهائم'' (سنن ابی داؤد حدیث نمبر: ۲۵۶۲) (جانوروں کوایک دوسرے پر بھڑکانے سے منع فرمایا ہے)۔

لہذا ہر وہ کھیل جس میں جانور کو نشانہ بنایا جائے، یا جانوروں کو تکلیف پہنچائی جائے ناجائز ہے۔

ایسے ہی ''باکسنگ'' بھی ناجائز ہے، کیونکہ وہ انسانی جان کے لئے خطرناک ہے، اور اس کی بنیاد جسم انسانی اور خاص طور سے انسان کے چہرہ کو مباح ٹھہرانے اور باکسر کے اپنی انتہائی قوت کے ساتھ اس پر ضرب لگانے پر ہے، بلکہ چہرہ پر ضرب لگانے کو جسم کے دیگر حصوں پر ضرب لگانے کے مقابلہ میں زیادہ پوائنٹ حاصل کرنے والا قرار دیا جاتا ہے، اور اس میں آپ ﷺ کے اس قول کی صریح مخالفت ہے کہ "إذا قاتل أحدكم فليجتنب الوجه" (صحیح البخاری حدیث نمبر: ۲۵۵۹) (جب تم میں سے کوئی قتال کرے تو چہرہ سے بچے)، اسی کے ساتھ باکسنگ فریقین کے درمیان جھگڑے اور نفرت کا ذریعہ ہے، خلاصہ کلام یہ کہ اسلامی اصول اس طرح کے مکروہ کھیل کو ممنوع قرار دیتے ہیں، جو جارحیت اور نفرت پر لوگوں کی تربیت کرتے ہیں۔

اگر ''ڈومینو'' (Dominoes) اسی طرح تاش کا کھیل ''قمار وجوا'' سے خالی ہو تو مکروہ تنزیہی ہے، کیونکہ اس میں نفسانی حظ کے ساتھ ذہن وفکر کا استعمال اور اس کی ورزش ہے۔

د- کھیل کی جیت ہار میں اگر پیسے کی شرط ہو، تو گھوڑ دوڑ، اونٹوں کا مقابلہ، دوڑ اور تیر ونیزہ بازی کے علاوہ ہر صورت ناجائز، خواہ ایک جانب سے مال ہو یا دونوں جانب سے، کیونکہ سرکاردوعالم ﷺ کا ارشاد ہے: "لا سبق إلا فى خف أو نصل أو حافر" (سنن ابی داؤد حدیث نمبر: ۲۵۷۶، اور اس حدیث کی سند صحیح ہے) (شرط کی رقم لینا جائز نہیں، مگر اونٹ یا تیر یا گھوڑے کے مقابلہ میں)، اور دیگر آلات حرب کو تیر پر ہی محمول کیا گیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ چیزیں دشمن سے جنگ لڑنے کی تیاری میں سے ہیں، اور ان کے مقابلہ میں مال خرچ

کرنے میں جہاد کی ترغیب اور اس پر آمادہ کرنا ہے۔ رد المحتار میں ہے: "**لا یجوز الاستباق فی غیر هذه الأربعة، کالبغل بالجعل، و أما بلا جعل فیجوز فی کل شیئ**" (رد المحتار، کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع ۹/۵۷۶) (ان چاروں یعنی اونٹ، گھوڑ دوڑ اور تیر اندازی کے علاوہ میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے میں مقابلہ جائز نہیں جیسے مال کے عوض کے ساتھ خچر کا مقابلہ، اور رہا مال کے عوض کے بغیر تو ہر چیز میں مقابلہ جائز ہے)۔

ہ- جو کھیل اپنے طریقہ اور لباس کے اعتبار سے محرمات پر مشتمل نہ ہو، لیکن اس میں کھیلنے والوں اور کھیل دیکھنے والوں کا کافی وقت ضائع ہوتا ہو، تو وہ نامناسب اور خلاف اولیٰ ہے، جیسے کرکٹ کھیلنا خلاف اولیٰ ہے، جبکہ واجبات اور حقوق سے غافل کرنے کا ذریعہ نہ ہو، اور نہ ہی قمار وجوا پر مشتمل ہو، کیونکہ وقت انتہائی قیمتی ہے بلکہ وہی زندگی ہے، چنانچہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: "**نعمتان مغبون فیهما کثیر من الناس، الصحة والفراغ**" (صحیح البخاری حدیث نمبر: ۶۴۱۲) (دو نعمتیں ایسی ہیں جن کے سلسلہ میں بہت سے لوگ خسارہ میں ہیں: صحت اور فرصت کے اوقات)، نیز آپ ﷺ کا فرمان ہے: "**لا تزول قدما عبد یوم القیامة حتی یسأل عن عمره فیم أفناه، وعن عمله فیم فعل، وعن ماله من أین اکتسبه وفیم أنفقه، وعن جسمه فیم أبلاه**" (سنن ترمذی حدیث نمبر: ۲۴۱۷، اور ترمذی کا کہنا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے) (قیامت کے دن بندہ کے قدم اپنی جگہ سے نہیں ہٹیں گے، یہاں تک کہ اس سے پوچھ لیا جائے کہ اس کی عمر کے بارہ میں اسے اس نے کس چیز میں فنا کیا، اور اس کے علم کے سلسلہ میں کہ اس نے اس پر کیا عمل کیا، اور اس کے مال کے بارہ میں کہ اس نے کہاں سے کمایا اور کس چیز میں اسے خرچ کیا، اور اس کے جسم کے بارہ میں کہ اس نے کس چیز میں بوسیدہ کیا)۔

و- کھیل دیکھنے نیز اس کے لئے ٹکٹ خریدنے کے سلسلہ میں تفصیلات یہ ہیں:

(ا) جو کھیل جائز ہے، اسے دیکھنا اس کے آلات بیچنا اور اسے دیکھنے کے لئے ٹکٹ خریدنا بھی جائز ہے۔

(۲) اور جو کھیل ممنوع ہے اسے دیکھنا، اس کے آلات بیچنا اور اس کے دیکھنے کے لئے ٹکٹ خریدنا بھی ممنوع ہے۔

(۳) جو کھیل مکروہ ہے اسے دیکھنا، اس کے آلات بیچنا اور اس کے دیکھنے کے لئے ٹکٹ خریدنا بھی مکروہ ہے۔

۳: الف- سیر و تفریح اپنی ذات کے اعتبار سے مباح ہے، نبی کریم ﷺ نے حضرت حنظلہ سے فرمایا: "ساعة وساعة" (صحیح مسلم حدیث نمبر: ۲۷۵۰) (اے حنظلہ! یہ ربانی کیفیت کبھی کبھی حاصل ہوتی ہے)۔

اس حدیث پاک سے پتہ چلا کہ دل کی فرحت کا سامان کرنا روحانیت کے خلاف نہیں ہے، اور حضرت علیؓ نے فرمایا: "روحوا القلوب وابتغوا لها طرائف الحكمة فإنها تمل كما تمل الأبدان" (الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع ۴/۱۰۹، ط: المکتبۃ الشاملۃ) (دلوں کی فرحت وراحت کا سامان کرو اور اس کے لئے عمدہ حکمت تلاشو، کیونکہ وہ بھی اوب جاتے ہیں، جس طرح بدن تھک جاتے ہیں)۔

خود نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "روحوا القلوب ساعة بعد ساعة، فإن القلوب إذا كلت عميت" (مسند الفردوس للدیلمی حدیث نمبر: ۳۱۸۱، مسند القضاعی حدیث نمبر: ۶۲۹) (دلوں کو وقتاً فوقتاً راحت پہنچاؤ، کیونکہ دل جب تھک جاتے ہیں تو بے بصیرت ہوجاتے ہیں)۔

اس حدیث کی سند اگرچہ ضعیف ہے، لیکن اس کی تائید حضرت حنظلہ والی حدیث سے ہوتی ہے جو ابھی چند سطور پہلے گزری ہے۔

جب تفریح مباح ہے تو تفریحی مقصد کے لئے ایک شہر سے دوسرے شہر، اور ایک ملک سے دوسرے ملک کا سفر کرنا بھی اپنی ذات کے اعتبار سے جائز ہے، لیکن ایک عقلمند مسلمان کے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ اپنے شہر یا گاؤں کے سیاحتی جگہوں میں ہی سیر و تفریح کرے، کیونکہ موجودہ دور میں عام طور سے سیاحت شرعی ممنوعات پر مشتمل ہوتی ہے، اسی طرح اس میں کثیر رقوم کا بھی

صرفہ ہے، اور ایسے ہی اس میں قیمتی اوقات اور انسانی طاقت کا ضیاع ہے، جس کا استعمال ایسے عمل میں ہوسکتا تھا جو امت اور سماج کے لئے مفید ہو۔

ہاں اگر سیاحتی مقام پر عریانیت اور فاشی کا کھلے عام مشاہدہ ہو، تو اس جگہ کے لئے سفر درست نہ ہوگا، موصلی حنفی تحریر کرتے ہیں:

''ومن دعی إلی ولیمۃ علیھا لھو إن علم بہ لا یجیب'' (الاختیار، کتاب الکراہیہ ۴/۱۸۹، ط: الشاملہ) (جسے ایسے ولیمہ میں شرکت کی دعوت دی جائے، جس میں ممنوع لہو ولعب ہو، اگر اسے اس بات کا علم ہو، تو دعوت قبول نہ کرے)۔

ب-تفریحی مقصد کے لئے چونکہ سیاحت جائز ہے، لہذا ایسے سفر میں بال بچوں کو ساتھ رکھنا بھی درست ہے، ہاں اگر سفر کرنے والے کو اس سیاحتی مقام پر جان ومال اور عزت وآبرو کے تحفظ کے خطرہ کا گمان ہو تو ایسی صورت میں اس سیاحتی مقام کا سفر مکروہ تنزیہی ہے۔

اور اگر اسے اس خطرہ کا گمان غالب ہو، تو ایسے سفر میں بال بچوں کو ساتھ رکھنا مکروہ تحریمی ہے۔

اور اگر اس سفر میں جان ومال اور عزت وآبرو کے تحفظ کے خطرہ کا یقین ہو تو ایسے سفر میں بال بچوں کو ساتھ رکھنا حرام ہے، اس لئے کہ جان ومال اور عزت وآبرو کا تحفظ مقاصد شریعت میں داخل ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

''ولا تلقوا بأیدیکم إلی التھلکۃ'' (البقرہ:۱۹۵) (اور اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو)، نیز اللہ رب العزت کا فرمان ہے: ''ولا تقتلوا أنفسکم إن اللہ کان بکم رحیماً'' (النساء:۲۹) (اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو، یقین مانو کہ اللہ تمہارے اوپر مہربان ہے)، اور نبی کریم ﷺ نے منی میں جمرہ کے نزدیک لوگوں کے ازدحام کو دیکھ کر ارشاد فرمایا: ''أیھا الناس! لا تقتلوا أنفسکم ارموا بمثل حصی الخذف'' (مسند احمد حدیث نمبر: ۱۶۰۸۹، اور یہ حدیث صحیح ہے) (لوگو! اپنے آپ کو قتل نہ کرو، اور ایسی کنکری کے ساتھ رمی کرو جو انگلی پر رکھ کر

پھینکی جاسکتی ہو)۔

چنانچہ اس حدیث سے پتہ چلا کہ آدمی کو ایسی چیز کے درپے نہیں ہونا چاہئے جو ہلاکت کا سبب ہو۔

ج - ایسے سیاحتی مقام پر از راہ تفریح جانا جہاں غیر شرعی باتوں کا غلبہ نہ ہو، جائز ہے، اور وہاں جانے والوں کے لئے سواری کرایہ پر لگانا بھی جائز ہے، اور ایسے مقام پر اشیاء خورد ونوش فروخت کرنے کے لئے دکان لگانا بھی درست ہے۔

الدر المختار میں ہے: ''وجاز بیع عصیر عنب ممن یعلم أنه یتخذه خمراً؛ لأن المعصیة لا تقوم بعینه، بل بعد تغیره، وقیل: یکره لإعانته علی المعصیة''، وقال فی رد المحتار: ''وجاز أی عنده لا عندهما بیع عصیر عنب: أی معصوره المستخرج منه، فلا یکره بیع العنب والکرم منه بلا خلاف کما فی المحیط، لکن فی بیع الخزانة أن بیع العنب علی الخلاف.... یؤخذ منه أن المراد بما لا تقوم المعصیة بعینه ما یحدث له بعد البیع وصف آخر یکون فیه قیام المعصیة، وأن ما تقوم المعصیة بعینه ما توجد فیه علی وصفه الموجود حالة البیع کالأمرد والسلاح'' (ردالمحتار مع الدر المختار، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی البیع ۹؍۵٦۰-۵٦۱)۔

(انگور کا رس ایسے شخص سے بیچنا جائز ہے جس کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ اسے شراب بنائے گا، اس لئے کہ معصیت اس کی ذات کے ساتھ قائم نہیں ہوگی، بلکہ اس کے بدلنے کے بعد ہوگی، اور کہا گیا ہے کہ مکروہ ہے اس کے معصیت پر مدد دینے کی وجہ سے، اور ''ردالمحتار'' میں ہے: اور امام صاحب کے نزدیک، نہ کہ صاحبین کے نزدیک انگور سے نکالا ہوا رس بیچنا جائز ہے (ایسے شخص سے جو اسے شراب بنائے)، چنانچہ ایسے شخص سے انگور اور انگور کی بیل بیچنا بغیر اختلاف کے جائز ہے، جیسا کہ المحیط میں ہے، لیکن خزانۃ المفتیین کی کتاب البیع میں ہے کہ انگور بیچنا بھی اسی اختلاف پر ہے...... اس سے یہ بات نکلتی ہے کہ جس کی ذات کے ساتھ معصیت قائم

نہ ہو سے مراد وہ چیز ہے جس کے لئے بیع کے بعد دوسری صفت پیدا ہو جائے، جس میں معصیت کا قیام ہو، اور جس کی ذات کے ساتھ معصیت قائم ہو، اس سے مراد وہ چیز ہے جس میں بیع کی حالت میں پائی جانے والی اس کی صفت پر معصیت کا قیام ہو، جیسے امرد اور ہتھیار)۔

اور اگر سیاحتی مقام پر غیر شرعی باتوں، عورتوں، مردوں کے اختلاط اور فحاشی کے مشاہدہ کا غلبہ ہو تو وہاں از راہ تفریح جانا جائز نہیں ہے، اور اگر لاعلمی میں چلا جائے، تو اس پر لازم ہے کہ وہاں سے چلا آئے۔

الدر المختار میں ہے:

''وإن علم أولاً باللعب لا يحضر أصلاً، سواء كان ممن يقتدى به أولاً''، وقال في رد المحتار: "أن علياً ؓ قال: صنعت طعاماً، فدعوت رسول الله ﷺ فجاء فرأى في البيت تصاوير فرجع" ومفاد الحديث أن يرجع ولو بعد الحضور'' (رد المحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، قبیل فصل فی اللبس ۹/ ۵۰۲)۔

(اور اگر پہلے سے ناجائز کھیل کا علم ہو تو ولیمہ میں شرکت نہ کرے، خواہ اس کی شخصیت کی پیروی کی جاتی ہو یا نہیں اور ''رد المحتار'' میں ہے کہ حضرت علیؓ نے کہا کہ میں نے کھانا تیار کیا اور سرکار دو عالم ﷺ کی دعوت کی چنانچہ آپ آئے، اور گھر میں تصویریں دیکھ کر واپس چلے گئے حدیث پاک سے یہ بات نکلتی ہے کہ حاضری کے بعد بھی لوٹ جائے)۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وقد نزل عليكم في الكتاب أن إذا سمعتم آيات الله يكفر بها ويستهزأ بها فلا تقعدوا معهم حتى يخوضوا في حديث غيره إنكم إذا مثلهم'' (النساء: ۱۴۰) (اللہ اس کتاب میں تم کو پہلے ہی حکم دے چکا ہے کہ جہاں تم سنو کہ اللہ کی آیات کے خلاف کفر بکا جا رہا ہے، اور ان کا مذاق اڑایا جا رہا ہے، وہاں نہ بیٹھو، جب تک کہ لوگ کسی دوسری بات میں نہ لگ جائیں، اب اگر تم ایسا کرتے ہو تو تم بھی ان ہی کی طرح ہو)۔

اور اگر اسے سیاحت پر جانے والے کا قصد معلوم نہ ہو، اور اس کا ارادہ معصیت پر تعاون دینا بھی نہ ہو، تو ایسے شخص کو سواری کرایہ پر دینا، اور اس سے اشیاءِ خورد و نوش فروخت کرنا بھی جائز ہے۔

رد المحتار میں ہے: **"قوله "ممن يعلم": فيه إشارة إلى أنه لو لم يعلم لم يكره بلا خلاف"** (رد المحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل البیع ۹/ ۵۶۰) (مصنف کا قول جس کے بارے میں معلوم ہو اس میں اشارہ ہے کہ اگر معلوم نہ ہو تو بغیر کسی اختلاف کے مکروہ نہیں ہے)۔

اسی طرح پبلک پارکوں کے قریب دکان کھولنا بھی درست ہے، جبکہ اس کی نگاہ برائیوں اور فحاشیوں پر نہ پڑتی ہو۔

۵- آمد و رفت کے لئے ٹکٹ اور قیام کے لئے سہولتوں کا نظم کرنے کے لئے ٹور کمپنی قائم کرنا جائز ہے، جبکہ سیاحت پر جانے والے کے قصد کا علم نہ ہو، اور معصیت پر تعاون دینے کا ارادہ نہ ہو، کیونکہ وسائل کے لئے مقاصد کے احکام ہیں، چنانچہ ہر وسیلہ جو حرام اور معصیت تک پہنچانے والا ہو حرام ہے، سو اگر سیاحت پر جانے والے کا قصد معلوم نہ ہو، تو اس کے ساتھ معاملہ کرنا درست ہے، جیسا کہ علامہ شامی کی اس عبارت سے معلوم ہوا جو ابھی چند سطریں پہلے گزری ہیں، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اصل میں اجارہ اور بیع کا معاملہ ہر شخص کے ساتھ جائز ہے۔

ہاں البتہ اگر کمپنی کو گمان غالب یا یقین ہو کہ یہ شخص سیاحت پر زنا کاری یا شراب نوشی یا رقص یا ناجائز گانے کے لئے جا رہا ہے، تو ایسی صورت میں اس کے ساتھ معاملہ کرنا جائز نہیں ہے۔

اسی طرح ٹور پر جانے والے غیر مسلم کے ساتھ معاملہ کرنا جائز ہے، خواہ اس کا مقصد مندروں، تیرتھ گاہوں اور چرچوں کی زیارت کرنا اور وہاں اپنے طریقوں کے مطابق عبادت کرنا ہو، یا تفریح مقصد ہو، اور اس میں کفر یا معصیت پر مدد دینا نہیں ہے، اس لئے کہ معصیت فاعل مختار کے فعل سے حاصل ہوگی، اور عبادت پہنچانے کا لازمی تقاضا نہیں ہے، اس لئے کہ سیاحت پر

جانے والے کو پہنچانا کبھی تفریح کے لئے بھی ہوتا ہے۔

الدر المختار میں ہے: اور کنیسہ کی تعمیر کرنا اور اپنی ذات یا اپنے جانور کے ذریعہ اجرت پر ذمی کی شراب ڈھونا جائز ہے، شراب نچوڑنا جائز نہیں، اس لئے کہ معصیت اس کی ذات کے ساتھ ہے، اور کوفہ کے گاؤں میں گھر کرایہ پر دینا جائز ہے، صحیح قول کے مطابق دوسرے گاؤں میں دینا جائز نہیں، رہا کوفہ کے علاوہ دیگر شہر اور گاؤں تو وہاں ان کو قدرت نہیں دی جائے گی، اس لئے کہ وہاں اسلام کے شعائر غالب ہیں، اور کوفہ کے گاؤں کو اس لئے خاص کیا گیا، کیونکہ وہاں کے اکثر باشندے ذمی ہیں، تاکہ وہ ذمی اس میں آتش کدہ یا گرجا گھر یا عبادت خانہ بنائے، یا اس میں شراب بیچی جائے، اور صاحبین کا قول ہے کہ یہ مناسب نہیں ہے، اس لئے کہ یہ معصیت پر اعانت ہے، اور یہی ائمہ ثلاثہ کا قول ہے (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الحظر والاباحۃ ۹/ ۵۶۲-۵۶۳)۔

اور ''خانیہ'' کے حوالہ سے ''رد المحتار'' میں ہے: ''ولو آجر نفسه ليعمل في الكنيسة ويعمرها لا بأس به؛ لأنه لا معصية في عين العمل'' (رد المحتار کتاب الحظر والاباحہ فصل فی البیع ۹/ ۵۶۲) (اور اگر اپنے آپ کو اجرت پر دے تاکہ کنیسہ میں کام کرے، اور اس کی تعمیر کرے، تو اس میں کوئی حرج نہیں، اس لئے کہ اس کام کی ذات میں کوئی معصیت نہیں ہے)۔

مصنف کا قول: ''اور ذمی کی شراب ڈھونا جائز ہے'' زیلعی کا کہنا ہے کہ یہ امام صاحب کے نزدیک ہے، اور صاحبین کے نزدیک یہ مکروہ ہے۔

جب کہ امام مالک، شافعی اور احمد کے نزدیک ''كل ما هو سبب لمعصية محققة أو مظنونة فهو حرام'' (حاشیۃ البجیرمی علی المنہاج، کتاب البیوع، فصل فیما نہی عنہ من البیوع ۳۸/۷ ط: الشاملۃ) (ہر وہ چیز جو یقینی یا ظنی معصیت کا سبب ہو، تو وہ حرام ہے)۔

اس پر قیاس کرتے ہوئے ان کے نزدیک اس مقصد کے لئے سیاحت کرنے والے

کے ساتھ معاملہ کرنا درست نہیں ہے، اس لئے کہ اس میں کفار اور اہل بدعت کا ان کے نزدیک مقدس مقامات تک پہنچنے میں تعاون کرنا ہے اور یہ کفر یا کم از کم معصیت پر مدد دینا ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا ہے، چنانچہ فرمان الٰہی ہے: "**وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان واتقوا الله إن الله شديد العقاب**" (المائدہ ۲) (اور نیکی اور خدا ترسی کے کام میں سب سے تعاون کرو، اور گناہ اور زیادتی کے کام میں کسی سے تعاون نہ کرو، اور اللہ سے ڈرو، اس کی سزا بہت سخت ہے)۔

اور اس لئے بھی کہ رسول اللہ ﷺ نے صرف سود کھانے اور کھلانے والے کو گناہ گار نہیں قرار دیا ہے، بلکہ تحریر یا گواہی کے ذریعہ ان کی مدد کرنے والے کو ان ہی کی طرح گناہ گار قرار دیا ہے، اور اسی طرح شراب بیچنے اور خریدنے والے ہی پر لعنت نہیں کی ہے، بلکہ نچوڑنے، نچڑوانے اور ڈھونے والے پر بھی لعنت کی ہے۔

اور علامہ ابن حجر ہیثمی شافعی سے پوچھا گیا کہ "اس کافر سے مشک بیچنے کا کیا حکم ہے جس کے بارے میں معلوم ہے کہ وہ اسے اس لئے خرید رہا ہے تا کہ اسے اپنے بت پر ملے، اور اسی طرح اس حربی سے جانور بیچنے کا کیا حکم ہے، جس کے بارے میں معلوم ہے کہ وہ اسے ذبح کے بغیر کھانے کے لئے مار ڈالے گا؟ تو انہوں نے جواب دیا: "**يحرم البيع في الصورتين، كما شمله قولهم: كل ما يعلم البائع أن المشتري يعصي به، يحرم عليه بيعه له، وتطييب الصنم، وقتل الحيوان المأكول بغير ذبح معصيتان عظيمتان، ولو بالنسبة إليهم، لأن الأصح أن الكفار مخاطبون بفروع الشريعة كالمسلمين، فلا تجوز الإعانة عليهما ببيع ما يكون سبباً لفعلهما، وكالعلم هنا غلبة الظن**" (فتاوی ابن حجر الہیتمی ۲/ ۲۶۰، ط: دار الفکر بیروت)۔

(دونوں صورتوں میں بیع حرام ہے، جس طرح فقہاء شوافع کا یہ قول اسے شامل ہے کہ "ہر وہ چیز جس کے بارے میں بیچنے والے کو معلوم ہو کہ خریدار اس کے ذریعہ معصیت کرے گا تو

اس پر اس چیز کو اس کے ساتھ بیچنا حرام ہے، اور بت کو خوشبو لگانا، اور جس جانور کا گوشت کھایا جائے اسے ذبح کے بغیر مار ڈالنا، دو بڑی معصیت ہیں، خواہ کفار کے لحاظ سے، کیونکہ صحیح قول کے مطابق کفار مسلمانوں کی طرح شریعت کے جزئیات کے مخاطب ہیں، تو اس چیز کو بیچنے کے ذریعہ جو ان دونوں کے کرنے کا سبب ہو ان دونوں پر اعانت کرنا جائز نہ ہوگا، اور یقین کی طرح اس جگہ گمان غالب ہے)۔

نیز ان سے اس کافر کے بارے میں پوچھا گیا، جو اپنے بت کا راستہ بھٹک جائے، اور کسی مسلمان سے اس کا راستہ معلوم کرے تو کیا اس کے لئے جائز ہے کہ وہ اسے اس کی رہنمائی کرے، تو انہوں نے جواب دیا: "**ليس له أن يدله لذلک؛ لأنا لا نقر عابدي الأصنام على عبادتها، فإرشاده للطريق إليه إعانة له على معصية عظيمة، فحرم عليه ذلک**" (مرجع سابق ۴؍۲۴۳)۔

(اس کے لئے اس مقصد سے رہنمائی کرنا جائز نہیں، اس لئے کہ ہم بت پرستوں کو بت پرستی پر برقرار نہیں رکھ سکتے ہیں، تو اس کا اسے اس کی جانب راستہ بتانا بڑی معصیت پر مدد دینا ہے، لہذا اس پر یہ حرام ہے)۔

میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ اختلاف سے بچتے ہوئے، اس مقصد سے کافر کے ساتھ معاملہ نہ کرے، بلکہ صرف تفریح کے مقصد کے لئے معاملہ کرے۔

۴- تصویر کشی یا عکس بندی اپنی ذات کے اعتبار سے حرام ہے، اسے انجام دینا جائز نہیں ہے، جبکہ انسان یا جانور کی تصویر کشی ہو، اس سلسلہ میں احادیث پاک میں سخت وعیدیں آئی ہیں، یہاں ان تمام احادیث شریفہ کو جمع کرنا مقصود نہیں کہ اس کے لئے ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہے، صرف ایک حدیث پاک درج ہے، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "**إن أشد الناس عذاباً يوم القيامة المصورون**" (صحیح البخاری حدیث نمبر: ۵۹۵۰، صحیح مسلم حدیث نمبر: ۲۱۰۹) (قیامت کے دن تصویر کشی کرنے والے اللہ تعالی

کے نزدیک لوگوں میں سب سے سخت عذاب والے ہوں گے)۔

حدیث پاک سے مطلق تصویر کشی کی حرمت ظاہر ہوتی ہے، خواہ ہاتھ سے کی گئی ہو، یا آلہ سے، بلکہ آلہ سے لی گئی تصویر بالکل اصل کے مطابق ہوتی ہے، لہذا اسے ہاتھ سے بنائی گئی تصویر کے مقابلہ زیادہ حرام ہونا چاہئے۔

البتہ غیر جاندار جیسے درخت اور پتھر وغیرہ کی تصویر کشی مباح ہے، چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کی حدیث میں ہے:

''إن كنت لا بد فاعلاً فاصنع الشجر ومالا نفس له'' (صحیح البخاری حدیث نمبر: ۲۲۲۵، صحیح مسلم ۲۱۱۰)(اگر تیرے لئے تصویر کشی ضروری ہے تو درخت اور بے جان کی تصویر کشی کرو)۔

لیکن اس وقت فلم کا انسانی ذہن ودماغ پر زبردست اثر ہے، اور خیالات وجذبات پر اس کی گہری چھاپ پڑ رہی ہے، اور فلموں کے سلسلہ میں عام ابتلاء ہے، اور لوگوں کو ان سے باز رکھنا آسان نہیں رہا، چنانچہ وہ فحش فلموں کے مشاہدہ میں غرق ہیں، اور صرف حرمت کا بیان اب مفید نہیں رہا، لہذا میری حقیر رائے میں اصلاحی اور تعلیمی مقاصد سے فلم سازی کی گنجائش ہے، دو ضرر میں سے ہلکے ضرر کا ارتکاب کرتے ہوئے، اور بڑے فساد کو دفع کرنے کی خاطر اور لوگوں کو گناہوں سے باز رکھنے کی مصلحت کو وجود میں لانے کے لئے، لیکن ایسی فلم میں درج ذیل شرعی ضابطے کا پایا جانا لازمی ہے:

۱- وہ فلم تخریب کاری اور فساد انگیزی کا ذریعہ نہ ہو۔ ۲- ایسے مناظر سے خالی ہو جو شہوت بھڑکانے والے ہوں۔ ۳-عورت کی عریاں یا نیم عریاں تصویر سے خالی ہو۔ ۴-عورت نامناسب کردار میں ظاہر نہ ہو۔ ۵- وہ فلم اوقات کو برباد کرنے کا ذریعہ نہ ہو۔ ۶-میوزک اور فحش گانے سے خالی ہو۔ ۷-جعل سازی اور گمراہی کی تعلیم کا ذریعہ نہ ہو۔ ۸- اس میں کائنات کے واقعات میں کسی طاقت کو متصرف نہ دکھایا گیا ہو، کیونکہ یہ سخت برائی ہے اور خالق کا انکار یا مخلوق کو اس کے مشابہ قرار دینا ہے، اور مشاہدہ کرنے والے کو خالق کے خلاف سرکشی اور اس کا انکار کرنے

کی دعوت ہے۔ ۹-عشقیہ کہانی پر مشتمل نہ ہو۔ ۱۰-حقوق اللہ یا حقوق العباد کی تضییع یا اہمال کا ذریعہ نہ ہو۔ ۱۱-کفر وبدعت کے رموز کی تقدیس پر مشتمل نہ ہو۔ ۱۲- بے حیائی، فحاشی، منکرات اور رزائل کی تعلیم پر مشتمل نہ ہو۔ ۱۳-اس کا مضمون دھوکہ،فریب، جھوٹ اور افتراء پردازی کی تعلیم پر مشتمل نہ ہو۔ ۱۴-رقص سے خالی ہو۔ ۱۵-حرمتوں کی پامالی کا ذریعہ نہ ہو۔ ۱۶-انبیاء، ملائکہ،عشرہ مبشرہ، امہات المومنین، نبی اکرم ﷺ کی صاحبزادیوں، حضرت امام حسن اور حسین کی تمثیل پر مشتمل نہ ہو۔ ۱۷-اس میں حقائق کو مسخ نہ کیا گیا ہو، اور تاریخ کو توڑ مروڑ کر پیش کرنے سے اجتناب کیا گیا ہو۔

اور جب اس طرح کی فلم سازی کی گنجائش ہے تو اس کا مشاہدہ بھی جائز ہے، اور اسے پیشہ بنانا بھی درست ہے، لیکن یہ گھٹیا کمائی کے ذرائع میں سے ہے، جیسا کہ گذرا، چنانچہ ایک مرد مسلم کو ایسا عمل اختیار کرنا چاہئے جو اس کے لئے اور اس کے سماج وامت کے لئے زیادہ مفید ہو۔

رہی وہ فلم جو بے جان کی تصویر اور قرآنی مقامات کو سمجھانے کے لئے اس کی تصویر پر مشتمل ہو، تو اس میں کوئی حرج نہیں، اس کا بنانا، دیکھنا، حاصل کرنا اور اسے پیشہ بنانا اور اس کے ذریعہ کمائی کرنا سب جائز اور حلال ہے۔

۵: الف-کارٹون بنانا جائز ہے، کیونکہ کارٹون میں حقیقی تصویر کے خدوخال پوری طرح واضح نہیں ہوتے ہیں، اور اس لئے کہ کارٹون کی عبادت اور تعظیم نہیں ہوتی ہے، چنانچہ جس طرح بے جان تصویر کا استثناء کیا گیا ہے، اس کا بھی استثناء کیا جاسکتا ہے، علامہ شامی تحریر کرتے ہیں: "الذی یظهر من کلامهم أن العلة إما التعظیم أو التشبیه... والتعظیم أعم......" (رد المحتار کتاب الصلاۃ باب ما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیہا ۲/۴۱۹) (ان فقہاء کے کلام سے جو چیز ظاہر ہوتی ہے وہ یہ کہ تصویر کی حرمت کی علت یا تو تعظیم یا تشبیہ ہے۔۔اور تعظیم زیادہ عام ہے)۔

لیکن جواز کے لئے درج ذیل ضوابط کا پایا جانا شرط ہے۔

الف--سماج یا حکومت کی برائیوں پر نقد کرنے کے ذریعہ حکومت یا سماج کی اصلاح

مقصود ہو، یا کسی اہم مفید شی کی طرف توجہ مبذول کرانا ہو، یا برائیوں سے اجتناب پر ابھارنا ہو، یا معلومات میں اضافہ کرنا یا غور وفکر کی تعلیم دینا مقصود ہو۔ کسی شخصیت کو اذیت پہنچانا مقصود نہ ہو۔ ایسا کارٹون نہ ہو جو متعین شخص کی غیبت یا تحقیر کی طرف اشارہ کرے۔ عورت کے کارٹون میں اس کی عریاں یا نیم عریاں جھلک نہ ہو۔ وہ کارٹون، بد اخلاقی، بے حیائی اور رزائل کی دعوت دینے والا نہ ہو۔

ب- جب کارٹون بنانا جائز ہے، تو اس کو دیکھنا، اسے پیشہ اور ذریعۂ آمدنی بنانا اور اس مقصد کے لئے ملازمت کرنا سب درست ہے، لیکن یہ گھٹیا ذرائع آمدنی میں سے ہے، جیسا کہ گزرا، چنانچہ ایک مرد عاقل کو چاہئے کہ ایسا پیشہ اختیار کرے جو اس کے اور اس کے سماج اور امت کے لئے نفع بخش ہو۔

-بہتر کاموں کی ترغیب اور معاشرہ کے مفاسد پر تنقید کرنے کے لئے ڈرامے اسٹیج کرنا جائز ہے، جبکہ درج ذیل شرعی ضوابط کے دائرہ میں ہو:

- اس ڈرامہ میں غیبیات کا تمسخر، یا حلال وحرام کے مسائل کا استہزاء، یا بدعت کی دعوت نہ ہو، اسی طرح انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام، ملائکہ، عشرہ مبشرہ، امہات المومنین، نبی اکرم ﷺ کی صاحبزادیوں، حضرت امام حسن اور حسین رضی اللہ عنہم اجمعین کا کردار ادا نہ کیا گیا ہو۔

-حق اور صحیح بات کا التزام ہو۔

-بامقصد ڈرامہ ہو، جس کا مقصد درست خیال کی ترسیل ہو۔

-عورت پرکشش لباس میں ظاہر نہ ہو، اور نامناسب کردار ادا نہ کرے۔

نیز فرضی ڈرامہ لکھنا بھی جائز ہے جس طرح ایسی کتاب لکھنا درست ہے جو خیالی کہانیوں پر مشتمل ہو، جبکہ قاری کو اس کا علم ہو، اور اس کا مقصد نیک ہو، جیسے تعلیم، اور وعظ ونصیحت کے لئے کہاوتیں کہنا، مثالیں بیان کرنا، اور اچھائیوں کو ذہن میں بٹھانا، جیسے مثال کے طور پر مقامات حریری میں ہے، اور یہ بات معلوم نہیں کہ کسی اہل علم نے اس پر نکیر کی ہو، جبکہ تمام علماء اس

سے واقف اور اس کی حقیقت سے باخبر ہیں، اور ان کو واقفیت ہے کہ یہ خیالی قصے ہیں، جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے، اسی طرح علماء نے ''کلیلہ ودمنہ'' کے پڑھنے پر نکیر نہیں کی، جبکہ وہ خیالی قصے ہیں، جو جانوروں کی زبان پر گھڑے گئے ہیں، یہی رائے ابن حجر ہیتمی شافعیؒ کی ہے، وہ امام نووی کا کلام تحریر کرتے ہیں: "**ويؤخذ من كلامه هذا أيضا حل أنواع اللعب الخطرة من الحذاق بها الذين تغلب سلامتهم منها، ويحل التفرج عليهم حينئذ، ويؤيده قول بعض أئمتنا في الحديث الصحيح؛ "حدثوا عن بني إسرائيل ولا حرج"، وفي رواية: "فإنه كانت فيهم أعاجيب"، وهذا دال على حل سماع تلك الأعاجيب للفرحة لا للحجة**" (شیخ الاسلام شہاب الدین ابو العباس احمد بن محمد بن علی بن حجر الہیتمی (۹۷۴ھ) ''تحفۃ المحتاج بشرح المنہاج''، کتاب المسابقۃ ۴/۲۸۲، ط: دار الکتب العلمیہ، بیروت، الطبعۃ الاولی ۱۴۲۱ھ-۲۰۰۱ء) (اور مصنف کے اس کلام سے کھیل کی خطرناک قسموں کی حلت بھی معلوم ہوتی ہے، جبکہ اس کے ماہرین کے ذریعہ ہو، جن سے ان کی سلامتی غالب ہو اور اس وقت اس کا تماشا دیکھنا بھی حلال ہے، اور اس کی تائید حدیث صحیح: بنو اسرائیل کے بارے میں بیان کرو اور کوئی حرج نہیں'' اور ایک روایت میں ہے: ''کیونکہ ان کے اندر حیرت ناک باتیں تھی'' کے سلسلہ میں ہمارے بعض ائمہ کے قول سے ہوتی ہے کہ یہ حدیث ان تعجب خیز امور کو تفریح کے طور پر نہ کہ دلیل کے طور پر سننے کی حلت پر دلالت کرتی ہے)۔

اس کے بعد ابن حجر ہیتمی تحریر کرتے ہیں:

''**ومنه يؤخذ حل سماع الأعاجيب والغرائب من كل ما لا يتيقن كذبه بقصد الفرحة، بل وما يتيقن كذبه، لكن قصد به ضرب الأمثال والمواعظ، وتعليم نحو الشجاعة على ألسنة آدميين أو حيوانات**'' (مرجع سابق ۴/۲۸۲-۲۸۳)

(اور اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حیرتناک و تعجب خیز امور کا سننا حلال ہے، ان چیزوں سے بھی جن کے جھوٹ کا یقین نہ ہو بطور تفریح، بلکہ ان چیزوں سے بھی جن کے جھوٹ کا یقین ہو،

لیکن اس سے مثالیں اور وعظ ونصیحت بیان کرنا اور بہادری جیسی صفت کی تعلیم آدمی یا جانوروں کے زبان پر مقصود ہو)۔

جبکہ حنفیہ کے نزدیک ایسی کہانی بیان کرنا متقدمین کی باتوں میں سے جس سے کوئی اصل معروف نہ ہو، یا کہانی کو مزین کرنے کے لئے گھٹانا بڑھانا مکروہ ہے (الدر المختار مع رد المختار فی آخر کتاب الحظر والاباحہ تحت فروع ۹/۵۰۶)۔

اور علامہ شامی تحریر کرتے ہیں: "**فهل يقال عندنا بجوازه إذا قصد به ضرب الأمثال ونحوها؟ يحرر**" (رد المختار ۹/۵۸۰) (تو کیا ہمارے فقہاء احناف کے یہاں کمی بیشی کے جواز کا قول اختیار کیا جاسکتا ہے، جبکہ اس سے مثالیں وغیرہ بیان کرنا مقصود ہو، اس کی تنقیح کرلی جائے)۔

علامہ شامیؒ کی عبارت سے واضح ہے کہ جب فرضی کہانی یا اصل کہانی میں کمی بیشی نیک مقصد سے ہو، تو اس صورت میں انہیں مکروہ ہونے پر جزم نہیں ہے۔

لہذا ہماری رائے میں فرضی ڈرامہ لکھنا اور اسٹیج کرنا جائز ہے، جبکہ اخلاق فاضلہ کی تعلیم، اچھائی کی عادت ڈالنے، بہتر کاموں کی ترغیب اور معاشرہ کے مفاسد پر تنقید جیسے اچھے مقاصد کے لئے ہو۔

اور جب نیک مقصد سے فرضی ڈرامہ لکھنا اور اسٹیج کرنا جائز ہے تو اسے دیکھنا اور پیشہ بنانا بھی جائز ہے، لیکن یہ حقیر ذرائع آمدنی سے ہے، چنانچہ ایک عقلمند مسلمان کو چاہئے کہ وہ ایسا ذریعہ آمدنی اختیار کرے جس کا فائدہ اس کے ساتھ پوری امت کو بہتر طریقہ سے پہنچے۔

تفریح، سفر و سیاحت کے وسائل اور شریعت کا موقف

مفتی حنیف حسین و مفتی محمد داؤد مانگرولی ☆

سوال نمبر (۱) الف۔ شریعت میں مزاح جائز ہے لیکن شرط یہ ہے کہ کسی کی ہتک نہ ہو اور جو بھی کلام ہو وہ مبنی بر حقیقت ہو چنانچہ آپ سے مزاح ثابت ہے بچے بوڑھے اور نوجوانوں سے۔ **عن أبی هريرة قال: قالوا يا رسول الله ﷺ انک تداعبنا قال: إنی لا أقول إلا حقا** (مشکوۃ ص۴۱۶)۔ **عن أنس أن النبی ﷺ قال له: يا ذا الأذنين** (ایضاص ۴۱۶)۔ **وعنه عن النبی ﷺ قال لأمرة عجوز: إنه لا تدخل الجنة عجوز فقالت ومالهن وكانت تقرأ القرآن فقال لها: اما تقرئين من القرآن إنا أنشأناهن إنشاء فجعلناهن أبكارا** (ایضا)۔

عن ابن عباس عن النبی ﷺ قال لا تمار أخاک ولا تمازحه ولا تعده موعدا فتخلفه (ایضاص ۴۱۷)۔ **ولا بأس بالمزاح بعد أن لا يتكلم الإنسان فيه بكلام يأثم به أو يقصد به إضحاک جلسائه** (عالمگیری جلد ۵ ص ۳۵۲)۔

ب-مزاحیہ پروگراموں کا منعقد کرنا جو کئی گھنٹوں پر مشتمل ہو میرے نزدیک اسکے جائز ہونے کیلئے ضروری ہے کہ کبھی کبھار ایسا ہوتا ہو اور اسمیں علمی مواد ہو اسمیں کسی کی ہتک نہ ہو اور مبنی بر حقیقت ہو، غیر شرعی لباس نہ استعمال کئے جائیں، اسکے ساتھ ساتھ اسکی وجہ سے نماز وغیرہ سے غفلت نہ ہو، مزید برآں اسمیں نامحرم عورتیں شامل نہ ہوں یہ بھی یاد رہے کہ اس میں امردوں کو کوئی

☆ نائب مفتی وصدر مفتی جامعہ کاشف العلوم گجرات۔

رول نہ ادا کرتا ہو اور اسمیں فحش الفاظ کا استعمال نہ ہو اس کے علاوہ دوسری ممنوعہ چیزیں استعمال نہ کی جائیں جیسے بینڈ باجہ وغیرہ اور رہا مشاعرہ تو اسکا بھی منعقد کرنا فی نفسہ جائز ہے، لیکن اسکے لئے ضروری ہے کہ اشعار میں کسی زندہ عورت کا وصف نہ بیان کیا جائے اسمیں نامحرم نہ ہو، اس میں حقیقت کی ترجمانی ہو محض طائرانہ پرواز نہ ہو نیز دوسری قبیح چیزیں موجود نہ ہوں، کیونکہ آپ سے شعر وغیرہ کا سننا ثابت ہے اور اسمیں عدمی اور وجودی دونوں شرطیں موجود تھیں نیز آپ نے اشعار کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے: **إن من الشعر حكمة** (مشکوۃ ص ۴۰۹)۔ نیز آپ نے لبید شاعر کے اشعار کی بھی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

أصدق كلمة قالها الشاعر كلمة لبيد: ألا كل شئ ما خلا الله باطل (ایضاً ۴۰۹)۔

لیکن ہمارے اس دور میں جو طریقہ اختیار کیا جاتا ہے اسکی مضرت کو دیکھتے ہوئے ناجائز ہونا چاہئے، کیونکہ اسمیں نماز وغیرہ سے غفلت اور نامحرموں کی شرکت ہوتی ہے بلکہ مشاعرہ میں تو نامحرم عورتیں ہی توجہ کا مرکز ہوا کرتی ہیں چنانچہ کیا جوان کیا بوڑھے سبھی کی توجہ ہوتی ہے اور اکثر دیکھا گیا ہے کہ جس مشاعرہ میں شاعرات نہیں ہوتیں لوگ اسمیں اپنی شرکت پسند نہیں کرتے اور نتیجۃً مجمع قلیل ہوتا ہے۔

ج -مزاحیہ کہانیاں لکھنا انہیں پڑھنا جائز ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ یہ کہانیاں مبنی پر حقیقت ہوں نیز ان کی خرید وفروخت کرنا ان کو شائع کرنا جائز ہے، لیکن یہ بات ہے کہ آج کے دور میں اسطرح کی جو کتابیں لکھی اور پڑھی جاتی ہیں اسمیں دلچسپ جھوٹی کہانیاں ہوتی ہیں، ایک کتاب وہ ہوتی ہے جس کو ہم ناول سے تعبیر کرتے ہیں پھر اس میں دو طرح کی کتابیں ہوتی ہیں ایک تاریخی ناول جسمیں کچھ تاریخی معلومات دلچسپ انداز میں پیش کی جاتی ہیں ساتھ ساتھ اس میں کسی مرد اور کسی عورت کو فرض کر کے اس کو موضوع بنا کر اس کے محبوبانہ کلام اور معشوقانہ گفتگو کو پیش کیا جاتا ہے، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تاریخی معلومات سے ذہن ہٹ کر اسی کی طرف منتقل ہو جاتا

ہے اور بعض مرتبہ نماز بھی اسکے زد میں آجاتی ہے، دوسری وہ ناول جسمیں تاریخ کا کوئی تذکرہ نہیں ہوتا بلکہ صرف محبوبانہ اور معشوقانہ گفتگو ہوا کرتی ہے بہت ہی دلچسپ انداز میں اس کا تذکرہ ہوا کرتا ہے، آدمی اس کو پڑھتا ہے عجیب لطف محسوس کرتا ہے جس کو احساس تو کیا جا سکتا ہے لیکن بیان کرنا مشکل اور عجیب بات یہ ہے کہ اسکو پڑھنے کے بعد افسوس ہوتا ہے وجہ یہ ہے کہ اسکا نتیجہ ظاہر نہیں ہوتا اور بعض مرتبہ تو (لفظ جاری) کہہ کر چھوڑ دیا جاتا ہے اس وقت اور بھی افسوس ہوتا ہے کیونکہ وقت بھی برباد کیا نتیجہ بھی نہ ملا مزید یہ کہ اگلی کتاب کیلئے مالی نقصان بھی اور ایسا نہیں ہے کہ ایک کے بعد دوسری کتاب لے لی جائے تو پریشانی دور ہوجائے بلکہ پے در پے کتابوں کی خریدنے اور پڑھنے کے بعد بھی (لفظ جاری) جاری ساری رہتا ہے جیسے خاتون مشرق اور مشرقی آنچل وغیرہ اور اسکے علاوہ ایک کتاب وہ ہے جسمیں صرف جرائم ہی کا تذکرہ ہوتا ہے اور ایک وہ جسمیں صرف خبریں ہوا کرتی ہیں علاقائی اور عالمی ۔نیز ایسی تصویریں ہوتی ہیں جسکے دیکھنے کے بعد انسان کا اپنے آپ کو قابو میں رکھنا اور اسپر بری نظر نہ لگانا بہت ہی مشکل بلکہ ناممکن اگر کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا اس سے بڑھکر اگر محال کہا جائے تو یہ مبالغہ نہ ہوگا اس وجہ سے بندہ کے نزدیک شمار کرائی گئی اسطرح کی تمام کتابیں انکا پڑھنا لکھنا اور خرید فروخت اور ان کا شائع کرنا ممنوع ہے...اگر یہ خرابیاں نہ ہوں تو مزاحیہ کتابوں کی خرید فروخت اور ان کی اشاعت جائز ہے۔

د- لطیفہ گوئی یا مزاح نویسی جائز ہے لیکن شرط یہ ہے کہ مبنی بر حقیقت ہو اور کسی کی ہتک نہ ہو جب یہ جائز ہے تو اسکو پیشہ بنانا بھی جائز ہے البتہ اب بہت کم ہوتا ہے کہ اس طرح کی چیزوں میں کذب کی آمیزش نہ ہو لہذا اس صورت میں ناجائز ہوگا۔

۵- جائز ہے جبکہ اس میں عورتوں اور مردوں کو شامل نہ کیا جائے جس سے مذہب اسلام پر کوئی اعتراض یا تحقیر و تخفیف کی شکل نہ بننے پائے ۔جب ان تمام شرائط کیساتھ یہ جائز ہے تو اس کا دیکھنا اور اس کا سننا بھی جائز ہے۔

و- جائز ہے: **عن قتادة قال سئل عن ابن عمر هل كان أصحاب رسول**

الله ﷺ يضحكون قال: نعم والإيمان في قلوبهم أعظم من الجبل وقال بلال بن سعد: أدركتهم يشتدون بين الأغراض ويضحک بعضهم إلى بعض فإذا كان الليل كانوا رهبانا (مشکوٰۃ ص۴۰۶)۔ لیکن ان کا ہنسا ہنسانا بے تکلف ہوتا تھا نہ کہ بتکلف۔ اور ڈاکٹروں کا یہ مشورہ کہ ہنسی وغیرہ سے صحت اچھی رہتی ہے یہ تسلیم ہے لیکن یہ کیا ضروری ہے کہ اسکے لئے با قاعدہ مجلسیں منعقد کی جائیں جہاں تک میرا خیال ہے کہ ڈاکٹروں کے مشورہ کا مطلب یہ ہے کہ حتی الامکان ہنس مکھ اور ہشاش بشاش رہنا چاہئے، با قاعدہ اسکے لئے مجلس کا منعقد کرنا ضروری نہیں البتہ اگر اسطرح مجلسیں منعقد کی جائیں تو اسکے لئے عورتیں اور مرد نہ ہوں اور نہ ہی ذکر اللہ سے غفلت ہو لیکن آج کے دور میں وہ مجلس کوئی مجلس نہیں جن میں عورت نہ ہو تو گویا کہ اسطرح کی مجلسوں میں معاصی کا ارتکاب ہوتا ہے لہذا ممنوع غیرہ ہوگی اسکے علاوہ صحت کو برقرار رکھنے کیلئے ورزش کو بھی بروئے کار لایا جا سکتا ہے بلکہ صحت کی برقراری کیلئے ورزش بہترین چیز ہے اسکے مقابلے میں دوسری چیزیں ہیچ ہے۔

(۲) (الف) المصارعة بدعة وهل تترخص للشبان قال رحمة الله تعالى: ليست ببدعة وقد جاء الأثر فيها الا انه ينظر إن أراد بها التلهي يكره له ذالک يمنع عنه وإن أراد تحصيل القوة ليقدر على المقاتلة مع الكفرة فإنه يجوز ويثاب عليه وهو كشرب المثلث، إذا أراد التطرب والتلهي يمنع عنه ويزجر وإن كان مقاتلا وأراد به القوة والقدرة عليها جاز ذلک كذا في جواهر الفتاوى (عالمگیری جلد ۵ ص ۳۵۲)۔ ويكره اللعب بالشطرنج والنرد والأربعة عشر وكل لهو لأنه إن قامر بها فالميسر حرام بالنص وهو اسم لكل قمار وإن لم يقامر بها فهو عبث (ہدایہ رابع ۴۷۵)۔

ان مذکورہ عبارت سے جو اصول واضح ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ ہر وہ کھیل جسمیں با قاعدہ شرط نہ ہو اور نہ لہو کے مقصد سے ہو اور نہ ہی اسمیں کوئی دینی نقصان ہو اور نہ ہی دنیا کا نقصان ہو تو

اس طرح کا کھیل جائز ہوگا، لیکن یہ بھی دھیان میں رہے کہ جس کھیل میں نہ کوئی فائدہ ہو اور نہ کوئی نقصان ہو وہ بھی مضر کے تحت داخل ہے جیسا کہ شروع میں عرض کیا جا چکا ہے اور وہ کھیل جسمیں دینی فائدہ یا دنیوی فائدہ ہو لیکن اسپر نہی وارد ہو کسی صورت میں جائز نہ ہوں گے، کیونکہ نہی کے مقابلے میں سارے فائدے ہیچ ہیں۔ ان اصول کی رعایت کرتے ہوئے اگر کوئی کھیل کھیلا جاتا ہے تو وہ جائز ہے چاہے وہ کفار کا ایجاد کیا ہوا ہو چاہے مسلمان کا **وعلى هذا الأصل فالألعاب التي يقصد بها رياضة الأبدان أو الأذهان جائزة في نفسها ما لم تشتغل على معصية أخرى وما لم يؤد الانهماك فيها إلى الإخلال بواجب الإنسان في دينه ودنياه، والله سبحانه أعلم**(تکملۃ فتح الملہم جلد ۴ ص ۴۳۶)۔

ب- لباس و پوشاک میں کھلاڑیوں کو اس بات کا لحاظ کرنا ضروری ہے کہ ستر کا افشا نہ ہو چنانچہ اس کا لحاظ کرکٹ میں تو ہوتا ہے بقیہ کھیلوں میں شاید باید جیسے ہاکی، فٹبال، کشتی، ریس وغیرہ۔

ج- اگر معصیت کا ارتکاب نہ ہو تو ہر طرح کے کھیل کو جائز قرار دیا جا سکتا ہے، اس شرط کے ساتھ کہ اس پر نہی نہ وارد ہوئی ہو کیونکہ اس دور میں ہر طرح کے کھیل باقاعدہ پیشہ کی شکل اختیار کر چکے ہیں البتہ کرکٹ کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ یہ نا جائز ہے، کیونکہ تجربہ سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ اس میں فائدہ سے زیادہ نقصان ہے کہ اس میں تمام کھیلوں کے مقابلے میں سب سے زیادہ وقت لگتا ہے اور جسمانی ورزش کا بھی فائدہ اتنا نہیں ہوتا علاوہ ازیں اس میں جو لوگ ملوث ہوتے ہیں ان کو جنون کی حد تک دلچسپی ہو جاتی ہے اور دل و دماغ میں بھی یہی سوار رہتا ہے خاص کر طلبہ میں یہ بات زیادہ ہوتی ہے پھر اگر کہیں کرکٹ دیکھنے جانا ہو یا کھیلنے جانا ہو اس وقت کا جنون تو دیکھنے کے لائق ہوتا ہے، جہاں تک کھیلنے والوں کا سوال ہے تو ان میں کم بلکہ دیکھنے والوں میں زیادہ جنون ہوتا ہے یہ اور بات ہے کہ ہمارے ایشیائی ملکوں میں کرکٹ میں پیسہ زیادہ ہے دوسرے کھیلوں کے مقابلہ میں لیکن دینی مضرت کو دیکھتے ہوئے میر انظر یہ یہ ہے کہ یہ نا جائز ہے، البتہ اگر حدود کا لحاظ کیا جائے اور ذکر اللہ وغیرہ سے غفلت نہ ہو تو یہ فی نفسہ جائز ہے

اور جہاں فٹبال کا رواج زیادہ ہو وہاں فٹبال سے منع کرنا چاہئے۔

د-اگر شرط کھیلنے والی پارٹیاں اور ٹیمیں آپس میں لگائیں تو یہ قمار ہے جو نص کی وجہ سے حرام ہے: "**إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشيطان فاجتنبوه لعلكم تفلحون**" اور میسر کے معنی قمار کے ہیں (ہدایہ رابع ۴۷۵)۔ اور اگر جانبین کے علاوہ کسی غیر جانبدار نے شرط لگائی ہے تو یہ جائز ہے کیونکہ اگر چہ یہ شرط ہے لیکن صورۃ شرط ہے ورنہ معنی وحقیقۃ یہ انعام ہے جو کہ جائز ہے۔

ہ- اس کا جواب (ج) کے تحت گذر چکا ہے، اس طرح کے کھیلوں سے اپنے آپ کو اور دوسروں کو اور اپنے اہل خانہ کو روکنا چاہئے کیونکہ نفع پر مضرت غالب ہے۔

و-کھیل دیکھنے کیلئے ٹکٹ کا خریدنا جائز ہوگا، کیونکہ اس کا معاوضہ یعنی نمائش میں شرکت موجود ہے اور خرید وفروخت کیلئے ایسے معاضہ کا ہونا ضروری ہے جس کو لوگ معاوضہ یا مال شمار کرتے ہیں چاہے وہ اعراض کے قبیل سے ہو یا وہ جواہر کے قبیل سے ہو، یا یوں کہا جائے کہ وہ منافع کی شکل میں ہو یا اعیان کی شکل میں ہو، البتہ یہ بات قابل لحاظ ہے کہ بعض مرتبہ نمائش کے منتظمین یہ اعلان کرتے ہیں کہ جو شخص مثلاً دس ہزار کا ٹکٹ یک مشت خریدے گا (جبکہ ایک ٹکٹ پانچ سو روپے کا ہے) تو اس ٹکٹ میں عام لوگوں کی طرح نمائش میں بھی داخل ہو سکے گا اور ان ٹکٹوں پر بذریعہ قرعہ اندازی کچھ انعام مقرر ہوتے ہیں جس کا نمبر نکل آئے اس کو انعام بھی ملتا ہے یہ صورت صریح قمار سے تو نکل جاتی ہے کیونکہ ٹکٹ خریدنے والے کو اسکے ٹکٹ کا معاوضہ بصورت داخلہ نمائش مل جاتا ہے لیکن اب دارومدار نیت پر رہ جاتا ہے جو شخص موہوم انعام کی نیت سے ٹکٹ خریدکرتا ہے وہ ایک گونہ قمار کا ارتکاب کرتا ہے اور جس کے پیش نظر صرف نمائش میں جانا ہے اور انتہائے انعام کی ہوس پیش نظر نہیں ہوتی اتفاقاً انعام بھی مل گیا وہ تو اللہ کے رو سے قمار کے حکم سے نکل گیا۔

(نوٹ) میرے نزدیک جو کھیل جائز ہے وہ مشروع لنفسہ ہے اور جن کھیلوں کو ناجائز

کہا ہے وہ ممنوع لغیرہ ہے دوسری بات یہ کہ عورتوں کے لئے میں کسی بھی کھیل کو جائز نہیں سمجھتا، کیونکہ ان میں مفاسد ہی مفاسد ہے رہی بات ورزش کی تو گھریلو کاموں کو انجام دینا ہی ان کے لئے بہترین ورزش ہے دوسرے ورزش کی انہیں ضرورت ہی نہیں۔

(۳) (الف)۔تفریحی مقاصد کیلئے ایک شہر سے دوسرے شہر اور ایک ملک سے دوسرے ملک کا سفر جائز ہے اگر چہ اسمیں کثیر رقوم کا صرفہ آتا ہو اور یہ جو اسراف کرنے والوں کو شیطان کا بھائی کہا گیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: إن المبذرين كانوا إخوان الشياطين اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسا صرفہ جو بلا مقصد صالح ہو کیونکہ اسراف اسی کا نام ہے اور اسی طرح كلوا واشربوا ولا تسرفوا جو آیا ہے اس کا بھی یہی مطلب ہے اس کے علاوہ دوسری طرف أو لم يسيروا في الأرض فينظروا كيف كان عاقبة الذين من قبلهم بھی آیا ہے لیکن صرف تفریح ہی مقصد نہ ہو بلکہ اس سے عبرت بھی مقصود ہو قال تعالى: قل سيروا في الأرض" أى سافر في الأرض لتعرف أحوال الأمم الماضية ثم انظروا كيف كان عاقبة المكذبين أى تفكر في أنهم كيف أهلك بعذاب الاستئصال و ثم لتفاوت ما بين الواجبين فإن وجوب السير ليس إلا لكونه وسيلة إلى النظر ومثله قوله توضأ ثم صل (روح البیان۔جلد ۳ ص ۱۳ سورۂ انعام)۔

ان مذکورہ تشریحات سے عبرت گاہوں کے سفر کا جواز معلوم ہوتا ہے اس کے لئے کتنا ہی صرفہ آتا ہو اور ایسے سفر میں اپنے بال بچوں کو ساتھ رکھنا فی نفسہ درست ہے جبکہ کوئی خاص ضرورت ہو فلما قضى موسى الاجل وسار باهله الآية یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مرد اپنے بال بچوں کو جہاں چاہے لے جا سکتا ہے چونکہ اسکو قوامیت اور زیادتی درجہ کی فضیلت حاصل ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اس کا مہر ادا کر دیا ہو اور سفر کیلئے عورت کی رضاء ورغبت ہو، ابن عربی نے یہ بھی کہا ہے کہ اگر عورت کو سفر میں نہ لے جانے کی شرط لگا رکھی تھی تو اس کو نبھانا چاہئے فقال ابن العربي في احكام القرآن فلما قضى موسى الأجل وسار بأهله دليل على أن

للرجل أن یذهب بأهله حیث شاء لما له علیها من فضل قوامیة و زیادة الدرجة إلا أن یلتزم لها أمرا فالمؤمنون عند شروطهم وأحق الشرط أن یوفی به ما استحللتم به الفروج (احکام القرآن للشیخ عثمانی جلد ۳ ص ۹۷)۔

اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ مالکیہ کے نزدیک مرد اپنے اہل کولیکر سفر کرسکتا ہے جبکہ عورت کو اسکے باپ کے گھر رہنے کی شرط نہ لگائی گئی ہو۔ البتہ حنفیہ کے نزدیک اگر مہر معجل ادا کردیا ہوتو اس کولیکر سفر کرسکتا ہے ورنہ نہیں، حنفیہ میں سے ابو القاسم الصفار اور ابو اللیث فرماتے ہیں کہ فساد زمان کی وجہ سے عورت کی رضامندی کے بغیر مطلقا اس کولیکر سفر کرنا جائز نہیں وفی الخانیة والوالجیه الفقیهین ابی القاسم الصفار وابی اللیث انه لیس له السفر مطلقا بلارضاها لفساد الزمان (ایضا)۔

ایک طرف یہ عبارت ہے جس میں چند شرائط کے ساتھ عورت کو سفر میں لے جانے کی اباحت معلوم ہوتی ہے تو دوسری طرف بہت سی نصوص ایسی ہیں جن سے ممانعت ثابت ہوتی ہے قوله تعالی: وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاهلیة الأولی و اقمن الصلوٰة وآتین الزکوٰة وأطعن الله ورسوله الآیة۔ وقل للمؤمنات یغضضن من أبصارهن ویحفظن فروجهن الآیة قوله علیه السلام: المرأة عورة فإذا خرجت استشرفها الشیطان (ترمذی جلد ۱ ص ۲۲۲۔ آخر کتاب الرضاع باب قبیل ابواب الطلاق واللعان)۔ ان نصوص سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کے لئے سفر جائز نہیں ہے، اسی طرح دوسرے نصوص اور ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کے لئے بلاضرورت شدیدہ سفر کرنا جائز نہیں قوله تعالی: وإذا سألتموهن متاعا فسألوهن من وراء حجاب ذلکم أطهر لقلوبکم وقلوبهن، قوله علیه السلام عن جابر قال قال رسول ﷺ: إن المرأة تقبل فی صورة الشیطان وتدبر فی صورة الشیطان۔ عن ابن عمر لیس للنساء نصیب فی الخروج إلا مضطرة (احسن الفتاوی جلد ۸ ص ۹۴ بحوالہ الطبرانی فی الکبیر) اسکے علاوہ عورت کے گھر

سے باہر نکلنے میں مفاسد بہت ہیں۔

(ج) ایسی جگہوں پر بلاضرورت شدیدہ جانا درست نہیں، البتہ سواری کرایہ پر لگانا اور دکان لگانا درست ہے، لیکن تفریح کے لئے جانا درست نہیں خاص طور پر جب کہ کفار کی مذہبی جگہ ہو، اس لئے کہ ان کو یہ احساس ہوتا ہے کہ ہمارا مذہب حق ہے ہم حق پر ہیں تبھی تو یہ مسلمان اس کی زیارت کیلئے آتے ہیں اوردکان وغیرہ لگانا فی نفسہ درست ہے۔ **جاز تعمير كنيسة وحمل خمر ذمي بنفسه أو دابته بأجر لا عصرها لقيام المعصية بعينه وجاز اجارة بيت بسواد الكوفة اى قرٰيها لا بغيرها على الاصح** (درمختار جلد ۹ ص ۷۷۔ ۴۷۶۔ہدایہ رابع باب الکراہیۃ)۔

(د) اس طرح کی ٹور کمپنیاں قائم کرنا درست ہے، لیکن اس سے ایسی جگہ سفر نہ کرایا جائے جہاں جانے سے مذہب کفار یا شعائر کفار کے وقار میں اضافہ ہوتا ہو، البتہ اگر ٹور کمپنیاں مسلمانوں کی ہیں اور کفار کو لے جاتا ہو اور وہ اپنی اپنی تیرتھ گاہوں چرچوں اور مندروں یا مسلمانوں کی عبادت گاہوں کی زیارت کیلئے جاتا ہوتو انکو لے جایا جاسکتا ہے، ہاں مسلمانوں کو ایسی جگہ نہ لے جایا جائے اور نہ ہی مسلمانوں کو دوسرے کے عبادت خانوں کی زیارت کیلئے جانا چاہئے۔ **وجاز تعمير كنيسة الخ۔ ايضا۔ ۴۷۶** (امدادالفتاوی جلد ۳ ص ۱۵۱)۔

(۴) تاریخی فلمیں تیار کرنا اور تعلیمی مقاصد کیلئے فلمیں تیار کرنا اور تعلیمی مقاصد میں استعمال کرنا نہ صرف جائز بلکہ میرے نزدیک مستحسن ہے، لیکن یہ شرط ہے کہ اس میں کسی جاندار کی تصویر نہ آنے پائے اور نہ اسمیں دف یا مزامیر وغیرہ ہواور نہ کسی طرح کی میوزک ہو۔

(۵) (الف) عن أبي طلحة قال قال النبي ﷺ: لا تدخل الملئكة فيه كلب ولا تصاوير مشكوٰة ۳۸۵۔ وعن عائشة أن النبي ﷺ لم يكن يترك في بيته شيًا فيه تصاليب إلا نقضه ۔ايضا۔ عن عبد الله ابن مسعود قال سمعت رسول الله ﷺ يقول: أشد الناس عذابا عند الله المصورون ۔ايضا، وأما فعل

التصوير فهو غير جائز مطلقا لأنه مضاهاة لخلق الله تعالى (ردالمحتار جلد ۲ ص ۳۶۲ باب مفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا)۔

ان مذکورہ احادیث اور شامی کی عبارت سے صاف واضح ہے کہ تصویر بنانا کسی بھی طرح ہونا جائز ہے بس شرط یہ ہے کہ پہچانی جاتی ہو، کیونکہ تصویر کے سارے مقاصد معرفت سے ہی حاصل ہوتے ہیں لہذا کارٹون بنانا بھی جائز نہ ہوگا۔

(ب) اس میں ملازمت کرنا درست نہیں ہے، اگر پہلے سے اس میں ملازت کر رہا ہوتو دوسری ملازت تلاش کرے اسکے بعد ملازمت کو چھوڑے، دوسری ملازمت ملنے سے پہلے نہ چھوڑے، کیونکہ ناجائز ملازمت اختیار کرنا فسق اور معصیت ہے، لیکن ملازمت چھوڑ کر بیٹھ جانے میں بعض مرتبہ کفر تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔

(۲) کئے جاسکتے ہیں لیکن اس میں امردوں کو شامل نہ کیا جائے اور نہ ہی لباس میں کفار وفساق کی مشابہت اختیار کی جائے اور نہ ہی عورتوں کی مشابہت اختیار کی جائے۔

تفریح - اس کے جائز وسائل اور شرائط وضوابط

مفتی غلام اللہ کاوی ☆

ا: الف - مزاح: لطافت وظرافت کو کہتے ہیں، اہل لغت نے "الملاطفة في القول بالمزاح" گھر والوں کے ساتھ اسی طرح احباب ومتعلقین کے ساتھ ایسا مزاح جس میں شرعی حدود کی رعایت ہو، یہ نہ صرف جائز بلکہ مستحب ومستحسن ہے، خود آقائے مکی ومدنی ﷺ سے اس طرح کا مزاح ثابت ہے، البتہ مزاح کو معمول ومشغلہ بنالینا پسندیدہ نہیں، اسی طرح ایسا مزاح جس میں کسی کی دل آزاری ہوتو یہ بڑا گناہ ہے، اسی طرح ایسا مزاح جس میں کسی کی توہین ہو۔

امام بخاریؒ نے مستقل ایک باب قائم کیا ہے، ''باب الانبساط الی الناس'' پھر عبداللہ بن مسعودؓ کا قول نقل کیا ہے، قال ابن مسعودؓ: "خالط الناس ودینک لاتکلمنه" (ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہ، مگر اپنے دین کو بچائے رکھ اسے زخمی نہ کر)۔

مزاح کے کئی واقعات حضور پاک ﷺ کی طرف سے پیش آئے ہیں، امام ترمذیؒ نے ''باب ما جاء في المزاح'' کے تحت چار حدیثیں پیش فرمائی ہیں، اس پر حضرت مفتی سعید صاحب مدظلہ تحفۃ الالمعی میں تحریر فرماتے ہیں: ''معاشرہ کی خوبی میں خوش طبعی کا بھی بڑا دخل ہے، کبھی کبھی حدود میں رہ کر ہنسی مذاق کرنا طبیعتوں میں فرحت پیدا کرتا ہے، نبی پاک ﷺ کی سیرت میں خوش طبعی تھی، آپ کبھی کبھی دل لگی کی باتیں بھی کرتے تھے، حدیثوں میں اس سلسلہ میں متعدد واقعات پیش آئے ہیں، اور امام بخاری نے کتاب الادب میں باب ۸۱ الانبساط الی

☆ خادم الافتاء والحدیث، دارالعلوم کانتھاریہ بھروچ گجرات۔

الناس قائم کیا ہے، یعنی کبھی سنجیدگی ختم کر دینا، اور لوگوں سے بے تکلف ہوجانا بھی نبی پاک ﷺ سے ثابت ہے (۳۴۷/۵)۔

البتہ شرط یہ ہے کہ مزاح کو مستقل مشغلہ نہ بنائیں، ایسی مزاح جس سے کسی کا دل نہ دکھے، اور توہین نہ ہو۔

ب- الف کے جواب سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ مزاحیہ پروگراموں کا منعقد کرنا جو کئی گھنٹوں پر مشتمل ہو، مزاج شریعت کے خلاف ہے، اس میں تضییع اوقات کا مرتکب ہونا ہوتا ہے، ہاں قلیل وقت میں ہو تو گنجائش ہے، جیسا کہ روحوا القلوب ساعۃ فساعۃ سے صاف معلوم ہوتا ہے، تکملۃ فتح الملہم میں ہے: "نعم تمنع الغلو و الانهماک فيها بحيث يضر المعاش و المعاد" (۴/۳۴۴)۔

ج- حدود شرع کی رعایت کرتے ہوئے یہ کہانیاں شائع کی جائیں تو اس کی خرید و فروخت درست ہے۔

د- لطیفہ گوئی، اور مزاح نویسی کا پیشہ بنالینا درست نہیں، "تمنع الغلو و الانهماک فيها بحيث يضر المعاش و المعاد" (۴/۳۴۴)۔

ہ- مزاحیہ ڈرامے کے پروگرام قلیل وقت میں ہو تو شرعاً جائز ہے، مگر گھنٹوں پروگرام کرنا جس میں معاش و معاد کا ضرر ہے، شرعاً اس کی گنجائش نہیں ہے۔

"قال علی کرم الله وجهه: اجمعوا هذه القلوب فإنها تمل کما تمل الأبدان" (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر ۴/۳۴۴)۔

ان عبارتوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ تفریح طبع کے لئے مزاحیہ ڈراموں کے پروگرام کی شرعاً کوئی ممانعت نہیں بلکہ مستحب و مستحسن ہے، مگر اتنا طویل جس میں معاد و معاش کے لئے مضر ہوں شرعاً اس کی کوئی گنجائش نہیں۔

و- مذکورہ بالا جواب سے واضح ہوتا ہے کہ معاش و معاد میں مضر نہ ہو، قلیل مقدار و قلیل

وقت میں یہ پروگرام ہوتو درست ہے، قرآن میں ہے: "**فلیضحکوا قلیلاً**"، قلیل ضحک کی گنجائش ہے، زیادہ ضحک دل کو مردہ بنادیتا ہے، تکملۃ فتح الملہم میں ہے: "**ھذا ھو السر فی إباحۃ بعض الملاھی فی بعض الأحیان، فإن ھذا اللھو علی ھذہ النسبۃ والغرض لم یبق لھوا، بل عاد مصلحۃ وفائدۃ**"۔

مذکورہ تمام امور کا حاصل یہ ہے کہ معاد ومعاش کے لئے جو مضر نہ ہوتو وہ تفریح اور لہو ولعب میں سے نہیں ہے، اگر معاش ومعاد کے لئے مضر ہو وہ منہی عنہ ہے۔

۲: الف-۱-لہو محض جس میں کوئی فائدہ نہ ہو اور نہ اس میں کوئی صحیح غرض ہو اور نہ معاش ومعاد کے لئے مفید ہوتو ایسا لہو حرام ہوگا یا مکروہ تحریمی۔

۲-وہ کھیل جس میں کوئی فائدہ تو ہے، اور دینی یا دنیوی کوئی مصلحت بھی ہے مگر وہ کھیل شرعاً کتاب اللہ سے یا سنت رسول اللہ میں نہی وارد ہوئی ہے وہ بھی حرام یا مکروہ تحریمی ہوگا۔

۳-وہ کھیل جس میں فوائد تو ہیں، اور لوگوں کی اس میں مصلحتیں بھی ہیں، اور کتاب وسنت رسول اللہ ﷺ میں نہی بھی وارد نہیں ہے، فقہی نقطہ نظر سے اس میں دو قسمیں ہو جاتی ہیں،

اول: تجربہ سے یہ بات ثابت ہوچکی ہو کہ اس کا فائدہ کم نقصان زیادہ ہو، اور جو بھی اس میں مشغول ہوتا ہے، اللہ کے ذکر سے غافل ہوجاتا ہے، نماز میں غفلت، فرائض شرعی میں غفلت، یہ کھیل منہی عنہ میں شمار ہوں گے، اور حرام یا مکروہ تحریمی شمار ہوں گے۔

ثانی: جو کھیل ایسے نہیں ہیں مگر لہو ولعب کے ارادہ سے کھیلتے ہیں وہ بھی مکروہ میں شمار ہوں گے، اگر اسی منفعت کے حاصل کرنے کے لئے کھیلیں گے تو وہ مباح ومستحب شمار ہوں گے، تکملۃ فتح الملہم میں ان اصول کی تفصیل موجود ہے۔

فالضابط فی ھذا الباب .... إن اللھو المجرد الذی لیس لہ غرض صحیح مفید فی المعاش ولا المعاد حرام أو مکروہ تحریماً..... وما کان فیہ غرض ومصلحۃ دینیۃ أو دنیویۃ، فإن کان ورد النھی من الکتاب والسنۃ کان

حراماً أو مکروهاً تحریماً۔۔ أما ما لم یرد فیه النهی عن الشارع، وفیه فائدة أو مصلحة للناس، فهو بالنظر الفقهی علی نوعین: الأول: ما شهدت التجربة بأن ضرره أعظم من نفعه، ومفاسده أغلب علی منافعه وأنه من اشتغل به ألهاه عن ذکر الله وحده، وعن الصلوة والمساجد التحق بالمنهی عنه، لاشتراک العلة، فکان مکروهاً أو حراماً، والثانی: ما لیس کذلک فهو أیضا إن اشتغل به بنیة التلهی والتلاعب فهو مکروه، وإن اشتغل به لتحصیل تلک المنفعة وبنیة استجلاب المصلحة فهو مباح، بل قد یرتقی إلی درجة الاستحباب أو أعظم منه۔۔۔ وعلی هذا الأصل فالألعاب التی یقصد بها ریاضة الأبدان أ والأذهان جائزة فی نفسها، ما لم تشتمل علی معصیة أخری، وما لم یؤد الانهماک فیها إلی الإخلال بواجب الإنسان فی دینه ودنیاه'' (تکملہ فتح الملہم ۴/۴۳۵، کذا فی احکام القرآن للتھانوی ۳/۹۹ او مابعد)۔

ب- لباس جسمیں غیر قوم اور فساق وفجار کی مشابہت نہ ہو، قال القاری: ''من شبه نفسه بالکفار مثلاً فی اللباس وغیره أو بالفساق والفجار أو بأهل التصوف الصلحاء الأبرار فهو منهم أی فی الإثم والخیر'' (مرقاۃ المفاتیح رقم الحدیث: ۴۳۴۷، ۸/۱۵۵)۔

''عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ ﷺ: من تشبه بقوم فهو منهم'' (سنن ابی داؤد ۲/۵۵۸، مشکوۃ ۳۷۵)۔

پینٹ، سلوار وغیرہ ٹخنوں سے نیچے نہ ہوں، ٹخنوں سے نیچے پینٹ، پائجامہ، سلوار، لنگی، لٹکانے والوں کے بارے میں حدیثوں میں سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔

''عن أبی هریرة قال قال رسول اللہ ﷺ: ما أسفل من الکعبین من الإزار فی النار'' (مشکوۃ ۳۷۳)۔

''فما نزل عن الکعبین فهو ممنوع، فإن کان للخیلاء فهو ممنوع منع

تحريم وإلا فمنع تنزيه'' (شرح النووی علی الصحیح مسلم ۴/۱۹۵)۔

۳- ناف کے نیچے سے گھٹنوں کے نیچے تک بدن ڈھکا ہوا ہونا چاہئے، ''والصحيح قولنا لما روى عن رسول اللهﷺ أنه قال: ما تحت السرة عورة، والركبة ما تحتها فكانت عورة'' (بدائع الصنائع ۱/۲۹۷، کذا فی تبیین الحقائق ۱/۲۷)۔

ج- فٹ بال یا کرکٹ قلیل وقت میں کھیلا جائے، اور صحیح نیت سے تو مباح ہے، مگر تجربہ سے یہ بات ثابت ہوچکی ہو کہ ان کھیلوں میں مشغول ہونے والا ذکر اللہ سے غافل ہوجاتا ہے، اور فرائض منصبی میں کوتاہیاں کرنے والا بن جاتا ہے، ایسا انہماک ان کھیلوں کو حرام بنادیتے ہیں، اگر ذکر اللہ سے غافل نہ ہو، اور ایسا انہماک نہ ہو جس سے فرائض منصبی میں کوتاہی نہ ہوتی ہو، اور ورزش کی نیت ہو، قلیل وقت کے لئے ہو تو مباح ہوں گے۔

ہاکی کا کھیل مذکورہ بالا شرائط کے ساتھ ہو تو مباح ہوگا، ویڈیو گیم اسی طرح پتنگ اڑانا جو غیر محرم کے تہوار کے لئے معاون ہے، ناجائز ہوں گے۔

شطرنج وغیرہ: حدیث میں ہے، جو شخص نرد سے کھیلا، اس نے اللہ ورسول کی نافرمانی کی روایت کیا اس کو احمد وابن ماجہ نے اور مالک نے۔ اور حدیث میں ہے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: جو شخص نرد سے کھیلے، پھر اٹھ کر نماز پڑھے اس کی ایسی مثال ہے کہ کوئی شخص پیپ اور خنزیر کے خون سے وضو کرے، اور پھر اٹھ کر نماز پڑھ لے، روایت کیا احمد نے، اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ شطرنج اہل عجم کا قمار ہے، حضرت ابوموسیٰ اشعری کا ارشاد ہے: شطرنج نہیں کھیلتا مگر گنہگار... ہدایہ ودرمختار میں شطرنج کو صریح حرام قرار دیا ہے۔

ریس اور گھوڑ دوڑ: رسول اللہ ﷺ نے گھوڑ دوڑ کی حوصلہ افزائی فرمائی ہے، اور عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خود گھوڑ دوڑ کرائی ہے، ریس کی مروجہ صورت جس میں ہر کھلاڑی کو خاص فیس ادا کرنی ہوتی ہے، انعامی رقم سبقت کرنے والے کھلاڑی کو ملتی ہے، اور دوسروں کی فیس ضبط ہوجاتی ہے، میں قمار پایا جاتا ہے، اس لئے اس طرح ہر شریک ایک

مبہم نفع ونقصان کے درمیان رہتا ہے، اور اسی کا نام قمار ہے۔

ہاں اگر مقابلہ کرایا جائے، اور کوئی تیسرا شخص انعام دے تو درست ہے، ملک العلماء علامہ کاسانی فرماتے ہیں: "كذا ما يفعله السلاطين وهو أن يقول لرجلين: من سبق منكما فله كذا فهو جائز" (بدائع الصنائع ۲۰۶/۶)۔

ہ-سوال میں ہی جواب درج ہے، ضیاع وقت کا گناہ لازم ہوگا۔

و-کھیل اگر ایسے ہوں جو محرمات پر مشتمل نہ ہوں، تو دیکھنے میں حرج نہیں، مگر فرائض منصبی میں غفلت نہ ہو، انہماک نہ ہو، قلیل وقت میں ہو۔

رہا ٹکٹ خریدنا سو یہ درست نہیں ہے، کیونکہ ٹکٹ خریدنا اجارہ ہے، اجارہ میں معقود علیہ معلوم ہونا چاہئے، اور یہاں معقود علیہ مجہول ہے، اس لئے کہ کھلاڑی کے عمل کو ضبط کرنا مشکل ہے، وقت کی تعیین ہو یہ بھی مفقود ہے، اس لئے کہ کھیل کبھی وقت مقررہ سے پہلے ہی ختم ہوجاتا ہے، اگر تفریح طبع کی اجرت شمار کریں تو یہ غیر مقدور التسلیم ہیں، اس لئے ٹکٹ خریدنا بیچنا درست نہیں۔

۳: الف- ایسی تفریح جس میں کثیر رقوم خرچ ہو تضییع مال وتضییع وقت جیسے بڑے گناہوں کا ارتکاب ہے۔

ب- ایسا سفر جس میں کثیر رقوم خرچ ہو اور اس میں کافی وقت بھی درکار ہو وہ سفر مزاج شرع کے سراسر خلاف ہے، تضییع مال وتضییع وقت جیسے بڑے گناہ کا مرتکب ہوتا ہے۔

لہذا بچوں کو ساتھ رکھنا کیسے درست ہوگا، جبکہ بعض علاقوں کا سفر جہاں جان مال، عزت وآبرو محفوظ نہ ہو، قرآن میں ہے: "لا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة" لہذا ایسا سفر (جس میں کوئی دینی، دنیوی غرض نہ ہو، سوائے سیر وتفریح کے) نہ کرے۔

ج-ایسی جگہیں جہاں معاصی کے اڈے ہوں، اسی طرح مشرکین کے تہواروں میں شرکت کراہت سے خالی نہیں، الدر المنضود علی سنن ابی داؤد میں حضرت مولانا محمد عاقل صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ علماء نے اس حدیث "عن أنس قال: قدم رسول الله ﷺ المدينة

ولهم يومان يلعبون فيهما الخ" (ابوداؤد مع بذل المجہود ۵/ ۲۰۱) کے ذیل میں لکھا ہے کہ کفار کے تہوار اور خوشی کے دنوں میں مسلمانوں کا خوشی منانا سخت ترین معصیت ہے، ابوحفص کبیر الحنفی تحریر فرماتے ہیں کہ جو شخص نیروز میں کسی مشرک کو کوئی معمولی سا ہدیہ مثلاً بیضہ اس یوم کی تعظیم کے اعتقاد کے ساتھ بھیجے تو وہ کافر ہوجائے گا، اور اس کے تمام اعمال حبط ہوجائیں گے، اور اگر تعظیم یوم کے طور پر نہیں بلکہ صرف اظہار محبت وتعلق کے لئے ایسا کرے تب کفر نہ ہوگا، البتہ تشبہ کی وجہ سے مکروہ ضرور ہوگا، احتراز اس سے بھی ضروری ہے (۲/ ۴۵۴)۔

رہا پیشہ، تجارت، رکشا لے کر جانا (اگر یقینی طور پر معلوم ہو کہ یہ مسافر معاصی ہی کے لئے وہاں جاتا ہے، تب یہ تعاون علی الاثم کی وجہ سے جائز نہیں، اگر ایسا نہیں ہے تو جائز ہے۔

د-ٹور کمپنیاں قائم کرنا درست ہے، مگر جس ٹور میں یقینی طور پر معلوم ہو کہ سارے مسافر معاصی کا ارتکاب کرنے جارہے ہیں، تو انہیں لے جانا درست نہ ہوگا، یہ تعاون علی الاثم میں شامل ہوگا، اگر ایسا نہیں ہے تو پھر کوئی اثم لازم نہ ہوگا۔

مفتی شفیع صاحب نے ایک رسالہ "تفصیل الکلام فی مسئلۃ الاعانۃ علی الحرام" تحریر فرمایا ہے، اس میں ظلم ومعصیت میں معاون امر کو تعاون علی الاثم کے زمرہ میں داخل فرماکر منع فرمایا ہے، قال الله تعالى: رب بما أنعمت على فلن أكون ظهيراً للمجرمين" احتج أهل العلم بهذه الآية على المنع من معونة الظلم وخدمتهم، أخرج عبد بن حميد، وابن المنذر وابن أبي حاتم، عن عبيد الله بن الوليد أنه سئل عطا بن أبي رباح عن أخ له كاتب فقال له: إن أخي ليس له من أمور السلطان شيئ إلا أنه يكتب له بقلم ما يدخل وما يخرج، فإن ترك قلمه صار عليه دين واحتاج وإن أخذ به كان له فيه غنى، قال: لمن يكتب؟ قال: لخالد بن عبد الله القسيري قال: ألم تسمع إلى ما قال العبد الصالح "رب بما أنعمت علي فلن أكون ظهيراً للمجرمين" فلا يهتم أخوك بشيئ، وليرم بقلم فإن الله تعالى

سیأتیه بر زق (جواہر الفقہ ۲/ ۳۳۴)۔

۴:د- جائز مقاصد کے لئے فلمیں بنانا اور اس کے بیچنے وخریدنے میں کوئی حرج نہیں۔

رجل آجر بیتا لیتخذ فیه ناراً، أو بیعة أو کنیسة أو یباع فیه الخمر فلا بأس به کذا کل موضع تعلقت المعصیة بفعل فاعل مختار" (خلاصۃ الفتاوی ۳۷۶/۴-۳۷۷)۔

۵:الف- ذی روح تصویر والا کارٹون کی شرعاً اجازت نہیں، ہاں اگر بلا رأس ہوتو اس میں گنجائش معلوم ہوتی ہے۔

ب- شرعاً قباحت معلوم نہیں ہوتی ہے۔

۶- جب مقصد بہتر کاموں کی ترغیب ہو، معاشرہ کے مفاسد پر تنقید ہو، تو اس میں شرعاً کوئی قباحت معلوم نہیں ہوتی ہے، جبکہ محرمات شرعی پر مشتمل نہ ہو۔

تفریح ومزاح سے متعلق شرائط وضوابط

مفتی عبداللہ کاوی والا ☆

۱:الف-شریعت میں مزاح جائز ہے،لیکن دوباتوں کا خیال ضروری ہے ایک یہ کہ کسی کی دل آزاری نہ ہو، دوسرے یہ کہ کوئی خلاف واقعہ بات نہ کہی جائے، ان دوشرطوں کے ساتھ مزاح جائز ہے۔

ایک ہوتا ہے مزاح اور ایک ہوتا ہے استہزاء، ایک مطلوب ہے تو دوسرا ممنوع۔مزاح کی شریعت میں گنجائش ہے، استہزاء کی نہیں۔دونوں میں قدرے فرق ہے،مزاح کا مقصد خوش کلامی، دلداری، بے تکلفی کا اظہار اور ہنسانا ہوتا ہے،اور استہزاء کا مقصد مخاطب کی ایذارسانی اور دوسرے کے سامنے اس کی توہین ہوتی ہے۔

ب-مزاحیہ پروگراموں کا منعقد کرنا جو کئی گھنٹوں پر مشتمل ہو یا مزاحیہ مشاعرہ منعقد کرنا جو گھنٹوں بھر چلتا ہو،تو اس میں سب سے پہلا نقصان تضییع وقت ہے، اور دوسرا نقصان غیر شرعی امور کا پایا جانا، اور تیسرا نقصان نماز کا فوت ہونا اور بھی بہت سارے نقصانات ہیں، اس لئے مزاحیہ پروگراموں کا منعقد کرنا جائز نہیں ہے، دوسری بات یہ کہ مزاح تفریح طبع کے لئے جائز ہے،لیکن اس کو مشغلہ بنانا اور اس کے لئے باقاعدہ طور پر جلسہ منعقد کرنا اور فضول خرچی کرنا یہ ساری چیزیں شرعی حدود کے باہر ہیں، اس لئے یہ نا جائز ہے۔

ج-مزاحیہ کہانیاں لکھنا، انہیں پڑھنا اور ایسی کہانیوں پر مبنی کتابوں کو شائع کرنا، نیز

☆ دارالافتاء دارالعلوم عربیہ اسلامیہ بھروچ، کنتھاریہ۔

ان کی خرید وفروخت کرنا شرعی نقطۂ نظر سے درست نہیں ہے۔

د-لطیفہ گوئی یا مزاح نویسی کو پیشہ بنانا درست نہیں ہے، اس لئے کہ اس میں بے جا باتیں بھی ہوتی ہیں اور وقت کی ناقدری بھی ہوتی ہے اور لطیفہ گوئی یا مزاح نویسی یہ اللہ کی یاد سے غفلت کا سبب بھی ہے اور حضور علیہ السلام کی حدیث ہے: ''من حسن إسلام المرأ ترکه ما لا یعنیه'' اور اس کی اجرت بھی وصول کرنا درست نہیں ہے، اس لئے کہ اس میں کذب اور دل آزاری کا احتمال رہتا ہے۔

ہ-تفریح طبع کے لئے مزاحیہ ڈرامے کے پروگرام بھی منعقد کئے جاتے ہیں، جن کا مقصد ہنسنا ہنسانا ہوتا ہے، اس طرح کے ڈرامے لکھنا اور اس کا پروگرام کرنا اور اسے دیکھنا درست نہیں ہے۔

فقہ کا قاعدہ ہے: ''الضرورة تتقدر بقدر الضرورة'' شریعت نے تفریح طبع کے لئے مزاح کی اجازت تو دی ہے لیکن اس کو مشغلہ بنالینا اور خاص اس کے لئے پروگرام کرنا شریعت نے اس کی اجازت نہیں دی ہے، اور یہ ساری چیزیں مشرکین مکہ کے مشابہ ہیں، کیونکہ وہ بھی اس کی محفلیں قائم کرتے تھے اور دیر رات تک یہ سب کچھ چلتا رہتا تھا۔

اور ہنسنے ہنسانے کے متعلق قرآن کریم میں ہے: ''فلیضحکوا قلیلاً ولیبکوا کثیراً''، اور زیادہ ہنسنا ہنسانا موت سے غفلت کا سبب بھی ہے اور آخرت سے بھی، لہذا ان سارے نقصانات کی بناء پر مزاحیہ ڈرامے کرنا اور پروگرام منعقد کرنا درست نہیں ہے، تفریح طبع صرف انہی چیزوں پر مشتمل نہیں ہے بلکہ دوسری بھی چیزیں ہیں ان کو اختیار کرلے، جیسے دوڑ کرنا، تیر چلانا، تلوار بازی کرنا وغیرہ۔

و-موجودہ دور میں ڈاکٹروں کی رائے ہے کہ ہنسنا انسانی صحت کی برقراری اور اس کو چست ونشیط رکھنے کے لئے بہت معاون فعل ہے، اس لئے خاص طور پر ہنسنے کے پروگرام بھی رکھے جاتے ہیں، جس میں بہت سے لوگ بہ تکلف قہقہے لگاتے ہیں اور دیر تک ہنسنے کی کوشش

کرتے ہیں ایسا کرنا درست نہیں ہے، صرف ہنسنا ہی انسانی صحت کی برقراری کے لئے معاون نہیں ہے بلکہ دوسری اور بھی چیزیں ہیں ان کو اختیار کیا جاسکتا ہے، دوسری بات یہ کہ حضور ﷺ نے زیادہ ہنسنے اور قہقہہ لگا کر ہنسنے سے منع فرمایا ہے، ترمذی شریف کی روایت ہے: "ولا تکثر الضحک فإن کثرۃ الضحک تمیت القلب" (تحفۃ الأحوذی ۶/ ۹۴)۔ اس میں زیادہ ہنسنے سے منع فرمایا اور اس کی وجہ بیان فرمائی کہ زیادہ ہنسنے سے دل مردہ ہوجاتا ہے، وہ اس طور پر کہ دل آخرت سے غافل ہوجاتا ہے اور اللہ کی یاد سے بھی غافل ہوجاتا ہے۔

۲: الف- کھیل کے طریقہ کے اعتبار سے کھیل کے جائز اور ناجائز ہونے کے پانچ اصول ہیں جو مفتی شفیع صاحبؒ نے احکام القرآن میں بیان فرمائے ہیں:

(۱) لہو محض۔

(۲) وہ کھیل جس میں فائدہ بھی ہے نقصان بھی، لیکن شریعت میں اس کی ممانعت آئی ہے۔

(۳) وہ کھیل جس میں فائدہ تو ہے اور شریعت میں اس کی صریح ممانعت بھی نہیں آئی، لیکن تجربے سے اس کے ضرر کا نفع سے زیادہ ہونا ثابت ہوچکا ہو تو وہ بھی ممنوع کے حکم میں ہے۔

(۴) ایسے کھیل جن میں فائدہ ہے اور شریعت میں اس کی صریح ممانعت بھی نہیں آئی اور اس کا ضرر بھی اس کے نفع سے زیادہ نہیں لیکن ان میں محض بنیت لہو مشغول ہوتا ہے۔

(۵) ایسے کھیل جن میں منفعت مقصود ہے اور شریعت میں اس کی صریح ممانعت بھی نہیں آئی اور ان میں کوئی دینی نقصان بھی نہیں ہے اور ان میں مطلوبہ فائدہ حاصل کرنے کی غرض صحیح سے مشغول ہوتا ہے، بغرض لہو نہیں۔ ان پنجگانہ اقسام میں سے آخری پانچویں قسم کے علاوہ کوئی قسم جائز نہیں ہے، وہ بھی لہو کے جواز کی قبیل سے نہیں ہے بلکہ ایسی چیز مباح کی جارہی ہے جو صورۃً لہو ہے لیکن نیت صالحہ اور غرض صحیح کی وجہ سے وہ لہو نہیں رہا (احکام القرآن بحوالہ محمود الفتاوی ۳/ ۱۳۳)۔

ب-لباس وپوشاک کے سلسلہ میں کھلاڑیوں کے لئے چند باتوں کی رعایت ضروری ہے، اول یہ کہ مرد کے جسم کا وہ حصہ چھپ جائے جن کا ستر اور پردہ واجب ہے، اور اتنا باریک اور چست بھی نہ ہو کہ جسم کے اعضاء نمایاں ہوں، دوم یہ کہ ٹخنوں سے نیچے نہ ہو اور شوخی رنگ کا بھی نہ ہو (کتاب الفتاوی ۶/۹۵)۔

ج-اس دور کے مروجہ کھیلوں کے نام درج کئے جاتے ہیں، کرکٹ، فٹ بال، ٹینس بال، باسکٹ بال، ہاکی، والی بال، دوڑ ریس، گھوڑ سواری، تیر اندازی، تیراکی وغیرہ، یہ سارے کھیل فی نفسہ جائز ہیں، کیونکہ ان سے تفریح طبع اور ورزش تقویت ہوتی ہے، جو دنیوی اہم فائدہ ہے اور دینی فوائد کے لئے سبب بھی، لیکن شرط یہی ہے کہ یہ کھیل اس طرح پر ہوں کہ ان میں کوئی امر خلاف شرع اور تشبہ بالکفار نہ ہو، نہ لباس اور طرز وضع میں انگریزیت ہو اور نہ گھٹنے کھلے ہوں نہ اپنے اور نہ دوسروں کے اور نہ اس طرح اشتغال ہو کہ ضروریات اسلام نماز وغیرہ میں خلل آئے۔

اگر کوئی شخص ان شرائط کے ساتھ کرکٹ، ٹینس وغیرہ کھیل سکتا ہے تو اس کے لئے جائز ہے ورنہ نہیں، لیکن چونکہ آج کل عموماً یہ شرائط موجودہ کھیلوں میں موجود نہیں اس لئے ناجائز کہا جاتا ہے (احکام القرآن للتھانوی، کھیل کود اور تفریح کی شرعی حیثیت)۔

د-کھیل کی جیت ہار میں اگر پیسے کی شرط ہو تو اس کی چار شرطیں ہیں، ان میں سے ایک صورت ناجائز ہے اور تین صورتیں جائز ہیں:

(۱) جانبین سے پیسے کی شرط ہو تو یہ ناجائز ہے۔

(۲) جانبین میں سے ایک کی طرف سے شرط ہو دوسرے کی طرف سے نہیں تو یہ صورت جائز ہے۔

(۳) جانبین میں سے دونوں کی طرف سے شرط ہو لیکن تیسرے آدمی کو بغیر کسی شرط کے شریک کرلیا گیا ہو کہ اگر وہ ہارے تو اسے کچھ دینا نہ ہوگا اور اگر وہ جیتے تو باقی دونوں اسے حسب معاہدہ انعام دیں گے اور تیسرا شخص بھی اس پوزیشن میں ہو کہ اس کے جیتنے کی توقع کی

جا سکتی ہو، یہ صورت بھی جائز ہے۔

(۴) دو شخص کھیل میں شریک ہوں اور جیتنے والے کو انعام، حکومت یا کوئی اور شخص دے تو یہ صورت بھی جائز ہے (کتاب الفتاوی ۶/ ۱۵۹)۔

"(إن شرط المال) في المسابقة (من جانب واحد لو شرط) فيها (من الجانبين) لأنه يصير قماراً (إلا إذا أدخلا ثالثاً) محللاً (بينهما) بفرس كفء لفرسيهما يتوهم أن يسبقهما وإلا لم يجز، ثم إذا سبقهما أخذ منهما، وإن سبقاه لم يعطهما، وفيما بينهما أيهما سبق أخذ من صاحبه (و) كذا الحكم (في المتفقهة) فإذا شرط لمن معه الصواب صح، وإن شرطاه لكل على صاحبه لا، (درر) ومجتبى" (شامی ۹/ ۹۴، ۴۹۳)۔

د- جو کھیل اپنے طریقہ اور لباس کے اعتبار سے محرمات پر مشتمل نہ ہو، لیکن اس میں کھیلنے والوں اور کھیل دیکھنے والوں کا کافی وقت ضائع ہوتا ہو، تو اس طرح وقت کو ضائع کرنا دنیا و آخرت کا خسارہ ہے اور وقت کی اتنی اہمیت ہے کہ اس کے متعلق اور پوری زندگی کے متعلق کل قیامت میں پوچھ ہوگی، جیسے ابن مسعودؓ کی حدیث ہے: "عن النبي ﷺ قال: لا تزول قدما ابن آدم يوم القيامة من عند ربه حتى يسأل عن خمس: عن عمره فيما أفناه، وعن شبابه فيما أبلاه، وعن ماله من أين اكتسبه وفيما أنفقه وماذا عمل فيما علم" (ترمذی شریف ۲/ ۶۴)۔

(حضرت ابن مسعودؓ نبی کریم ﷺ سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ابن آدم کے دونوں قدم قیامت کے دن اپنے رب کے پاس سے نہیں ہٹ سکیں گے جب تک کہ اس سے پانچ چیزوں کے متعلق سوال نہ کرلیا جائے: (۱) اس کی عمر کے متعلق کہ کن کاموں میں اسے ختم کی، (۲) اس کی جوانی کے متعلق کہ کن مشغلوں میں اسے خرچ کی، (۳) اس کے مال کے متعلق کہ کہاں سے مال حاصل کیا، (۴) اور کن کاموں میں مال خرچ

کیا، (۵) اور اپنے علم پر کتنا عمل کیا)۔

لہذا جو وقت ملتا ہے اسے بہت بڑا قیمتی سرمایہ سمجھے اور بڑی ذمہ داری اور فکر کے ساتھ موت اور آخرت کی تیاری میں خرچ کرے، بے کار اور لغو کاموں میں ضائع نہ کرے، شیخ سعدی نے بڑے پتہ کی بات کہی ہے: یاد الٰہی کے علاوہ کسی اور چیز میں مشغول ہونا عمر ضائع کرنا ہے، عشق الٰہی کے سوا جو کچھ کیا جائے بے کار ہے (محمود الفتاوی ۳/ ۱۴۰-۱۴۱)۔

و-شریعت میں تفریح طبع کے لئے کھیل کود کی اجازت دی ہے، لیکن بعض مرتبہ تفریح دیکھنے سے بھی ہوتی ہے اگر تفریح کی نیت سے تھوڑی دیر کھیل دیکھے تو اس کی گنجائش ہے جیسے ایک مرتبہ کچھ حبشی غلام کھیل دکھا رہے تھے تو آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ کو اپنے پیچھے سے کھیل دکھایا تھا تو معلوم ہوا کہ جو کھیل کھیلنا جائز ہے اس کا دیکھنا بھی جائز ہے مگر محدود وقت میں اگر اس میں زیادہ وقت ضائع ہوتا ہو تو اس سے بچنا چاہئے، ہاں کھیل دیکھنے کے لئے ٹکٹ خریدنا تو یہ فضول خرچی ہے، اور فضول خرچی کرنے والے کو شیطان کا بھائی کہا ہے، اور مفتی شفیع صاحب نے قرطبی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ امام مالکؒ فرماتے ہیں: فضول خرچی کرنا حرام ہے، اس لئے بے جا پیسہ خرچ کرنے سے احتراز کرنا چاہئے۔

۳: الف-تفریحی مقصد کے لئے ایک شہر سے دوسرے شہر اور ایک ملک سے دوسرے ملک کا سفر کرنا درست ہے، تفریح جس طریقہ سے کھیلنے سے اور کھیل دیکھنے سے حاصل ہوتی ہے، اسی طریقہ سے سیر و تفریح سے بھی حاصل ہوتی ہے، بعض مرتبہ آدمی ایک جگہ رہنے سے اکتا جاتا ہے اور اس کو بے چینی ہونے لگتی ہے تو وہ تفریح کے لئے گھومنے نکلتا ہے تو بعض مرتبہ تفریح گاہوں میں گھومنے جاتا ہے اور بعض مرتبہ دوسرے شہر جاتا ہے، اسی طریقہ سے دوسرے ملک بھی جاتا ہے اگر اس میں غیر شرعی امور نہ پائے جاتے ہوں تو کوئی حرج نہیں ہے، اگر چہ اس میں کثیر رقوم کا صرفہ ہو جیسے آدمی اگر زیب و زینت اور آرائش کے لئے مہنگے کپڑے پہنے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ آپ ﷺ نے بھی ایک مرتبہ خوب مہنگا کپڑا پہنا تھا، اسی طریقہ سے علامہ تھانویؒ فرماتے ہیں

کہ اگر آدمی نعمت کے اظہار کے خاطر مہنگے سے مہنگے کپڑے پہنے تو کوئی حرج نہیں ہے تو اسی طریقہ سے اپنی آرائش اور سیر وتفریح کے خاطر جس سے اس کو قلبی سکون ہو جس میں کثیر رقوم کا صرفہ ہو تو کوئی حرج نہیں ہاں مگر اسراف نہ ہو، لیکن اگر ریاء اور دکھلاوے کے لئے ہو تو ممنوع ہے۔

اللہ نے فرمایا ہے: "قل سيروا في الأرض فانظروا كيف كان عاقبة المكذبين، قل سيروا في الأرض فانظروا كيف بدأ الخلق، قل سيروا في الأرض فانظروا كيف كان عاقبة الذين من قبل"۔

ان آیات میں اللہ کی قدرت میں غور وخوض اور عبرت حاصل کرنے کو کہا ہے تو اگر کوئی اس نیت سے تفریح کرے تو یہ تفریح باعث اجر وثواب بھی ہوگی، اگر سیر وتفریح میں اسراف ہو اور غیر شرعی امور پائے جائیں تو یہ تفریح ناجائز ہے۔

لیکن اگر تفریح کے خاطر دوسرے ملک اور دوسرے شہر نہ جائے بلکہ اپنے ہی علاقہ میں گھوم پھر کر تفریح حاصل کر لے تو اس میں پیسہ بھی کم خرچ ہو اور یہ بہتر بھی ہے۔

ب- ایسے سفر میں بال بچوں کو ساتھ رکھنا درست ہے، لیکن جہاں پر جان ومال اور عزت وآبرو کا خطرہ ہو وہاں لے جانا بہتر نہیں، اسی طریقہ سے وہاں لے جانا جہاں کا ماحول اچھا نہ ہو جس سے بچوں کے اخلاق میں بگاڑ آوے اور بال بچوں میں بے حیائی جنم لیوے ایسی جگہوں پر لے جانے سے پرہیز کرے۔

ج- جس مقام پر مختلف علاقوں کے لوگ سیاحت کی غرض سے آتے ہیں، وہاں پر عموماً بعض غیر شرعی باتیں بھی دیکھنے میں آتی ہیں آج کوئی جگہ ایسی نہیں ہے جہاں پر غیر شرعی امور نہ پائے جائیں، ہاں کہیں پر زیادہ کہیں پر کم، کہیں پر بچنا ممکن ہے اور کہیں پر نہیں، اگر ایسی جگہ ہے جہاں پر غیر شرعی امور تو پائے جاتے ہیں لیکن اس سے بچنا ممکن ہے تو ایسی جگہ پر جانے میں کوئی حرج نہیں، اور وہ جگہیں جہاں پر اس قدر پائے جائیں جن سے بچنا ممکن نہیں جیسے وہاں پر گانا وغیرہ مسلسل بجتا ہے اور غیر محرم عورتیں بکثرت پائے جاتے ہیں اور بے پردگی زیادہ ہوتی ہو تو ایسی

جگہوں پر تفریح کی غرض سے جانا درست نہیں ہے، کیونکہ "إثمهما أكبر من نفعهما"، وہاں جانے والوں کے لئے سواری کرایہ پر لگانا اور ایسے مقام پر اشیاء خورد ونوش خریدنے کے لئے دکان لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ یہ ایسی چیزیں ہیں جن کا غیر شرعی باتوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

د-آج کل ٹور پر لے جانے کے لئے مختلف کمپنیاں قائم ہیں، جو آمد ورفت کے لئے ٹکٹ اور قیام کے لئے سہولتوں کا نظم کرتے ہیں، تو ایسی ٹور کمپنیاں قائم کرنا جائز ہے، کیونکہ ایسی چیزوں کا ان امور سے کوئی تعلق نہیں ہے، جیسے اگر کوئی شخص بس چلاتا ہے اور وہ بس کئی جگہوں سے ہوکر گذرتی ہے ان میں شراب کے اڈے بھی آتے ہیں مندر بھی آتی ہے قحبہ خانہ بھی آتا ہے سنیما ہال بھی آتے ہیں تو کئی لوگ ان جگہوں پر اترتے ہیں تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ بس چلانا جائز نہیں ہے، اسی لئے ٹور کمپنیاں قائم کرنا جائز ہے، "وجاز بيع عصير عنب ممن علم أنه يتخذ خمراً، لأن المعصية لا تقوم بعينه بل بعد تغييره" (الدرالمختار ۹/ ۵۶۰-۵۶۱)۔

۴- ایسی فلمیں بنانا جائز ہے جس میں بے حیائی، فحاشی، عورتوں کا زیب وزینت کے ساتھ یا نیم برہنہ حالت میں سامنے آنا اور اس کے علاوہ فسق وفجور کے دوسرے اسباب پر مشتمل نہ ہو، اگر چاہے وہ دستاویزی فلمیں ہوں یا تاریخی فلمیں ہوں یا تعلیمی مقاصد کے لئے بنائی گئی فلمیں ہوں جیسے قرآن میں جن مقامات کا ذکر آیا ہے متعلقہ آیات کو پڑھتے ہوئے ان مقامات کا دکھلانا ان کا استعمال تعلیمی مقصد کے لئے کیا جاسکتا ہے۔

مگر وہ فلمیں جو قرآن میں یا احادیث میں ذکر کردہ واقعات کے مطابق بنائی جاتی ہیں جنگ بدر، جنگ احد اسی طریقہ سے دوسری جنگیں، اور نبیوں کے واقعات جیسے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کا فرعون کے سامنے جانا اور اپنے عصا کو ڈالنا، یہ ایسی فلمیں ہیں جن سے صحابہ کرام اور انبیاء کرام کی توہین ہوتی ہے، اس لئے ایسی فلمیں بنانا جائز نہیں ہے، اسی طریقہ سے وہ فلمیں جن میں بے حیائی وعریانیت عورتوں کا زیب وزینت کے ساتھ یا نیم برہنہ حالت میں آنا اور اس کے

علاوہ دوسرے فسق وفجور کے دوسرے اسباب پر مشتمل ہو، بنانا ناجائز اور حرام ہے (فقہی مقالات)۔

۵: الف- جاندار اشیاء کے کارٹون بنانا اور ان کو اخبارات میں چھاپنا، تو ان کا حکم یہ ہے کہ اگر کارٹون اس طرح بنایا جائے کہ چہرہ، آنکھیں، ناک، کان وغیرہ واضح ہوں اور اس سے ان کی شناخت ہورہی ہو تو ایسے کارٹون بنانا اور ان کا استعمال جائز نہیں، البتہ اگر ایسے کارٹون بنائے جائیں جن میں جاندار کی شکل واضح نہ ہو یعنی اس کی ناک، کان، آنکھیں، منہ وغیرہ واضح نہ ہوں تو ایسے کارٹون بنانے کی گنجائش ہے، تاہم مناسب نہیں، کیونکہ وہ بھی تصویر کے مشابہ ہیں (تصویر اور سی ڈی کے شرعی احکام ۱۶۳)۔

ب- کارٹون اگر اس طرح ہو کہ اس کے کان، آنکھ، ناک، چہرہ واضح نہ ہو تو اس کو ذریعہ آمدنی بنانا جائز ہے اور اس مقصد کے لئے ملازمت کرنا درست ہے اور اگر اعضاء نمایاں ہوں تو اس کو ذریعہ آمدنی بنانا جائز نہیں ہے اور اس مقصد کے لئے ملازمت بھی جائز نہیں ہے (تصویر اور سی ڈی کے شرعی احکام ۱۶۳)۔

ج- جس طرح ذہنی تفریح کا ایک ذریعہ ڈرامہ ہے جس میں مختلف افراد بطور کردار کے شامل ہوتے ہیں اور وہ متعین جملوں کو ادا کرتے ہیں، آج کل دینی مدارس میں بھی مکالمات کی صورت میں مروج ہوگئی ہے، یہ بھی اس میں شامل ہے، اگر ڈرامہ غیر اخلاقی مقاصد کے لئے ہو تو ڈرامہ کرنا درست نہیں ہے، اور اگر بہتر مقاصد کے لئے جیسے عوام میں موجود خرافات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان کو دور کرنے کے لئے مکالمات کئے جائیں تو اس طرح کے ڈرامے کرنا درست ہے، بشرطیکہ اس میں کوئی غیر شرعی امور نہ پائے جائیں، واللہ اعلم بالصواب (بحوالہ محمود الفتاوی)۔

تفریح کے ذرائع اور ان کا استعمال

مفتی محمد جعفر ملی رحمانی ☆

ا-الف- آپ ﷺ کی سیرتِ طیبہ ہم مسلمانوں کے لیے زندگی کے ہر موڑ پر ایک کامل آئیڈیل ونمونہ ہے، چناں چہ آپ ﷺ جہاں راتوں کی تاریکیوں اور خلوتوں میں اپنے رب ذوالجلال کے سامنے اتنا لمبا قیام فرمایا کرتے تھے کہ قدمہائے مبارک پر ورم آجایا کرتا تھا، وہیں آپ جلوتوں میں طیبات کو پسند بھی فرماتے تھے، بسا اوقات فرحت وبشاشت کا اظہار بھی کردیا کرتے اور کبھی کبھی دل لگی ومزاق بھی فرماتے تھے، جیسا کہ امام ترمذیؒ نے ''شمائل'' میں اس حدیث کی تخریج فرمائی ہے کہ......

''ایک بوڑھی عورت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی: اے اللہ کے رسول آپ میرے لیے دعا کردیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں داخل فرمادے، تو آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا: ''اے ام فلاں! جنت میں بوڑھی عورت داخل نہیں ہوگی''، جس پر وہ بوڑھی خاتون (اپنے متعلق یہ گمان کرکے کہ وہ ہرگز جنت میں داخل نہ ہوگی) بیقرار ہوگئی اور رونے لگ گئی''۔ جب آپ نے اسے بیقرار اور روتے ہوئے دیکھا تو آپ نے اس کے سامنے اپنے کلام کی غرض بیان کردی کہ میرے کلام کی مراد یہ ہے کہ بوڑھی عورت، بوڑھی ہونے کی حالت میں ہر گز جنت میں داخل نہیں ہوگی، بلکہ اللہ تعالیٰ اسے دوبارہ پیدا فرمائیں گے، اور وہ جوان وباکرہ ہوکر جنت میں داخل ہوگی، اور آپ نے اس کے سامنے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پڑھا: ''إنا أنشأنٰهن

☆ دارالافتاء جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا، نندربار، مہاراشٹر۔

إنشاءً، فجعلناهن أبكاراً، عرباً أتراباً" (الواقعۃ:۳۵-۳۷)(ہم نے اٹھایا ان عورتوں کو ایک اچھی اٹھان پر، پھر کیا ان کو کنواریاں، پیار دلانے والیاں ہم عمر) (ص۱۶، باب ما جاء فی صفۃ مزاح رسول اللہ ﷺ، قضایا اللھو والترفیہ: ص ۱۹۴، ۱۹۵، فصل فی الملاہی المنصبیۃ)۔

علامہ ابو البرکات نے ''کتاب المراح فی المزاح'' میں اسی طرح کی ایک حدیث تخریج فرمائی ہے کہ......

''ایک خاتون جسے ''ام ایمن'' کہا جاتا تھا، اپنے شوہر کے لیے کسی چیز کا سوال کرنے کی غرض سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی، تو آپ نے اس سے فرمایا: تمہارا شوہر کون ہے؟ اس نے جواب دیا: فلاں، تو آپ نے فرمایا: اچھا وہ جس کی آنکھ میں سفیدی ہے؟ تو وہ کہنے لگی: اے اللہ کے رسول! ان کی آنکھ میں سفیدی نہیں ہے، تو آپ نے فرمایا: کیوں نہیں، ان کی آنکھ میں سفیدی ہے، اب وہ خاتون گھر آکر اپنے شوہر کی آنکھوں پر غور کرنے لگ گئی، تو شوہر نے اس سے کہا: کیا بات ہے؟ تو اس نے عرض کیا: مجھے اللہ کے رسول ﷺ نے بتلایا کہ آپ کی آنکھوں میں سفیدی ہے، تو شوہر نے کہا: کیا تو نہیں دیکھتی کہ میری آنکھوں کی سفیدی ان کی سیاہی سے زیادہ ہے'' (کتاب المراح فی المزاح ص ۱۳، قضایا اللھو والترفیہ: ص ۱۹۵، فی الملاہی المنصبیۃ)۔

اسی طرح حضرت انس بن مالکؓ کی ایک دوسری روایت میں وارد ہے کہ ''ام سلیم'' کا بیٹا جسے ''ابو عمیر'' کہا جاتا تھا، بسا اوقات جب وہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو آپ اس سے مزاح فرماتے تھے، ایک دن کا واقعہ ہے کہ......

''آپ نے ان کو حزین وغمگین حالت میں پایا، تو آپ نے فرمایا: کیا بات ہے آج میں ابو عمیر کو غمگین دیکھتا ہوں، تو لوگوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اس کا وہ چڑیا کا بچہ مرگیا جس سے وہ کھیلا کرتا تھا، تو آپ ﷺ انہیں یہ کہہ کر آواز دینے لگے: ''یا أبا عمیر ما فعل النغیر؟''

و عن أنس قال: ...... و کان لي أخ یقال له أبو عمیر ...... و کان إذا جاء

قال : '' یا أبا عمیر ما فعل النغیر؟ '' الخ (ص۹ ۱۱۰، الرقم: ۶۲۰۳، کتاب الأدب، باب الکنیۃ للصبي قبل أن یولد للرجل، دار احیاء التراث العربي بیروت، سنن الترمذي: ۲/ ۱۹، أبواب البر والصلۃ، باب ماجاء في المزاح، مکتبہ بلال دیوبند، قضایا اللہو والترفیہ: ص۱۹۷)۔

الغرض ذخیرۂ احادیث پر نظر کرنے اور حضرات صحابہ کی سیرت کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ اور آپ کے اصحاب، مذاق ومزاح فرمایا کرتے تھے، جس سے اس کی اباحت واجازت ثابت ہوتی ہے۔...... لیکن مزاح ومزاق کی حدود ہیں:

ا- حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ ایسی مزاح ومذاق منع ہے جس میں افراط ہو، یا ایسی مزاح منع ہے جس پر مداومت ہو، کیوں کہ اس طرح کی مزاح انسان کو اللہ کی یاد اور مہماتِ دین میں تفکر سے مشغول کردیتی ہے، اور ایسے مذاق کا ثمرہ قساوتِ قلبی، ایذاء، کینہ اور سقوطِ تعظیم وتوقیر کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے، (فتح الباري لابن حجر العسقلاني: ۱۰/ ۵۴۳، قضایا اللہو والترفیہ لمادون رشید: ص ۲۰۰)۔

۲- اسی طرح ایسی مزاق جس میں کذب بیانی اور دروغ گوئی ہو شرعاً جائز نہیں ہوگی، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہؓ کی اس روایت سے ثابت ہوتا ہے، حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپ کے اصحاب نے آپ سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ہم سے مذاق فرماتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: میں آپ لوگوں سے مذاق ضرور کرتا ہوں، مگر مذاق میں سچ بات ہی کہتا ہوں''۔

وعن أبي هريرة قال: قالوا: يا رسول الله! إنک تداعبنا؟ (یعني تمازحنا) قال: ''إني لا أقول إلا حقاً'' (شمائل الترمذي: ص ۱۶، باب ماجاء في المزاح، الأدب المفرد للبخاري: ص ۳۰۰، قضایا اللہو والترفیہ: ص ۱۹۶، المکتب الاسلامي)۔

ب- کئی کئی گھنٹوں کے مزاحیہ پروگراموں، یا مشاعرہ کو منعقد کرنا درست نہیں ہونا چاہیے، کیوں کہ آپ ﷺ نے وقتاً فوقتاً مزاح فرمایا، لیکن اس کے لیے مستقلاً اس طرح کی مستقل کئی کئی گھنٹوں پر مشتمل مجلس منعقد نہیں کی، نیز اس طرح کے اتنے لمبے اور طویل مزاحیہ

پروگرام منعقد کرنے میں انسان اپنے بہت سے فرائض اور ذمہ داریوں سے غافل بھی ہوجاتا ہے، جب کہ اسلام نے ہر صاحب حق کو اس کا حق دینے کا نہ صرف حکم دیا بلکہ حقوق تلفی، اور اس میں کوتاہی پر سخت وعید بیان فرمائی، ارشاد ربانی ہے: ''ویل للمطففین الذین إذا اکتالوا علی الناس یستوفون'' (خرابی ہے گھٹانے والوں کی، وہ لوگ کہ جب ناپ کرلیں لوگوں سے، تو پورا بھرلیں) (سورۃ المطففین: ۱-۲)۔

اسی طرح فرمان نبوی ﷺ ہے: ''فَأَعْطِ کُلَّ ذِیْ حق حقه'' کہ ہر صاحب حق کو اس کا حق دینا واجب ہے (بخاری ۱/ ۲۶۴)۔

ج - مزاحیہ کہانیاں لکھنا، انہیں پڑھنا اور ایسی کہانیوں پر مشتمل کتابوں کو شائع کرنا، نیز ان کی خرید وفروخت شرعی نقطۂ نظر سے جائز عمل ہے، مگر اس کی حد یہ ہے کہ آدمی وقتاً فوقتاً اس طرح کی کہانیاں لکھیں اور پڑھیں، انہیں مستقل اپنا مشغلہ نہ بنائیں، کیوں کہ یہ ہماری زندگی کا مقصد اصلی نہیں ہے، بلکہ تفریحی چیز ہے، اور تفریحی چیزیں بقدر تفریح ہی ہونی چاہیے، نہ یہ کہ وہ مقصد اصلی پر غالب آجائیں۔

د - لطیفہ گوئی یا مزاح نویسی جب فی نفسہ جائز ہے تو اس کو پیشہ یا ذریعۂ آمدنی بنانا جائز ہونا چاہیے، مگر اس شرط کے ساتھ کہ یہ پیشہ انسان کو یادِ خدا اور فرائضِ منصبی سے غافل نہ کردے، جیسا کہ ہر پیشہ میں شرط اولین ہے: ''رجال لا تلهیهم تجارة ولا بیع عن ذکر الله'' (ایسے لوگ جنہیں نہ تجارت غفلت میں ڈال دیتی ہے نہ خرید (وفروخت) اللہ کی یاد سے، اور نماز پڑھنے سے اور زکوۃ دینے سے) (سورۃ النور: ۳۷)۔ ورنہ جائز پیشہ بھی ناجائز ہوجاتا ہے۔

ھ - تفریحِ طبع کے لیے مزاحیہ ڈرامے کے پروگرام منعقد کرنا، لکھنا، اور اسے دیکھنا چند شرائط کے ساتھ درست ہے:

۱ - اس ڈرامے میں کسی کے ساتھ تمسخر یہ واستہزاء نہ کیا گیا ہو:

''یآیها الذین آمنوا لا یسخر قوم من قوم عسَی أن یکونوا خیرا منهم

ولا نساء من نساء عسیٰ أن یکن خیرا منهن، ولا تلمزوا أنفسکم ولا تنابزوا بالألقاب، بئس الاسم الفسوق بعد الإیمان، ومن لم یتب فأولئک هم الظلمون" (سورۃ الحجرات:۱۱)۔

علامہ عبد الماجد دریابادیؒ فرماتے ہیں: "یعنی کسی کو کیا خبر کہ اللہ کے نزدیک بہتر اور قابل عزت کون ہے، ہنسنے والا ہے یا وہ جس پر ہنسا جارہا ہے، اس احساس کو بیدار کرکے قرآن نے گویا معاشرہ اسلامی کے اندر تمسخر وتفضیح کی جڑ ہی کاٹ دی ہے، تعلیم ہمارے ہاں کی یہ تھی اور عمل یہ ہے کہ دوسرے پر ہنسنا، بنانا، علانیہ اس کی رسوائی کرنا، عیب نہیں، بلکہ داخل ہنر ہوگیا (تفسیر ماجدی مع ترجمۂ قرآن: ص ۱۰۳۲)۔

۲- کسی کی عیب جوئی کرنا، سخت تنقید کا نشانہ بنانا، تہمت لگانا، اور کسی کو برے القاب سے پکارنا اس میں نہ پایا جاتا ہو۔

۳- کسی کو دہشت زدہ وخوفزدہ نہ کیا جائے ترویع المسلم وإفزاعه..... مسلمان کو خوفزدہ ودہشت زدہ کرنا۔

حضور پاک ﷺ کا ارشاد ہے: "لا یحل لمسلم أن یروّع مسلما" کہ کسی مسلمان کے لیے حلال نہیں ہے کہ وہ کسی مسلمان کو خوفزدہ ودہشت زدہ کرے (أبوداود، الرقم: ۵۰۰۴، کتاب الأدب، باب من یأخذ الشيء علی المزاح، وأحمد: ۵/ ۳۶۲، غایۃ المرام: ص ۲۵۷)۔

منجملہ مزاح محرم کی اقسام میں یہ بھی ہے کہ مسلمان کی طرف ہتھیار سے اشارہ کرے، خواہ وہ چھری ہو یا تلوار، یا نیزہ ہو یا بندوق، یا اس کے علاوہ کسی تیز دھار دار آلات میں سے ہو، جن کو لڑائی کے وقت یا کسی چیز کے کاٹنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، جیسا کہ مندرجہ ذیل حدیث میں ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ......

"عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں کہ ہم سے صحابۂ رسول ﷺ نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ وہ رسول کریم ﷺ کے ساتھ سفر میں جارہے تھے، ان میں سے ایک صاحب سو گئے،

تو بعض لوگوں نے ان کو جا کر پکڑ لیا، تو وہ صحابی گھبرا گئے، اس موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا: "لا یحل لمسلم أن یروّ ع مسلماً" (حوالہ سابق)۔

۴- لوگوں کو ہنسانے کے لیے دروغ گوئی سے کام نہ لیا گیا ہو (الکذب لإضحاک الناس.....لوگوں کو ہنسانے کے لیے دروغ گوئی سے کام لینا۔

حضرت بہز بن حکیم اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ویلٌ للذي یُحدِّثُ بالحدیث لیُضحِک به القوم فیکذب، ویل له! ویل له!" (کہ ہلاکت ہے اس شخص کے لیے جو لوگوں کو ہنسانے کے لیے دروغ گوئی سے کام لیتا ہے، اس کے لیے ہلاکت ہے، اس کے لیے ہلاکت ہے) (ابوداود، الرقم: ۴۹۹۰، کتاب الادب، باب في التشدید في الکذب، الترمذی، کتاب الزہد، باب ما جاء من تکلم بالکلمۃ لیضحک الناس، الدارمی: ۲/ ۲۰۶، الرقم: ۲۷۰۵، الاستئذان، باب في الذي یکذب لیضحک به القوم، احمد: ۵/ ۳، فیض القدیر للمناوی: ۶/ ۳۶۸، الرقم: ۹۶۴۸، دار المعرفۃ بیروت)۔

حدیث مذکورہ ایسے حرمتِ افعال واقوال پر نصِ صریح ہے، جو لوگوں کو ہنسانے کا ذریعہ بنتے ہیں۔

نیز اس طرح کی مزاحیہ مجالس اور ڈرامے کے پروگراموں میں جب معینہ اشخاص کی جھوٹ موٹ برائیاں اور ان کے عیوب افشاء کیے جائیں تو اشاعتِ کذب کی بناء پر حق وباطل کا اختلاط لازم آئے گا، اسی مصلحت کے پیشِ نظر اسلام نے جھوٹ کو بالکلیہ حرام قرار دیا اور اس پر انجامِ بد کی سخت وعید بھی سنادی۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: "(علیکم بالصدق)، إن الصدق یهدي إلی البرّ، وإن البرّ یهدي إلی الجنة، وإن الرجل لیصدُقُ حتی یکونَ صدیقاً، (وإیاکم والکَذِبَ)، إن الکَذِبَ یهدي إلی الفُجُورِ، وإن الفجورَ یهدي إلی النارِ، وإن الرجل لیَکذِبُ حتی یُکتَبَ عند الله کذاباً" (صحیح البخاری: ص ۱۰۹۴، برقم: ۶۰۹۴، کتاب الادب، باب قولہ تعالیٰ: یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین، وما ینہیٰ عن الکذب، مسلم: ۸/ ۲۱۰، الرقم: ۲۶۰۷، کتاب البر والصلۃ، باب قبح الکذب وحسن الصدق وفضلہ، دار احیاء التراث العربی بیروت، قضایا اللہو والترفیہ: ص ۲۱۰، ۲۱۱)۔

۵- غیر اقوام کی مشابہت اختیار نہ کی گئی ہو حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "**من تشبه بقوم فهو منهم**" کہ "جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے وہ بھی انہیں میں سے ہے" (ابو داود: ص ۵۹۹، کتاب اللباس باب لباس الشہرۃ، قدیمی)۔

قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں: "مزاحِ محمود کے متعلق احادیث پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ ایسا مزاح جس کی وجہ سے دلوں میں کینہ وحسد، نفرت وعداوت پیدا ہو، اور وہ مزاح گالی گلوج اور فحش باتوں پر مشتمل ہو، یا اس کے ذریعے کسی آدمی کی عزتِ نفس وآبرو اور جان ومال پر حملہ کیا جائے، تو وہ مزاح غیر محمود ومذموم ہے، اور اس مزاح سے ہٹ کر ہے جو مزاح آپ ﷺ (بعض مواقع پر) فرمایا کرتے تھے" (قضایا: ص ۲۰۰)۔

و- ڈاکٹروں کی رائے کے مطابق ہنسنا انسانی صحت کی برقراری اور اس کو چست ونشیط رکھنے کے لیے معاون فعل ضرور ہے، مگر ڈاکٹروں کی آراء نصوصِ شرعیہ سے ثابت، کثرتِ ضحک کی ممانعت کا مقابل دلیل نہیں بن سکتیں، کیوں کہ شریعت نے ہنسنے کی ایک حد مقرر کر دی ہے، اور اس کے لیے کچھ شرائط بھی ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے: "**فليضحكوا قليلاً وليبكوا كثيراً**" (سورۃ التوبۃ: ۸۲) (سو تھوڑے دن ہنس لیں اور پھر (آخرت میں) بہت دن روتے رہیں)۔

علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ کثرتِ کلام بغیر ذکر اللہ کے دل کو سخت کر دیتا ہے: "**كثرة الكلام بغير ذكر الله تقسي القلب**" (۴۴۶/۱۰)، اور ایک جگہ فرماتے ہیں: بہت زیادہ ہنسنا اور ہنسنے میں غلو کرنا وقار کو ختم کر دیتا ہے، **والمكروه من ذلك إنما هو الإكثار منه أو الإفراط فيه، لأنه يذهب الوقار** (۶۲۱/۱۰)، اور ضابطہ ہے کہ "ذریعۂ محذور بھی محذور ہوتا ہے" (ہدایہ ۳/۴۶۶، بدائع ۶/۳۸۸، ۱/۲۶۸، شامی ۵/۲۲۳، فتح الباري ۱۰/۵۰۱ تحت رقم: ۵۹۷۵)، اس لیے ہنسنے ہنسانے کے پروگرام منعقد کرنا، اس میں بتکلف قہقہے لگانا اور دیر تک ہنسنے کی کوشش کرتے رہنا شرعاً جائز اور درست نہیں ہونا چاہیے۔

۲-الف-شریعتِ اسلامیہ میں وقت کی حفاظت اور بامقصد زندگی کے قیام کا حکم دیا گیا، لہو ولعب اور لغو کی ممانعت کی گئی، ممانعت کا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ تفریح کی بھی ممانعت ہے، بلکہ شرعاً ایک حد تک مستحسن ومطلوب ہے، تاکہ اس تفریح کے ذریعہ جسم وروح کی سستی دور ہوکر طبیعت میں نشاط وچستی، حوصلہ وہمت پیدا ہو، اور انسان مکمل طور پر زندگی کے اعلیٰ مقصد عبادت کی طرف متوجہ ہوسکے، لہذا تفریحی کھیل کود کے سلسلے میں فقہاء وعلماء نے قرآن وحدیث سے چند ضوابط اخذ کئے ہیں:

۱-ایسا کھیل جس میں کوئی دینی ودنیوی کوئی مصلحت ومقصد نہ ہو، نہ اس کی غرض، غرضِ صحیح ہو، بلکہ محض وقت گذاری ہوتو ایسا کھیل ناجائز ہے۔

۲-ایسا کھیل جس میں کوئی مصلحت دینوی یا اس کی غرض، غرضِ صحیح تو ہو، مگر اس کی ممانعت کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہو، تو وہ بھی ناجائز ہے۔

۳-ایسا کھیل جس میں لوگوں کے لیے مصلحت وفوائد تو ہوں، مگر تجربہ سے یہ بات ثابت ہوچکی ہو کہ اس کے نقصانات فوائد سے زیادہ ہیں، اوران کا کھیلنا انسان کو اللہ کی یاد، نماز اور فرائضِ شرعیہ سے غافل کردیتا ہے، تو یہ کھیل بھی ناجائز ہے۔

۴-ایسا کھیل جس کا مقصد دینی یا دنیوی مصلحت وفوائد کو حاصل کرنا ہوتو مباح ہے، بشرطیکہ یہ کھیل کفار وفساق کا شعار نہ ہو، اور اس میں ہار جیت پر مال کی شرط نہ ہو۔

''اعلم أن الشريعة المصطفوية السمحة البيضاء لا تمنع الارتفاقات والمصالح التي فطرت عليها الطبيعة البشرية ولا ترتضي الرهبانية والتبتل بل تقتضي المدنية والمعاشرة الصالحة ...... ومن المعلوم أن من الحاجة المفطور عليها الإنسان تمرين البدن وترويح القلب وتفريحه ساعة فساعة ومن هنا قال عليه الصلاة والسلام: ''روحوا القلوب ساعة فساعة'' [أخرجه أبوداود في مراسيله] .... وحاصل الكلام أن ترويح القلب وتفريحه وكذا

تمرين البدن من الارتفاقات المباحة والمصالح البشرية التي لا تمنعها الشريعة السمحة برأسها ۔ نعم ۔ تمنع الغلو والانهماک فيها بحيث يضر بالمعاش أو المعاد ...... فالضابط في هذا الباب عند مشايخنا الحنفية المستفاد من أصولهم وأقوالهم:... أن اللهو المجرد الذي لا طائل تحته وليس له غرض صحيح مفيد في المعاش ولا لمعاد حرام أو مكروه تحريماً ۔ وهذا أمر مجمع عليه في الأمة متفق عليه بين الأئمة ... وما كان فيه غرض ومصلحة دينية أو دنيوية فإن ورد النهي عنه من الكتاب أو السنة [كما في النرد شير] كان حراماً أو مكروهاً تحريماً ... وألغيت تلک المصلحة والغرض لمعارضتها للنهي الماثور حكماً بأن ضرره أعظم من نفعه ۔ وهذا أيضاً متفق عليه بين الأئمة .... وأما ما لم يرد فيه النهي عن الشارع وفيه فائدة ومصلحة للناس فهو بالنظر الفقهي على نوعين: الأول: ما شهدت التجربة بأن ضرره أعظم من نفعه ومفاسده أغلب على منافعه وأنه من اشتغل به ألهاه عن ذكر الله وحده وعن الصلوات والمساجد التحق ذلک بالمنهي عنه لاشتراک العلة فكان حراماً أو مكروهاً۔ والثاني: ما ليس كذلک فهو أيضاً إن اشتغل به بنية التلهي والتلاعب فهو مكروه وإن اشتغل به لتحصيل تلک المنفعة وبنية استجلاب المصلحة فهو مباح بل قد يرتقي إلى درجة الاستحباب أو أعظم منه"

(۴/ ۳۴۴، کتاب الشعر، باب تحریم اللعب بالنردشیر، حکم الالعاب في الشریعۃ، أحکام القرآن للتھانوي: ۳/ ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، سورۃ لقمان: ٦، معارف القرآن: ۷ / ۲۳، کھیل کود اور تفریح کی شرعی حیثیت: ص ۱۳)۔

ب-لباس وپوشاک کے سلسلے میں کھلاڑیوں کے لیے مندرجہ ذیل باتوں کی رعایت ضروری ہے:

۱-کھلاڑیوں کا ایسا لباس پہننا جس میں مرد عورتوں اور عورتیں مردوں کی مشابہت اختیار کریں، شرعاً جائز نہیں ہے۔

"عن ابن عباس رضی الله عنهما قال: "لعن رسول الله ﷺ المتشبهين من الرجال بالنساء، والمتشبّهات من النساء بالرجال" (صحیح البخاری ص:۱۰۶۶، کتاب اللباس، باب المتشبهون بالنساء والمتشبهات بالرجال، الرقم: ۵۸۸۵)۔

۲-کھلاڑیوں کا ایسا لباس پہننا جس سے حلیہ اور وضع قطع اس طرح بدل جائے کہ غیر مسلموں سے بظاہر کوئی امتیاز باقی نہ رہے، یہ بھی شرعاً جائز نہیں ہے۔

"إن اللباس الذي يتشبه به الإنسان بأقوام كفرة، لا يجوز لبسه لمسلم إذا قصد به التشبه بهم" (موسوعۃ تکملۃ فتح الملہم ۱۰/۷۷، کتاب اللباس والزینۃ)۔

۳-نیز کھلاڑیوں کا ایسا لباس پہننا بھی شرعاً جائز نہیں ہے، جس میں ستر دکھائی دے۔

ج-شریعت کے اصولوں کی روشنی میں مروجہ کھیلوں میں سے وہ کھیل جو آپسی جھگڑوں، تضییع اوقات، جوا اور قمار کا ذریعہ ہیں، سختی کے ساتھ منع کیے گئے ہیں، مثلاً چوسر، شطرنج، کبوتر بازی، مرغ بازی، بٹیر بازی، پتنگ بازی، تحریش بین البہائم یعنی جانوروں کو آپس میں لڑانا، ویڈیو گیم، گوٹی، لوڈو اور تاش وغیرہ، ان تمام کھیلوں میں سوائے نقصانات کے دینی یا دنیوی کوئی فائدہ نہیں، اس لیے یہ سب ممنوع ہیں۔

"يآيها الذين آمنوا إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشيطان فاجتنبوه لعلكم تفلحون" (المائدۃ: ۹۰) (اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بت اور پانسے تو بس نری گندی باتیں ہیں شیطان کے کام سو اس سے بچے رہو تا کہ فلاح پاؤ)۔

مفسر زمخشری نے لکھا ہے کہ حرمت خمر میسر کے متعدد طریقے قرآن نے اسی آیت میں جمع کر دیئے:

۱-آیت کی ابتدا کلمۂ حصر "اِنما" سے کی، یعنی ان چیزوں کی بس یہی کل حقیقت ہے، اس کے سوا کچھ نہیں۔ ۲-ان دونوں چیزوں کا ذکر انصاب وازلام جیسی مسلّم گندی چیزوں کے ساتھ کیا۔ ۳-انہیں "رجس" قرار دیا۔ ۴- انہیں عملِ شیطان ٹھہرایا۔ ۵-صاف صاف ان

سے اجتناب کا حکم دیا۔ ۶- ان سے احتراز کو موجب فلاح بتلادیا۔ ۷- ان کی دینی ودنیوی مضرتوں کا ذکر کیا (ماجدی ۲ص ۲۶۹)۔

''والمحرم المكروه من الملاهي الرائجة في عصرناهي كل لهو اشتمل على القمار أي لهو كان ، فإن القمار والميسر حرام بنص القرآن والنرد والشطرنج والأربعة عشر (بالهندية جوسر) واللعب بالحمام وما يقال له (تاش) إذا لم يكن فيه تعليم علم مفيد أو كان يفضي إلى الإلهاء، أو اشتمل على القمار، وما يلعب به الصبيان من الجواز والبوتام والكرات الزجاجية (كوليان) وأمثالها فإنها تشتمل على القمار، فالواجب على أوليائهم أن يمنعوهم عنها، وكذلك ما يقال له في عرفنا (كنكوا) سواء تشتمل على القمار أم لا، وكذا التحريش بين البهائم والطيور واللعب بالناريات (آتشبازى) وأمثالها فإنها كلها لولم يتضمن معاصي ومنكرات لا تخلو عنها عادة فهي في نفسها من اللهو المجرد الذي وقع الإجماع على تحريمه أو كراهته'' (احکام القرآن ۳/ ۲۰۲)۔

(اسی طرح) آج کل تانگے دوڑانے، کتوں کی دوڑ وغیرہ پر ہزاروں لاکھوں روپے کی شرطیں لگائی جاتی ہیں جو خالصۃً قماربازی ہیں، لہذا جائز نہیں (فضل المعبود: ۴/ ۶۵، ۶۶، رقم: ۲۵۷۴)۔

د- جس صورت میں شرکاء کھیل، شرکت کے لیے متعینہ رقم جمع کرتے ہیں اور جو جیت جاتا ہے وہ اس رقم کا حقدار ہوتا ہے، اور ناکام ہونے والے کو اپنی جمع کردہ رقم سے ہاتھ دھونا پڑتا ہے، تو پیسوں کی یہ شرط بوجہ قمار وخطر ناجائز اور ممنوع ہے۔ لیکن اگر کھلاڑیوں کو دیا جانے والا انعام وغیرہ تھرڈ پارٹی یعنی کسی شخص ثالث کی طرف سے ہو، مثلاً کوئی ادارہ، یا انجمن، یا تنظیم (Unions) تو یہ شرط درست وجائز ہوگی۔

علامہ حصکفیؒ فرماتے ہیں: ''اگر کھیل میں جانبین سے شرط لگائی جائے تو یہ حرام ہے،

کیوں کہ یہ قمار ہے، ہاں! اگر فریقین کسی تیسرے شخص (ادارے، تنظیم یا انجمن) کو اپنا محلل بنالیں (جو جیتنے والے کو انعام دے گا) تو یہ درست ہے''۔

''قال العلامة الحصکفيؒ: وحرم لو شرطا فیها من الجانبین ، لأنه یصیر قماراً ، إلا إذا أدخلا محللاً بینهما بفرس کفء لفرسیهما'' (الدر المختار مع الشامی:۹ / ۵۷۷، ۵۷۸، المحیط البرہانی فی الفقہ النعمانی:۶ / ۵۴)۔

اسی طرح علامہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں: ''بعض نے ہار جیت کی صورت میں شرط کو جائز قرار دیا ہے، بشرطیکہ وہ کھیل میں شرکت کرنے والوں کے علاوہ کوئی تیسرا شخص ہو، مثلاً امام، جب کہ خود اس کا گھوڑ سوار اس کھیل میں شریک نہ ہو، اور جمہور نے جائز قرار دیا ہے کہ اگر کھلاڑیوں میں سے کسی ایک کی طرف سے شرط ہو تو درست وجائز ہے، اسی طرح کسی ثالث یعنی تھرڈ پارٹی کی طرف سے بھی درست ہے، بشرطیکہ اس کا کوئی کھلاڑی اس کھیل میں شریک نہ ہو، ورنہ پھر یہ صورت قمار کی ہوجائے گی''۔

''واتفقوا علی جوازها بعض بشرط أن یکون من غیر المتسابقین کالإمام حیث لا یکون له معهم فرس، وجوز الجمهور أن یکون من أحد الجانبین من المتسابقین ، وکذا إذا کان معهما ثالث محلل بشرط أن لا یخرج من عنده شیئاً لیخرج العقد عن صورة القمار۔الخ'' (فتح الباری:۶ / ۸۹، الرقم:۲۸۶۷، کتاب الجہاد والسیر، باب ۵۸)۔

ھ- اگر کھیل اپنے طریقہ اور لباس کے اعتبار سے محرمات پر مشتمل نہ ہو، لیکن اس میں کھیلنے والوں اور کھیل دیکھنے والوں کا کافی وقت ضائع ہوتا ہو تو وہ کھیل ناجائز ومکروہ تحریمی ہے، کیوں کہ شریعتِ اسلامیہ اپنے ماننے والوں کو اس طرح کا کھیل کھیلنے سے منع کرتی ہے، ''احکام القرآن للتھانوی'' میں کھیلوں کے سلسلے میں جو ضابطہ منقول ہے وہ یوں ہے:

''ہر ایسا کھیل جو انسان کو اس پر واجب حقوق (خواہ حقوق اللہ ہوں یا حقوق العباد)،

سے غافل کردے، یا منکرات ومنہیاتِ شرعیہ پر مشتمل ہو، یا اس کے نقصانات اس کے فوائد سے زیادہ ہوں، ناجائز ومکروہ تحریمی ہے، اور شریعت اسلامیہ اپنے ماننے والوں کو اس طرح کا کھیل کھیلنے سے منع کرتی ہے" (۲۰۱/۳)۔

نیز جس طرح مال کے سلسلے میں اسراف وفضول خرچی حرام ہے، ایسے ہی تضییع اوقات بھی شرعاً حرام ہے، بلکہ علامہ یوسف قرضاوی حفظہ اللہ فرماتے ہیں کہ" وقت کو ضائع کرنا مال کے ضائع کرنے کی حماقت وسفاہت سے کہیں زیادہ بڑھا ہوا ہے، کیوں کہ مال دوبارہ حاصل ہوسکتا ہے، لیکن وقت نکل جانے کے بعد دوبارہ نہیں لوٹتا"۔

"يقول الدكتور يوسف القرضاوي حفظه الله: والحق أن السفه في إنفاق الأوقات أشد خطراً من السفه في إنفاق الأموال ...... لأن المال إذا ضاع قد يعود، والوقت إذا ضاع لا عوض له" (الألعاب الرياضية لعلي حسين أمين يونس: ص ۳۲۰، دار المفاكس الأردن)۔

و- اگر اسٹیڈیم میں غیر محرم کھیل رہے ہوں، یا ان کی ستر ڈھکی ہوئی نہ ہو، یا اس کے علاوہ کوئی اور خلاف شرع امور انجام دیئے جارہے ہوں، یا اسٹیڈیم میں کھیل کے علاوہ کوئی اور خلافِ شرع پروگرام ہورہا ہو، تو پھر ایسی صورت میں اسٹیڈیم کے ٹکٹ لینا اور دینا دونوں جائز نہیں ہیں، لیکن چونکہ اب یہ سب ممکن نہیں، اس لئے کہ وہاں تالیاں بجائی جاتی ہیں، سیٹیاں کسی جاتی ہیں، مذاق اڑایا جاتا ہے، ایک دوسرے کی دل آزاری کی جاتی ہے، عورتیں بغل بغل میں نیم برہنہ لباس میں ہوتی ہیں، اور سب سے اہم بات یہ کہ وقت ضائع ہوتا ہے، جبکہ وقت سب سے قیمتی سرمایہ ہے، لایعنی کام میں آدمی مصروف رہتا ہے، نیز وہاں فاسقوں اور فاجروں کا اجتماع ہوتا ہے، اس لیے اس سے اجتناب ضروری ہے، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "من حسن إسلام المرء تركه ما لا يعنيه" آدمی کے عمدہ اخلاق میں یہ ہے کہ وہ لایعنی (فضول، بے سود، بے کار وغیر مفید) امور کو ترک کردے۔

۳-سیاحت وتفریح:

تفریحی مقصد کے لیے آدمی جس شہر یا ملک کا سفر اختیار کر رہا ہے، وہ دو حال سے خالی نہیں، وہ شہر یا ملک کافر ہوگا یا اسلامی،...... اگر وہ کافر ملک ہے تو بغرضِ سیاحت وتفریح اس کا سفر اختیار کرنا درست نہیں ہے، اور اگر اسلامی ملک ہے تو وہ بھی دو حال سے خالی نہیں،...... وہ اسلامی ملک یا تو منکرات وفواحشات اور برائیوں کا اڈہ ہوگا یا نہیں،...... اگر وہاں پر منکرات وفواحش اور جرائم کا ارتکاب ہوتا ہے، تو اس کا سفر اختیار کرنا درست نہیں ہے، ورنہ مباح ہے، بشرطیکہ کثیر رقوم کا صرفہ نہ ہوتا ہو، کیوں کہ اضاعتِ مال سے اسلام نے ہمیں منع کیا ہے،...... لیکن ضرورتِ داعیہ اور غرضِ صحیح (مثلاً حصولِ علم وفن، تجارت اور علاج وغیرہ) کی بناء پر بلادِ کفر یا ایسے اسلامی شہر وممالک (جہاں منکرات وفواحش ہوں) کا سفر کرنا مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ درست ہے:

۱-شعائرِ اسلام کی حفاظت ہو۔ ۲-اقامتِ دین بلادِ کفر میں ممکن ہو۔ ۳-بقدرِ ضرورت ہی بلادِ کفر میں مقیم رہے، بعد از انقضاء حاجت وضرورت اپنے ملک یا شہر واپس لوٹ جائے۔ ۴-انسان کے پاس اتنا علم ہو جس کے ذریعہ وہ (دین کے متعلق) شکوک وشبہات کو دور کرے۔ ۵-انسان کے پاس اتنا دین ہو جو اس کو شہوات سے روکے۔ ۶-سفر کی سخت ضرورت پیش آئی ہو۔

جن اعذار کی بناء پر سفر کی ضرورت پیش آئے وہ یہ ہیں: مثلاً علاج، جب کہ وہ اس کے ملک یا شہر میں نہ ہوسکتا ہو۔ تحصیلِ علم وفن جب کہ وہ اس ملک میں مہیا اور دستیاب نہ ہو۔

۷- اگر سیاحت کا مقصد تفکر فی خلق اللہ ہے تو ان اسلامی ممالک کا سفر اختیار کیا جائے جہاں پر منکرات وفواحش کا ارتکاب نہ ہوتا ہو، کیوں کہ بہت سے اسلامی ممالک میں سیر وتفریح اور سیاحتی مقامات بن چکے ہیں۔

الف-تفریحی مقصد کے لیے ایک شہر سے دوسرے شہر اور ایک ملک سے دوسرے ملک کا سفر کرنا بلاضرورتِ داعیہ وبلاغرضِ صحیح جائز نہیں ہے، جب کہ اس میں کثیر رقوم کا صرفہ ہوتا ہو،

کیوں کہ شریعتِ اسلامیہ نے ہمیں اضاعتِ مال سے منع فرمایا ہے، بلکہ قرآن مجید میں فضول خرچی کرنے والوں کو شیطان کا بھائی کہا گیا ہے، یعنی ناشکری اور کفرانِ نعمت میں شیطان کے مشابہ وہم سطح ہوتے ہیں..... اور انسان کی مذمت اس سے بڑھ کر اور کیا ہوسکتی ہے کہ اسے شیطان سے تشبیہ دیدی جائے، جو ساری برائیوں کا سرچشمہ ہے (کشاف بحوالہ ماجدی، تحت الآیۃ-۲۷، سورۃ الإسراء) ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''اور مال کو فضولیات میں نہ اڑا، بیشک فضولیات میں اڑادینے والے شیطانوں کے بھائی بند ہوتے ہیں''۔

''ولا تبذر تبذيرًا، إن المبذرين كانوا إخوان الشياطين'' (سورۃ الإسراء: ۲۶، ۲۷)۔

ب-شق (الف) میں مذکور تفصیل سے شق (ب) کا جواب بھی معلوم ہوجاتا ہے کہ جن ملکوں یا شہروں کی طرف سفر کرنا درست ہے، اگر وہ علاقے جان ومال، عزت وآبرو کے تحفظ کے اعتبار سے پُر اعتماد ہیں، تو ان کی طرف خود بھی سفر کرنا اور اپنے بال بچوں کو لیجانا درست ہے۔ اور اگر وہ علاقے پُر خطر ہیں تو خود سفر کرنا اور بچوں کو لیکر جانا بھی درست نہیں ہے، کیوں کہ اپنی جان ومال اور عزت وآبرو کی حفاظت کرنا مقاصدِ شرعیہ خمسہ میں سے ایک مقصد ہے، جیسا کہ علامہ شاطبیؒ فرماتے ہیں: ''ومجموع الضروريات خمسة: وهي حفظ الدين، والنفس، والنسل، والمال، والعقل'' (الموافقات في أصول الأحكام للإمام الشاطبيؒ ۲/ ۴، کتاب المقاصد، المسئلۃ الأولی)۔

نیز اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ''ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة'' (سورۃ البقرۃ: ۱۹۵) (کہ اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ ڈالو)۔ ''ولا تقتلوا أنفسكم'' (سورۃ النساء: ۲۹) (اور اپنی جانوں کو قتل مت کرو)۔

ج-جس مقام پر مختلف علاقوں کے لوگ سیاحت کی غرض سے آتے ہیں، وہاں عموماً بعض غیر شرعی باتیں دیکھنے میں آتی ہیں، ایسی جگہوں میں ازراہِ تفریح جانا درست نہیں ہے، نیز

وہاں جانے والوں کے لیے سواری کرایہ پر لگانا اور ایسے مقام پر اشیاء خورد ونوش فروخت کرنے کے لیے دوکان لگانا فی نفسہ تو جائز ہے۔

مگر قبیح غیرہ یعنی تعاون علی الاثم کی بناء پر جائز نہ ہوگا، ''ولا تعاونوا على الإثم والعدوان'' (سورۃ المائدۃ:۲)۔ نیز ذریعۂ معصیت بھی معصیت ہوتا ہے۔

''إن الوسيلة أو الذريعة تكون محرمةً إذا كان المقصد محرماً، وتكون واجبةً إذا كان المقصد واجباً'' (المقاصد الشرعیۃ للخادمی ص:۴۶)۔

''وجاز بيع عصير عنب ممن يعلم أنه يتخذه خمراً ، لأن المعصية لا تقوم بعينه بل بعد تغيره ۔ وقيل : يكره لإعانته على المعصية ۔ درمختار۔ قوله : (وجاز) أي عنده لا عندهما ۔ اهـ'' (ردالمحتار ۹/ ۴۷۶-۴۷۷، کتاب الحظر والإباحۃ، فصل فی البیع، دار الکتاب دیوبند)۔

د- تجارتی کمپنیوں کا ٹور اینڈ ٹراویلس قائم کرکے، سیاحین اور مسافرین کو ایک شہر یا ایک ملک سے دوسرے شہر یا دوسرے ملک لیجانا فی نفسہ جائز ہے۔

''الأصل في الأشياء الإباحة حتى يدل الدليل على عدم الإباحة'' (الاشباہ والنظائر ۱/ ۲۵۲، ۲۵۳)۔

''وقوله: (الأصل في الأشياء الخ) ذكر العلامة قاسم بن قطلوبغا في بعض تعاليقه أن المختار أن الأصل الإباحة عند جمهور أصحابنا .... ودليل هذا القول قوله تعالى: ''خلق لكم ما في الأرض جميعاً'' (ہامش الاشباہ ۱/ ۲۵۲، ۲۵۳، مکتبہ فقیہ الامت دیوبند)۔

لیکن اگر ان کمپنیوں کا مقصد ہی ان سیاحین ومسافرین کو داد عیش دلانا، شراب نوشی اور محرمات کا ارتکاب کرنا اور کروانا وغیرہ، اور مندروں اور تیرتھ گاہوں اور چرچوں کی زیارت کرانا ہو، تو تعاون علی المعصیت: ''ولا تعاونوا على الإثم والعدوان'' (سورۃ المائدۃ:۲) (اور گناہ

میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو)۔ اور قاعدہ "الأمور بمقاصدها" (الأشباہ والنظائر لابن نجیم الحنفی رحمہ اللہ: ۱ / ۱۱۳) کے پیش نظر اس طرح کی ٹور کمپنیاں قائم کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

۴- دستاویزی وتاریخی فلم:

دستاویزی، تاریخی اور تعلیمی مقاصد کے لیے فلم بنانا، تاکہ مشہور و عبقری شخصیات اور تاریخی مقامات کو اسکرین پر دیکھ کر، طلباء کو اس مضمون میں زیادہ سے زیادہ ادراک پیدا ہوسکے، اس وقت جائز اور درست ہے جب کہ اس میں ذی روح اور جانداروں کی تصویر سازی وتصویر کشی نہ کی گئی ہو، کیوں کہ ذی روح کی تصویر کشی اور تصویر سازی بلاضرورتِ شدیدہ حرام ہے۔

"قال رسول الله ﷺ: "إن أشد الناس عذابا عند الله المصورون" (صحیح بخاری وصحیح مسلم ۲ / ۸۸۰، کتاب اللباس، باب عذاب المصورین یوم القیامۃ، الصحیح لمسلم: ۲ / ۲۰۱، کتاب اللباس والزینۃ، باب تحریم تصویر صورۃ الحیوان)۔

"قال القرطبیؒ: یدل علی المنع من تصویر شيئ أي شيئ کان" (الجامع لاحکام القرآن ۱۴ / ۲۷۴)۔

۵- کارٹون:

اولاً یہ بات واضح ہو کہ تصویر کشی وتصویر سازی بلاضرورتِ شدیدہ حرام ہے،...... رہی بات کارٹونی تصویر کی...... تو کارٹون دو طرح کا ہوتا ہے:

۱- وہ کارٹون جس میں ذوی الارواح میں سے کسی کی ہیئت بنائی جائے، مثلاً انسان یا حیوان، اس کا حکم ذوی الارواح کی تصویر کی طرح ہے، لہٰذا اس طرح کے کارٹونوں کو دعوت وتبلیغ، تعلیم وتادیب اور شخصیات کی طرف اشارہ کرنے کے لیے بنانا اور شائع کرنا درست نہیں ہے، کیوں کہ کسی غایتِ صالحہ ومقصدِ صالح کی خاطر وسیلۂ فاسدہ کا سہارا نہیں لیا جا سکتا، جیسا کہ کسی شخص کا انفاق فی سبیل اللہ کی خاطر سودی کاروبار کرنا، یا چوری اور ڈاکہ زنی کرنا شرعاً وعقلاً جائز

نہیں ہے۔

۴-ایسی تصویر بنائی جائے جو مقطوع الرأس ہو یا موضعِ سر پر دائرہ دیا اس کے مشابہ کوئی نشان وغیرہ لگایا جائے، تاکہ چہرے کے نشانات وعلامات مٹ جائے، یا وہ تصویر انسان وحیوان کی ہیئت پر نہ بنائی گئی ہو تو اس طرح کے کارٹونس بنانے میں کوئی حرج ومضائقہ نہیں ہے، کیوں کہ حضرت عکرمہؒ فرماتے ہیں: ''إنما الصورة الرأس، فإذا قطع فلا بأس'' کہ اصل تصویر سر ہے، جب سر کو قطع کردیا جائے تو پھر کوئی حرج نہیں ہے (المصنف لابن أبي شیبۃ: ۱۲/ ۶۳۷، الرقم: ۲۵۸۰۸، المجلس العلمي افریقیۃ)۔

۶-ڈرامہ:

آج کل دینی مدارس اور اصلاحی پروگراموں میں جو مکالمات اور ڈرامے منعقد کیے جاتے ہیں، ان میں معاشرے کے مفاسد پر تنقید اور خرابیوں پر مطلع کرکے، ان کے اصلاح کی کوشش کی جاتی ہے، شرعاً اس طرح کے مکالمات اور ڈرامے جائز اور درست ہونا چاہیے، بشرطیکہ اس میں ضروریاتِ دین وعقائد پر زد نہ پڑتی ہو، اور محرماتِ شرعیہ میں سے کسی محرم کا ارتکاب نہ ہوتا ہو، مثلاً تالیاں پیٹنا، سیٹیاں بجانا، اور کسی کی تحقیر وتذلیل کرنا وغیرہ۔

''وما کان صلوتهم عند البیت إلا مكاء وتصدیة'' (سورۃ الأنفال: ۳۵) (اور (خود) ان کی نماز (ہی) خانہ (کعبہ) کے پاس کیا تھی بجز سیٹی بجانے اور تالی بجانے کے)، اس آیت میں صاف تشبیہ اعمال مشرکین کے ساتھ ہے (ماجدی: ص ۳۸۱)۔

تفریح اور کھیل کود کے جائز وسائل اور اس کے شرعی ضابطے

مفتی محمد خالد حسین نیموی قاسمی ☆

الحمد لله رب العلمين والصلوة والسلام علىٰ سيد المرسلين محمد وعلىٰ آله وصحبه أجمعين۔

کیا شریعت میں تفریح اور مزاح جائز ہے؟

تفریح عربی زبان کا لفظ ہے۔ جو " فرح "مادّہ سے مشتق ہے۔ فرح کے بارے میں علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: "**الفرح لذة في القلب بادراك المحبوب**" (تفسیر قرطبی) کہ محبوب چیز کے پالینے سے جو لذت حاصل ہوتی ہے، اسی کو فرحت اور خوشی کہتے ہیں۔ اگر یہ فرحت محض قلبی خوشی ہو اور اللہ کی نعمتوں کے احساس اور اس کے فضل وکرم کے استحضار پر مبنی ہو؛ تو وہ شرعاً مطلوب، مستحسن اور پسندیدہ عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "**قل بفضل الله وبرحمته فبذلك فليفرحوا**" (یونس ۵۸) (آپ کہہ دیجئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور مہربانی سے ہے، تو چاہیے کہ وہ لوگ خوش ہوں)۔

اسی طرح "مزاح" مزح سے بنا ہے، مزاح کے بارے میں ملا علی قاریؒ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح میں تحریر فرماتے ہیں: **المزاح انبساط مع الغير من غير إيذاء فإن بلغ الإيذاء يكون سخرية** (حاشیہ مشکاۃ المصابیح ص۴۱۶) کہ مزاح ایسے عمل کو کہتے ہیں،

☆ ....۔

جس کے ذریعہ دوسرے کے ساتھ مل کر خوش طبعی حاصل ہو سکے۔ اس طور پر کہ اس عمل سے دوسرے کو تکلیف نہ پہنچے۔ اور اگر وہ خوش طبعی کسی کے لیے باعث تکلیف ہوجائے، تو اسے مزاح نہیں؛ بلکہ "سخریہ" یعنی مذاق اڑانا کہیں گے۔

مزاح اور زندہ دلی وخوش طبع انسانی زندگی کا ایک خوش کن عنصر ہے۔ اور جس طرح اس کا حد سے متجاوز ہونا نازیبا اور مضر ہے، اسی طرح اس لطیف احساس سے آدمی کا بالکل خالی ہونا بھی ایک نقص ہے۔ جو بسا اوقات انسان کو خشک مُحض بنادیتی ہے۔ بسا اوقات ہمجولیوں اور ہمنشینوں اور ماتحتوں کے ساتھ لطیف ظرافت ومزاح کا برتاؤ ان کے لیے بے پناہ مسّرت کے حصول کا ذریعہ اور بعض اوقات عزت افزائی کا باعث بھی ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ اپنی تمام تر عظمت ورفعت اور شان وشوکت کے باوجود، بسا اوقات اپنے جاں نثاروں اور نیازمندوں سے مزاح فرماتے تھے۔ ذیل کی احادیث سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے، کہ آپ کا پرشفقت مزاح کس طرح ہوا کرتا تھا۔

۱ – عن أبی هريرةؓ قال: قالوا يا رسول الله انک لتداعبنا قال إنی لا أقول إلا حقًا (ترمذی۲/۲۰)۔

۲– عن أنسؓ قال: إن كان النبی ﷺ ليخالطنا حتّی يقول لأخ لی صغير يا أبا عمير! ما فعل النغير، كان له نغير يلعب به فمات" متفق علیہ (مشکوۃ المصابیح ۴۱۶، ترمذی ۲/۱۹)۔

۳– عن انس أنّ النبی ﷺ قال لامرأة عجوز انه لا تدخل الجنة عجوز فقالت ومالهنّ وكانت تقرء القرآن فقال لها اما تقرئين القرآن "إنّا أنشأناهن إنشاء فجعلنا هن أبكارا" (مسند رزین بحوالہ مشکوۃ ص۴۱۶)۔

۴ – عن أنس أن رجلا استحمل رسول الله ﷺ فقال: إنّی حاملک علی ولد ناقة فقال ما أصنع بولد الناقة؟ فقال رسول الله ﷺ: وهل تلد الإبل

إلا النوق (ترمذی ۲/ ۲۰ ابوداؤد ص ۶۸۲)۔

۵- عن أنس بن مالک ان النبی ﷺ قال له یا ذا الاذنین! (ترمذی ۲/ ۲۰)۔

۶- عن عوف بن مالک الأشجعی قال أتیت رسول اللّٰه ﷺ فی غزوة تبوک وهو فی قبة من آدم فسلّمت فردّ وقال: ادخل فقلت: اکلّی یا رسول اللّٰه! قال: کلّک فدخلت (ابوداؤد ر ۶۸۳)۔

۷-حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص دیہات کے رہنے والے تھے، ان کا نام زاہر بن حرام تھا۔وہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں دیہات سے ہدیہ وتحفہ بھیجا کرتے تھے۔تو آں حضرت بھی بازار سے ان کی ضرورت کی چیزیں انھیں دیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آں حضرت نے فرمایا کہ زاہر ہمارا دیہاتی ہے اور ہم لوگ اس کے شہری ہیں۔آں حضرت کو ان سے بڑی محبت تھی،حالانکہ وہ بدشکل تھے۔ایک دن جب وہ اپنے سامان بازار میں فروخت کررہے تھے، کہ ان کی نظر سے بچکر آں حضرت نے اسے پیچھے سے دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا۔زاہر نے کہا کوئی ہے، جو مجھے ان سے چھڑائے۔ذرا پیچھے دیکھا تو آنحضرت ﷺ کو پہچان لیا۔جوں ہی پہچانا، پوری طاقت سے اپنی پشت کو حضور ﷺ کے سینے سے چمٹانے لگے۔اور حضور اکرم ﷺ فرمانے لگے کہ اس غلام کو کون خریدے گا؟ زاہر نے کہا یا رسول اللہ مجھے آپ فروخت کرتے وقت کھوٹا پائیں گے۔رسول اکرم نے فرمایا مگر اللہ کی بارگاہ میں تو کھوٹا نہیں ہے۔

مزاح کے جواز کے حدود:

مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ آداب کی رعایت کرتے ہوئے کبھی کبھار مزاح کی نہ صرف گنجائش ہے؛ بلکہ مستحسن ہے اور اسوۂ نبوی کی اتباع ہے؛ لیکن اگر مزاح دوسرے آدمی کے لیے ناگواری اور اذیت کا باعث بن جائے،یا حد سے زیادہ ہنسی کا ذریعہ بن جائے یا مزاح کا عمل کبھی کبھار کے بجائے کثرت سے ہونے لگے،تو ایسے مزاح کی ممانعت ہوگی اور اس کی حوصلہ شکنی کی جائے گی، اس لیے کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: فلیضحکوا قلیلا ولیبکوا کثیراً (التوبہ ۸۲)

(وہ ہنس لیں تھوڑے دن اور وہ روئیں گے بہت دنوں تک) اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "فإنّ کثرۃ الضحک تمیت القلب" (ترمذی، مشکوۃ ۴۴)(زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کردیتا ہے)۔

آپس میں مذاق کرنا اگر دوسرے کے لیے باعث تکلیف نہ ہو۔ معاملہ برابر کا ہو؛ تو اس کی گنجائش نکلتی ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں: ایک روز حضور اکرم ﷺ میرے گھر تشریف فرما تھے اور حضرت سودہ بھی تھیں، میں نے سالن پکایا اور حضرت سودہؓ سے کہا آؤ کھانا کھائیں؛ انہوں نے انکار کیا۔ نشست اس طرح واقع ہوئی تھی، کہ ایک طرف وہ تھیں، دوسری طرف میں اور بیچ میں سرورکائنات ﷺ۔ جب حضرت سودہ نے انکار کیا؛ تو میں نے کہا کہ کھاتی ہو تو کھاؤ؛ نہیں تو منہ پر مل دونگی۔ انہوں نے نہ کھایا، میں نے ان کے منہ پر مل دیا۔ حضور ﷺ نے اپنے پاؤں بیچ میں سے ہٹا دیے تا کہ حضرت سودہ اپنا بدلہ مجھ سے لے سکیں، چنانچہ انہوں نے بھی ایسا کیا اور آپ ﷺ مسکراتے رہے (نسائی، ابن ماجہ)۔

مسلمانوں کو تکلیف دینے، ان کا مذاق اڑانے، ان کی تحقیر کے سلسلے میں سخت ممانعت احادیث میں وارد ہوئی ہے۔ ارشاد نبوی ہے: **المسلم أخو المسلم لا یظلمه ولا یخذله ولا یحقّره** (مسلم)(ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، اس پر کوئی ظلم وزیادتی نہ کرے، اس کو بے مدد نہ چھوڑے اور اس کو حقیر نہ جانے اور نہ اس کے ساتھ حقارت کا برتاؤ کرے)۔ پھر آپ نے فرمایا: **بحسب امرا من الشرّ أن یحقر أخاہ المسلم** (آدمی کے برا ہونے کے لیے اتنا ہے کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے اور اس کے ساتھ حقارت سے پیش آئے)۔

حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری تحریر فرماتے ہیں: یعنی کثرت سے مستقل مزاح اور خوش طبعی میں لگے رہنا ممنوع ہے، اس لیے کہ وہ بہت زیادہ ہنسنے کا داعیہ پیدا کرتا ہے، قلب میں فساد پیدا کرتا ہے، ذکر اللہ سے غافل کرتا ہے اور ہیبت کو ختم کرتا ہے۔ رسول ﷺ کا معمول یہ تھا کہ کبھی کبھار آپ کسی مصلحت یا مخاطب کو مانوس کرنے کے لیے مزاح فرمایا کرتے

تھے اور اس طرح کا مزاح پسندیدہ سنت ہے (حاشیہ ترمذی)۔

تکلیف دہ مزاح کی ممانعت کی دلیل مندرجہ ذیل حدیث ہے: **عن ابن عباس عن النبی ﷺ قال: لا تمار أخاک ولا تمازحه ولا تعده موعدا فتخلفه** (ترمذی ۲؍۲۰)، یعنی حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے بھائی سے جھگڑا مٹنا نہ کرو اور اس سے مذاق نہ کرو اور اس سے تم ایسا وعدہ نہ کرو جس کی وعدہ خلافی کرو۔

معلوم ہوا کہ مزاح میں اگر جھوٹ یا تمسخر واستہزاء کا پہلو ہو، تو وہ موجب ہلاکت ہے۔ تمسخر واستہزاء کفار کا شیوہ ہے، جو وہ اہل ایمان؛ بلکہ انبیاء کرام سے کرتے تھے، اہل ایمان کے لیے اس کی قطعاً گنجائش نہیں۔ مزاح سے ایک درجہ آگے مذاق کا معاملہ ہے، مذاق کرنا اور مذاق اڑانا دو الگ چیزیں ہیں، مذاق اڑانے کی اجازت کسی حالت میں نہیں ہے، البتہ بعض حالات میں مذاق کرنے کی اجازت ہے، حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب اپنے کسی صحابی کو مغموم دیکھتے، تو دل لگی کے ذریعہ اسے خوش فرماتے (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح ؍ ۲۶۸)، ایک مرتبہ حضرت ابوبکرؓ نے حضور اکرم ﷺ کو غمگین دیکھا، تو اپنا ایک واقعہ سنا کر خوش کیا (تکملہ فتح الملہم جلد ۱؍صفحہ ۱۷۸)۔

مزاحیہ پروگرام اور مزاحیہ مشاعرہ:

مذکورہ تفصیلات سے معلوم ہوا کہ مزاح فی نفسہ اگر آداب واخلاق کے دائرہ میں ہو تو درست ہے، یہی حال مزاح پر مشتمل اشعار اور مزاحیہ شعر گوئی کا بھی ہے۔ وزن اور قافیہ کی رعایت کرتے ہوئے بالارادہ کہے گئے کلام کو شعر کہتے ہیں "**ثم استعمل فی الکلام المقفی الموزون قصداً**" (فتح الباری ۱۰؍ ۶۴۸) اصل لغت میں شعر ہر اس کلام کو کہا جاتا ہے، جس میں محض خیالی اور غیر تحقیقی مضامین بیان کے گئے ہوں، فن منطق میں بھی ایسے ہی مضامین کو "قضایا شعریہ" یا ادلہ شعریہ کہا جاتا ہے۔

عن عائشه قالت: ذکر رسول الله الشعر فقال رسول الله ﷺ: هو

كلام فحسنه حسن و قبيحه قبيح (رواہ الدارقطنی، مشکوۃ ۴۱۰/۱۱)، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے شعر کے بارے میں ذکر آیا؛ تو آپ نے فرمایا کہ شعر بھی کلام ہے، اس میں جو اچھا ہے، وہ اچھا ہے اور جو برا ہے، وہ برا ہے۔

عن أبی ابن كعب قال: قال رسول اللّٰه ﷺ انّ من الشعر حكمة (بخاری مع فتح الباری جلد ۱۰ص ۶۲۷) حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بعض اشعار (اپنے مضمون کے لحاظ سے) سراسر حکمت ہوتے ہیں۔ اچھے اشعار کی تعریف کے ساتھ خود رسول اللہ ﷺ نے بعض مواقع پر بے ساختگی میں بعض اشعار بطور رجز پڑھے بھی ہیں اور بعض صحابہ سے اچھے اشعار سنانے کی فرمائش بھی کی ہے اور بعض متعین شعراء کے اشعار کی تعریف بھی کی ہے۔

۱-**عن ابی هريرةؓ قال: قال رسول الله ﷺ: واصدق كلمة قالها الشاعر كلمة لبيد: ألا كل شي ما خلا الله باطل** (بخاری)۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے زیادہ سچی بات جو کسی شاعر نے کہی ہے، وہ لبید بن ربیعہ شاعر کی یہ بات (مصرع) ہے" **الا کل شیء ما خلا اللہ باطل**" کہ آگاہ ہو! اللہ کے علاوہ ہر چیز فانی ہے۔

عبدالرحمٰن بن ابی بکر کہتے ہیں کہ: **كنت أجالس أصحاب رسول الله مع أبی فی المسجد فيتناشدون الأشعار** کہ میں رسول اللہ ﷺ کی اپنے والد کے ساتھ ہمنشینی اختیار کرتا تھا؛ تو وہ لوگ آپس میں شعر گوئی کیا کرتے تھے۔ حضرت جابر بن سمرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ کے صحابہ اشعار کا مذاکرہ کیا کرتے تھے اور زمانہ جاہلیت کا تذکرہ رسول اللہ کے موجودگی میں کیا کرتے تھے؛ لیکن آنحضرت انہیں اس سے منع نہیں کرتے تھے بلکہ بسا اوقات اس پر مسکراتے تھے (فتح الباری ۶۳۱/۱۰)۔

روایتوں کی جستجو سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اشعار کا کہنا نہ صرف قابل تعریف ہے؛ بلکہ

دشمنوں کے لیے بعض اشعار تلوار کا کام کرتے ہیں اور مومن اشعار کے ذریعہ بھی جہاد کرتا ہے۔ حضرت کعب بن مالکؓ نے حضور اکرم ﷺ سے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے شعر گوئی کے حوالے سے جو حکم نازل فرمایا ہے؛ اس کے بعد اب ہمارے لئے کیا گنجائش ہے؟ آپ نے فرمایا: **ان المومن یجاھد بسیفه و لسانه** کے بیشک مومن جس طرح تلوار سے جہاد کرتا ہے؛ اسی طرح اپنی زبان سے بھی جہاد کرتا ہے (شرح السنہ مشکوۃ ص ۴۱۰)۔

مذکورہ روایتوں کے پیش نظر علماء کرام اور فقہائے امت نے شعر گوئی کے تعلق سے متعدد مسائل مستنبط کیے ہیں۔ علامہ ابن بطالؒ فرماتے ہیں کہ جس شعر میں اللہ کا ذکر اس کی وحدانیت اور اسلام سے الفت کا بیان ہو وہ شعر قابل تعریف ہے اور جس شعر میں جھوٹ اور فحش گوئی ہو وہ مذموم ہے (فتح الباری ۱۰/ ۶۳۱)۔

شرائط وآداب کے ساتھ فی نفسہ مزاح کا درست ہونا (چاہے وہ نظم میں ہو یا نثر میں) الگ چیز ہے اور باضابطہ مزاحیہ پروگرام منعقد کرنا یا مزاحیہ مشاعرہ منعقد کرنا الگ چیز ہے، ایک کو دوسرے پر قیاس نہیں کیا جاسکتا ہے، اس لیے کہ پروگرام کا انعقاد اہتمام زائد کی علامت ہے۔ اور مباح چیزوں کا ضرورت سے زائد اہتمام کرنا، اسے زمرہ کراہت میں داخل کردیتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ اہتمام مزاح اور تفریح کے لیے ہورہا ہے اور تفریح جب حدّ اعتدال سے بڑھے گی؛ تو وہ لہو ولعب میں داخل ہوجائے گی اور لہب ولعب سے قرآن کریم میں ممانعت کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **ومن الناس من یشتری لھو الحدیث لیضل عن سبیل اللہ بغیر علم ویتخذھا ھزوا أولئک لھم عذاب مھین** (لقمان/ ۴) یعنی اور کچھ لوگ وہ ہیں، جو خریدا رہیں کھیل کی باتوں کے، تاکہ اللہ کے راستے سے بے سوچے سمجھے گمراہ کریں اور اس کی ہنسی اڑائیں ایسے لوگوں کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔

اس کے علاوہ یہ امر بھی قابل غور ہے کہ ایسی مجلسوں میں اس قدر انہاک ہوتا ہے کہ عام طور پر نماز و دیگر فرائض کا پاس وخیال بھی نہیں رہتا، شور وشغب ہوتا ہے، تالیاں پیٹی جاتی

ہیں، مردوزن کا بے محابا اختلاط ہوتا ہے، ہنسانے کے لیے جھوٹی باتوں کا سہارا لیا جاتا ہے، لہذا ایسی مجالس کا انعقاد کراہت سے خالی نہیں اور اگر عملی طور پر ایسی مجالس میں محرمات وناجائز امور کا ارتکاب ہو؛ تو اس کے ناجائز ہونے میں کوئی شبہ نہیں رہ جاتا ہے۔ حضرت حسنؓ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان بن ابی العاصؓ کسی ختنہ میں بلائے گئے آپ نے انکار فرمادیا، کسی نے وجہ دریافت کی؛ تو آپ نے فرمایا کہ پیغمبر خدا ﷺ کے زمانہ مبارک میں ہم لوگ ختنہ میں نہیں جاتے تھے اور نہ اس کے لیے بلائے جاتے تھے (احمد، اصلاح الرسوم ۱۱۰)

معلوم ہوا کہ جس کام کا اہتمام سلف صالحین سے ثابت نہیں اس کے لیے اہتمام کرنا اور بلانا پسندیدہ نہیں ہے۔ اتفاقیہ طور پر حسب موقع مزاحیہ گفتگو کر لینا اور تفریحی اشعار کہہ سن لینا اگر چہ جواز کا پہلو رکھتا ہے؛ لیکن اس کے لیے اہتمام سے اجتماع کرنا اور اس میں گھنٹوں لگانا کسی طرح بھی درست نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: من حسن اسلام المرء ترکه ما لا یعنیه (ترمذی) یعنی آدمی کے اچھے اسلام کی علامت یہ ہے کہ وہ لایعنی امور کو ترک کردے۔ حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری کے حوالہ سے یہ بات آچکی ہے کہ مستقل طور پر مزاح میں لگا رہنا ممنوع ہے؛ اس لیے کہ وہ زیادہ ہنسنے کا سبب، قلب کے بگاڑ کا ذریعہ اور ذکر اللہ سے اعراض کا موجب ہے۔ رسول اللہ ﷺ کبھی کبھار ہی مزاح فرماتے تھے، وہ بھی کسی خاص مصلحت کے لیے یا مخاطب کو مانوس کرنے لیے (حاشیہ ترمذی ۲/ ۲۰)۔

مزاحیہ کہانی کا شرعی حکم:

مزاحیہ کہانیاں جو موعظت اور پند ونصیحت پر مشتمل ہوں اور مزاح اس میں ضمنی طور پر ہو۔ یا مزاح کے پہلو بہ پہلو حکمت وموعظت اور سبق آموز باتیں بھی ہوں؛ تو ایسی کہانیاں لکھنے کی گنجائش ہے، جب لکھنے کی گنجائش ہے؛ تو پڑھنے، شائع کرنے اور خرید وفروخت کرنے کی بھی گنجائش ہوگی، لیکن شرط یہ ہے کہ تمام امور فرائض واجبات، سنن اور دیگر ضروری امور سے غفلت کا سبب نہ بنیں۔ رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے: الحکمة ضالّة المومن فاینما وجدها

فھو احق بھا کہ حکمت ودانائی کی باتیں مومن کے لیے متاع گمشدہ ہے، وہ جہاں مل جائے؛ تو وہ اس کا زیادہ حقدار ہے۔

اس کے علاوہ ادب کے نام پر ہمارے پاس جو اسلاف کے زمانے سے ذخیرے چلے آرہے ہیں؛ وہ بھی کچھ نہ کچھ مزاحیہ حکایتوں پر مشتمل ہیں اور اکابر کے نزدیک ان کے پڑھنے پڑھانے کا کسی نہ کسی حد تک سلسلہ رہا ہے۔ اس سلسلے میں ابو الفرج اصفہانی کی ''کتاب الاغانی'' جاحظ کی کتاب البخلاء، اور عبداللہ ابن المقفع کی ''کلیہ ودمنہ'' کا نام لیا جاسکتا ہے۔ بلکہ موخر الذکر کتاب تو بہت سے مرکزی مدارس وجامعات میں داخل درس ہے۔ اسی طرح مشہور محقق عالم دین علامہ ابو الفرج ابن الجوزی نے تفریحی مضامین پر مشتمل ایک مستقل کتاب ''اخبار الحمقی والمغفلین'' کے نام سے تحریر فرمائی ہے۔ اس کتاب کے ٹائٹل پر کتاب کے مقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے یہ الفاظ تحریر ہیں: **صنف ھذا الکتاب لیروح القاری عن نفسہ بعض الشی اذلیس المذموم بعض الضحک بل کثیرہ والاضحاک بالکذب۔**

لہٰذا اگر مزاح کے پہلوؤں کا حامل، مفید امور پر مشتمل کوئی کہانی ہو، تو اسے افادیاتی نقطۂ نظر سے انگیز کیا جاسکتا ہے۔ ایک بار آں حضرت ﷺ نے حضرت عائشہؓ کو عرب کی تیرہ عورتوں اور ان کے شوہروں کا قصہ سنایا جو ''حدیث امّ ذرع'' کے نام سے حدیث کی کتابوں میں مذکور ہے (دیکھئے شمائل ترمذی)۔

لطیفہ گوئی اور مزاح کو ذریعہ معاش بنانا:

کبھی کبھار لطیفہ کہہ دینے یا مزاح اور تفریح کر لینے کی تو گنجائش ہے؛ لیکن مستقل لطیفہ گوئی کرنا اور اس کو ذریعہ معاش بنالینا، یہ اس مقصد حیات کے برخلاف ہے، جو اسلام افراد اور معاشرے میں پیدا کرنا چاہتا ہے اور مستقل لطیفہ گوئی اور مزاح وتفریح میں مشغول رہنا انسان کو فکر آخرت، ذکر اللہ، عبادت اور تلاوت قرآن سے غافل کر دیتا ہے۔ زیادہ ہنسنے ہنسانے سے دل مردہ ہو جاتا ہے۔ انہیں اسباب کی بنیاد پر شعر وشاعری کی مذمت کی گئی ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ

رسول اللہ ﷺ سے یہ روایت نقل کرتے ہیں: **لأن یمتلي جوف رجل قیحا یریه خیر من أن یمتلي شعرا** کہ انسان اپنا پیٹ پیپ سے بھرے، یہ اس سے بہتر ہے کہ اشعار سے اپنا پیٹ بھرے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک اس کے معنی یہ ہیں کہ شعر جب ذکر اللہ، قرآن کریم کی تلاوت اور علم کے اشتغال پر غالب آجائے اور اگر شعر مغلوب ہے تو پھر برا نہیں۔ یہی حال لطیفہ گوئی اور مزاح نویسی کا ہے۔ اس کو مستقل پیشہ بنالینا انہماک کی دلیل ہے اور ایسی چیزوں میں غالب انہماک ممنوع ہے، لہٰذا اس کی اجرت وصول کرنا بھی درست نہیں ہے، از خود کوئی بطور انعام کے دیدے، تو اس کے لینے کی گنجائش ہے۔ ملا علی قاریؒ نے حدیث: **قال فقلت لأقولنّ شیئاً أضحک النبي** ﷺ (کہ میں نے اپنے دل میں یہ ارادہ کیا کہ میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ضرور ایسی باتیں کروں گا جس سے آپ ہنسنے لگیں) کی تشریح میں علامہ نوویؒ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اس حدیث کے مدنظر اس طرح کے امور کا مستحب ہونا سمجھ میں آتا ہے کہ انسان جب اپنے کسی ساتھی کو غمگین دیکھے، تو اس سے باتیں کریں، اسے ہنسائے، اس کو مشغول کرے اور اسے خوش کرنے کی کوشش کرے (مرقاۃ المفاتیح ۱/ ۲۶۸)۔

بے تکلف قہقہہ لگانے کی مجلسوں میں شرکت:

ہنسی کے مواقع پر ہنسنا اور مسکرانا بھی انسانی فطرت کا تقاضہ ہے اور بلا موقع اور محل تکلف سے ہنسنا اور قہقہہ لگانا فطرت کے خلاف عمل ہے۔ موجودہ دور میں ڈاکٹروں کی رائے میں اگرچہ ہنسنا انسانی صحت کی برقراری اور اس کو چست وشیط رکھنے کے لیے معاون فعل ہے، اس کے لیے خاص طور پر ہنسنے کے پروگرام منعقد کیے جاتے ہیں، جن میں لوگ بتکلف قہقہہ لگاتے ہیں اور دیر تک ہنسنے کی کوشش کرتے ہیں، لیکن یہ عمل شرعی طور پر مناسب نہیں معلوم ہوتا ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **فلیضحکوا قلیلاً ولیبکوا کثیراً** (التوبہ ۸۲) اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: **لا تکثر الضحک فإنّ کثرۃ الضحک تمیت القلب** (ترمذی، مشکوۃ ص ۴۴) کہ تم زیادہ مت ہنسا کرو اس لیے کہ زیادہ ہنسنا دلوں کو مردہ کر دیتا ہے۔ اس کے علاوہ قہقہہ لگانا

یہاں تک کہ کھلکھلا کر ہنسنا بھی نبی کریم ﷺ (جو بالیقین ایمان والوں کے لیے ہر عمل میں بہترین اسوہ ہیں) سے ثابت نہیں ہے؛ بلکہ آپ خوشی کے مواقع پر صرف زیرِ لب مسکرایا کرتے تھے،حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو اس طور پر کھل کھلا کر ہنستے ہوئے کہ آپ کے دہن مبارک کا اندرونی حصہ نظر آ جائے ،کبھی نہیں دیکھا۔آپ ﷺ تو صرف تبسم فرمایا کرتے تھے (بخاری،مشکوٰۃ ۴۰۶)۔

لہذا موجودہ دور کے ڈاکٹروں کی رائے کے مطابق عمل کرتے ہوئے بتکلف قہقہے لگانے کی مجلس منعقد کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی ہے؛ بلکہ بے تکلف فطری انداز میں جس قدر انسان ہنس لے،وہی اس کی صحت وتندرستی کے لیے کافی ہے، اس لیے کہ زیادہ ہنسنا رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے مطابق صحت وتندرستی کا سبب نہیں؛ بلکہ دلوں کے مردہ ہونے کا سبب ہے۔حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: **لا تکثر الضحک فإنّ کثرۃ الضحک تمیت القلب** کہ تم زیادہ ہنسا مت کرو،اس لیے کہ زیادہ ہنسا دلوں کو مردہ کر دیتا ہے۔

کھیل کود سے متعلق احکام:

شرعی نقطۂ نظر سے ہر وہ کام قابل تعریف ہے؛ جو انسان کو مقصد اصلی پر گامزن رکھے۔ ہر اس کام کی اجازت ہے،جس میں دنیا وآخرت کا یقینی فائدہ ہو،یا کم از کم دنیا وآخرت کا خسارہ نہ ہو۔کھیلوں میں سے بھی صرف انہیں اقسام کی اجازت ہے، جو جسمانی یا روحانی فوائد کا حامل ہو۔ وہ کھیل جو محض تضییع اوقات کا ذریعہ ہوں،فکرِ آخرت سے غافل کرنے والے ہوں؛ وہ کھیل جو دوسروں کے ساتھ دھوکہ فریب یا ضرر رسانی پر مبنی ہوں؛ ان کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: **کل ما یلھو به المرء المسلم باطل إلّا رمیه بقوسه وتادیبه فرسه وملاعبته امرأته فإنّھن من الحق** (ترمذی، ابن ماجہ، فتح الباری ۱۱/ ۹۱) یعنی مردِ مومن کا ہر کھیل بیکار ہے سوائے تین چیز کے (۱) تیر اندازی کرنا (۲) گھوڑے سدھانا (۳) اپنی بیوی کے ساتھ کھیلنا، کیوں کہ یہ تینوں کھیل حق ہیں۔

(ب) لباس و پوشاک سے متعلق:

لباس اور پوشاک کے سلسلے میں یہ ضروری ہے کہ کھلاڑی کھیل کے درمیان ایسا لباس پہنے، جو کہ ساتر ہو یعنی جسم کا وہ حصہ چھپ جائے، جن کا چھپانا اور پردہ کرنا واجب ہے، یعنی مرد کے لیے ناف سے لیکر گھٹنہ تک اور عورت کے لیے ہتھیلی اور چہرہ کو چھوڑ کر پورا جسم ستر ہے، ان کا ڈھکا ہوا ہونا ضروری ہے۔ فقہ حنفی کی مشہور کتاب درمختار میں ہے: **و ينظر الرجل من الرجل سوى ما بين سرته إلى ما تحت الركبة، فالركبة عورة لا السرّة، و ينظر من الاجنبية الى وجهها و كفيها فقط** (۹/۵۳۱) اور لباس اتنا باریک اور چست بھی نہ ہو کہ جسم کے اعضاء نمایاں ہوں، اسی طرح اس لباس میں کفار کے ساتھ ایسی مشابہت نہ ہو کہ اس لباس کو دیکھنے سے کوئی خاص قوم سمجھ میں آتی ہو اور نہ اس لباس کا تعلق غیر اسلامی شعار سے ہو۔ مردوں کے لیے یہ بھی لازم ہے کہ وہ لباس ٹخنوں سے نیچے نہ ہو۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: **ما أسفل من الكعبين من الإزار في النار** (بخاری، مشکوۃ ۳۷۳) کہ جو شخص بھی ٹخنوں سے نیچے پاجامہ پہنے گا، اسے جہنم کی آگ میں جلنا پڑے گا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو زعفرانی رنگ کا کپڑا پہنے دیکھا، تو آپ نے فرمایا کہ یہ کفار کا لباس ہے، اس لیے اسے مت پہنو (مسلم، مشکوۃ ۳۷۴)، حضرت عبداللہ بن عمر بن خطابؓ سے منقول روایت میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: **من تشبّه بقوم فهو منهم** (احمد، ابوداؤد، مشکوۃ ۳۷۴) کہ جس نے کسی قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کی اس کا تعلق اسی قوم کے ساتھ سمجھا جائے گا۔

ج - پسندیدہ کھیل:

۱- تیر اندازی اور نشانہ بازی: اصول شریعت کی روشنی میں مروّجہ کھیلوں میں سے مندرجہ کھیل مستحب اور پسندیدہ ہیں۔ بعض اوقات ان میں سے بعض کی اہمیت وجوب تک پہنچ

جاتی ہے، نشانہ بازی (چاہے وہ تیر کے ذریعہ ہو یا نیزہ، بندوق اور پستول یا کسی اور ہتھیار کے ذریعہ ہو، احادیث میں اس کے فضائل بیان کیے گئے ہیں اور اس کے سیکھنے کو باعث اجر وثواب قرار دیا گیا ہے، کیوں کہ یہ کھیل انسان کے ذاتی دفاع اور ملکی دفاع کے لیے بہت ضروری ہے۔ یہ کھیل جہاں جسم کی پھرتی، اعصاب کی مضبوطی اور نظر کی تیزی کا ذریعہ ہے، وہیں یہ خاص حالات میں، مثلاً بھیڑ کے وقت یا جہاد کے موقع پر دشمنوں سے مقابلہ آرائی کے کام آتا ہے، قرآن کریم میں باضابطہ مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے: **وأعدوا لهم ما استطعتم من قوة** (الانفال) کہ اے مسلمانو! تمہارے بس میں جتنی قوت ہو، اسے کافروں کے لیے تیار کر کے رکھو۔ رسول کریم ﷺ نے اس ''قوۃ'' کی تفسیر رمی (تیر اندازی) سے کی ہے۔ آپ نے تین مرتبہ فرمایا: **ألا إنّ القوة الرمي**۔ یعنی خبردار ''قوۃ'' پھینکنا ہے (مسلم، مشکوۃ ۳۳۶) اس پھینکنے میں جس طرح تیر کا پھینکنا داخل ہے، اسی طرح اس میں کسی بھی ہتھیار کے ذریعہ مطلوبہ چیز کو نشانہ بنانا، راکٹ، میزائل کو ٹھیک نشانہ تک پہنچانا بھی داخل ہے اور ان میں سے ہر ایک کی مشق جہاں جسمانی لحاظ سے بہترین ورزش ہے، وہیں باعث اجر وثواب بھی ہے (بذل المجہود ۱۱/ ۴۲۸) لیکن یہ اسلحہ چوں کہ ہلاکت خیز بھی ہیں؛ اس لیے حکومتیں ان پر بندش لگا کر قابل اعتماد افراد اور اداروں کے لیے اس کا لائسنس جاری کرتی ہیں، بغیر لائسنس کے اسلحہ رکھنے کو جرم سمجھا جاتا ہے، اس لیے حکمت کا تقاضہ اور **اتقوا مواضع التهم** (تہمت کی جگہوں سے بچو) کے پیش نظر حکومت کی اجازت سے ہی ممنوعہ اسلحہ کی مشق کرنی چاہیے، ورنہ ایسے اوقات میں جب کہ دہشت گردی کے حوالہ سے اسلام کو بدنام کیا جا رہا ہے، اسلام دشمنوں کو بدنام کرنے کا مزید حربہ مل جائے گا۔ تیر اندازی کے زمرے ہی میں شمشیر زنی، تیر بازی، بندوق، لاٹھی بازی بھی ہے۔ ایک حدیث میں آنحضرت نے ارشاد فرمایا: بے شک ایک تیر کے ذریعہ اللہ تعالیٰ تین افراد کو جنت میں داخل کر دیتا ہے: ایک تیر بنانے والا جب کہ وہ تیر بنانے میں ثواب کی نیت رکھے۔ دوسرا تیر پھینکنے والا اور تیسرا پکڑنے والا، پس اے لوگو! تیر اندازی سیکھو (سنن دارمی، مشکوۃ ۳۳۷)۔

۲-سواری کی مشق:

یہ کھیل بھی اسلام کا پسندیدہ کھیل ہے، اس سے بھی جسم کی پوری ورزش کے ساتھ انسان میں مہارت، ہمت و جرأت اور بلند حوصلہ جیسی اعلی صفات پیدا ہوتی ہیں اور سفر میں اور جہاد میں بھی خوب کام آتا ہے، اگر چہ قرآن وحدیث میں عام طور پر گھوڑے کا ذکر آیا ہے؛ مگر اس سے ہر وہ سواری مراد ہے؛ جو جہاد میں کام آسکے۔ اللہ تعالی کا ارشاد: **وأعدوا لهم ما استطعتم من قوّة ومن رباط الخيل ترهبون به عدوّ الله وعدوّكم وآخرين من دونهم لا تعلمونهم الله يعلمهم** (اوران کافروں سے مقابلہ کے لیے تیار رکھو جس قدر تم سے ہوسکے، ہتھیار سے ہویا گھوڑوں سے کہ اس کے ذریعہ تم رعب جمائے رکھو ان پر جو اللہ کے دشمن ہیں اوران کے علاوہ دوسروں سے بھی جن کو تم نہیں جانتے۔ ان کو اللہ تعالی ہی جانتا ہے)۔

جہاد کے اس اعلی مقصد کے پیش نظر جو شخص گھوڑا پالے اس کے لیے بڑی بشارتیں ہیں۔ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: جس نے اللہ کے راستے میں گھوڑے باندھ کر رکھا، اللہ تعالی پر ایمان رکھتے ہوئے اور اس کے وعدہ کی تصدیق کرتے ہوئے، تو اس گھوڑے کا تمام آب وکھانا حتی کہ گوبر، پیشاب، قیامت کے دن اس شخص کے نامہ اعمال میں نیکی کے طور پر شمار ہوگا (بخاری، مشکوۃ ۳۳۰)۔

احادیث طیبہ میں اس زمانہ کے حالات کے لحاظ سے اگر چہ گھوڑوں کے فضائل مذکور ہیں، مگر اشتراک علت کے پیش نظر ہر وہ سواری جو جہاد میں کام آتی ہو، یا ذاتی تحفظ اور اچھے مقاصد کے لیے آمد ورفت کے کام آتی ہو، اگر اسے بھی اچھی نیت سے چلانے کی مشق کی جائے؛ تو وہ بھی اسی حکم میں داخل ہوگی، جیسے: ہیلی کاپٹر، ہوائی جہاز، بحری جہاز، لڑاکا طیارہ، ٹینک، ٹرک، بکتر بند گاڑیاں، جیپ کار، بس، موٹر سائیکل، سائیکل وغیرہ۔ ان سب سواریوں کے چلانے کی مشق اور ٹریننگ اسلامی نقطۂ نظر سے پسندیدہ کھیل ہے۔ اس شرط کے ساتھ کہ جائز اور نیک مقاصد کے لیے انہیں سیکھا جائے اور استعمال کیا جائے۔

۳-دوڑ لگانا:

اپنی صحت اور توانائی کے مطابق، ہلکی یا تیز دوڑ بہترین جسمانی ورزش ہے، اس کی افادیت پر سارے علماء اور ڈاکٹر متفق ہیں، احادیث سے بھی اس کا جواز بلکہ استحباب مفہوم ہوتا ہے۔ رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے: اللہ تعالیٰ کی یاد سے تعلق نہ رکھنے والی ہر چیز لہو ولعب ہے، سوائے چار چیزوں کے: (۱) آدمی کا اپنی بیوی کے ساتھ کھیلنا (۲) اپنے گھوڑے سدھانا (۳) دونشانوں کے درمیان پیدل دوڑنا اور (۴) تیراکی سیکھنا سکھانا (کنز العمال ۱۵/۲۱۱، الجامع الصغیر ۵/۲۳)۔

پیدل دوڑ کی اسی افادیت کی وجہ سے صحابہ کرامؓ عام طور پر دوڑ لگایا کرتے تھے اور ان میں آپس میں پیدل دوڑ کا مقابلہ بھی ہوا کرتا تھا۔ سابق میں مشکوۃ المصابیح کے حوالہ سے شرح السنہ کی یہ روایت آچکی ہے کہ بلال بن سعد کہتے ہیں کہ میں نے صحابہ کرام کو دیکھا ہے کہ وہ نشانوں کے درمیان دوڑتے تھے اور بعض بعض سے دل لگی کرتے تھے، ہنستے تھے، ہاں! جب رات آتی، تو عبادت میں مشغول ہوجاتے تھے (مشکوۃ ۴۰۷)۔

حضرت عبداللہ بن عمر کا بیان ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ اور زبیر العوامؓ میں دوڑ کا مقابلہ ہوا۔ حضرت زبیر آگے نکل گئے تو فرمایا رب کعبہ کی قسم میں جیت گیا، کچھ عرصہ بعد دوبارہ دوڑ کا مقابلہ ہوا، تو حضرت فاروقؓ آگے نکل گئے، انہوں نے وہی جملہ دہرایا رب کعبہ کی قسم میں جیت گیا (کنز العمال ۱۵/ ۲۲۴)۔

۴-بیوی کے ساتھ بے تکلفانہ کھیل:

مرد کا اپنی بیوی کے ساتھ مختلف بے تکلفی کا کھیل بھی اسلام کی نظر میں مستحسن ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ میں ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھی، میں نے آپ سے دوڑ لگائی اور آگے نکل گئی، کچھ عرصہ بعد پھر ایک سفر میں میں نے رسول اللہ ﷺ سے دوڑ لگائی اب میرے جسم پر گوشت چڑھ گیا تھا تو آپ مجھ سے آگے نکل گئے اور آپ نے فرمایا یہ اس کے بدلہ میں ہے (سنن ابی داؤد)۔

مذکورہ حدیث نبوی سے بیوی کے ساتھ تفریح کرنے اور دوڑ لگانے دونوں کی افادیت سمجھ میں آتی ہے۔

۵- نیزہ بازی:

نیزہ زنی اور بھالا چلانا ایک مستحسن کھیل ہے، حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ خدا کی قسم میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا آپ میرے حجرے کے دروازہ پر کھڑے ہوگئے، جب کہ کچھ حبشی مسجد کے باہر صحن میں نیزوں سے کھیل رہے تھے، رسول اللہ مجھے اپنی چادر سے چھپا رہے تھے اور میں آپ کے کان اور کندھوں کے درمیان حبشیوں کو کھیلتے دیکھ رہی تھی (صحیح بخاری مع الفتح)۔

۶- تیراکی:

تیرنے کی مشق ایک بہترین اور مکمل جسمانی ورزش ہے، جس میں جسم کے تمام اعضاء وجوارح کی بھرپور ورزش ہوتی ہے، یہاں تک کہ سانس کی بھی ورزش ہوتی ہے، سیلاب آنے کی صورت میں ایک ماہر تیراک انسانیت کی بہترین خدمت کرسکتا ہے۔ نشیبی علاقوں میں عام طور پر قریب میں ندی نالے تالاب وغیرہ ہوتے ہیں اور ان میں کسی کے ڈوبنے کے واقعات بھی عام طور پر پیش آتے رہتے ہیں، ایسے حادثاتی مواقع پر ماہر تیراک لوگوں کی جان بچانے کی کامیاب کوشش کرسکتا ہے، اس سے جہادی تربیت کا فائدہ بھی حاصل ہوتا ہے؛ کیوں کہ کسی بھی جنگ میں ندی نالے، تالاب اور دریا کو عبور کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے، یہ ایک طبعی امر ہے۔ آج کل کی جنگوں میں سمندر کی ناکہ بندی کو دفاعی نقطۂ نظر سے بنیادی اہمیت حاصل ہے، لہٰذا تیراکی جہاں تفریح طبع اور جسمانی ورزش کا عمدہ ذریعہ ہے، وہیں بہت سے دیگر سماجی و دفاعی فوائد کا حامل بھی ہے، اسی لیے رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مومن کا بہترین کھیل تیراکی ہے اور عورت کا بہترین کھیل سوت کاتنا (کنز العمال ۱۵/ ۲۱۱)، اسی لیے صحابہ کرام نہ صرف تیراکی کے ماہر تھے بلکہ بسا اوقات تیراکی کا مقابلہ بھی کرتے تھے، حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ہم حالت

احرام میں تھے کہ مجھ سے حضرت عمرؓ کہنے لگے آؤ! میں تمہارے ساتھ غوطہ لگانے کا مقابلہ کروں دیکھیں ہم میں سے کس کی سانس لمبی ہے (عوارف المعارف للسہروردی)۔

۷-کشتی بازی:

اس کھیل میں ورزش کا بھرپور سامان ہے، اگر ستر کی رعایت اور انہماک کے بغیر کھیلا جائے، تو جائز ہوگا؛ بلکہ نیک مقاصد کے لیے مستحسن قرار دیا جائے گا۔عرب کا ایک مشہور پہلوان رکانہ نے رسول اللہ ﷺ سے کشتی ٹھہرائی، تو آپ نے اس کو کشتی میں پچھاڑ دیا۔(ابوداؤد فی المراسیل) مذکورہ تمام کھیل چوں کہ احادیث وآثار سے ثابت ہیں، اس لیے اس کے جواز؛ بلکہ استحباب میں کوئی کلام نہیں ہوسکتا۔

۸-کبڈی:

اس کا حکم بھی کشتی کی طرح ہے۔

ناپسندیدہ کھیل:

ان کے علاوہ جو کھیل کودرائج ہیں؛ ان کی شرعی حیثیت کے بارے میں یہ تفصیل ہے کہ جن کھیلوں کی احادیث وآثار میں صریح ممانعت کی گئی ہے وہ سب ناجائز ہیں۔جیسے نرد،شطرنج، کبوتر بازی، اور جانوروں کو لڑانا۔

۱-نرد: رسول اللہ ﷺ نے نرد یعنی چوسر کھیلنے سے سختی سے منع فرمایا: آپ نے ارشاد فرمایا: جس نے نردشیر کا کھیل کھیلا، تو گویا اس نے اپنے ہاتھ خنزیر کے گوشت اور خون سے رنگ لیے (مسلم،مشکوۃ ۳۸۶) ایک دیگر روایت میں آپ نے فرمایا: جس نے نرد یعنی چوسر کھیلا اس نے اللہ اور رسول کی نافرمانی کی (ابوداؤد)۔

۲-شطرنج: صحابہ کرام نے شطرنج کھیلنے سے صراحۃً منع فرمایا اور ظاہر ہے کہ صحابہ کرامؓ نے شطرنج کی ممانعت رسول اللہ سے سنی ہوگی (مرقاۃ المصابیح ۳۸۷)،حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ:

شطرنج عجمیوں کا جوا ہے (بیہقی، مشکوۃ ۳۸۷)، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ: شطرنج گناہ گاروں کھیل ہے، انہیں سے ایک شخص نے شطرنج کھیلنے کے بارے میں دریافت کیا: تو انہوں نے فرمایا: یہ باطل (بیکار چیز) ہے اور اللہ باطل کو پسند نہیں کرتا ہے (بیہقی، مشکوۃ ۳۸۷)، ان ہی آثار وروایات کی وجہ سے حضرت امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ اس کے کھیلنے کو ناجائز کہتے ہیں، امام شافعیؒ کی طرف اگرچہ جواز کی نسبت ہے؛ لیکن صحیح یہ ہے کہ ان کے نزدیک بھی مکروہ ہے۔ علامہ نوویؒ نے شرح مسلم میں صراحت فرمائی ہے: **اما الشطرنج فمکروہ عندنا لاحرام**، اور یہ کراہت بھی مشروط ہے چند شرائط کے ساتھ کہ نماز اور جواب سلام سے غافل نہ کرے اور بہت نہ کھیلے (التفسیر الاحمدی بحوالہ امداد الفتاوی ۴/۲۴۱)۔

۳-کبوتر بازی: احادیث کی روشنی میں یہ بھی ممنوع ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو کبوتر کے پیچھے دوڑتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: **شیطان یتبع شیطانة** کہ ایک شیطان دوسرے شیطان کے پیچھے دوڑا جارہا ہے (ابوداؤد)۔

علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ کبوتر پالنا انڈ یا بچوں کے حصول کے لیے درست ہے؛ لیکن کبوتر بازی کرنا اگر جوئے کے ساتھ ہو، تو مکروہ ورنہ ناجائز ہے (حاشیہ مشکوۃ)۔

۴-مرغ بازی، بٹیر بازی:

رسول اللہ ﷺ نے ہر طرح سے جانوروں کو آپس میں لڑانے کی ممانعت فرمائی ہے، چاہے مرغیوں کو لڑایا جائے یا بٹیر کو یا مینڈھے کو جس کے لڑانے کا معاشرے میں عام رواج ہے، یا کسی اور جانور کو لڑایا جائے۔ **نھی رسول اللہ ﷺ عن التحریش بین البھائم** (ترمذی، ابوداؤد)۔

موجودہ زمانے کے چند کھیل:

۱-پتنگ بازی: جو حکم کبوتر کے پیچھے دوڑنے کا ہے وہی حکم پتنگ کے پیچھے دوڑنے کا ہے؛ یعنی ناجائز ہے حدیث میں ایسے شخص کو شیطان قرار دیا گیا ہے (ابوداؤد)۔

۲-تاش بازی: یہ کھیل بھی شرعی نقطۂ نظر سے ممنوع ہے؛ اس لیے کہ تاش عام طور پر باتصویر ہوا کرتے ہیں، تاش کھیلنا عام طور پر فاسق و فاجر لوگوں کا معمول ہے بالعموم جوا اور قمار کی شمولیت ہوتی ہے۔ اس کھیل میں تفریح کی جگہ پر الٹا ذہنی تکان ہوتا ہے، اگر جوے کے بغیر بھی کھیلا جائے، تو شطرنج کے حکم میں ہوکر مکروہ تحریمی کہلائے گا، بعض احادیث میں شطرنج کی ممانعت آئی ہے، جو مصلحت شطرنج کو منع کرنے میں ہے، وہی بات تاش کھیلنے میں پائی جاتی ہے، جہاں تک معاملہ تعلیمی تاش کا ہے؛ تو یہ کھیل اگر جوے اور انہماک زائد سے پاک ہو، تو نہ صرف یہ کہ جائز ہے؛ بلکہ مبتدیوں کے لیے یک گونہ مفید بھی ہے (امداد الفتاوی)۔

۳-باکسنگ، فائٹنگ: موجودہ زمانہ میں باکسنگ، مکہ بازی، فری اسٹائل فائٹنگ کے جو مقابلے منعقد ہوتے ہیں، وہ شریعت اسلامی میں بالکل حرام ہیں، اسے جائز ورزش کا نام نہیں دیا جاسکتا، ایسے باکسنگ مقابلوں کو ٹی وی پر براہِ راست نشر کرنا بھی جائز نہیں؛ کیوں کہ اس میں فریق مقابل کو شدید جسمانی اذیت پہنچانے کو جائز تصور کیا جاتا ہے؛ جس سے ہوسکتا ہے کہ مدِ مقابل اندھے پن، سخت نقصان، دماغی چوٹ یا گہرے ٹوٹ پھوٹ؛ بلکہ موت سے بھی دوچار ہوجائے ۔ اس میں مارنے والے پر اس نقصان کی کوئی ذمہ داری عاید نہیں ہوتی ہے، جیتنے والے کے حامیوں کو اس کی جیت پر خوشی اور مقابل کی اذیت پر مسرّت ہوتی ہے، جو اسلام میں ہر حال میں حرام اور نا قابل قبول ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة** یعنی تم اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں مت ڈالو۔ نیز ارشاد ہے: **ولا تقتلوا أنفسكم إن الله كان بكم رحيما** (النساء ۲۹) یعنی تم اپنے نفسوں کو قتل نہ کرو! بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم پر بڑا مہربان ہے۔

۴-بیلوں کے ساتھ کشتی: اسی طرح بیلوں کے ساتھ کشتی جس میں تربیت یافتہ مسلح افراد اپنی مہارت سے بیل کو موت کے گھاٹ اتار دیتے ہیں، یہ بھی حرام ہے؛ کیوں کہ اس میں جانور کو ایذا پہنچا کر اور جسم میں نیزے بھونک کر قتل کیا جاتا ہے اور بعض اوقات بیل بھی مدِ مقابل انسان کو ختم کردیتا ہے یہ عمل کسی بھی حال میں درست نہیں، اس لیے کہ روایت میں ایک

بلی کو بھوکا مارنے پر جہنم میں ڈالنے کا مضمون آیا ہے۔

۵- کیرم بورڈ: یہ کھیل بھی اگر انہماک اور جوئے کے بغیر بھی کھیلا جائے تو اس کی گنجائش ہے۔

۶-لوڈو: اگر اس میں ذی روح کی تصویر نہ ہو اور مذکورہ خرابیوں سے پاک ہو تو اس کی بھی گنجائش ہے۔

۷-ویڈیو گیم: اس کھیل کی مختلف شکلیں رائج ہیں: (۱) جس میں جاندار کی تصویریں نہ ہوں؛ بلکہ بے جان اشیاء مثلاً: ہیلی کاپٹر، جہاز، موٹر سائیکل، بس ٹیکسی وغیرہ چلانے یا انہیں شکار کرنے کا کھیل ہو، یا جاندار کی تصویریں ہوں؛ مگر وہ اس قدر غیر واضح ہوں کہ انہیں تصویر نہ کہا جا سکے؛ بلکہ وہ محض ایک خاکہ کی شکل ہوں؛ تو ان دونوں شکلوں میں وقتی تفریح طبع کے لیے یا ذہن کی تیزی اور حاضر دماغی کے لیے اس کھیل کی اس شرط کے ساتھ گنجائش ہے کہ مذکورہ ممانعتوں سے پاک ہو۔ (۲) وہ بڑے ویڈیو گیم، جن میں جانداروں کی تصویریں واضح ہوں، یہ کھیل تصویر کی حرمت کی وجہ سے ناجائز ہوں گے۔

ہاکی، فٹ بال، والی بال، ٹینس، بیڈمنٹن، کرکٹ:

اوپر ذکر کیے گئے کھیلوں کے علاوہ جو بھی کھیل ہے اگر وہ کسی معصیت، حرام یا ناجائز کام پر مشتمل ہوں وہ بھی اس مقصدِ حرام کی وجہ سے ناجائز ہوں گے، مثلاً کسی کھیل میں ستر کھولا جائے، یا اس کھیل میں جوابازی ہو، یا اس میں مرد وعورت کا مخلوط اجتماع ہو، یا اس میں موسیقی کا اہتمام ہو، یا کفار کی خاص مشابہت ہو، یا اس کی وجہ سے فرائض وواجبات میں غفلت ہو رہی ہو۔

اسی طرح وہ کھیل جو بلا مقصد محض وقت گزاری کے لیے کھیلے جائیں، وہ بھی ناجائز ہوں گے، اس لیے کہ قرآن کریم میں تو مومنوں کی صفت یہ بیان کی گئی ہے: **الذین ھم عن اللّغو**

معرضون (المومن ۱۳) یعنی مومنوں کی صفت یہ ہے کہ وہ بیکار باتوں سے اعراض کرتے ہیں۔

اس طرح کے کھیلوں کا اصولی طور پر حکم جاننے کے لئے حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کا یہ فتوی چشم کشا ہے: ''(الف) وہ کھیل جس سے دینی یا دنیوی معتد بہا فائدہ مقصود نہ ہو وہ نا جائز ہے اور وہی حدیث کا مصداق ہے''۔

ب- جس کھیل سے کوئی دینی یا دنیوی فائدہ معتد بہا مقصود ہو، وہ جائز ہے۔ بشرطیکہ اس میں کوئی امر خلاف شرع ملا ہوا نہ ہو اور منجملہ امور خلاف شرع تشبہ بالکفار (کفار کی نقالی) بھی ہے۔

جیت ہار میں پیسے کی شرط:

کھیل کی جیت ہار میں اگر پیسے کی شرط ہو، تو اس کی چار صورتیں ہوسکتی ہیں، ایک صورت نا جائز ہے باقی تین صورتیں جائز ہیں:

(۱) دو یا چند افراد کے مابین مقابلہ ہو اور ہر شخص پر یہ بات لازم قرار دی گئی ہو کہ وہ ہارنے کی صورت میں جیتنے والے کو متعین رقم دے گا اور اگر وہ جیت جائے تو دوسرے لوگ اسے رقم دیں گے، یہ صورت جوا ہونے کی وجہ سے حرام ہے، ارشاد باری ہے: **إنما الخمر والميسر الخ**

(۲) دو آدمیوں میں جیت ہار پر دو طرفہ شرط ہو؛ لیکن تیسرے آدمی کو بغیر کسی شرط کے شریک کرلیا گیا ہو کہ اگر وہ ہار جائے تو اسے کچھ دینا نہ پڑے گا اور اگر وہ جیتے تو باقی دونوں اسے حسب معاہدہ انعام دیں گے اور تیسرا شخص بھی اس پوزیشن میں ہو کہ اس کے جیتنے کی توقع کی جاسکتی ہو؛ یہ صورت بھی جائز ہے۔

(۴) دو شخص مقابلہ میں شریک ہوں اور جیتنے والے کو انعام کوئی کمپنی، حکومت، ادارہ یا کوئی اور شخص دے، یہ صورت بھی جائز ہے (بدائع الصنائع، کتاب السباق ۲۰۶/۶، ردالمحتار)۔

کھیل دیکھنے کے لیے ٹکٹ خریدنے کا حکم:

کھیل دیکھنے کے لیے اسٹیڈیم اور میدان میں داخل ہونے کے لیے ناظرین کو داخلہ کارڈ، یا ٹکٹ کی خریداری کرنی پڑتی ہے، اس کا شرعی حکم کھیل کی نوعیت سے وابستہ ہے۔ جائز کھیلوں کے لیے ٹکٹ کی خریداری اور انہیں دیکھنے کی گنجائش ہے اور ناجائز ومکروہ کھیل کے لیے نہ ٹکٹ خریدنے کی گنجائش ہے، نہ دیکھنے کی، کیوں کہ یہ آیت کریمہ: **"یشتری لھو الحدیث"** کے وعید میں شامل ہے۔

سیر و سیاحت:

الف-شرعی نقطۂ نظر سے سیر و سیاحت جائز مقاصد اور جائز طریقہ پر درست ہے؛ **بلکہ** قرآن کریم کی متعدد آیات میں **"سیر فی الارض"** کا حکم دیا گیا ہے۔ سورہ نمل میں ارشاد ہے: **قل سیروا فی الارض فانظروا کیف کان عاقبۃ المجرمین (۶۹)** (اے نبی کہہ دیجئے کہ روئے زمین پر سیر کرو اور دیکھو کہ جرم کرنے **والوں** کا انجام کیا ہوا)، سورہ روم میں ارشاد ہے: **قل سیروا فی الارض فانظروا کیف کان عاقبۃ الذین من قبل، کان اکثرھم مشرکین (۴۲)** (اے نبی کہہ دیجئے! کہ تم روئے زمین پر گھومتے پھرو اور دیکھو کہ ان لوگوں کا انجام کیا ہوا جو پہلے ہوا کرتے تھے، ان میں سے اکثر مشرک تھے)۔

مذکورہ آیات اور اس **مفہوم** کی دوسری آیتوں میں **غور وفکر** کرنے سے **معلوم** ہوتا ہے کہ "**سیر فی الارض**" یا سیاحت نہ صرف یہ کہ جائز ہے؛ **بلکہ مطلوب** ہے، لیکن یہ سیر با مقصد ہونا چاہیے، "**منعم علیہم**" کے علاقوں اور ان کے آثار کو دیکھ کر اسباب انعام کی رغبت پیدا ہو، نیکی اور بھلائی کا شوق پیدا ہو اور "**مغضوب علیہم**" کے مقامات اور ان کے آثار کو دیکھ کر اسباب غضب سے بچنے کا داعیہ پیدا ہو، قلب میں رقت پیدا ہو، رسول اللہ ﷺ جب ایک غزوے کے موقع پر قوم عاد کے علاقہ سے گذر رہے تھے، تو آپ نے سواریوں کو تیز ہکانے کا حکم فرمایا اور چہرے پھیر

لیے اور استغفار کی کثرت کا حکم دیا۔ مطلق سیر کی کوئی ممانعت نہیں ہے، اس کا جواز یا عدم جواز مقصدِ سفر سے وابستہ ہے، اگر مقاصد درست ہوں؛ تو سفر بھی درست ہوگا، اگر مقاصد غلط ہوں تو سفر بھی غلط ہوگا۔ حدیث نبوی: **لا تشدّ الرحال الّا الی ثلاثة مساجد** (بخاری مع الفتح ۱۱۸۹) کی تحقیق میں بھی علماء نے یہی موقف اختیار کیا ہے۔ علامہ بدرالدین عینیؒ نے عمدہ القاری (۳/ ۶۳) میں اپنے شیخ زین الدین عراقیؒ سے نقل کیا ہے کہ اس حدیث میں مساجد کے حکم کو بیان کرنا مقصود ہے، جہاں تک مساجد کے علاوہ دوسرے مقامات کے قصد کا تعلق ہے، جیسے طلب علم کے لیے سفر کرنا، رشتہ داروں سے ملاقات کے لیے سفر کرنا تفریح یا مبارک آثار اور مقابر کی زیارت کے لیے سفر کرنا اور اس طرح کے دوسرے اسفار اس ممانعت میں داخل نہیں ہیں۔

(معارف السنن ۳/ ۳۳۶)

ب- جن علاقوں میں جان، مال، عزت وآبرو کو خطرہ لاحق ہو، ان علاقوں کا نہ تو خود سفر کرنا درست ہے، نہ اہل وعیال کو لے جانا درست ہے، ارشاد باری ہے: **ولا تلقوا بایدیکم إلی التهلكة** (بقرہ ۱۹۵) (اور تم اپنے آپ کو ہلاکت اور تباہی میں مت ڈالو)۔ بخاری کی ایک روایت میں رات کے اوقات میں تنہا سفر کرنے سے منع فرمایا گیا ہے کیوں کہ اس میں خطرہ ہے۔

ج- جن مقامات پر مختلف ممالک کے سیاحوں کا ہجوم ہوتا ہے وہاں بعض غیر شرعی باتیں بھی دیکھنے میں آتی ہیں، ایسے مقامات پر نظر کی حفاظت کرتے ہوئے، جانے کی گنجائش ہے، لیکن چوں کہ ماحول کا اثر مسلّم ہے، لہٰذا ایسے مقامات پر نہ جانا بہتر ہے، ایسے مقامات پر آداب کی رعایت کے ساتھ جس طرح جانے کی گنجائش ہے، فی نفسہ وہاں کے لیے سواری کرایہ پر لینے اور وہاں کاروباری نقطۂ نظر سے دکان لگانے کی بھی گنجائش ہے، البتہ یہ ضروری ہے کہ حکومتوں اور تنظیموں کی طرف سے بے حیائی کے روک تھام کے لیے اقدامات کیے جائیں۔

د- ٹور کمپنیاں قائم کرنے کا جواز یا عدم جواز مقاصد سے وابستہ ہے، جائز مقاصد کے لیے ٹور کمپنیاں قائم کرنا اور اسے چلانا درست ہے۔

۴- تعلیم وتذکیر کے لیے فلموں کا استعمال:

فلم درحقیقت عکس بندی کا نام ہے، یہ عکس بندی جاندار چیزوں کی بھی ہوتی ہے اور بے جان چیزوں کی بھی، کسی بھی جاندار کی تصویر کھینچنا اور کھنچوانا کسی حال میں بھی درست نہیں ہے، خواہ ہاتھ کے ذریعہ ہو، یا قلم سے یا کیمرہ کے ذریعہ ہو یا پریس پر چھاپ کر، یا سانچ اور مشین میں ڈھال کر، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: اشدّ الناس عذاباً یوم القیامۃ المصوّرون (بخاری حدیث ۵۹۵۴/ باب التصاویر) قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب تصویر بنانے والوں کو ہوگا، اس کے علاوہ اور بھی متعدد صحیح احادیث ہیں؛ جن میں تصویر سازی کی مذمت کی گئی ہے، ویڈیو اور کیمرہ کی تصویر بھی درحقیقت تصویر ہی ہے، اس سلسلہ میں عرب کے بعض غیر محتاط علماء کے ضعیف اقوال کو وجہ جواز نہیں بنایا جا سکتا؛ لہذا جاندار چیزوں کی فلم بندی کسی حال میں درست نہیں ہے، ضرورت کے مواقع مستثنیٰ ہیں، تعلیمی مقاصد وتذکیری مقاصد ضرورت میں شامل نہیں ہیں۔

۵- کارٹون دو طرح کے ہوتے ہیں، محض خاکہ جس میں چہرہ سر وغیرہ نہیں ہوتا ہے، دوسرا کارٹون، جو اخباروں اور ٹیلیویژن میں مروّج ہے، جس میں سر بھی ہوتا ہے، چہرہ بھی ہوتا ہے اگرچہ وہ نمایاں نہیں؛ بلکہ مسخ شدہ ہوتا ہے، پہلے قسم کے کارٹون؛ بلکہ خاکے بنانا درست ہے۔

دوسرے قسم کے کارٹون جو موجودہ زمانے میں مروّج ہیں؛ وہ بھی تصویر کے حکم میں داخل ہیں اگرچہ وہ تصویر بگڑی ہوئی ہوتی ہے، لہذا اس طرح ذی روح کا کارٹون بنانا درست نہیں ہوگا؛ بلکہ تصویر سازی کے گناہ پر بھلی صورتوں کو بگاڑ کر مذاق بنانے کا گناہ مستزاد ہوگا۔

(۵) کارٹون بنانا چوں کہ گناہ کا کام ہے، اس لیے اس کو ذریعہ آمدنی بنانا اور اس مقصد کے لیے ملازمت کرنا گناہ کے کاموں پر تعاون ہونے کی وجہ سے ممنوع ہوگا، ارشاد باری ہے: "تعاونوا علی البرّ والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان"، بعض فقہاء نے نابالغ بچّوں کے لیے باتصویر کھلونوں سے کھیلنے کو درست قرار دیا ہے، نابالغ بچے اگر کارٹون کے

پروگرام دیکھیں؛ تو اس کی گنجائش معلوم ہوتی ہے،لیکن شرط یہ ہے کہ بچوں کا وقت ضائع نہ ہو اور ان کے دلوں سے تصویر کی کراہت نہ نکلے (تصویر کے شرعی احکام، از: مفتی محمد شفیعؒ)۔

اسٹیج ڈرامہ: بہتر مقاصد کے لیے اگر اسٹیج ڈرامہ کیا جاتا ہے؛ تو اس شرط کے ساتھ اس کی اجازت ہے کہ اس میں (۱) دھوکہ نہ ہو (۲) موسیقی کا استعمال نہ ہو (۳) کسی مومن کی کردار کشی نہ کی گئی ہو (۴) شکلیں بگاڑی نہ جائیں (۵) انہماک زائد نہ ہو (۶) مرد وزن کا اختلاط نہ ہو؛ لیکن موجودہ زمانے میں جو "اسٹیج شو" کے نام سے ڈرامے مروّج ہیں، وہ مفاسد سے پُر ہوتے ہیں، اس لیے ممنوع ہیں۔

مدارس میں منعقد ہونے والے مکالمے، محادثے بالعموم اصلاحی وتذکیری ہوتے ہیں اور مذکورہ مفاسد سے پاک ہوتے ہیں، اس لیے ان کی گنجائش ہے۔تمام تفریحات اور کھیل کود میں اصل یہ ہے کہ انسان کسی حال میں اپنے مقصدِ حیات اور فکرِ آخرت سے غافل نہ ہو۔

واللہ اعلم بالصواب

تفریح ومزاح - احکام ومسائل

مولانا محمد نصر اللہ ندوی ☆

۱-مزاح گاہے بگاہے ہو، اس میں افراط اور مداومت جائز نہیں ہے، اس لئے کہ کثرت مزاح سے انسان زیادہ ہنستا ہے اور زیادہ ہنسنے سے دل مردہ ہوجاتا ہے، حدیث میں ہے:

"فإن كثرة الضحك تميت القلب" (البیہقی، رقم الحدیث: ۳۹۴۲)۔

۲-مزاح میں کوئی گناہ کی بات شامل نہ ہو، حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ میں مذاق میں بھی حق وسچائی کے سوا کچھ نہیں کہتا ہوں، "عن أبي هريرة قال: قالوا: يا رسول الله! إنك تداعبنا قال: إني لا أقول إلا حقاً" (ترمذی، رقم الحدیث: ۱۹۹۰)۔

حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جوشخص محض ہنسانے کے لئے کوئی بات کہےتو اس کی وجہ سے آسمان سے بھی زیادہ دوری پر جاگرتا ہے (ذکرہ الالبانی فی الصحیح، رقم الحدیث: ۵۴)۔

۳-مذاق ایسا نہ ہو جو کسی کے لئے باعث تکلیف ہو، اگر اس سے دوسروں کی دل آزاری ہوتی ہوتو پھر یہ ہرگز جائز نہ ہوگا، اللہ تبارک وتعالی کا ارشاد ہے: "لا يسخر قوم من قوم عسى أن يكونوا خيراً منهم، ولا نساء من نساء عسى أن يكن خيراً منهن" (الحجرات: ۱۱)۔

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "لا تمار أخاك ولا تمازحه" (ترمذی، رقم الحدیث: ۱۹۹۰)۔

☆ استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔

ب- ایسا مزاحیہ پروگرام جو کئی گھنٹوں پر مشتمل ہو، اسی طرح مزاحیہ مشاعرہ منعقد کرنا جائز نہ ہوگا، اس لئے کہ اس طرح کے پروگرام آخرت سے غفلت اور دنیا میں انہماک کا سبب بنتے ہیں، نیز یہ انسان کے فرائض وواجبات اور دیگر ذمہ داریوں سے بھی غفلت کا موجب ہیں۔

قرآن کریم میں ہے:

''ومن الناس من یشتری لهو الحدیث لیضل عن سبیل الله بغیر علم ویتخذها هزوا أولئک لهم عذاب مهین'' (لقمان:۶)۔

حضرت حسنؓ لہو الحدیث کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس سے مراد ہر وہ چیز ہے جو اللہ کی عبادت اور اس کی یاد سے ہٹانے والی ہو، مثلاً فضول لہو ولعب، فضول قصہ گوئی، ہنسی مذاق کی باتیں وغیرہ (روح المعانی ۱۴/ ۹۰۲)۔

ج -مزاحیہ کہانیاں لکھنا، انہیں پڑھنا اور ایسی کہانیوں پر مبنی کتابوں کو شائع کرنا، نیز ان کی خرید فروخت کرنا انہیں حدود وقیود کے ساتھ درست ہوگا جن کا تذکرہ اوپر مزاح کے جائز ہونے کے ضمن میں کیا جا چکا ہے۔

۴-لطیفہ گوئی یا مزاح نویسی کو پیشہ بنالینا اور اس پر اجرت وصول کرنا درست نہ ہوگا، اس لئے کہ حدیث شریف میں گاہے بگاہے تفریح کی اجازت دی گئی ہے: **''روحوا القلوب ساعةً فساعة''** (کنز العمال، رقم الحدیث: ۵۳۵۴)۔

اس سے اشارہ ملتا ہے کہ مزاح نویسی کو پیشہ بنانا درست نہیں ہے، کیونکہ انسان جب کسی چیز کو پیشہ بنالیتا ہے تو ہر وقت اسی خیال میں غرق رہتا ہے، اور اس کی تگ ودو اسی کے ارد گرد گردش کرتی رہتی ہے، ظاہر ہے کہ مزاح اور تفریح میں اس قدر انہماک کیسے درست ہوسکتا ہے؟

امام غزالیؒ رقمطراز ہیں:

''ومن الغلط العظیم أن یتخذ الإنسان المزاح حرفة یواظب علیه ویفرط فیه'' (احیاء العلوم ۳/ ۲۰۳)۔

۵۔تفریح طبع کے لئے مزاحیہ ڈرامے کا پروگرام کرنا اور اس کو دیکھنے کی گنجائش مندرجہ ذیل شرطوں کے ساتھ ہوسکتی ہے:

الف- یہ پروگرام مختصر وقت کا ہو۔

ب- اس طرح کا پروگرام گاہے بگاہے منعقد کیا جائے۔

ج- پروگرام سبق آموز اور تعلیمی وتربیتی نقطۂ نظر سے مفید ہو۔

د- پروگرام میں خلاف شرع کوئی چیز نہ ہو۔

واضح رہے کہ اس طرح کے پروگرام بہر حال شرافت وتہذیب کے منافی اور دناءت وسطحیت کا مظہر ہیں، اس لئے حتی الامکان ان سے اجتناب کرنا چاہئے، ان میں کسی طرح سے شمولیت کراہت سے خالی نہ ہوگا، رہی بات مزاحیہ ڈرامے لکھنے کی، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہونا چاہئے۔

و- اسلام دین فطرت ہے اس میں انسانوں کے تمام بنیادی تقاضوں کو ملحوظ رکھا گیا ہے، ہنسنا بھی انسان کی ایک فطری اور طبعی ضرورت ہے، لہذا اسلام نے اس کو بھی جائز قرار دیا ہے، مگر اس میں مبالغہ اور افراط بہر حال پسندیدہ نہیں ہے، اس لئے ہنسنے ہنسانے کا باضابطہ پروگرام منعقد کرنا اور اس میں بے تکلف قہقہہ لگانا بہر حال کراہت سے خالی نہ ہوگا۔ حدیث شریف میں ہے:

''وإياک وکثرة الضحک، فإنها تميت القلب وتذهب بنور الوجه''

(أخرجه البیہقی فی شعب الایمان، رقم: ۴۹۴۴)۔

کھیل کود سے متعلق مسائل:

کھیل کود انسانی فطرت کا تقاضا ہے، اس کے علاوہ جسمانی قوت میں اضافہ کا بھی اہم سبب ہے، اس لئے اسلام نے ایسے کھیلوں کی ترغیب دی جن سے انسانی طاقت وقوت میں

اضافہ ہوتا ہے، حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "ارموا بنی إسماعیل فإن أباکم کان رامیاً" (فتح الباری ۶/۹۰)۔

قرآن کریم میں ہے:

"وأعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل ترھبون بہ عدو اللہ وعدوکم" (الانفال: ۶۰)۔

اسلام دین عدل ہے، وہ کسی بھی چیز میں بے اعتدالی اور افراط وتفریط کو پسند نہیں کرتا ہے، اس لئے اس نے کھیل کے لئے بھی شرطیں متعین کردی ہیں، وہ شرطیں یہ ہیں:

۱- کھیل میں پردہ کے شرعی حدود کی رعایت کی جائے، آج کل مرد جس طرح گھٹنے سے اوپر والا لباس پہن کر اور خواتین نیم برہنہ ہوکر اپنے کھیل سے زیادہ اپنے جسم کا مظاہرہ کرتی ہیں، شریعت میں ایسے کھیلوں کی کوئی گنجائش نہیں ہے، کیونکہ اس طرح کے کھیل بے حیائی وبے پردگی اور فحاشی کو پھیلانے کا اہم ذریعہ ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

"إن الذین یحبون أن تشیع الفاحشۃ فی الذین آمنوا لھم عذاب ألیم فی الدنیا والآخرۃ واللہ یعلم وأنتم لا تعلمون" (النور: ۲۹)۔

۲- کھیل ایسا ہو جو مختصر وقت میں پورا ہوسکے، ایسا نہ ہو جس سے انسان اپنی ذمہ داریوں اور فرائض سے غافل ہوجائے: "کل ما یلھو بہ الرجل المسلم باطل" (الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیہ ۳۵/۲۶۸)۔

۳- ایسا کھیل نہ ہو جو اپنے یا دوسروں کے لئے ایذاء رسانی کا باعث ہو، یا جس سے شدید جسمانی نقصان پہنچنے کا امکان ہو، الموسوعۃ الفقہیہ میں کھیل کے مباح ہونے کی شرطوں کے ضمن میں لکھا ہے:

"بشرط أن لا یتضمن ضراراً، فإن تضمن ضرار الإنسان أو الحیوان کالتحریش بین الدیوک والکلاب ونطاح الکباش والتفرج علی ھذہ الأشیاء

فھو حرام'' (الموسوعۃ الفقہیہ ۳۸/ ۲۶۶)۔

۴-ہر جنس کے لئے کھیل الگ الگ ہو جو اس جنس کے مناسب ہو، لہٰذا مردوں کے لئے زنانہ کھیل اور عورتوں کے لئے مردانہ کھیل جائز نہیں ہے، حضور اکرم علیہ السلام نے مردوں کو عورتوں کی اور عورتوں کو مردوں کی مشابہت اختیار کرنے سے سختی سے منع کیا ہے: ''لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المتشبھین من الرجال بالنساء والمتشبھات من النساء بالرجال'' (البخاری، رقم الحدیث: ۵۸۸۵)۔

۵-کھیل میں کسی طرح کا جوا نہ ہو، کیونکہ جوا کا حرام اور ممنوع ہونا محتاج بیان نہیں ہے۔

ب-کھلاڑیوں کا لباس شرعی حدود کے اندر رہو، یعنی مردوں کا لباس ناف سے گھٹنے تک ساتر ہو، عورتیں مردوں کے سامنے کھیل کا مظاہرہ نہ کریں، اور اگر عورتیں صرف عورتوں کے سامنے کھیلیں تو پردہ کے ان حدود کا خیال رکھیں جو عورت کے لئے عورت کے سامنے متعین ہیں، اس کے بغیر کھیلنا جائز نہ ہوگا۔

مروجہ کھیلوں میں فٹ بال، والی بال، بیڈمنٹن وغیرہ کو مذکورہ بالا شرطوں کے ساتھ جائز قرار دیا جا سکتا ہے فری اسٹائل کشتی، باکسنگ وغیرہ ایسے کھیل ہیں جو ناجائز ہیں۔

کرکٹ، لوڈو، تاش، کبوتر بازی، ویڈیو گیم وغیرہ کا کھیلنا مکروہ ہوگا۔

۴-کراٹے بازی، نشانہ بازی، گھوڑ سواری (بشرطیکہ اس میں جوا نہ ہو) کبڈی، تیراکی، وغیرہ ایسے کھیل ہیں جو جسمانی اور جہادی نقطۂ نظر سے بھی کافی مفید ہیں، اس لئے اس طرح کے کھیل نہ صرف جائز بلکہ مستحب قرار دیئے جا سکتے ہیں۔

د-کھیل کی ہار جیت کے سلسلہ میں پیسے کی شرط کی تفصیل درج ذیل ہے:

(ا) اگر مقابلہ دو گروہوں میں ہو رہا ہو تو شرط یک طرفہ ہو، دو طرفہ نہ ہو، مثلاً خالد اور محمود کے درمیان مقابلہ ہو اور خالد یہ کہے کہ اگر محمود آگے بڑھ جائے تو میں اس کو اتنے روپے

دوں گا،لیکن محمود نے جیتنے کی صورت میں کچھ دینے کا وعدہ نہیں کیا تو یہ صورت جائز ہوگی (الموسوعۃ الفقہیہ ۱۲۸/۴۴)۔

لیکن اگر معاہدہ دونوں طرف سے ہوجائے کہ فریقین میں سے جو بھی شکست کھائے وہ فاتح کو اتنا ادا کرے گا تو اب یہ صورت قمار کی ہوگی اور شرعاً ناجائز ہوگی (بدائع الصنائع ۲۰۶/۶)۔

(۲) اگر شرط میں کسی ایسے آدمی کو داخل کرلیا کہ ہارنے کی صورت میں اس پر کچھ دینے کی ذمہ داری نہ ہوتو یہ صورت جائز ہوگی فرض کیجئے کہ زید، بکر اور خالد میں مقابلہ ہوا، زید اور بکر نے طے کیا کہ ان دونوں میں سے ہارنے والا جیتنے والے کو اتنے پیسے دے گا، اور خالد کے متعلق یہ طے ہوا کہ اگر وہ جیت جائے تو دونوں اسے مشروط انعام دیں گے، لیکن اگر ہار جائے تو اس کو کچھ نہیں دینا ہوگا، تو یہ صورت بھی جائز ہوگی، "فإن أدخلا بينهما وهو ثالث لم يخرج شيئاً جاز، وبهذا قال الجمهور" (الموسوعۃ الفقہیہ ۱۲۸/۴۴)۔

(۳) مقابلہ دو آدمیوں میں ہو اور انعام امام یا کسی تیسرے شخص کی جانب سے دیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، "إذا كان العوض من الإمام أو غيره من الرعية وهذا جائز لا خلاف فيه" (حوالہ بالا)۔

(۴) مقابلہ کی ابتدائی اور انتہائی حد متعین کردی جائے (شرح مہذب ۱۳۶/۱۵ بحوالہ قاموس الفقہ ۱۱۷/۴)۔

(۵) انعام اور عوض معلوم و متعین ہو۔

"ويجوز العوض بشرط أن يكون معلوماً لأنه عقد في مال عقد فلا بد أن يكون معلوماً كسائر العقود" (بدائع الصنائع ۲۰۶/۶)۔

ہ- جو کھیل اپنے طریقہ اور لباس کے اعتبار سے محرمات پر مشتمل نہ ہو، لیکن اس میں کھیلنے والوں اور دیکھنے والوں کا کافی وقت ضائع ہوتا ہو، تو یہ لہو ولعب کے حکم میں ہوگا، نیز ناجائز اور ممنوع ہوگا۔

و- اگر کھیل جائز ہو (جس کی تفصیل اوپر گذر چکی ہے) تو اس کا دیکھنا اور ٹکٹ خرید نا بھی جائز ہوگا، بشرطیکہ مہنگے نہ ہوں، ورنہ اسراف کی حد میں شامل ہوجائے گا، اور اگر کھیل نا جائز ہوتو اس کا دیکھنا اور اس کے لئے ٹکٹ خرید نا بھی تعاون علی الاثم کی وجہ سے نا جائز ہوگا۔

سیر و سیاحت:

سفر انسان کی بنیادی ضرورت ہے، لیکن سفر میں انسان کو جو دشواریاں پیش آتی ہیں وہ محتاج بیان نہیں، اس لئے بلاضرورت سفر کرنے کو اللہ کے رسول علیہ السلام نے ناپسند کیا ہے، تاہم دنیوی و دینی مقاصد مثلاً تجارت، کسب معاش، حصول علم، جہاد وغیرہ کے لئے سفر کرنا درست ہے، لیکن تفریح طبع کے لئے ایک ملک سے دوسرے ملک کا سفر کرنا اور اس میں خطیر رقم صرف کرنا درست نہ ہوگا، اس کی چند وجوہات ہیں:

۱- بغیر کسی اہم دینی و دنیوی ضرورت کے خطیر رقم صرف کرنا اسراف ہے، اور اسراف کا ممنوع ہونا ظاہر ہے۔ قرآن کریم میں فضول خرچی کرنے والوں کو شیطان کا بھائی قرار دیا گیا ہے، ''إن المبذرين كانوا إخوان الشياطين'' (بنی اسرائیل:۲۷)۔

۲- یہ وقت اور جان و مال کا ضیاع ہے، ایک مسلمان کے لئے یہ ہرگز مناسب نہیں کہ وہ زندگی کی متاع گرانمایہ کو فضول چیزوں میں ضائع کردے۔ حدیث شریف میں ہے:

''**لا تزول قدما عبد حتى يسأل عن أربع: عن عمره فيما أفناه، وعن شبابه فيما أبلاه، وعن ماله من أين اكتسب وفيما أنفق، وعن علمه بما عمل به**'' (ترمذی، رقم الحدیث:۲۴۱۶)۔

امام غزالی نے ایسے لوگوں کو جنگل میں بھٹکنے والے چوپایوں سے تشبیہ دی ہے:

''**فالسائحون في غير مهم الدين والدنيا بل لمحض التفرج في البلاد كالبهائم المترددة في الصحاري**'' (احیاء علوم الدین ۲۲۱/۳)۔

ب- ایسے سفر میں بال بچوں کو ساتھ میں رکھنا مناسب نہیں ہے، بالخصوص آج کے

حالات میں جبکہ ہر طرف زنا کاری، بدکاری اور فحاشی کا بازار گرم ہے، اور تقریباً ہر روز اخبارات کے ذریعہ روح فرساں واقعات سامنے آتے رہتے ہیں۔

ج- ایسی جگہوں پر از راہ تفریح جانا بہتر نہیں ہے۔حضرت ابوسعید الخزاز کا قول ہے: ''اتقوا مواضع التهم''، البتہ وہاں جانے والوں کے لئے سواری کرایہ پر دینا اور اشیاء خورد ونوش فروخت کے لئے دکان لگانا جائز ہوگا، کیونکہ یہ کام فی نفسہ معصیت نہیں ہیں، رد المحتار میں ہے:

''وعلم من هذا أنه لا يكره بيع ما لم تقم المعصية به كبيع الجارية المغنية والكبش النطوح والحمامة الطيارة، والعصير الخشب ممن تتخذ منه المعازف'' (رد المحتار ۹/۴۷۷)۔

تاہم ایک مسلمان کے لئے ایسی تجارت سے اجتناب ہی بہتر ہے۔

د- مذکورہ بالا جواب کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس طرح کی ٹور کمپنیاں قائم کرنا جائز ہے، کیونکہ یہ کمپنیاں صرف سفر کی اجرت وصول کرتی ہیں، اور سفر کرنا بذات خود کوئی معصیت نہیں ہے۔علامہ شامی نے ایسے گھروں کو جہاں گناہ کے کام ہوتے ہوں، کرایہ پر لگانے کے ضمن میں لکھا ہے:

''لأن الإجارة على منفعة البيت، ولهذا يجب الأجر بمجرد التسليم ولا معصية فيه وإنما المعصية بفعل المستأجر وهو مختار فينقطع نسبته عنه'' (رد المحتار ۹/۴۷۸)۔

لیکن یہ کاروبار کراہت سے خالی نہ ہوگا، ''والمنقول في كثير من الفتاوى أنه يكره'' (حوالہ بالا)۔

۴- تعلیمی وتربیتی مقاصد کے لئے فلموں کا بنانا اور ان کا مشاہدہ کرنا مندرجہ ذیل شرطوں کے ساتھ درست ہوسکتا ہے:

(۱) فلم ساز و مضراب سے بالکل خالی ہو۔
(۲) کسی عورت کو اس میں شامل نہ کیا جائے۔
(۳) فلم کا مقصود صرف تعلیم و تربیت ہو نہ کہ تفریح وغیرہ۔
(۴) کارٹون سازی بھی تصویر کشی کی ایک قسم ہے، تاہم کارٹون اور تصویر میں ایک فرق ہے:

وہ یہ کہ تصویر نمایاں ہوتی ہے اور بلا تکلف پہچان میں آجاتی ہے، جبکہ کارٹون بادی النظر میں پہچان میں نہیں آتا ہے، اس لئے کارٹون بنانا جائز ہوگا، قاموس الفقہ میں ہے:

الف- چھوٹی تصویریں جو بہ تکلف پہچان میں آتی ہوں جائز ہیں، "لو کانت صغيرة بحيث لا تبدو للناظر إلا بتأمل لا يكره" (قاموس الفقہ ۴/ ۴۷۰)۔

کارٹون سازی کو ذریعہ آمدنی بنانا اور اس مقصد کے لئے ملازمت کرنا بہتر نہ ہوگا۔

ب- بہتر کاموں کی ترغیب اور سماجی بگاڑ پر تنقید کے نقطہ نظر سے ڈرامے اسٹیج کئے جاسکتے ہیں مگر انہیں شرطوں کے ساتھ جو مزاحیہ پروگرام کے جواز کے ضمن میں آغاز بحث میں گذر چکی ہیں: مثلاً ڈرامہ مختصر ہو، گاہے بگاہے ہو، اس میں کوئی منکر نہ ہو، تاہم ڈرامہ شرافت وتہذیب کے منافی اور دناءت وسطحیت کا مظہر ہے، اس لئے اس میں شمولیت کراہت سے خالی نہ ہوگا۔

هذا ما عندي، والله أعلم بالصواب۔

سیر وتفریح سے متعلق ضابطے

مولانا اشرف عباس قاسمی ☆

الحمد لله رب العالمين، والصلوٰة والسلام علىٰ سيد المرسلين محمد وآله وصحبه أجمعين أما بعد!

۱- مزاح اور لطیفہ گوئی:

الف- مزاح کی شرعی حیثیت اور اس کی حدود:

طبیعت کی پژمردگی دور کرنے، اور دل ودماغ کے نشاط وقوت کو بحال کرنے کے لیے رسول اکرم ﷺ، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور سلف سے وقتاً فوقتاً مزاح ثابت ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: "إن النبي ﷺ كان يمزح ويقول: إن الله لا يؤاخذ المزّاح الصادق في مزاحه" (کنز العمال ۳/رقم ۸۳۴۶) یعنی رسول اکرم ﷺ مزاح فرماتے تھے اور ارشاد فرماتے کہ اللہ پاک سچے مزاح کرنے والے کا مزاح پر مواخذہ نہیں کرتے ہیں۔

لمعات التنقیح میں ہے: "كما كان رسول الله ﷺ يمازح الصحابة كذلك كانوا يمازحونه" (حاشیۃ المشکاۃ ص ۴۱۷) (جس طرح رسول اکرم ﷺ صحابۂ کرام سے مزاح فرماتے تھے، اسی طرح صحابۂ کرام بھی رسول اکرم ﷺ سے مزاح کرتے تھے)۔

☆ جامعہ مظہر سعادت ہانسوٹ، بھروچ، گجرات۔

مشہور محدث سفیان بن عیینہ سے کسی نے کہا: مزاح بے ہودگی ہے، انہوں نے فرمایا: بالکل نہیں، مزاح تو سنت ہے، البتہ اسے اچھی طرح برتنا اور برمحل استعمال کرنا سب کے بس کا روگ نہیں، ابن قتیبہ کہتے ہیں: رسول اکرم علیہ السلام سے یہ ثابت ہے اور لوگوں کو آپ کی حیات طیبہ کو اسوہ بنانے اور آپ کے طریقے کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے، اس لیے کہ خندہ روئی اور بشاشت کو چھوڑ کر ہر وقت چہرے پر غم واضمحلال کے آثار سے لوگ غیر معمولی تعب اور مشقت میں پڑ جائیں گے (ھدیۃ الجیری لشمائل الترمذی ۲۹/ ۵۷)، البتہ اس مزاح کی بھی حدود ہیں تا کہ یہ خوش طبعی کے بجائے دل آزاری کا سبب نہ بن جائے، اس لیے ایک دوسری روایت میں رسول اکرم علیہ السلام کا ارشاد ہے: ''لاتمار أخاک و لاتمازحه'' (الترمذی ہی سے رقم/ ۱۹۹۵) (اپنے بھائی سے نہ جھگڑو اور نہ اس کے ساتھ مذاق کرو) دونوں طرح کی روایات کو سامنے رکھتے ہوئے شراح حدیث فرماتے ہیں کہ اس مزاح کی اجازت نہیں ہے جس میں افراط ہو یا مداومت ہو، کیونکہ حد باقی نہ رکھنے سے ہنسی مذاق کا ایسا ماحول بنتا ہے جس سے قساوت قلبی پیدا ہوتی ہے۔

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں: ''المزاح انبساط مع الغير من غير إيذاء فإن بلغ الإيذاء يكون سخرية'' (مرقاۃ المفاتیح ۹/ ۱۰۵) (مزاح نام ہے تکلیف پہنچائے بغیر کسی کے ساتھ خوش طبعی کا، اور اگر معاملہ ایذاءرسانی تک پہنچ جائے تو وہ مذاق اڑانا بن جاتا ہے)۔

ب- مزاحیہ پروگرام اور مزاحیہ مشاعرے:

تصریحات بالا کی روشنی میں اس کی گنجائش نہیں نظر آتی ہے، اس لیے کہ مزاحیہ مشاعرہ یا مزاحیہ پروگرام منعقد کرنا جو کئی گھنٹوں پر مشتمل ہو، اس میں حق وصداقت کا دامن تھامے رکھنا فرد یا جماعت پر اشارۃً یا کنایۃً طعن وتشنیع سے اپنے آپ کو بچائے رکھنا، من گھڑت اور جھوٹے واقعات کا سہارا نہ لینا عملاً انتہائی مشکل ہے اور ان سب خرابیوں کے برتنے کے پیش نظر دینی اور شرعی مقاصد نہیں ہوتے بلکہ فقط ہنسنا ہنسانا ہوتا ہے، اور حدیث پاک میں اس کی صراحۃً ممانعت وارد ہے: ''عن بهز بن حكيم عن أبيه عن جده قال: قال رسول الله ﷺ: ويل لمن

يحدث فيكذب ليضحك به القوم ويل له ويل له" (أخرجه أبوداؤد في سننه رقم ۴۹۹۰-والترمذي رقم ۲۳۱۵) (ہلاکت ہے اس شخص کے لیے جوصرف لوگوں کوہنسانے کے لیے جھوٹ بولتا ہواس کے لیے ہلاکت ہے اس کے لیے ہلاکت ہے)۔

فقہاءفرماتے ہیں:''لابأس بالمزاح بعد أن لايتكلم الإنسان فيه بكلام يأثم به أو يقصد به إضحاك جلسائه'' (الفتاوی الھندیۃ:۶/۳۵۶) (اس مزاح کی اجازت ہے جس میں کوئی ایسی بات شامل نہ ہوجس میں گناہ ہو یا جس کامقصد محض حاضرین کوہنسانا ہو)۔

ج-مزاحیہ کہانیاں لکھنےاورایسی کہانیوں پرمبنی کتابوں کی اشاعت اورخریدفروخت:

مزاحیہ کہانیاں لکھنا انہیں پڑھنا اور ایسی کہانیوں پر مبنی کتابوں کوشائع کرنا نیز ان کی خریدفروخت شریعت کے نقطۂ نظر سے درست نہیں ہے، کیونکہ یہ بظاہر لھوالحدیث کے تحت داخل ہے، ارشاد باری ہے:''ومن الناس من يشتری لهو الحديث ليضل عن سبيل الله بغير علم ويتخذها هزوا أولئک لهم عذاب مهين'' (سورہ لقمان آیت ۶) (اوربعض آدمی ایسے ہیں جوان باتوں کےخریدار بنتے ہیں جوغافل کرنے والی ہیں تا کہ اللہ کی راہ سے بے سمجھے بوجھے گمراہ کریں اوراس کی ہنسی اڑائیں، ایسےلوگوں کے لیےذلت کاعذاب ہے)۔

مفسرین نے اس آیت کے شان نزول میں تصریح کی ہے کہ مکہ کا ایک بڑا کافرنضر بن حارث ملک فارس سے بےسروپاحکایات پرمبنی کتابیں خریدلاتا اورمکہ کےلوگوں کوسنایا کرتا تھا(تفصیل کے لیے دیکھئے:روح المعانی ۱۲)اورظاہر ہے کہ یہ مزاحیہ کہانیاں بھی عموماًحقائق سے دور ہوتی ہیں۔

مفتی شفیع صاحب فرماتے ہیں:''لھوالحدیث میں لفظ حدیث باتوں اور قصے کہانیوں کے معنی میں ہے اورلہو کےمعنی غفلت میں پڑنے کے ہیں، جوچیزیں انسان کوغفلت میں ڈالیں وہ لہوکہلاتی ہیں اوربعض اوقات ایسے کاموں کوبھی لہوکہاجاتا ہےجن کا کوئی معتد بہ فائدہ نہ ہومحض وقت گزاری کا مشغلہ اوردل بہلانے کا سامان ہو، اس زمانہ میں بیشتر نوجوان فحش، ناول یاجرائم

پیشہ لوگوں کے حالات پر مشتمل قصے یا فحش اشعار دیکھنے کے عادی ہیں، یہ سب چیزیں اسی قسم لہو حرام میں داخل ہیں" (معارف القرآن ۷/۲۱، ۲۳)۔

د- لطیفہ گوئی یا مزاح نویسی کو پیشہ بنانے اور اس کی اجرت اصول کرنے کا حکم:

شریعت مطہرہ نے مزاح کی حدود مقرر کردی ہیں ان حدود سے تجاوز کرنا جائز نہیں ہے جن کا خلاصہ یہ ہے کہ گاہے بہ گاہے کسی کی ایذا رسانی اور تحقیر کے بغیر موقع محل کی مناسبت سے اس کی گنجائش ہے، لہذا عام حالات میں جب عمل ناجائز ٹھہرا تو اس کو مستقل پیشہ بنالینے میں تو قباحتیں مزید بڑھ جاتی ہیں، امام غزالیؒ نے اس پر سخت نکیر فرمائی ہے، وہ کہتے ہیں: "ولکن من الغلط العظیم أن یتخذ الإنسان المزاح حرفة ویواظب علیه ویفرط فیه ثم یتمسک بفعل رسول اللہ ﷺ فهو کمن یدور مع الزنوج ابدًا لینظر إلیٰ رقصهم ویتمسک بأن رسول اللہ ﷺ أذن لعائشة رضی اللہ عنها في النظر إلیهم وهم یلعبون (مرقاۃ المفاتیح ۹/ ۷۲)۔

مولانا یوسف لدھیانویؒ فرماتے ہیں کہ لطیفہ گوئی اگر حدود میں ہو تو گنجائش ہے مگر اس کو پیشہ بنانا مکروہ ہے (آپ کے مسائل اور ان کا حل ۱/ ۱۵۶)۔

ھ- تفریح طبع کے لیے مزاحیہ ڈرامے کے پروگرام:

وہ تمثیل یا ڈرامہ جس میں ممنوع چیزوں کا ارتکاب کیا جائے اور جو شرعی آداب وقیود سے آزاد ہو وہ بالاتفاق مقاصد شریعت اور نصوص صریحہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے، (القرضاوی فتاویٰ معاصرۃ ۶۹۴- الفتاویٰ المصریۃ ۱۰/ ۳۵۳۶) اور ظاہر ہے کہ محض تفریح طبع کے لیے منعقد ہونے والے ڈرامے ان قباحتوں سے خالی نہیں ہوتے جن کا تذکرہ شق (الف) میں گذر چکا ہے اور قرآن کریم میں (سورہ لقمان الآیۃ ۶) جس لہو الحدیث کی ممانعت ہے اس کے عموم میں رئیس المفسرین حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے ہنستے ہنساتے رہنے کو بھی داخل مانا ہے:

''ولھو الحدیث کل ما شغلک عن عبادۃ اللہ وذکرہ من السمر والأضاحیک والخرافات والغناء ونحوھا وھٰذا العموم ھو المروی عن ابن عباسؓ أخرجه البخاری في الأدب المفرد (المفتی محمد شفیع: أحکام القرآن ۳؍۱۸۵)(لہو الحدیث کا مصداق ہر وہ چیز ہے جو آپ کو اللہ کی عبادت اور ذکر سے غافل کردے خواہ وہ قصہ گوئی یا ہنسنے یا ہنسانے کی بے سروپا باتیں ہو یا گانا بجانا ہو۔ امام بخاریؒ نے الادب المفرد میں ابن عباسؓ سے اسی عموم کو نقل کیا ہے)۔ ان تصریحات سے واضح ہے کہ محض تفریح طبع کے لیے اس طرح کے ڈرامے لکھنا، اس کا پروگرام کرنا اور اسے دیکھنا درست نہیں۔

و- ہنسنے کے پروگرام:

یقیناً ہنسنا انسانی صحت کی برقراری اور دماغ کی تازگی کے لیے معین ہے اور شریعت مطہرہ نے ہنسنے پر قدغن نہیں لگایا ہے۔ روایات سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی باوقار موجودگی میں بھی بسا اوقات صحابہ کرامؓ دلچسپ باتیں کر کے ہنستے تھے اور رسول اللہ ﷺ بھی اپنے مکارم اخلاق کی وجہ سے ان کا ساتھ دیتے، اور اس دوران آپ ﷺ کے ہونٹوں پر مسلسل مسکراہٹ بکھری رہتی تھی، حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایات کے الفاظ ہیں: ''کان رسول اللہ ﷺ لا یقوم من مصلاہ الذي یصلي فیه الصبح حتیٰ تطلع الشمس فإذا طلعت الشمس قام وکانوا یتحدثون فیأخذون في أمر الجاھلیة فیضحکون ویتبسم رسول اللہ ﷺ'' (أخرجه مسلم برقم ۲۳۲۲، والترمذي رقم ۲۸۵۰)(رسول اکرم ﷺ جس جگہ فجر کی نماز ادا فرماتے وہاں سے سورج طلوع ہونے سے پہلے نہیں اٹھتے تھے، طلوع شمس کے بعد ہی کھڑے ہوتے تھے، صحابہ کرامؓ دور جاہلیت کی بات کر کے ہنستے تھے اور رسول اکرم ﷺ بھی مسکراتے تھے)۔ شراح حدیث نے اس دلچسپ گفتگو کے بعض اجزاء نقل کئے ہیں، چنانچہ ایک مرتبہ ایک صحابیؓ نے فرمایا کہ میرے بت نے جتنا میرا بھلا کیا اتنا نفع کسی کو اس کے بت نے نہیں دیا ہوگا، ہوا یوں کہ میں نے حیس (ایک قسم کا کھانا جو کھجور، گھی، اور ستو سے تیار کیا جاتا ہے)

کاٹ بنا رکھا تھا، قحط سالی آئی تو میں اس میں سے روزانہ تھوڑا تھوڑا کھاتا رہا، ایک دوسرے صحابی نے بتلایا کہ ایک دن میں نے دیکھا کہ دو لومڑیاں آئیں اور میرے بت کے سر پر بیٹھ کر پیشاب کرنے لگیں، میں نے دل میں کہا کہ یہ بھی کوئی معبود ہے، جس کے سر پر لومڑی پیشاب کر جائے، یا رسول اللہ یہی واقعہ میرے قبول اسلام کا سبب بن گیا (ملا علی قاری، مرقاۃ المفاتیح ۹/۵)۔

لیکن شریعت ہر چیز میں اعتدال کی تعلیم دیتی ہے اور ایسی حد تجاوزی سے منع کرتی ہے جو انسان کے ضرر کا باعث ہو، شریعت کی نظر میں مسکرانا مستحسن چیز ہے، گاہے بگاہے ہنسنے کی بھی اجازت ہے، لیکن باضابطہ ہنسنے کے پروگرام منعقد کرنا اور اس میں اتنا ہنسنا کہ دل مردہ ہو جائے از روئے شرع جائز نہیں ہے۔ ایک مرتبہ رسول رحمت ﷺ نے ایک مجلس میں لوگوں کو دانت کھول کر بے تحاشا ہنستے دیکھا تو آپ نے فوراً انہیں تنبیہ فرمائی اور انہیں لذتوں کو توڑنے والی چیز موت کو یاد کرنے کی تلقین کی (الترمذی، السنن برقم ۲۴۶۰، والنسائی برقم ۱۸۲۴) حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت میں صراحۃً کثرت ضحک سے ممانعت وارد ہے، کیونکہ اس سے قلوب مردہ ہو جاتے ہیں: "لا تکثروا الضحک فإن کثرة الضحک تمیت القلب" (الترمذی برقم ۲۳۰۵) (زیادہ مت ہنسو کیونکہ زیادہ ہنسی دل کو مردہ کر دیتی ہے)۔

۲- کھیل کود کی شرعی حیثیت:

الف- کھیل کے جائز اور ناجائز ہونے کے اصول:

وہ کھیل کود جن کو احادیث و آثار میں صراحۃً ممنوع قرار دیا گیا ہے وہ ناجائز ہیں جیسے نرد، شطرنج، کبوتر بازی اور جانوروں کو آپس میں لڑانا وغیرہ۔ "عن أبي موسى الأشعريؓ قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: من لعب بالنرد فقد عصى الله ورسوله" (ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی النہی عن اللعب بالنرد رقم ۴۹۳۸) وعن بريدةؓ قال: قال رسول الله ﷺ: من لعب بالنردشير فكأنما صبغ يده في لحم خنزير ودمه (مسلم، کتاب الشعر، باب تحریم اللعب بالنردشیر رقم ۲۲۶۰) عن ابن عباسؓ قال: نهى رسول الله ﷺ عن التحريش

بین البھائم (ابوداؤد، کتاب الجہاد، التحریش بین البھائم رقم ۲۵۶۲)۔

نیز اس میں بلاوجہ جانوروں کو مبتلائے عذاب کرنا ہے، "وعن علي رضي الله عنه: "الشطرنج هو ميسر الأعاجم" (البیہقی، السنن الکبریٰ، کتاب الشھادات، وقال ھٰذا مرسل لکن لہ شواھد ۱۰/۲۱۲)۔

ب- جو کھیل کسی حرام کام یا معصیت پر مشتمل ہوں وہ بھی حرام قرار پائیں گے، جیسے کہ اس میں کشف عورت ہو، یا موسیقی کا نظام ہو، یا مردوزن کا مخلوط اجتماع ہو، یا اس میں قمار اور جوئے کی آمیزش ہو، چنانچہ ایک عرب محقق نے دنیا کے سب سے مقبول کھیل فٹ بال کی حرمت کے اسباب کو ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے: "عدم التقيد باللباس الشرعي الساتر للعورة، وهي ما بين السرة والركبة، إذ يكتفي اللاعب بتبان قصير تظهر منه عوراته (عبدالصمد بن محمد بلحاجی: المسابقات ص ۲۸۰/ ۲۸۱) (شرعی لباس کا اہتمام نہ کرنا جو ناف سے گھٹنے تک کے لیے ساتر ہو، اس لیے کہ کھلاڑی صرف لنگوٹ یا نیکر پہن کر کھیلتا ہے جس سے ستر پوشی نہیں ہوتی ہے)۔

ج- وہ کھیل بھی حرام ہونگے جو فرائض اور واجبات کی ادائیگی سے غافل کرنے والے ہوں، "وسائر اللعب، إذا لم يتضمن ضررا ولا شغلا عن فرض، فالأصل اباحته" (ابن قدامہ: المغنی ۱۴/ ۱۵۷)، امام بخاریؒ نے کتاب الاستئذان کے اخیر میں ایک باب قائم کیا ہے: "کل لهو باطل اذاشغله عن طاعة الله" (کوئی بھی کھیل جو اللہ کی اطاعت سے غفلت کا سبب بنے، درست نہیں ہے)۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: خواہ وہ کسی بھی طرح کا کھیل ہو، وہ مشروع ہو یا ممنوع ہو، مثلاً کوئی شخص نفل میں یا تلاوت میں یا ذکر میں یا معانی قرآن میں تدبر کرنے میں لگا رہے حتیٰ کہ وہ عمداً فرض نماز کا وقت فوت کردے وہ بھی اس ضابطے کے تحت داخل ہے، اور جب پسندیدہ اور مستحسن چیزوں کا حکم یہ ہے تو اس سے کمتر چیزوں کا تو پوچھنا ہی کیا (العسقلانی: فتح الباری ۱۱/ ۱۰۸)۔

د-محض وقت گذاری کے لیےبھی نا جائز ہیں: ''أما سائر ما يتلهى به البطالون من أنواع اللهو كالنرد والشطرنج والمزاجلة بالحمام وسائر ضروب اللعب مما لا يستعان به في حق ولا يستجم به لدرک واجب فمحظور کله'' (معالم السنن ۳/۳۷۱) (کھیل کی وہ تمام قسمیں جنہیں بے کار لوگ کھیلتے ہیں مثلاً نرد، شطرنج، کبوتر بازی اور دیگر وہ تمام کھیل جن سے نہ تو صحیح غرض وابستہ ہے اور نہ کسی واجب کی ادائیگی میں معین ہیں، ایسے تمام کھیل ممنوع ہیں)۔

ھ-جس کھیل سے کوئی نفع وابستہ ہو اور صراحۃً یا دلالۃً اسکے خلاف کوئی نص وارد نہ ہو اور وہ قمار اور دوسری خرابیوں سے پاک ہو، اس کھیل کی گنجائش ہے، بلکہ بعض مرتبہ صالح مقاصد کے لیے شریعت میں ایسے کھیلوں کی ترغیب وارد ہوئی ہے، ''عن عقبة بن عامر قال رسول الله ﷺ: ''إن الله يدخل بالسهم الواحد ثلاثة الجنة: صانعه يحتسب في صنعته الخير، والرامي به، ومنبلهٔ، إرموا واركبوا، وإن ترموا أحب إلَيّ من أن تركبوا، وليس من اللهو إلا ثلاث: تأديب الرجل فرسهٔ، وملاعبته أهله، ورميه بقوسه ونبله (ابوداؤد، کتاب الجهاد باب في الرمي رقم ۲۵۱۳) (یعنی تین چیزیں لہو ولعب میں داخل نہیں ہیں، کسی شخص کا اپنے گھوڑے کی تربیت کرنا، بیوی کے ساتھ دل لگی اور تیر چلانا)۔

امام خطابی فرماتے ہیں: اس میں اس امر کی وضاحت ہے کہ ہر قسم کے کھیل کو ممنوع ہیں، رسول اکرم ﷺ نے ان محرمات میں سے تین چیزوں کا استثنا فرمایا ہے، اس لیے کہ ان میں سے ہر ایک میں جب آپ غور کریں گے تو معلوم ہوگا کہ حق کے سلسلہ میں معین یا اس کا ذریعہ ہے، اسی معنی میں ہے ہتھیار چلانے کی مشق اور پیدل دوڑنا وغیرہ جس سے جسمانی ورزش ہوتی ہے اور دشمن کی مدافعت میں قوت ملتی ہے (معالم السنن: ۳/۳۷۱)۔

خلاصہ یہ کہ کتاب وسنت اور فقہاء کی تصریحات کی روشنی میں کھیلوں کے جواز یا عدم جواز کے سلسلہ میں اصولی طور پر درج ذیل تفصیلات معلوم ہوتی ہیں۔

الف-جن کھیلوں کی احادیث وآثار میں صراحۃً ممانعت ہے وہ ناجائز ہیں، جیسے نرد، شطرنج، اور کبوتر بازی وغیرہ۔

ب-جس کھیل سے دینی یا دنیوی کوئی معتد بہ فائدہ مقصود نہ ہو وہ ناجائز ہے۔

ج-جن کھیلوں کی ترغیب احادیث میں وارد ہے، ان کو صحیح نیت کے ساتھ برتنا نہایت مستحسن عمل ہے، مثلاً تیر اندازی اور گھوڑسواری وغیرہ۔

د-جس کھیل سے کوئی دینی یا دنیوی فائدہ معتد بہا مقصود ہو، مثلاً بدن کی ورزش، صحت وتندرستی باقی رکھنا یا کم ازکم طبیعت کا تکان دور کرنا مقصود ہو اور اس میں نہ غلو ہو اور نہ ضروری کاموں میں حرج پڑے، اور خلاف شرع امر کا بھی ارتکاب نہ ہو تو ایسے کھیل شرعاً مباح اور دینی ضرورت کی نیت سے ہوں تو ثواب بھی ہے۔

ھ-کوئی کھیل اگر چہ اپنی اصل کے اعتبار سے جائز ہے لیکن اس میں کوئی خلاف شرع امر مل جائے، مثلاً ستر کھولنا، یا مال کی شرط لگانا وغیرہ تو ایسا کھیل بھی ناجائز ہو جاتا ہے۔

و-جس کھیل کا کوئی مقصد نہ ہو بلامقصد محض وقت گزاری کے لیے کھیلا جائے تو یہ لغو ہونے کے سبب ناجائز ہوگا، اسی طرح اگر وہ کھیل فرائض یا واجبات سے غفلت کا سبب بنے تو اس کی بھی اجازت نہیں ہوگی۔

ب-لباس وپوشاک کے سلسلے میں کن باتوں کی رعایت ضروری ہے؟

لباس کے جو احکام نماز کے لیے ہیں، وہی خارج صلاۃ بھی ہیں، یعنی ناف سے لے کر گھٹنے تک کی ستر پوشی ضروری ہے، لہذا کوئی کھیل اگر چہ وہ بظاہر بامقصد ہو اور قمار وغیرہ سے خالی ہو اس میں اگر اس شرط کی ان دیکھی کی جائے تو اس کا کھیلنا یا دیکھنا بالکل جائز نہیں ہوگا۔"في الدر: والرابع ستر عورته، ووجوبه عام ولوفي الخلوة على الصحيح، إلالغرض صحيح، قال ابن عابدين: قوله ولوفي الخلوة: أي إذاكان خارج الصلاة يجب الستربحضرة الناس إجماعًاولوفي الخلوة علىٰ الصحيح (حاشیۃ ابن عابدین ۲/۷۵)۔

''وقال رسول اللهﷺ: لاينظر الرجل إلى عورة الرجل، ولا تنظر المرأة إلى عورة المرأة'' (البخاری، کتاب الصلاۃ، باب ما یستر من العورۃ، رقم ۳۶۹)(رسول اکرم ﷺ نے ارشادفرمایا: کوئی مرد کسی مرد کی شرمگاہ کو نہ دیکھے، اورعورت عورت کی شرمگاہ نہ دیکھے)۔

قال الدكتور ناصر الغامدي: فإن كشفها أمام الناس والتساهل في ذلك من المنكرات العظيمة وماحل البلاء بالمسلمين إلا بسبب لتعري الذي يعيشه كثير منهم، رجالا ونساءً (لباس الرجل، أحکامہ وضوابطہ مکتبۃ المکرمۃ ۲/ ۸۱۳) (لوگوں کے سامنے ستر کھولنا اور اس سلسلہ میں تساہل برتنا بہت بڑی بُرائی ہے،مسلمانوں پر جو عام مصیبت آپڑی ہے اس کا سبب وہ عریانیت ہے جس میں مسلمان مرد اورعورت زندگی گذار رہے ہیں)۔

ب-مروجہ کھیلوں میں بھی بعض وہ ہیں جن کی احادیث میں باضابطہ ترغیب ہے،جس سے دین ودنیا کا معتد بہ فائدہ وابستہ ہے، چنانچہ نشانہ بازی کو حدیث پاک میں بہ نظر استحسان دیکھا گیا ہے، بلکہ اس کی تاکید بھی ہے، کیونکہ اس سے جسم میں چستی وپھرتی کے علاوہ وہ دشمنوں کے خلاف ایک زبردست ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جاسکتا ہے:''عن سلمة بن الأكوع قال قال رسول الله ﷺ: إرموا بني اسماعيل فإن أباكم كان راميًا''(البخاري فی کتاب الجھاد والسیر باب التحریض علی الرمی رقم ۲۷۴۳)۔

(اے اولاد اسماعیل!نشانہ بازی کرو، کیونکہ تمہارے باپ اسماعیل نشانہ باز تھے)، اسی رمی اورنشانہ بازی کے حکم میں دوسرے تمام ہتھیاروں کی تعلیم ومشق ہے جو جہاد میں کام آسکیں۔

''قال السمرقندي:وتفسير المسابقة في النصل هو الرمي بالسهام والرماح وكل سلاح يمكن أن يرمى به(تحفۃ الفقہاء، ۳/ ۵۰۳، المسابقات ص ۷۴)۔

گھوڑسواری کی بھی شریعت میں بڑی ترغیب آئی ہے،اس سے بلند حوصلگی پیدا ہوتی ہے، اورزمانۂ قدیم میں دشمنوں کوزیر کرنے میں اس کا بڑا اہم رول ہوتا تھا،قرآن حکیم میں ارشاد ہے:''وأعدوا لهم ما استطعتم من قوة ومن رباط الخيل ترهبون به عدو الله

وعدوکم وآخرین من دونهم لا تعلمونهم الله یعلمهم (سورۃ الانفال لآیۃ ۶۰) (اور ان کافروں کے لیے جس قدر تم سے ہوسکے ہتھیار سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے سامان درست رکھو، اور اس کے ذریعہ سے تم رعب جمائے رکھو ان پر جو کہ اللہ کے دشمن ہیں اور تمہارے دشمن ہیں، ان کے علاوہ دوسروں پر بھی جن کو تم نہیں جانتے، ان کو اللہ ہی جانتا ہے)۔

اشتراک علت سے اشتراک حکم کے پیش نظر جس طرح گھوڑسواری کے فضائل حدیث سے ثابت ہیں، اسی طرح ہر وہ سواری جو جہاد میں کام آتی ہو اگر اسے بہ نیت جہاد چلانے کی مشق کی جائے تو وہ بھی اسی حکم میں داخل ہوگی، جیسے بمبار اور لڑاکا طیارے، ہیلی کاپٹر، آبدوز، بحری جہاز، ٹینک، بکتر بند گاڑیاں، جیپ، کار، موٹر سائیکل، سائیکل وغیرہ، ان سواریوں کی مشق اور ٹریننگ اسلامی نقطۂ نظر سے اسلام کے پسندیدہ کھیلوں میں شمار ہوگی جب کہ جائز اور نیک مقاصد کے لیے انہیں سیکھا اور استعمال کیا جائے'' (کھیل کود اور تفریح کی شرعی حیثیت ص ۴۹)۔

جسمانی اور دفاعی لحاظ سے تیراکی کی اہمیت کا کوئی انکار نہیں کرسکتا، اس لیے حدیث پاک میں اس کی ترغیب موجود ہے، ارشاد نبوی ہے: **"خیر لهو المؤمن السباحة وخیر لهو المرأة المغزل** (مؤمن کا بہترین کھیل تیراکی ہے اور عورت کا بہترین کھیل سوت کاتنا ہے) (کنز العمال ۲۱۱ ج/۱۵)۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں: ہم حالت احرام میں تھے کہ مجھے عمر فاروقؓ کہنے لگے، آؤ میں تمہارے ساتھ غوطہ خوری کا مقابلہ کروں، دیکھیں ہم میں سے کس کی سانس لمبی ہے (عوارف المعارف، السہروردی ص: ۱۴۰)۔

دورِ حاضر کے اطباء دسیوں بیماریوں کے خاتمے کے لئے آہستہ یا تیز دوڑنے کا مشورہ دیتے ہیں، اور ٹکنالوجی کے اس دور میں ایسی جدید مشینیں ایجاد ہوگئی ہیں کہ اس کی مدد سے ایک چھوٹے سے روم میں کئی کلومیٹر کی مسافت کے بقدر دوڑا جاسکتا ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا اس حوالے سے اہتمام کتب حدیث میں مصرح ہے۔

ایک مرتبہ حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت زبیر بن العوامؓ میں دوڑ کا مقابلہ ہوا، حضرت زبیرؓ آگے نکل گئے تو فرمایا: رب کعبہ کی قسم! میں جیت گیا، پھر کچھ عرصہ بعد دوڑ کا مقابلہ ہوا تو حضرت عمرؓ آگے نکل گئے، انہوں نے بھی فرمایا: رب کعبہ کی قسم میں جیت گیا (کنز العمال ۱۵ / ۲۲۴)۔

مذکورہ بالا کھیلوں کو اگر شرائط مثلاً ستر پوشی فرائض کے اہتمام وغیرہ کے ساتھ کھیلا جائے تو یہ نہ صرف جائز بلکہ مستحسن اور شرعاً مطلوب ومحمود ہیں، ان کے علاوہ رائج کھیل کرکٹ اور فٹ بال پر اختصار کیساتھ روشنی ڈالی جارہی ہے۔

کرکٹ: الف - کرکٹ کے کھیل یا میچ عموماً ناظرین اور کھلاڑیوں کی فرائض سے غفلت کا سبب بنتے ہیں، کرکٹ کے پیچھے دیوانگی کا یہ عالم ہوتا ہے کہ فرض نمازیں بھی بہت آسانی سے ضائع ہوجاتی ہیں، حالانکہ ہم المغنی (۱۴ / ۱۵۷) کے حوالے سے تحریر کرچکے ہیں کہ کسی بھی کھیل کے مباح ہونے کی ایک بنیادی شرط یہ ہے کہ وہ کسی فریضہ کے ضیاع کا سبب نہ بنے۔

ب - اس کھیل کے سبب ہرٹیم کے حامیوں اور مخالفین کے درمیان ایسی رسہ کشی بلکہ عداوت رہتی ہے کہ کبھی وہ آپسی مارپیٹ، اور طویل المیعاد دشمنی کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہے، کئی بار شہروں اور دیہاتوں میں کرکٹ کے نام پر شروع ہونے والا جھگڑا، پورے علاقے کے امن وامان کو غارت کردیتا ہے، ڈاکٹر احمد شبلی کے مطابق: کبھی ایسے کھیل کا انجام انتہائی تلخ اور تکلیف دہ ہوتا ہے۔ میدان میں کھیل ہورہا ہوتا ہے، دوسری طرف لوگ غش کھاکر گرتے ہیں یا دورۂ قلب کے سبب موت کے منہ میں پہنچ جاتے ہیں (الحیاۃ الاجتماعیۃ ص: ۲۲۱ - المسابقات ۲۸۱)۔

ج - اس کھیل کی تنظیم وترقی کے لیے اتنی بڑی رقم مختص کی جاتی ہے جس سے ملک کے غریب عوام کی تعمیر وترقی کا کام بڑے پیمانہ پر لیا جاسکتا ہے، اس لیے اسے بھی معصیت کا سبب بننے والے لہو ولعب میں داخل کرکے حرمت کا نہیں تو قریب بہ حرمت کراہت کا ضرور فیصلہ کیا جانا چاہیے۔

فٹ بال: - اس میں کرکٹ کے مقابلہ میں جسمانی ورزش کا سامان زیادہ ہے، نسبۃً وقت

بھی کم لگتا ہے، تاہم عمومی طور سے اس میں ستر عورت کا لحاظ نہیں ہوتا ہے، اس لیے اس کیفیت کے ساتھ اسے نہ کھیلنا جائز ہے اور نہ دیکھنا جائز ہے، اگر اس طرح کی خرابی سے پاک ہو، ستر پوشی کا اہتمام ہو اور قمار وغیرہ سے بالکل خالی ہو فرائض کی ادائیگی میں رکاوٹ نہ بنتا ہو تو گنجائش سمجھ میں آتی ہے۔

حضرت مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عصر حاضر کے درج ذیل ملاہی کو شروط معتبرہ کے ساتھ جائز قرار دیا ہے: ''سواری، کشتی رانی، پیدل دوڑنے میں مقابلہ آرائی، تعلیم وتعلم کی خاطر طلبہ کے مسابقتی پروگرام، کشتی بشرطیکہ ستر پوشی ہو اور بہت انہماک نہ ہو، بلے کا کھیل، بندوق چلانا، نشانہ سادھنا، تیراکی، پتھر پھینکنا، ہاتھ سے وزنی پتھر کو اٹھانا، پنجہ کرنا، ایک پیر پر کھڑے رہنا وغیرہ، جس میں بدن کی ورزش یا بلند حوصلگی یا حساب جیسی چیزوں کی تعلیم ہے، مثلاً ''تعلیمی تاش'' کی بھی گنجائش ہے، جبکہ تجربے سے معلوم ہو جائے کہ وہ انسان کے لیے غفلت اور معصیت کا سبب نہ بنے ورنہ وہ بھی محرمات میں داخل ہے'' (الناهي عن الملاهي-أحكام القرآن ۳/۲۰۱، ۲۰۲)۔

د-ہار جیت میں پیسے کی شرط:

اس کی تین صورتیں ہیں: (۱) شرط کسی اجنبی کی جانب سے ہو (۲) دو کھلاڑیوں میں سے کسی ایک کی طرف سے ہو (۳) شرط جانبین سے ہو۔

پہلی صورت: فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ اگر امام المسلمین، یا اس کا نائب، یا کوئی عام شہری یا کوئی خاص کمپنی اگر کسی جائز کھیل یا مسابقتی پروگرام کا انعقاد کرتی ہے اور کامیاب ہونے والوں کے لیے خاص انعامات کا اعلان کرتی ہے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، بلکہ اس کے ذریعہ اگر تعلیم کو عام کرنا، اور اسباب جہاد کی تیاری اور فروست مقصود ہو تو انتہائی محمود ہے: "حل الجعل إن شرط المال في المسابقة من جانب واحد قال الشامي: أو من ثالث بأن يقول أحدهما لصاحبه: إن سبقتني أعطيتك كذا، وإن سبقتك لا آخذ منك

شیئا، أو یقول الأمیر لفارسین أو رامیین من سبق منکما فله کذا وإن سبق فلاشیٔ له (الدرمع حاشیۃ ابن عابدین۹/۵۷۷)۔

دوسری صورت: دونوں کھلاڑیوں میں سے کسی ایک کی طرف سے انعامی رقم ہو، مثلاً ایک دوسرے سے کہے: اگر تمہاری جیت ہوگئی تو میں اتنا انعام دونگا، اور اگر میں جیت گیا تو تم پر کوئی چیز واجب نہیں ہوگی، مالکیہ نے اس صورت کے جواز کو اگر چہ بعض شرائط کے ساتھ مشروط کیا ہے، تاہم مجموعی اعتبار سے تمام فقہاء اس کے جواز پر متفق ہیں (دیکھئے: المنتقی للباجی ۳/۲۱۶ روضۃ الطالبین للنووی ۱۰/ ۳۵۴، شرح الزرکشی علی مختصر الخرقی ۷/ ۵۹)۔

تیسری صورت: شرط جانبین سے ہو، مثلاً گھوڑ دوڑ کے مقابلے میں ایک دوسرے سے کہے: اگر میرا گھوڑا آگے نکل گیا تو تم اتنا دو گے اور اگر تمہارا آگے نکل گیا تو میں اتنا دوں گا، ظاہر ہے یہ صورت قمار میں داخل ہے، اس لئے جائز نہیں، لیکن اگر ان دونوں کے درمیان اگر کوئی تیسرا محلل ہو، احناف وشوافع، حنابلہ اور مالکیہ کی ایک روایت کے مطابق جائز ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ تین یا اس سے زیادہ آدمی شریک ہوں، دو آدمیوں میں یہ شرط ہو کہ ہم دو میں سے جو سبقت لے جائے اس کو دوسرا مشروط رقم ادا کریگا، بقیہ دوسرے اشخاص کے لیے کوئی شرط نہ ہو۔

اگر تمام شرکاء کے ساتھ اس طرح کی شرط ہو کہ سبقت لے جانے والے کو مشروط رقم ادا کریں گے، تو یہ جوا ہوگا اور نا جائز ہوگا، **الحصکفی: وحرم لوشرط فیها من الجانبین لأنه یصیر قمارًا إلااذاادخلا ثالثامحللا بینهما بفرس کفٔ لفرسیهما یتوهم أن یسبقهما، وإلالم یجز ثم اذاسبقهماأخذمنهما، وإن سبقاه لم یعطها، وفیما بینهما أیهما سبق أخذ من صاحبه(۹/ ۵۷۸)۔**

ہ- جس کھیل میں کھلاڑی اور ناظرین کا کافی وقت ضائع ہوتا ہو:

ایک ایک گھڑی، انسان کی زندگی کا قیمتی سرمایہ ہے، لہذا ایک ایک لحظہ اور سیکنڈ کو تول تول

کرگزارنا چاہیے، زندگی کے ان لمحات کے سلسلے میں کل کو خالق کائنات کے سامنے جواب دہ ہونا ہے، لہٰذا ہر وہ کھیل جس سے متاع وقت کا ضیاع لازم آتا ہو، غفلت بڑھتی ہو، اس کی ازروئے شرع اجازت نہیں دی جاسکتی، یہی وجہ ہے کہ شطرنج اگر دیگر محرمات پر مشتمل نہ ہو تب بھی فقہاء اس کی اجازت نہیں دیتے، شکار عام حالات میں درست ہے، لیکن اس کا ایسا اشتغال جس سے آدمی اس میں منہمک ہوجائے شریعت اسے کبھی بہ نظر استحسان نہیں دیکھتی۔ ''من حسن إسلام المرء تركه ما لا يعنيه'' (أخرجه الترمذي في الزهد رقم: ۲۳۱۸)۔

و-کھیل دیکھنا اور اس کے لیے ٹکٹ خریدنا:

ٹکٹ خریدنا اور کھیل دیکھنا اس وقت جائز ہوگا جب کہ وہ کھیل شرعاً درست ہو اور اس میں کوئی محرم شرعی موجود نہ ہو، لیکن عام طور سے آج کل کھیل کے نام پر طوفان بدتمیزی برپا ہوتا ہے، اسٹیڈیم میں نامحرم کھیلتے ہیں، خلاف شرع پروگرام ہوتے ہیں، ایک دوسرے کی دل آزاری ہوتی ہے، عورتیں عریاں لباس میں مردوں کے پہلو بہ پہلو بیٹھی ہوتی ہیں، فساق اور فجار کا اجتماع ہوتا ہے، کم از کم لایعنی چیزوں میں وقت کا ضیاع تو ہوتا ہی ہے، گویا خلاف شرع امور کا غلبہ رہتا ہے، لہٰذا کھیل کود کے لیے ٹکٹ خریدنا اور بیچنا دونوں ناجائز ہیں، اگر کہیں واقعۃً ان تمام شرعی قباحتوں سے پاک کوئی کھیل ہورہا ہوتو وہاں گنجائش ہے، ولا تصح الإجارة لأجل المعاصي مثل الغناء والنوح والملاهي (الدرمع حاشیۃ ابن عابدین ۹/ ۷۵)۔

۳-سیاحت کے احکام:

الف-تفریحی مقصد کے لیے ایک شہر سے دوسرے شہر یا ایک ملک سے دوسرے ملک جانا:

اگر کوئی خاص شرعی غرض یا مصلحت وابستہ نہ ہو، مثلاً حج، عمرہ، جہاد، طلب علم، تجارت، ملازمت، وغیرہ تو محض سیر و تفریح کے لیے کثیر رقوم صرف کرکے ایک شہر سے دوسرے شہر اور ایک

ملک سے دوسرے ملک کی اجازت نہیں ہوگی ''من حسن اسلام المرأ ترکه مالا یعنیه'' (الترمذی فی الزھد/۲۳۱۸) رسول اکرم ﷺ نے سفر کو قطعة من العذاب فرمایا ہے، اگر کسی ضرورت سے سفر میں نکلنا ہی پڑے تو کام نمٹا کر فوراً اپنے اہل کی طرف واپسی کا حکم دیا ہے: ''عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه؛ أن رسول اللهﷺ قال: السفر قطعة من العذاب، يمنع أحدكم نومه وطعامه وشرابه، فإذا قضى أحدكم نهمته فليجعل إلىٰ أهله (متفق علیہ: أخرجه البخاري برقم ۳۰۰۱-ومسلم برقم ۱۹۲۷) اگر صالح مقاصد مثلاً طلب صحت کے لیے ہو تب بھی وہ سفر محمود ہے: ارشاد نبوی ہے: ''سافروا تصحوا'' (الدیلمي في مسند الفردوس، مغنیة المعارف تخریج احادیث عوارف المعارف ص/ ۴۴۷)۔

ب-بال بچوں کے ساتھ پُرخطر علاقوں کا سفر:

احناف کے یہاں شوہر کو بیوی بچوں کے ساتھ دوسرے شہر یا ملک کے سفر کی اجازت ہے بشرطیکہ کوئی صحیح غرض ہو (الدر المختار ۲/ ۴۹۵) مثلاً وہاں ملازمت ہو یا اس نے سرمایہ کاری کر رکھا ہو، نیز بیوی کی جان اور عزت وآبرو محفوظ ہو، لیکن اگر عورت کی جان یا آبرو کو خطرہ ہو، تو وہ خود بھی شوہر کے ساتھ جانے سے انکار کر سکتی ہے اور اس صورت میں وہ ناشزہ بھی شمار نہیں ہوگی: ''للزوج السفر بزوجته إلىٰ بلد آخر لغرض صحيح، كالتوظف في بلد غير بلده أو استثمار ماله...... فإذا لم يكن مأمونًا عليها أو قصد إضرارها، فلها الحق في الإمتناع من السفر منه، ولا تعد ناشزة'' (الفقه الإسلامي وادلته ۷/ ۷۹۷) مالکیہ کے یہاں بھی بیوی کو دوسرے شہر یا ملک میں لے جانے کی تین شرطیں ہیں: (۱) شوہر کو وہاں کوئی خطرہ نہ ہو (۲) اس ملک کا راستہ مامون ہو (۳) وہ شہر یا ملک اس طرح نہ ہو کہ بیوی اپنے اقارب سے رابطہ ہی نہ رکھ سکے، ''أن يكون الزوج مأمونا وأن يكون الطريق إلىٰ البلد مأمونا وأن يكون البلد قريبا بحيث لاينقطع خبر أهلها عنها ولا خبرها عن أهلها'' (الفقه الإسلامي وأدلته ۷/ ۷۹۷)۔

یہ شرطیں اگر چہ اس صورت کے ساتھ مختص ہیں جب کہ وہاں بیوی کے ساتھ قیام کا ارادہ ہو، لیکن سیر وسیاحت کے سفر میں بھی وہاں کچھ نہ کچھ دن تو قیام کرنا ہی ہوتا ہے، اس لیے بہ ظاہر یہی سمجھ میں آرہا ہے کہ جن علاقوں کا سفر جان ومال اور عزت وآبرو کے نقطۂ نظر سے پُرخطر ہو وہاں کے سفر سے خود بھی گریز کرے اور بیوی بچوں کو بالکل ساتھ نہ رکھے، اس سلسلے میں درج ذیل حدیث پاک سے بھی رہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے: "لا تركبنّ أحد البحر إلا غازيا أو معتمرًا و حاجًا" (روہ أبوداؤد، دیکھئے التخلیص الحبیر ۳/ ۸۳۴) اس لیے کہ سمندر کا سفر پرخطر ہوتا ہے، آج کونسا ہوائی یا سمندری سفر ہے جو خطرات سے خالی ہوتا ہے؟

ج - ایسی جگہوں میں ازراہ تفریح جانا جہاں غیر شرعی باتیں دیکھنے میں آتی ہیں:

محض تفریح اور سیر وسیاحت کے لیے ایسے علاقوں کا ہرگز سفر نہیں کرنا چاہیے، قرآن کریم میں ہے: "وإذا رأيت الذين يخوضون في آياتنا فاعرض عنهم حتى يخوضوا في حديث غيره" (الانعام: الآیۃ) (اور جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو ہماری آیتوں میں عیب جوئی کررہے ہیں تو ان سے کنارہ کش ہوجاؤ یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں لگ جاویں)، لہٰذا جہاں فحاشی اور معصیت کا بول بالا ہو وہاں کا رخ کرنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی، رسول اکرم ﷺ نے تو دوران سفر بھی کتے اور آلات لہو سے بچنے کی تاکید فرمائی ہے، تو جہاں یہ ساری قباحتیں موجود ہوں، اس کے جواز کی کوئی شکل کیسے بن سکتی ہے: "عن أبي هريرة ؓ أن رسول الله ﷺ قال: لا تصحب الملائكة رفقةً فيها كلب ولا جرس" فرشتے ان مسافرین کے ہمراہ نہیں ہوتے جن کے ساتھ کتا یا گھنٹی ہو (اخرجہ مسلم برقم ۳۹۰۵) البتہ وہاں جانے والوں کے لیے سواری کرایہ پر لگانا اور ایسے مقام پر اشیاء خورد ونوش فروخت کرنے کے لیے دوکان لگانا جائز ہے اگر چہ اجتناب اولی ہے، اس لیے کہ اس کا تعلق براہ راست ان معاصی سے نہیں ہے، اور نہ یہ سبب قریب کے درجے میں ہے۔

د-ٹور کمپنیاں قائم کرنے کے احکام:

ان تجارتی کمپنیوں کی طرف سے اگر معصیت کے ان کاموں کا قصد اور نیت ہو، اور کمپنی تشکیل دیتے وقت ہی معصیت کے یہ کام مقاصد میں شامل ہو، تو ایسی ٹورز کمپنیاں قائم کرنا جائز نہیں ہے، لیکن اگر اس نے مباح مقصد کے لیے کمپنی کی تشکیل دی ہے، اور کچھ لوگ اپنے طور سے اس کے ذریعہ معصیت کا ارتکاب کررہے ہیں، تو شرعاً ٹورز والے بری الذمہ ہوں گے، کیونکہ یہ سبب قریب محرک للمعصیۃ نہیں ہے، کہ اس کی اس کمپنی کی وجہ سے ہی لوگ ان امور کا ارتکاب کررہے ہیں: مفتی شفیع صاحبؒ نے اس طرح کے مسائل پر اصولی گفتگو کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ سبب کی تین قسمیں ہیں:

(۱) سبب قریب محرک: اس کی حرمت نص قرآنی سے ثابت ہے، سورہ انعام کی آیت نمبر ۱۰۸ر میں کہا گیا ہے: اور دشنام مت دو ان کو جن کی یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں، پھر وہ براہ جہل حد سے گزر کر اللہ تعالی کی شان میں گستاخی کریں گے۔

(۲) سبب قریب موصل غیر محرک: یعنی جو محرک اور باعث نہ ہو بلکہ موصل محض ہو، اس کی حرمت اگر چہ نصوص میں نہیں تاہم اشتراک علت کی وجہ سے یہ بھی پہلی صورت میں داخل ہے، کیونکہ یہ بھی شر اور معصیت تک پہنچانے والا ہے، اسی قبیل سے ہے باغیوں اور برسر پیکار لوگوں کو ہتھیار فروخت کرنا، اس لیے کہ یہ اعانت علی المعصیت اور اس کے لیے سبب قریب ہے۔

(۳) سبب بعید: -جیسے باغیوں کو لوہا فروخت کرنا، شراب بنانے والوں کے ہاتھ انگور بیچنا، کسی چرچ وغیرہ بنانے والے کے ہاتھ لکڑی یا اینٹ فروخت کرنا، اسی طرح معصیت کی خاطر سفر کرنے والے کو جانور کرایہ پر دینا، ان صورتوں میں اگر استعمال فی المعاصی کا علم ہو تو مکروہ ہے۔

۴-دستاویزی، تاریخی اور تعلیمی مقاصد کے لیے بنائی جانے والی فلمیں:

عام طور پر تاریخی یا دستاویزی یا تعلیمی مقاصد کے لیے بنائی جانے والی فلموں میں بھی شرعاً کئی طرح کی قباحتیں ہوتی ہیں، تاہم اگر کوئی فلم ایسی ہو جو ان قباحتوں سے پاک ہو یعنی اس میں درج ذیل شرطیں پائی جاتی ہوں تو اس کی اجازت دی جاسکتی ہے۔

(۱) اکثر علماء کی رائے کے مطابق چونکہ جاندار کی تصویر کشی اور اس کا استعمال اور تصویر کو دیکھنا دکھانا شرعاً ناجائز ہے، اس لیے یہ فلمیں جان دار کی تصاویر سے بالکل پاک ہونی چاہیے۔

(۲) اگر آواز ہو تو فقط مرد کی ہو اس میں اناؤنسر یا تعارف کرانے والی آواز عورت کی نہیں ہونی چاہیے۔

(۳) ساز، میوزک اور گانے کی آواز سے پاک ہو۔

(۴) اس میں حقائق کی صحیح ترجمانی ہو۔

۵-کارٹون کے احکام:

الف-کارٹون بنانا:

اگر کارٹون اس طرح بنایا جائے کہ چہرہ، آنکھیں، ناک وغیرہ واضح ہوں اور اس سے ان کی واضح شناخت ہو رہی ہو جن کی طرف اشارہ مقصود ہے تو ایسے کارٹون بنانا اور ان کا استعمال جائز نہیں، البتہ اگر ایسا کارٹون بنایا جائے جس میں جاندار کی شکل واضح نہ ہو یعنی اس کی ناک کان، آنکھیں وغیرہ واضح نہ ہوں تو ایسے کارٹون بنانے کی گنجائش ہے، تاہم مناسب نہیں، کیونکہ وہ بھی تصویر کے مشابہ ہے (البحر الرائق ۲/۲۸-الفتاویٰ الہندیہ ۱/۱۰۷)۔

عموماً کارٹون میں ایک دوسرا پہلو تفریح اور مزاح بلکہ بسا اوقات تنقید اور تذلیل کا ہوتا ہے اور جس طرح کسی کے پس پشت زبان سے غیبت ناجائز ہے، اسی طرح اس سے اس طرح مزاح کرنا یا اس کی مخصوص صفات کی طرف اشارہ کرنا جس سے اس کی دل آزاری ہوتی ہو یہ بھی

غیبت محرمہ میں شامل ہے، "ویکرہ التعریض بالکذب إلا لحاجة کقولک لرجل کل فیقول:اکلت یعنی امس فإنه کذب" (الھندیۃ ۵/۳۵۲)"وکما تکون الغیبة باللسان صریحًا تکون أیضًا بالفعل وبالتعریض وبالکتابة وبالحرکة وبالرمز وبغمز العین والإشارة بالید وکل مایفهم منه المقصود فهوداخل في الغیبة وهوحرام (حاشیۃ ابن عابدین ۹/۵۸۹)۔

ب-کارٹون کو ذریعۂ آمدنی بنانا اوراس کے لیے ملازمت:

اوپر کی تفصیلات سے جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ کارٹون میں ایسی قباحتیں موجود ہیں جو اسے بسا اوقات معصیت تک پہنچادیتی ہیں، لہٰذا اسے ذریعہ آمدنی بنانا اور اس مقصد کے لئے ملازمت کرنا درست نہ ہوگا اور اس میں شدت یا خفت کارٹون کی نوعیت کے اعتبار سے ہوگی، "لاتصح الإجارة لعسب التیس ولأجل المعاصي مثل الغناء والنوح والملاهي (حاشیہ ابن عابدین ۹/۷۵) قال الحصکفي:ومن السحت مایأخذه غاز لغزووشاعر لشعر ومسخرة وحکواتي (المرجع السابق ۹/۱۰۸)۔

۶-ڈرامے کے شرعی احکام:

وہ ڈرامہ جو محرمات پر مشتمل ہو اور شرعی حدود وقیود سے آزاد ہو اس کی تحریم پر اہل علم کا اتفاق ہے، کیونکہ یہ شریعت کے مقاصد اور نصوص کے خلاف ہے، مثلا اس میں غلط افکار کی آمیزش ہو یا وہ غلط عقائد کی طرف داعی ہو یا جرائم اور معصیت پر ابھارے یا جذبات کو برانگیختہ کرے تو کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ ایسا ڈرامہ تیار کرے یا اس میں معاون بنے، اسی طرح دیکھنا یا اس پر حوصلہ افزائی کرنا بھی جائز نہیں ہے (الفتاویٰ المصریۃ ۱۰/۳۵۳۶-المسابقات ص:۳۴۹)۔

اگر کوئی ڈرامہ ان محرمات اور قبائح سے پاک ہو تو اکثر علماء حضرات نے اسکو مباح

قرار دیا ہے۔دار الافتاء المصریہ نے بھی اس کے جواز کا قول کیا ہے (الفتاوی الإسلامیۃ ۷۷۸۹/۲۰)ان حضرات نے تمثیل کے جواز پر متعدد دلائل دیئے ہیں جن میں سے چند یہ ہیں:

۱-سورہ ص کی وہ آیات جن میں حضرت داؤدعلیہ السلام کے ایک فیصلہ کا ذکر ہے "وھل اتٰک نبؤ الخصم" (متعلقہ آیات ۲۱ تا ۲۴ کا ترجمہ یہ ہے)(اور بھلا آپ کو ان اہل مقدمہ کی خبر پہنچی ہے، جب کہ وہ لوگ (جو درحقیقت فرشتے تھے) عبادت خانے کی دیوار پھاند کر داؤد علیہ السلام کے پاس آئے،تو داؤد گھبرا گئے،وہ لوگ کہنے لگے کہ ڈریں نہیں،ہم دو اہل معاملہ ہیں کہ ایک نے دوسرے پر زیادتی کی،سو آپ ہم میں انصاف کردیجئے ،اور ہم کو سیدھی راہ بتادیجئے، یہ شخص میرا بھائی ہے، اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں،اور میرے پاس صرف ایک دنبی ہے،سو وہ کہتا ہے کہ وہ بھی مجھ کو دے ڈال اور بات چیت میں مجھ کو دبا تا ہے، داؤد نے کہا: یہ جو تیری دنبی اپنی دنبیوں میں ملانے کی درخواست کرتا ہے تو واقعی تجھ پر ظلم کرتا ہے،اور اکثر شرکاء ایک دوسرے پر زیادتی کیا کرتے ہیں،مگر ہاں جو لوگ ایمان رکھتے ہیں،اور نیک کام کرتے ہیں،اور ایسے لوگ بہت ہی کم ہیں، داؤد کو خیال آیا کہ ہم نے ان کا امتحان کیا ہے،سو انہوں نے اپنے رب کے سامنے توبہ کی، اور سجدہ میں گر پڑے اور رجوع ہوئے،سو ہم نے ان کو معاف کردیا)۔

ان آیات میں ملائکہ سے جو کچھ بھی صادر ہوا وہ محض ایک تمثیل تھا جس کے ذریعہ اللہ پاک نے اپنے نبی داؤدعلیہ السلام کو ایک خاص حکم کی رہنمائی کی، دیکھئے! (أحکام القرآن للجصاص ۲۵۴/۵)اور شرع من قبلنا اگر بطریق صحیح ثابت ہو اور کوئی دلیل نسخ بھی نہ ہو تو ہمارے لیے حجت ہے، اکثر حضرات اسی کے قائل ہیں (دیکھئے! التمہید للإسنوي ص: ۴۴۱- نہایۃ الوصول إلی علم الأصول ص: ۱۴۱) زمخشریؒ اس آیت کے ذیل میں فرماتے ہیں: "کان تحاکمھم في نفسہ تمثیلاً و کلامہ تمثیلاً ،لأن التمثیل أبلغ في التوبیخ" (الکشاف ۲۵۵/۵)۔

۲-حدیث جبرئیل جس میں جبرئیل علیہ السلام کا انتہائی صاف ستھرے لباس میں رسول

اکرم ﷺ کی خدمت میں آنا اور اسلام، ایمان، اور احسان کے متعلق سوال کرنا مذکور ہے۔ (رواہ مسلم فی کتاب الایمان برقم ۸، ورواہ البخاری مختصرا فی کتاب الایمان رقم ۵) اس حدیث پاک میں گفتگو نقل کی گئی کہ ایک سائل ہیں اور ایک مسئول ہیں، عام سائلین کی عادت سے ہٹ کر یہاں سوال کا مقصد یہ نہیں ہے کہ سائل کو ایک چیز کا علم ہو جائے، اصل مقصد یہ ہے کہ حاضرین کی معلومات میں اضافہ ہو، اور وہ حاضرین رسول اکرم ﷺ کے اصحاب باصفا ہیں اور ظاہر ہے یہی تو تمثیل ہے، ڈرامہ انجام دینے والے کا مقصد مشاہدین تک ایک فکر کو پہنچانا ہوتا ہے، مَلَکِ مکرم نے یہاں وہی رول انجام دیا ہے اور اس مکالمے اور بات چیت کا ایک طرف خود نبی مرسل ﷺ ہیں جو مکالمے کے جواز کی واضح دلیل ہے (صالح الغزالی: حکم ممارسۃ الفن ص: ۲۹۵)۔

۴- تمثیل، تشبیہ کی طرح ہوتی ہے، جب تشبیہ جائز ہے تو تمثیل بھی جائز ہوگی۔

بعض حضرات مثلاً أحمد بن صدیق الغماری الحسنی وغیرہ تمثیل کے عدم جواز کے قائل ہیں، ان کا کہنا ہے کہ یہ کذب محض ہے، لیکن صحیح یہ سمجھ میں آرہا ہے کہ یہ کذب محض نہیں ہے، کیونکہ مکالمہ پیش کرنے والے یہ نہیں کہتے کہ میں بعینہٖ فلاں ہوں، ان کے کردار عام طور پر فرضی ہوتے ہیں، البتہ سامعین کو اس سے دھوکہ نہیں ہوتا اور وہ حقیقت حال سے باخبر ہوتے ہیں، لیکن اباحت تمثیل کے لیے چند شرائط کا خیال ضروری ہے تا کہ یہ مقاصد شریعت کے خلاف نہ ہو جائے۔

الف- مرکزی خیال اور فکر جس کے اردگرد وہ پورا مکالمہ گردش کر رہا ہوتا ہے، ضروری ہے کہ وہ خیال شرعی ہو، اس سے اسلامی عقیدے پر زد نہ پڑتی ہو، اس سے کسی منکر یا فحاشی کی دعوت نہ دی جائے، یعنی مکالمے کا مقصد دین، اخلاق یا علم و ادب ہو۔

ب- اگر تاریخی وقائع کی منظر کشی مکالمے کے ذریعہ کی گئی ہو تو ضروری ہے کہ ہو بہو تاریخ پیش کی جائے، کذب یا مبالغہ آرائی سے کام لے کر ایک فرضی اور خیالی چیز کو اسلامی تاریخ کا حصہ بنانے کی بالکل کوشش نہ کی جائے، اس کے لیے ضروری ہے کہ ماہرین تاریخ کے زیر اشراف ہی

ایسے مکالمے اسٹیج کیے جائیں۔

ج - ڈرامہ محرمات پر مشتمل نہ ہو، مثلاً عورت، آلات، موسیقی کا استعمال اور گانا بجانا وغیرہ۔

د- ان مقدس ہستیوں کی تمثیل بالکل نہ پیش کی جائے جن کی عظمت وقداست مسلمانوں کے قلوب میں راسخ ہو، جیسے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور صحابۂ کرام وغیرہ، کیونکہ اس سے ان عظیم المرتبت شخصیات کی دلوں میں وقعت کم ہو جاتی ہے، اور ہو سکتا ہے کہ کوئی ایسا کردار ہو جو ان کے مقام عالی کے بالکل مناسب نہ ہو (المسابقات ص/ ۳۶۰)۔

ھ- فساق، کفار، اور مشرکین کی وضع نہ اختیار کی جائے، اور ان لوگوں کا رول ادا کرتے ہوئے ایمان اور عقیدے، اور مسلمان کو چوٹ پہنچانے والا ایک کلمہ بھی نہ بولا جائے، کیونکہ مذاق میں بھی کفر اختیار کرنے والے پر حقیقتاً کفر کا حکم لگایا جاتا ہے۔

مدارس میں جو مکالمے ہوتے ہیں ان میں ان شرائط وآداب کا خصوصیات کے ساتھ لحاظ رکھنا چاہیے۔ واللہ أعلم بالصواب وعلمه أتم وأحكم

تفریح و سیاحت - احکام ومسائل

مولانا شوکت ثناء قاسمی ☆

روایتوں سے معلوم ہوتا ہے رسول اللہ ﷺ کبھی کبھی اپنے اصحاب سے اور آپ کے اصحاب آپ سے گاہے مزاح کیا کرتے تھے، تاہم مزاح کی مطلقاً اجازت نہیں بلکہ اس کی اجازت وجواز چند شرائط وقیود کے ساتھ مقید ہے:

۱- مزاح ومذاق کا تعلق شریعت، شعائر اسلام اور مقدس شخصیات انبیاء اور فرشتوں کے ساتھ نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ نے منافقین کے بارے میں ارشاد فرمایا: "ولئن سألتهم ليقولن إنما كنا نخوض ونلعب قل أبالله و آياته ورسوله كنتم تستهزئون، لا تعتذروا قد كفرتم بعد إيمانكم" (التوبہ: ۶۵-۶۶) (اگر ان سے پوچھو کہ تم کیا باتیں کررہے تھے تو جھٹ کہہ دیں گے کہ ہم ہنسی مذاق اور دل لگی کررہے تھے، ان سے کہو کیا تمہاری ہنسی و دل لگی اللہ اور اس کی آیات اور اس کے رسول ﷺ ہی کے ساتھ تھی؟ اب عذر نہ تراشو، تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا ہے)۔

۲- مزاح ومذاق میں جھوٹی اور غلط بات نہ کہی جائے۔

ایک مرتبہ حضرت ابوہریرہؓ نے آپ سے تعجب کے ساتھ عرض کیا: آپ بھی ہم لوگوں سے مزاح فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہر حال میں میری زبان سے سچ کے سوا کچھ اور

☆ مفتی و استاذ شعبہ تربیت وافتاء جامعہ عائشہ نسواں، داراب جنگ کالونی، مادنا پیٹ، حیدرآباد۔

نہیں نکلتا۔

’’عن أبی ہریرۃ قال: قالوا: یا رسول اللہ! إنک تداعبنا قال: إنی لا أقول إلا حقاً‘‘ (ترمذی، باب ما جاء فی المزاح: ۱۹۱۳، السنن الکبری ۵: ۲۱۷۰۵)۔

آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ہلاکت ہو اس شخص کے لئے جو لوگوں کو ہنسانے کے لئے جھوٹ بولے۔

’’عن بہز بن حکیم قال حدثنی أبی عن أبیہ قال: سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: ویل للذی یحدث فیکذب لیضحک بہ القوم ویل لہ ویل لہ‘‘ (سنن ابی داؤد، باب فی التشدید فی الکذب: ۴۳۳۸، مسند احمد: ۱۹۱۹۱، سنن کبری للنسائی ۵: ۱۱۶۵۵)۔

۳- مزاح ومذاق کا مقصد کسی کو پریشان کرنا اور ڈرانا دھمکانا نہ ہو۔

عبدالرحمن بن أبی لیلی فرماتے ہیں کہ ہم سے اصحاب نبی ﷺ نے بیان کیا کہ وہ لوگ نبی ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے کہ ان میں ایک شخص سو گیا، بعض ساتھیوں نے اس کی رسی لے لیا جب وہ بیدار ہوا تو گھبرا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: کسی مسلمان کے لئے کسی مسلمان کو ڈرانا درست نہیں۔

’’عن عبد الرحمن بن أبی لیلی قال: حدثنا أصحاب محمد ﷺ أنہم کانوا یسیرون مع النبی ﷺ فنام رجل منہم فانطلق بعضہم إلی حبل معہ فأخذہ ففزع فقال رسول اللہ ﷺ: لا یحل لمسلم أن یروع مسلما‘‘ (ابوداؤد، باب ما یأخذ الشیء علی المزاح: ۵۱۴۳، ترمذی، باب ما جاء لا یحل لمسلم أن یروع مسلما: ۲۰۸۶)۔

نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ کوئی شخص اپنے بھائی کی کوئی چیز نہ حقیقتاً لے نہ مذاقاً لے اور اگر لے لے تو واپس کردے۔

’’عن عبد اللہ بن السائب بن یزید عن أبیہ عن جدہ أنہ سمع رسول اللہ ﷺ یقول: لا یأخذن أحدکم متاع أخیہ لاعباً ولا جاداً وقال سلیمان: لعبا

و لا جادا ومن أخذ عصا أخيه فليردها" (ابوداؤد:باب من یأخذ الشئ علی المزاح:۵۰۰۳)۔

۴-مزاح ومذاق کے لئے مناسب جگہ اور وقت کی رعایت کی جائے، اس لئے کہ بعض مقامات اور اوقات میں مزاح کرنا درست نہیں ہے، مثلاً نماز کے اوقات، قبرستان، تذکرہ موت، تلاوت قرآن اور دشمن سے مڈبھیڑ کے وقت وغیرہ۔

"اختيار الوقت والمكان المناسبين: هناك أوقات وأماكن لايجوز فيها الضحك والمزاح واللهو، مثل: أوقات الصلوة، وعند زيارة المقابر، وعند ذكر الموت، وعند قراءة القرآن، وعند لقاء الأعداء، وفي أماكن العلم" (موسوعۃ الاسرۃ المسلمۃ ۱۴/ ۳۳۵)۔

ملاعلی قاری اور علامہ عبدالرحمن مبارک پوری نے امام نووی سے مزاح کے سلسلہ میں شریعت کے نقطۂ نظر کو بڑے جچے تلے الفاظ میں اس طرح نقل کیا ہے:

وہ مزاح جس سے منع کیا گیا ہے ایسا مزاح ہے جس میں افراط ہو اور کثرت ودوام ہو اس کی وجہ سے کثرت سے ہنسی آتی ہے، قلب میں سختی پیدا ہوتی ہے، اللہ کی یاد اور دین کی اہم باتوں میں غور وفکر سے غفلت پیدا ہوتی ہے، بسا اوقات ایذاء اور حسد کا باعث ہوجاتا ہے، اور رعب ووقار کو ختم کردیتا ہے، ایسا مزاح جو ان باتوں سے خالی ہو مباح ہے، رسول اللہ ﷺ کبھی کبھی فرمایا کرتے تھے اور مقصود مخاطب کی تالیف اور ان سے اُنس کا اظہار ہوا کرتا تھا جو کہ محبوب سنت ہے (مرقاۃ المفاتیح:باب المزاح ۱۴/ ۵۳، تحفۃ الاحوذی:باب ماجاء فی المزاح ۵/ ۲۳۲)۔

ب- مزاحیہ پروگراموں کا انعقاد:

دل بستگی اور تفریح طبع کے لئے مزاحیہ پروگرام یا مزاحیہ مشاعرہ کا انعقاد اگر چند گھنٹوں کے لئے ہو تو اس کی گنجائش ہے، اور اس میں شرکت کی بھی اجازت ہوگی، بشرطیکہ شرعی اصول وضوابط کو ملحوظ رکھا جائے۔

''عن جابر بن سمرة قال: جالست النبی ﷺ أكثر من مائة مرة فكان أصحابه يتناشدون الشعر ويتذاكرون أشياء من أمر الجاهلية وهو ساكت فربما تبسم معهم'' (ترمذی: باب ماجاء فی انشاد الشعر: ۲۷۷۲، مسند احمد: ۲۰۱۰۲)۔

(حضرت جابر بن سمرہ فرماتے ہیں کہ مجھے نبی علیہ السلام کے ساتھ سو مرتبہ سے زائد بیٹھنے کا اتفاق ہوا، آپ کے اصحاب اشعار پڑھا کرتے تھے اور زمانہ جاہلیت کی بعض باتوں کا تذکرہ کیا کرتے تھے، آپ خاموش رہا کرتے، کبھی کبھی صحابہ کے ساتھ مسکرا دیا کرتے تھے)۔

چنانچہ ملا علی قاری نے زمانہ جاہلیت کی بعض باتیں جن کا تذکرہ نبی علیہ السلام کی مجلس میں ہوا کرتا تھا، کو مرقاۃ المفاتیح میں نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ایک دن نبی علیہ السلام کی مجلس میں صحابہ زمانہ جاہلیت کی بعض باتوں کا تذکرہ کررہے تھے کہ ایک صحابی نے عرض کیا کہ میں نے دو لومڑی کو دیکھا کہ وہ دونوں آئے اور میرے بت (معبود) کے سر پر بیٹھ گئے اور اس پر دونوں نے پیشاب کردیا تو میں نے کہا: کیا پروردگار کے سر پر لومڑی پیشاب کررہے ہیں؟؟ پھر میں آپ کے پاس آکر اسلام قبول کرلیا، صحابہ اس بات پر ہنس پڑے اور آپ نے بھی تبسم فرمایا (مرقاۃ المفاتیح: باب الضحک)۔

ان روایتوں سے یہ بات واضح ہوتی ہیں کہ رسول اللہ علیہ السلام اور صحابہ کی مجلسوں میں بھی کبھی کبھی مزاحیہ باتیں اور واقعات کا تذکرہ ہوتا تھا اور ان سے سارے حضرات لطف اندوز ہوا کرتے تھے، اور ظاہر ہے اس کے لئے مجلس ہوا کرتی ہوگی خواہ کچھ دیر کے لئے ہی کیوں نہ ہو۔

ج — مزاحیہ کہانیاں لکھنا اور پڑھنا:

مزاحیہ کہانیاں لکھنا اور پڑھنا اگر عبرت ونصیحت اور پند ونصائح کے لئے ہو تو اس میں کوئی قباحت نہیں، اسی طرح تفریح طبع اور دل بہلانے کے لئے بھی جائز ہے بشرطیکہ اس میں ضرر ونقصان کا پہلو نہ ہو، اور فرائض منصبی سے غفلت کا باعث نہ بنے، لیکن ان میں اپنا قیمتی وقت

صرف کرنا مناسب نہیں ہے۔

"عن جابر قال: قال رسول اللہ ﷺ: تحدثوا عن بنی إسرائيل فإنه كانت فيهم أعاجيب" (ابن ابی شیبہ مع تحقیق الشیخ محمد عوامہ: ۲۷۰۱۷، وقد صحح الالبانی ہذہ الزیادۃ)۔

(حضرت جابر سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل سے حدیث نقل کرو، اس لئے کہ ان کے یہاں انوکھے اور دلچسپ واقعات ہوتے ہیں)۔

"وحديث حدثوا عن بني إسرائيل يفيد حل سماع الأعاجيب والغرائب من كل ما لا يتيقن كذبه بقصد الفرجة لا الحجة بل وما يتيقن كذبه، لكن بقصد ضرب الأمثال والمواعظ وتعليم نحو الشجاعة على ألسنة آدميين أو حيوانات" (کتاب الحظر والاباحۃ: فصل فی البیع)۔

حدثوا عن بنی اسرائیل: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حزن وملال کو دور کرنے کے لئے ہر ایسے عجائبات اور دلچسپ انوکھے واقعات کا سننا مفید ہے جن کے جھوٹے ہونے کا یقین نہ ہو، اور اسی طرح ایسے واقعات جن کے جھوٹے ہونے کا یقین ہو، لیکن مثال یا وعظ ونصیحت اور شجاعت وبہادری کی تعلیم کے لئے ہو خواہ انسانوں کی زبانی ہو یا حیوانوں کی۔

فتاوی الشبکۃ الاسلامیہ میں ہے:

"أما إذا كانت هذه القصص لا فائدة من قرائتها وإنما المقصود منها التسلية، فلا مانع منها أيضا ما لم تشتمل على ضرر، لكن ينبغي الإقلال منها حفاظاً على الوقت الذى هو رأس مال المرء" (فتاوی الشبکۃ الاسلامیہ، رقم الفتوی: ۴۶۴۹۱)۔

جن مزاحیہ کہانیوں کو لکھنا اور پڑھنا درست ہے، ایسی کہانیوں پر مشتمل کتابیں شائع کرنا اور خرید فروخت کرنا بھی جائز ہے۔

د-لطیفہ گوئی یا مزاح نویسی کو پیشہ بنالینا:

لطیفہ گوئی یا مزاح نویسی کو مستقل پیشہ بنالینا حسب ذیل وجوہات کی بنا پر شرعاً درست نہیں۔

۱-رسول اللہ ﷺ نے ارشا فرمایا کہ ایک آدمی کوئی ایسی بات کہتا ہے جس کو وہ گناہ نہیں سمجھتا اور وہ اس کی وجہ سے جہنم کا مستحق ہوجاتا ہے (ترمذی: باب فیمن تکلم بکلمۃ یضحک بہا الناس: ۲۲۳۶، بخاری: باب حفظ اللسان: ۵۹۹۶، مسلم: ۵۳۰۳)۔

جو شخص لطیفہ گوئی یا مزاح نویسی کو مستقل پیشہ بنالے گا اس کے لئے اپنی زبان کو ان جیسی باتوں سے روکنا بہت مشکل ہے، بلکہ اس صورت میں اس کا قوی امکان ہے کہ مزاح ومذاق کے دوران اس کی زبان سے ایسی بات نکل جائے جو اللہ تعالی کی ناراضگی اور جہنم میں جانے کا سبب ہوجائے، علامہ نووی فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں زبان کی حفاظت کی ترغیب دی گئی ہے، لہذا کوئی شخص کوئی بات یا جملہ کہنا چاہتا ہے تو پہلے اپنے دل میں غور وفکر کرے اور اگر اس گفتگو میں مصلحت معلوم ہوتو کہے ورنہ خاموش رہ جائے (شرح مسلم للنووی: باب التکلم بالکلمۃ یہوی بہا فی النار: ۵۳۰۳)۔

۲-رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جو شخص اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ویقین رکھتا ہو وہ خیر وثواب کی بات کہے یا خاموش رہے۔

"من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلیقل خیراً أو لیصمت" (باب الحث علی إکرام الجار والضیف ولزوم الصمت إلا عن الخیر: ۶۷، بخاری: باب حفظ اللسان)۔

علامہ نووی اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص بات کرنا چاہے اور وہ بات یقینی طور پر اجر وثواب کا ہو خواہ واجب ہو یا مندوب تو وہ بات کہے اور اگر اس بات کا خیر وثواب کا ہونا واضح نہ ہو تو ایسی باتوں سے اپنی زبان کو روک لے، مزید لکھتے ہیں کہ مباح گفتگو میں بھی ترک پسندیدہ ہے تاکہ کلام مباح، کلام حرام اور مکروہ تک پہنچانے

والا نہ ہو (شرح مسلم للنووی، باب الحث علی إکرام الجار والضیف ولزوم الصمت إلا عن الخیر: ۶۷)۔

لطیفہ گوئی یا مزاح کو مستقل پیشہ بنانے والے اشخاص کثرت کلام کے بغیر اپنے فن میں کامیاب نہیں ہوسکتے اور نہ اس کے بغیر اس کو دلچسپ وجاندار بناسکتے ہیں۔

مذکورہ بالا خرابیوں کی وجہ سے لطیفہ گوئی یا مزاح کو مستقل پیشہ بنانے کی اجازت نہیں ہوگی، اور یہی حکم باضابطہ ہنسنے اور ہنسانے کی محفلوں کے قیام کا بھی ہوگا۔

تفریح طبع کے لئے مزاحیہ ڈرامے:

مزاحیہ ڈرامے کا مقصد ہنسنے اور ہنسانے کے ساتھ وقت گذاری بھی ہوا کرتا ہے، جس میں حسب ذیل خرابیاں پائی جاتی ہیں، اس لئے اس کی اجازت وگنجائش نہیں ہوگی:

۱- بسا اوقات مزاحیہ ڈرامے کا پروگرام مرد وعورت دونوں ایک ساتھ پیش کرتے ہیں، اور اس طرح کسی عورت کا بے حجابانہ مردوں کے مجمع میں آنا اور مزاحیہ پروگرام پیش کرنا جس میں عورت کے چہرہ کے ساتھ جسم کے دوسرے حصہ کے بھی نمائش ہوا کرتی ہے، جو قطعاً درست نہیں ہے۔

۲- مزاحیہ ڈرامے پیش کرنے والا مرد ہو یا عورت پروگرام پیش کرتے وقت شرم وحیاء انسانی کرامت وشرافت کو بالائے طاق رکھتے ہوئے زیادہ سے زیادہ ناظرین کے لئے قہقہے لگانے کا موقع فراہم کرتا ہے، خواہ اس کے لئے مرد کو عورت اور عورت کو مرد کا، بلکہ انسان کو حیوان کا بھی رول ادا کیوں نہ کرنا پڑے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: جب تمہارے اندر شرم وحیاء ہی نہ ہو تو جو چاہو کرو، ''إذا لم تستحی فاصنع ما شئت'' (بخاری: کتاب الأنبیاء، باب بدون ترجمۃ: ۳۴۸۳، وفی کتاب: الادب باب إذا لم تستح فاصنع ما شئت: ۶۱۲۰، وفی الادب المفرد، باب الحیاء: ۵۹۷)۔

۳- عام طور پر مزاحیہ ڈرامے جھوٹ، کذب بیانی، افتراء پردازی، بہتان اور استہزاء

وتمسخر پر مشتمل ہوا کرتا ہے، جس کی شریعت میں قطعاً گنجائش نہیں۔

۴-مزاحیہ پروگرام اور ڈراموں میں مرد وعورت کا اختلاط، مال اور وقت کا ضیاع کے علاوہ اور مختلف غیر شرعی امور کا ارتکاب کیا جاتا ہے؛ اس لئے ان ساری نقائص وخرابیوں اور غیر شرعی امور کے ساتھ اس کی ہرگز اجازت نہیں دی جاسکتی ہے۔

لہذا نہ ایسے پروگرام پیش کرنے کی اجازت ہوگی اور نہ اس کو دیکھنا درست ہوگا، البتہ اگر کوئی ایسا مزاحیہ پروگرام پیش کیا جائے جو غیر شرعی امور پر مشتمل نہ ہو تو اس کی اجازت وگنجائش ہوگی۔

کھیل کود کے احکام:

الف- جن کھیلوں میں کچھ دینی اور دنیوی فوائد حاصل ہوسکتے ہیں وہ جائز ہیں، بشرطیکہ ان کو انہیں فوائد کی نیت سے کھیلا جائے محض لہو ولعب اور ٹائم پاس کی نیت نہ ہو، اور اس پر کوئی رقم معاوضہ کی مقرر نہ ہو۔

''ولا يجوز الاستباق في غير هذه الأربعة كالبغل بالجعل وأما بلا جعل فيجوز في كل شئ، وقال بعد ذلک، لأن جواز الجعل فيما مر إنما ثبت بالحديث على خلاف القياس، فيجوز ما عداها بدون الجعل، وفي القهستاني عن الملتقط من لعب بالصولجان يريد الفروسية يجوز وعن الجواهر قد جاء الأثر في رخصة المصارعة لتحصيل القدرة على المقاتلة دون التلهي فإنه مكروه'' (حاشیہ ابن عابدین فصل فی البیع)۔

۲- ایسے کھیل کود جس میں دین ودنیا کا قابل لحاظ فائدہ نہ ہو وہ ممنوع ہے، خواہ اس پر بازی لگائی جائے یا انفرادی طور پر کھیلا جائے اور رقم بھی دوطرفہ ہو یا یک طرفہ بہر حال ایسے لغو کھیل شرعاً ممنوع ہیں۔

نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

''كل ما يلهو به الرجل المسلم باطل إلا رميه بقوسه وتأديبه فرسه

وملاعبته أهله فإنهن من الحق" (ترمذی، باب ماجاء فی فضل الرمی فی سبیل اللہ: ۱۶۳۷، ابوداؤد: ۲۱۵۴)۔

علامہ شامی لکھتے ہیں:

لغو وبیکار کھیل کو دمکروہ ہے، "وکرہ کل لھو أی کل لعب وعبث" (حاشیہ ابن عابدین، فصل فی البیع)۔

۳- ایسا کھیل جو اپنے یا دوسرے کے لئے ایذاء رسانی کا باعث ہو اور جسم کو شدید نقصان پہنچنے کا امکان ہو، جیسے: فری اسٹائل کشتی اور باکسنگ وغیرہ ایسے کھیل بھی جائز نہیں ہیں۔

۴- مردوں کے لئے زنانہ کھیل اور عورتوں کے لئے مردانہ کھیل، جیسے: کشتی، کبڈی درست نہیں ہے، اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کو عورتوں کی اور عورتوں کو مردوں کی مشابہت اختیار کرنے سے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے (ترمذی، باب ماجاء فی المتشبہات بالرجال من النساء: ۲۷۰۸، ابوداؤد: ۳۵۷۴)۔

ب- کھلاڑیوں کا لباس و پوشاک:

کھلاڑی اگر مرد ہو تو ناف سے گھٹنہ تک کا حصہ ڈھکا ہوا ہونا ضروری ہے۔

"قال وینظر الرجل من الرجل إلی جمیع بدنه إلا ما بین سرته إلی رکبته لقوله علیه الصلاة والسلام: عورة الرجل مابین سرته إلی رکبته" (الہدایہ شرح البدایہ ۴؍۸۵، فصل فی الوطء والنظر واللمس)۔

اگر کھلاڑی عورت ہو تو اس کے لئے مردوں کے درمیان کھیلنا ہی جائز نہیں، کیونکہ غیر محرم مردوں سے پردہ کرنا واجب ہے۔

"ذهب جمهور الفقهاء إلی أن جسم المرأة کله عورة بالنسبة للرجل الأجنبی عدا الوجه والکفین؛ لأن المرأة تحتاج إلی المعاملة مع الرجال وإلی الأخذ والعطاء، لکن جواز کشف ذلک مقید بأمن الفتنة" (موسوعہ فقہیہ: مادہ عورۃ ۳۱؍۴۴)۔

اگر خواتین خواتین کے درمیان کھیلیں تو اس کے لئے پردہ کی حدود پیٹ اور پشت کے

ساتھ ناف سے گھٹنے تک کا حصہ ہے، بلکہ فقہاء کرام نے کافرہ اجنبی عورتوں کا حکم اجنبی مردوں کی طرح قرار دیا ہے، یعنی مسلمان عورتوں کے لئے کافرہ اجنبی عورت کے سامنے بے حجاب ہونے کی اجازت نہیں دی ہے، چنانچہ موسوعہ فقہیہ میں ہے:

"ذهب جمهور الفقهاء: (الحنفية والمالكية وهو الأصح عند الشافعية) إلى أن المرأة الأجنبية الكافرة كالرجل الأجنبي بالنسبة للمسلمة، فلا يجوز أن تنظر إلى بدنها، وليس للمسلمة أن تتجرد بين يديها" (موسوعہ فقہیہ: مادہ عورۃ ۳۱/۴۷)۔

مذکورہ بالا شرائط کی رعایت کے بغیر کھیلنا جائز نہیں ہے، کیونکہ حصہ ستر کو چھپانا شرعاً واجب ہے۔

ج- جائز و ناجائز کھیل کی تفصیل:

۱- کھیل خواہ کوئی بھی ہو اگر اس میں جوا ہو تو وہ کھیل شرعاً ناجائز اور حرام ہے، کیونکہ اسلام میں جوا حرام ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"يا أيها الذين آمنوا إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشيطان فاجتنبوه لعلكم تفلحون إنما يريد الشيطان أن يوقع بينكم العداوة والبغضاء في الخمر والميسر ويصدكم عن ذكر الله وعن الصلاة فهل أنتم منتهون" (سورہ مائدہ: ۹۰-۹۱)۔

(اے ایمان والو! یہ شراب اور جوا اور یہ آستانے اور پانسے، یہ سب گندے شیطانی کام ہیں، ان سے پرہیز کرو، امید ہے کہ تمہیں فلاح نصیب ہوگی، شیطان تو چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ سے تمہارے درمیان عداوت اور بغض ڈال دے اور تمہیں خدا کی یاد سے اور نماز سے روک دے پھر کیا تم ان چیزوں سے باز رہو گے؟)۔

۲- ایسا کھیل جو اپنے یا دوسرے کے لئے تکلیف کا باعث ہو اور جسم کو شدید نقصان

پہنچنے کا کافی امکان ہو، جیسے بڑی اسٹائل کشتی اور باکسنگ وغیرہ ایسے کھیل بھی شرعاً جائز نہیں ہیں۔

"عن أبی صرمة صاحب النبیﷺ عن النبیﷺ أنه قال: من ضار أضر الله به و من شاق شاق الله علیه" (ابوداؤد؛ باب من القضاء ۳۱۵۱؛ سنن ابن ماجہ؛ باب من بنی فی حقہ ما یضر بجارہ ۲۳۴۲)۔

۳-کھیل ایسا طویل نہ ہو جو آدمی کو اپنے شرعی فرائض اور اپنے متعلقہ ذمہ داریوں سے غافل کردے، ایسا کھیل مکروہ ہے، جیسے: تاش، کرکٹ، کیرم بورڈ اور لوڈو وغیرہ یہ سب ایسے کھیل ہیں جس میں انسان کی جسمانی توانائی صرف نہیں ہوتی اور انسان گھنٹوں کھیل میں لگا رہتا ہے، یہ چیز انسان کو نکما بنادیتی ہے، اور اپنے اصل مقصد سے غافل کردیتی ہے، فقہاء کرام نے شطرنج کی ممانعت کے اسباب پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ انسان کو جمعہ، جماعت اور اللہ کی یاد سے غافل کردیتا ہے، چنانچہ علامہ زیلعی اس کی ممانعت پر کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ولأنه لعب يصد صاحبه عن الجمع والجماعات، وعن ذكر الله عزوجل غالبا وهل رئی من يلعب بالشطرنج يصلی فضلاً عن الجماعة، وإن صلی فقلبه متعلق" (تبیین الحقائق؛ فصل فی البیع)۔

(اس لئے کہ شطرنج ایسا کھیل ہے جو کھیلنے والے کو جمعہ، پنج وقتہ جماعت اور اللہ تعالی کی یاد سے عام طور پر غافل کردیتا ہے، (مزید لکھتے ہیں): جماعت تو بہت دور کی بات ہے کیا شطرنج کھیلنے والے کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا گیا، اور اگر نماز بھی پڑھے تو اس کا دل کھیل میں اٹکا رہتا ہے)۔

۴-ایسا کھیل جو صحت انسانی کے لئے مفید ہو اور اس سے جسمانی ریاضت ہوتی ہو اور جس سے انسان کے اندر قوت مدافعت کی صلاحیت پیدا ہوتی ہو ایسا کھیل مستحب ہے، مثلاً فٹ بال، کراٹے، کشتی اور لاٹھی وغیرہ۔

د-کھیل کی جیت وہار میں جائز و ناجائز شرطیں:

پہلی شرط: الف- اگر مقابلہ دو آدمی کے درمیان ہو تو انعام کی شرط یک طرفہ ہو دو طرفہ نہ

ہو، مثلاً: الف اور ب میں مقابلہ ہو، الف یہ کہے کہ اگر ب جیت گیا تو میں اتنی رقم ب کو دوں گا، لیکن الف کے جیتنے کی صورت میں ب نے کچھ دینے کا وعدہ نہ کیا ہو، اور اگر دونوں طرف سے معاہدہ ہو کہ جو جیتے گا اس کو ہارنے والا متعینہ رقم ادا کرے گا تو یہ صورت قمار کی ہوگی جو شرعاً جائز نہیں ہے۔

ب- مقابلہ دو آدمیوں میں اور انعام حکومت یا کسی تیسرے شخص کی طرف سے دیا جائے۔

ج- فریقین میں دوطرفہ شرط کے باوجود اگر اس میں تیسرے ایسے شخص کو شامل کردیا جائے جس پر شکست کی صورت میں کچھ دینا نہ پڑے، تو پھر یہ صورت جائز ہوجائے گی، مثلاً مقابلہ تین آدمی زید، عامر اور عمیر میں ہو، زید اور عامر میں معاہدہ ہوا ہو کہ ہارنے والا جیتنے والے کو اتنی رقم ادا کرے، اور عمیر کے متعلق یہ طے ہوا ہو کہ اگر وہ جیت گیا تو اس کو متعینہ انعامی رقم دی جائے گی، لیکن ہارنے کی صورت میں اس کو کچھ رقم دینی نہیں پڑے گی، تو یہ صورت بھی درست ہوجائے گی۔

علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

"(ومنها) أن يكون الخطر فيه من أحد الجانبين إلا إذا وجد فيه محللا حتى لو كان الخطر من الجانبين جميعاً ولم يدخلا فيه محللا لا يجوز، لأنه في معنى القمار نحو أن يقول أحدهما لصاحبه: إن سبقتني فلك علي كذا، وإن سبقتك فلي عليك كذا فقبل الآخر، ولو قال أحدهما لصاحبه: إن سبقتني فلك علي كذا وإن سبقتك فلا شيئ عليك فهو جائز؛ لأن الخطر إذا كان من أحد الجانبين لا يحتمل القمار فيحمل على التحريض على استعداد أسباب الجهاد في الجملة بمال نفسه، وذلك مشروع كالتنفيل من الإمام وبل أولي، لأن هذا يتصرف في مال نفسه بالبدل، والإمام بالتنفيل يتصرف فيما لغيره فيه حق في الجملة وهو الغنيمة فلما جاز ذلك فهذا بالجواز أولى، وكذلك إذا كان الخطر من الجانبين

ولكن أدخلا فيه محللا بأن كانوا ثلاثة لكن الخطر من الاثنين منهم ولا خطر من الثالث، بل إن سبق أخذ الخطر وإن لم يسبق لا يغرم شيئاً، فهذا مما لا بأس به أيضاً'' (بدائع الصنائع، کتاب السباق ۱۴/۹۵)۔

دوسری شرط: مقابلہ کا ابتدائی اور انتہائی وقت اور حد متعین ہو (شرح المہذب، کتاب السبق والرمی)۔

تیسری شرط: انعام اور جو عوض مقرر ہو وہ معلوم و متعین ہو (شرح المہذب، کتاب السبق والرمی)۔

مذکورہ بالا شرائط کی رعایت کے بغیر کھیل میں ہار جیت کی شرط کی صورت قمار میں داخل ہے، جس کی شرعاً اجازت نہیں ہے۔

ہ- ایسا کھیل جو اپنے طریقہ اور لباس کے اعتبار سے محرمات پر مشتمل نہ ہو، لیکن کھیلنے اور کھیل دیکھنے والوں کا اس میں کافی وقت ضائع ہوتا ہو تو ایسا کھیل بھی مکروہ ہوگا۔

و-کھیل دیکھنے اور اس کے لئے ٹکٹ خریدنے کا حکم:

جو کھیل جائز اور مباح ہے اس کا دیکھنا اور اس کے لئے ٹکٹ خریدنا بھی جائز ہوگا، اور جو کھیل ناجائز وحرام ہے، اس کا دیکھنا اور اس کے لئے ٹکٹ خریدنا بھی ناجائز ہوگا، اور جو مکروہ ہے اس کا دیکھنا اور اس کے لئے ٹکٹ خریدنا بھی مکروہ ہوگا۔

اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے:

''وتعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الاثم والعدوان واتقوا الله إن الله شديد العقاب'' (سورہ مائدہ:۲) (جو کام نیکی اور خدا ترسی کے ہیں ان میں سب سے تعاون کرو، اور جو کام گناہ اور زیادتی کے ہیں ان میں کسی کا تعاون نہ کرو، اللہ سے ڈرو ان کی سزا بہت سخت ہے)۔

اور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی قوم کے اضافہ کا سبب بنے وہ اسی میں داخل ہے، اور جو شخص کسی قوم کے کسی عمل سے راضی ہو وہ اس عمل میں شریک سمجھا جائے گا۔

"من كثر سواد قوم فهو منهم، ومن رضي عمل قوم كان شريكا لمن عمله" (المطالب العالیۃ: ۱۶۶۰)۔

سیر وسیاحت کا حکم:

الف-تفریحی مقصد کے لئے ایک ملک یا ایک شہر سے دوسرے ملک یا دوسرے شہر کا سفر:

سلف صالحین کے میں دور اگر چہ کہ صرف ذہنی تناؤ دور کرنے کے لئے سیر وسیاحت کی مثالیں نہیں ملتی ہیں، مگر اس کے باجود ذہنی تناؤ اور جسمانی تھکان دور کرنے کے لئے سیاحت جائز ومباح ہے۔ اللہ تعالی نے کائنات میں غور وفکر کرنے اور گذشتہ قوموں کی تاریخ اور انجام جاننے اور عبرت حاصل کرنے کے لئے روئے زمین میں سیر وسیاحت کی دعوت دی ہے۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

"قل سيروا في الأرض فانظروا كيف بدأ الخلق ثم الله ينشئ النشأة الآخرة إن الله على كل شيئ قدير" (سورہ عنکبوت: ۲۰) (ان سے کہو کہ زمین میں چلو پھرو اور دیکھو کہ اس نے کس طرح خلق کی ابتداء کی ہے، پھر اللہ بار دیگر بھی زندگی بخشے گا، یقینا اللہ ہر چیز پر قادر ہے)۔

دوسری جگہ ارشاد باری ہے:

"قل سيروا في الأرض ثم انظروا كيف كان عاقبة المكذبين" (انعام: ۱۱) (ان سے کہو ذرا زمین میں چل پھر کر دیکھو جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا ہے)۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

"حلال وہ ہے جس کو اللہ تعالی نے قرآن کریم میں حلال قرار دیا، اور حرام وہ ہے جس کو اللہ تعالی نے قرآن مجید میں حرام کردیا اور جس سے سکوت اختیار فرمایا وہ قابل عفو ہے (ترمذی باب ماجاء فی لبس الفراء: ۱۶۴۸، سنن ابن ماجہ باب أکل الجبن والسمن: ۳۳۵۸)۔

اور اصول فقہ کا ضابطہ ہے:

اشیاء میں اصل ان کا مباح وجائز ہونا ہے یہاں تک کہ اس کی حرمت پر کوئی دلیل قائم ہوجائے: "الأصل في الأشياء الإباحة حتى يدل الدليل على التحريم" (غمز العیون البصائر ۱/۱۷۴، شرح المعتمد ۱/۸۴، البحر المحیط فی اصول الفقہ ۱/۳۲۴)۔

مذکورہ بالا دلائل سے واضح ہوتا ہے کہ فی نفسہ سیر وتفریح جائز ومباح ہے، لیکن یہ اباحت اس وقت ہے جب کہ سیاحت کا مقصد تفریح طبع اور بار خاطر ہلکا کرنے کے ساتھ ساتھ تخلیق کائنات میں غور وفکر اور قوموں کے عروج وزوال اور انقلاب زمانہ سے عبرت حاصل کرنا ہو، جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

"ويتفكرون في خلق السماوات والأرض ربنا ما خلقت هذا باطلاً سبحانك فقنا عذاب النار" (سورہ آل عمران:۱۹۱) (اور زمین اور آسمانوں کی ساخت میں غور وفکر کرتے ہیں (وہ بے اختیار بول اٹھتے ہیں) پروردگار یہ سب کچھ تو نے فضول اور بے مقصد نہیں بنایا ہے، تو پاک ہے اس سے کہ عبث کام کرے)۔

موجودہ دور کی تفریح گاہیں خاص طور پر مغربی ممالک اور مغربیت سے متاثر ممالک کی مقامات تفریح عموماً بے حیائی، بے شرمی، فحش ومنکرات کے مراکز میں تبدیل ہوچکے ہیں جہاں شراب وکباب اور مفاسد ہوا کرتے ہیں، ایسے مقامات پر سیر وسیاحت، عبرت اور نظام کائنات میں غور وفکر کے لئے نہیں بلکہ اپنے سفلی جذبات کی تسکین کی خاطر ہی ہوسکتی ہے، جس کی شریعت قطعاً اجازت نہیں دیتی؛ کیونکہ اس میں مسلمان کا قیمتی سرمایہ وقت اور مال کو گناہ کے کاموں میں ضائع کرنا ہے جو عند اللہ قابل مواخذہ ہے۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

"أو لم نعمركم ما يتذكر فيه من تذكر" (فاطر:۳۵) (کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہ دی تھی جس میں کوئی سبق لینا چاہتا تو سبق لے سکتا تھا)۔

اس لئے بلاضرورت شدیدہ ایسے مقامات اور ممالک کا سفر درست نہیں ہوگا، جہاں

گناہوں کی کثرت ہو اور اپنے آپ کو گناہوں سے بچانا مشکل و دشوار ہو اگر چہ کہ وہاں سفر کرنے میں جسمانی تھکان اور بار خاطر ہلکا ہوتا ہو اور قدرے دنیوی منفعت بھی ہو؛ کیونکہ شریعت کا ضابطہ ہے، مفاسد اور گناہوں سے بچنا منفعت حاصل کرنے سے زیادہ اہم ہے۔

''إن طلب الاجتناب عن المفسدة أهم من جلب المنفعة'' (فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت ۲/۲۱۲)۔

خلاصہ بحث یہ کہ ایسے مقامات کی سیر وتفریح جہاں گناہوں اور منکرات سے بچنا مشکل ہو درست نہیں، البتہ ایسی جگہیں جو فحش ومنکرات اور عریانیت سے خالی ہوں وہاں سیر وتفریح کے لئے جانا درست ہے۔

ب- پرخطر مقامات کی سیر وسیاحت میں اہل وعیال کو ساتھ رکھنا:

ایسے مقامات کی سیر وتفریح جہاں جان ومال اور عزت وآبرو کو خطرہ لاحق ہو درست نہیں اور نہ ایسے علاقوں کے سفر میں اپنے اہل وعیال کو ساتھ رکھنا جائز ہے، اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے:

''ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة وأحسنوا إن الله يحب المحسنين'' (سورہ بقرہ: ۱۹۵)(اور اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو، احسان کا طریقہ اختیار کرو کہ اللہ محسنوں کو پسند کرتا ہے)۔

علامہ آلوسی اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس آیت سے ایسی چیز پر اقدام کی حرمت پر استدلال کیا گیا ہے جس میں جان کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو۔

''واستدل بالآية على تحريم الإقدام على ما يخاف منه تلف النفس'' (روح المعانی)۔

اور علامہ شوکانی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

ہر وہ چیز جو دین اور دنیا میں باعث ہلاکت ہو وہ اس آیت کے مفہوم میں داخل ہے۔

''فکل ما صدق علیه أنه تهلكة في الدين، أو الدنيا، فهو داخل في هذا'' (فتح القدیر للشوکانی)۔

ج- برائی کے مقامات پر سیر وتفریح:

مسلمانوں کے لئے ایسے مقامات اور جگہوں پر جانا درست نہیں ہے جہاں برائیاں ہوں اور وہ شخص برائی کے روکنے پر قادر نہ ہو اگر چہ کہ وہ وہاں جا کر گناہ کے کاموں میں شریک نہ ہو، کیونکہ اس بات کا امکان ہے کہ وہ بھی برائی میں مبتلا ہو جائے گا، برے لوگوں کی صحبت اور بری جگہوں کی آمد ورفت سے انسان برے نتائج اور غلط اثرات سے محفوظ نہیں رکھ سکتا ہے، اور شریعت نے مسلمانوں کو ایسی جگہ جانے سے سختی سے منع کیا ہے جہاں پر شریعت کی خلاف ورزی اور گناہ کا ارتکاب کیا جاتا ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

''وقد نزل عليكم في الكتاب أن إذا سمعتم آيات الله يكفر بها ويستهزأ بها فلا تقعدوا معهم حتى يخوضوا في حديث غيره إنكم إذا مثلهم'' (النساء: ۱۴۰)۔

(اللہ تعالیٰ اس کتاب میں تم کو پہلے ہی حکم دے چکا ہے کہ جہاں تم سنو کہ اللہ کی آیات کے خلاف کفر بکا جا رہا ہے اور ان کا مذاق اڑایا جا رہا ہے، وہاں نہ بیٹھو جب تک کہ لوگ کسی دوسری بات میں نہ لگ جائیں)۔

علامہ قرطبی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ گناہگاروں سے اجتناب جب کہ ان سے گناہ کا صدور ہو رہا ہو ضروری ہے؛ اس لئے کہ جو ان سے علاحدگی اختیار نہیں کرے گا گویا کہ وہ ان کے فعل سے راضی ہے، اور کفر سے راضی رہنا بھی کفر ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''إنكم إذا مثلهم'' ہر وہ شخص جو گناہ کی مجلس میں شریک ہو اور گناہوں پر نکیر نہ کرے تو وہ گناہ

میں برابر کا شریک ہے۔ اگر اس کے اندر نکیر کرنے کی استطاعت نہ ہوتو ایسی مجلسوں میں شرکت نہ کرے (جامع الاحکام للقرطبی)۔

ایسے مقام سیاحت جہاں غیر شرعی حرکات کا ارتکاب کیا جاتا ہو وہاں جانے کے لئے سواری کا نظم کرنا:

سیر وتفریح کی ایسی جگہیں جہاں غیر شرعی حرکتیں اور باتیں ہوا کرتی ہوں وہاں جانے کے لئے سواری کرایہ پر دینا حسب ذیل وجوہات کی بناء پر جائز ہے:

ا- یہ براہ راست گناہ میں تعاون نہیں ہے—جس کو قرآن کریم میں ممنوع قرار دیا گیا ہے— معصیت میں تعاون سے مراد ایسی شیئ ہے کہ جس سے بعینہ معصیت کا ارتکاب کیا جاتا ہو، سواری کا پہیہ کہ سیر وتفریح کے مقامات کی برائیوں سے اصلاً کوئی تعلق نہیں۔

علامہ حصکفی لکھتے ہیں:

"وجاز تعمير كنيسة و (حمل خمر ذمي) بنفسه أو دابته (بأجر)، لا عصرها لقيام المعصية بعينه"۔

اورگرجا گھر کی تعمیر اور ذمی کی شراب اٹھانے کے لئے اپنے آپ کو یا اپنی سواری کو اجرت پر دینا جائز ہے، البتہ شراب نچوڑنے کے لئے اجرت پر دینا درست نہیں کیونکہ بعینہ اس سے معصیت متعلق ہے۔

۲- ایسی جگہیں جہاں غیر شرعی حرکتیں اور باتیں ہوا کرتی ہوں وہاں جانے کے لئے سواری کرایہ پر دینے کو تعاون علی الاثم والعدوان میں شامل مانتے ہوئے اس کو ناجائز وحرام قرار دینے میں ٹراویلس کے کاروبار کرنے والے مسلمان کے لئے بڑا حرج ہے، کیونکہ سواری کرایہ پر لینے والے افراد سے اس بات کی تحقیق کرنا بہت مشکل ہوگا کہ وہ گاڑی کو لے کر کہاں کہاں جائے گا، اسی طرح ہر آنے والے شخص سے اس کے دورے کی تفصیلات معلوم کرنا ٹراویلس والوں

کے لئے کیا آسان ہوگا؟ اسی طرح ایرپورٹ سے کہاں جارہا ہے اس کی تفصیل کسٹمر سے معلوم کرنا مشکل ہے، اس لئے صورت مذکور میں میری ناقص رائے ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے مسلک کو راجح قرار دیا جائے، اور مطلق سواری کرایہ پر دینا جائز ہو۔

البتہ اگر پہلے سے معلوم ہو کہ یہ لوگ مقام تفریح پر جاکر غیر شرعی حرکتیں کریں گے تو بہتر ہے کہ ان لوگوں کو سواری کرایہ پر نہ دیا جائے۔

غیر شرعی حرکات پر مشتمل مقام تفریح پر خورد ونوش کی دوکان:

سیر وتفریح کی ایسی جگہیں جہاں غیر شرعی حرکتیں اور باتیں ہوا کرتی ہوں وہاں پر خورد ونوش کی دوکان لگانا جائز ہے۔

اللہ تعالی نے خرید فروخت کو حلال کیا اور سود کو ناجائز وحرام قرار دیا: "أحل الله البيع وحرم الربا" (بقرہ:۲۷۵)۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: فرائض کے بعد سب سے اہم فریضہ حلال روزی تلاش کرنا ہے۔

"طلب كسب الحلال فريضة بعد الفريضة" (بیہقی:۱۲۰۳)۔

ٹور پر لے جانے کے لئے کمپنیوں کا قیام:

ٹور پر لے جانے کے لئے کمپنیوں کا قیام جس کا مقصد مختلف جگہوں پر جانے والوں کے لئے آمد ورفت، ٹکٹ اور قیام کا نظم کرنا ہوتا ہے، اگر جائز ودرست مقصد اور کام کے لئے ہو مثلاً: حج وعمرہ یا دیگر جائز مقاصد کے لئے تو ایسی کمپنیوں کا قیام بلا کسی کراہت کے جائز ودرست ہے، اگر ٹور وٹراویلس کمپنیوں کے قیام کا مقصد عام اور ہمہ جہت ہو وہ اپنی خدمات حج وعمرہ اور دیگر جائز مقاصد کے لئے فراہم کرتے ہوئے اور کبھی کوئی ایسا شخص بھی آجاتا ہو جو سیر وتفریح یا کسی اور مقصد کے لئے ان کی خدمات سے استفادہ کرنا چاہتا ہو اور کمپنی اس کو آمد ورفت، ٹکٹ اور قیام کا

نظم کردیتی یا کرادیتی ہوتو یہ صورت بھی ناجائز نہیں ہونی چاہئے؛ کیونکہ اس کمپنی کے قیام کے مقاصد میں صرف یہی ایک مقصد شامل نہیں ہے، اور نہ خالص اسی مقصد کے لئے ٹورو ٹراویلس کمپنی کا قیام عمل میں آیا ہے اور شریعت کا یہ ضابطہ: "الأمور بمقاصدها" کے پیش نظر بھی یہ صورت جواز کا متقاضی ہے۔

اور اگر ٹورو ٹراویلس کمپنیوں کے قیام کا مقصد ہی مندروں، تیرتھ گاہوں، چرچوں اور سیاحتی مقامات پر دادعیش دینے اور مئے نوشی کرنے جانے والے افرادکی رہنمائی اور ان کی سہولیات فراہم کرنے کے لئے ہوتو "إنما الأعمال بالنيات وإنما لكل امرئ ما نوى" (بخاری، باب بدء الوحی: ۱) (اعمال کا دارومدار نیت پر ہے، اور ہر انسان کے لئے وہی ہے جس کی وہ نیت کرے)۔ اور الامور بمقاصدہا کے مدنظر درست نہیں ہونی چاہئے۔

تاریخی اور دستاویزی فلمیں:

فلم خواہ تاریخی ہو یا دستاویزی ہو تعلیمی مقصد کے لئے ہو یا قرآن کریم کی افہام وتفہیم کے لئے بہرصورت حسب ذیل وجوہات کی وجہ سے جائز نہیں ہے:

۱- عام طور سے فلم جاندار کی تصویر سے خالی نہیں ہوتی، اور جاندار کی تصویر بنانا، دیکھنا اور دکھلانا شرعاً جائز نہیں ہے، اور خاص طور پر اگر قرآن کے واقعات کی فلم سازی کی جائے تو قرآن کی بے حرمتی کی بناپر اس عمل پر شدید وبال کا اندیشہ ہے، اورقرآن کے واقعات کی مصنوعی نقالی کرنا آیات قرآنی کے کھیل تماشہ بنالینے کے مرادف ہوگا، جو ناجائز وحرام ہے۔

۲- فلم کی کہانی وواقعات اس وقت تک مکمل نہیں ہوتی جب تک کہ اس میں عورت کا کردار ورول نہ ہو، اور خواتین کا بے حجاب مردوں کے سامنے آنا یا ان کی تصاویر کو بلاضرورت غیر محرموں کو دکھلانا قرآن وسنت کی رو سے بالکل جائز ودرست نہیں، اور اگر اس ناجائز کام کو قرآن مجید کے واقعات ومضامین کو بیان کرنے کے لئے ذریعہ بنایا جائے تو ناجائز ہی نہیں، بلکہ قرآن کریم کی توہین کے مترادف ہوگا جو قطعاً حرام ہے۔

۴-جب کسی واقعات اور مضامین کو فلم کی شکل دی جاتی ہے تو فلم ساز کے فرضی تخیلات وتصورات کی آمیزش ناگزیر ہے، اس کے بغیر عموماً فلم تیار نہیں ہوتی ہے، فلم ساز کو ایک مربوط فلم بنانے کے لئے لامحالہ واقعات کے خلاء کو اپنے فرضی قیاسات سے پر کرنا پڑتا ہے، اور کچھ نہیں تو متعلقہ اشخاص کی شکل وشباہت، ان کی تعداد، ان کے انداز نشست وبرخاست، ان کے اردگرد پائے جانے والے ماحول، پس منظر اور ان کے عادات وخصائل کو لازمی قیاسی مفروضات کی بنیاد پر پیش کرنا پڑتا ہے۔

یہ لازمی قیاسی مفروضہ اگرچہ تاریخی اور دستاویزی واقعات ومضامین میں قابل تحمل ہوسکتی ہے، لیکن قرآن کریم کے واقعات ومضامین کی توضیح وتشریح کے لئے قطعاً قابل قبول نہیں، کیونکہ یہ سارے قیاسات قرآن کریم ہی کی طرف منسوب کئے جائیں گے اور یہ قرآن مجید کی معنوی تحریف کے مشابہ ہے۔

کارٹون کی شرعی حیثیت:

اسلام میں جاندار چیزوں کی تصویر حرام ہے، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو تصویر بنائے گا اللہ تعالیٰ اس وقت تک اس کو عذاب دے گا جب تک کہ وہ روح نہ پھونک دے اور ظاہر ہے کہ انسان روح نہ پھونک سکے گا۔

"عن ابن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ: من صور صورۃ عذب حتی ینفخ فیھا الروح ولیس بنافخ فیھا" (سنن النسائی ۵۳۵۵، ذکر ما یکلف أصحاب الصور یوم القیامۃ، بخاری ۴۰۷۳، باب بیع التصاویر التی لیس فیہا روح)۔

اس کے علاوہ اور مختلف احادیث سے تصویر کشی کی حرمت وممانعت ثابت ہے، کارٹون میں اگرچہ کہ انسانی صورت کی خدوخال پوری طرح واضح نہیں ہوتی ہے، لیکن اتنی غیر واضح بھی نہیں ہوتی ہے کہ کارٹونسٹ کا اشارہ سمجھ میں نہ آئے، بلکہ جس کا کارٹون بنایا جاتا ہے، اس کی خدوخال قدرے نمایاں ہوتی ہے جس کی وجہ سے اس کی شخصیت کو پہچاننا آسان ہوتا ہے، اس

لئے تصویر کشی کی حرمت وممانعت کے پیش نظر انسان اورحیوانات کا کارٹونی خاکہ بنانا بھی جائز ودرست نہیں ہوگا، البتہ غیر ذی روح مثلاً درخت یا گاڑی وغیرہ کی ہوں تو اسے تیار کرنے اور اس کا مشاہدہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

کارٹون سازی کا پیشہ:

ذی روح انسان اورحیوانات کی تصویر کشی حرام اور کبیرہ گناہوں میں سے ہے، جس پر نبی اکرم ﷺ نے سخت عذاب کی تنبیہ فرمائی ہے، کارٹون سازی کا پیشہ اختیار کرنے اور اس کو ذریعہ آمدنی بنانے میں ایک گناہ کا تعاون ہوتا ہے، اور اللہ تعالیٰ گناہ میں تعاون کرنے سے منع فرمایا ہے، اس لئے کارٹون سازی کا پیشہ اختیار کرنا اور اس کو ذریعہ آمدنی بنانا جائز نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان واتقوا الله إن الله شدید العقاب'' (سورہ مائدہ ۲)۔

فرضی حکایتیں:

اگر یہ مفروضہ کہانیاں عبرت آموز اور نصیحت خیز ہوں، صالح مقصد کی حامل ہوں اور تعمیری ہوں تو نہ صرف جائز بلکہ بہتر ہیں —— لیکن اگر ان کا مقصد سفلی جذبات کو برانگیختہ کرنا، اباحیت اور اخلاقی انارکی پیدا کرنا ہو تو ظاہر ہے کہ سخت گناہ اور ناجائز ہیں ——، اس لئے کہ نثر کبھی تو وقائع نگاری کے لئے استعمال کی جاتی ہے، اور کبھی مفروضہ کردار اور واقعات کے لئے جو آج کی زبان میں ناول اور افسانے کہلاتے ہیں، زمانہ قدیم میں بھی اس قسم کی کہانی نویسی کی مثالیں موجود ہیں، شیخ سعدی کی گلستان اور مولانا روم کی مثنوی کہا جاتا ہے کہ ایسی کہانیوں کا شاہکار اور معراج کمال ہے، اسی طرح مقامات حریری وغیرہ۔

''عن أبي هريرة قال قال رسول اللهﷺ: حدثوا عن بني إسرائيل ولا حرج'' (مسند احمد:۹۷۴۶، ابوداؤد باب الحديث عن بنی اسرائیل:۳۱۷۷)۔

(حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل سے حدیث نقل کرو، اس لئے کہ اس میں کوئی حرج نہیں)۔

''عن جابر قال: قال رسول اللهﷺ: تحدثوا عن بني إسرائيل فإنه كانت فيهم أعاجيب'' (ابن ابی شیبہ مع تحقیق الشیخ محمد عوامہ:۲۷۰۱۷)۔

(حضرت جابرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل سے حدیث نقل کرو، اس لئے کہ ان کے یہاں انوکھے اور دلچسپ واقعات ہوتے ہیں)۔

''قال أهل العلم: وهذا دال على حل سماع تلك الأعاجيب للفرحة لا للحجة، أى لإزالة الهم عن النفس، لا للاحتجاج بها، والعمل بما فيها'' (الفتاوی الشبکیۃ الاسلامیہ رقم الفتوی:۱۳۴۷۸)۔

اہل علم فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ غم وفکر کو دور کرنے کے لئے نہ کہ دلیل وحجت اور اس پر عمل کرنے کے لئے دلچسپ اور انوکھے واقعات کا سننا مباح ہے۔

دینی مدارس میں مکالمات کے پروگرام صالح اور تعمیری مقاصد پر مشتمل ہوتا ہے اور اس میں کوئی شرعی قباحتیں نہیں ہوا کرتی ہیں، اس لئے ان مکالمات میں کوئی حرج نہیں، هذا ما ظهر لي والله أعلى وأعلم بالصواب۔

سیر وتفریح سے متعلق اصول وقواعد

مولانا عبدالجبار طیب ندوی

الف-کیا شریعت میں مزاح جائز ہے اور جائز ہے تو اس کی کیا حدود ہیں؟

مزاح تھکے دماغ اور دل رنجور کو فرحت وانبساط اورنشاط بخشتا ہے، اور اس سے دل ودماغ میں طراوٹ وتازگی پیدا ہوتی ہے، کام کرنے میں معاون ومددگار رہتا ہے، لہذا جب ہم اس مسئلہ کے لئے حدیث کے اوراق الٹتے ہیں تو نہ صرف یہ کہ آپ ﷺ کے اقوال ملتے ہیں، عملی احادیث بھی موجود ہیں کہ آپ ﷺ نے مزاح فرمایا ہے، اور مزاح کرنے کا حکم بھی دیا ہے، چنانچہ سنن ابوداؤد میں عوف بن مالکؓ سے منقول ہے کہ یہ خود غزوہ تبوک کے موقع پر اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت عوف کہتے ہیں کہ میں نے سلام کیا، آپ ﷺ نے جواب مرحمت فرمایا اور کہا کہ آجاؤ، میں نے کہا کہ پورا، آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! ''پورے آجاؤ پس میں داخل ہوگیا'' (رواہ ابوداؤد: باب فی المزاح ۲/ ۶۸۴)۔

اسی طرح ایک بوڑھی خاتون خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں کوئی بوڑھی داخل نہیں ہوگی، وہ بے چاری رونے لگی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ مطلب یہ ہے کہ اس دن تم بوڑھی نہیں رہوگی؛ بلکہ سارے لوگ جوان ہوکر جنت میں جائیں گے (شمائل ترمذی:۱۶)۔

اسی طرح اگر آپ ﷺ کے قول کو دیکھیں تو کنز العمال میں آپ ﷺ سے ایک حدیث منقول ہے، جس میں آپ ﷺ نے صیغہ امر کے ساتھ حکم دیا کہ ''دلوں کو وقتاً فوقتاً خوش

کرتے رہا کرو"، چنانچہ کنز العمال میں ہے: "روحوا القلوب ساعةً فساعةً" (رقم الحدیث: ۵۳۵۴، کنز العمال ۱/ ۳۷)۔

اس کے علاوہ بھی بڑی تعداد میں محدثین نے مزاح والی احادیث کو جمع فرمایا ہے، یہاں اس کا احصاء مقصود نہیں ہے، مذکورہ احادیث سے یہ بات ثابت ہوجاتی ہے کہ مزاح جائز اور مباح ہے، تاہم شریعت نے اپنے مزاج اور ذوق کے مطابق اس میں مسلمانوں کو بے لگام نہیں چھوڑ دیا ہے، بلکہ اس کی کچھ حد بندی بھی کردی گئی ہے، چنانچہ ترمذی شریف میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "میں مزاح کرتا ہوں، لیکن جو بھی بولتا ہوں وہ حق بات ہی ہوتی ہے" (ترمذی بحوالہ احیاء علوم الدین ۳/ ۱۷۲)۔

اس حدیث اور ان جیسی دوسری احادیث کی روشنی میں فقہاء نے اس کی کچھ شرطیں ذکر کی ہیں، وہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱- یہ کہ حق بات ہو، کوئی ایسی جھوٹی بات نہ ہو کہ موجب گناہ ہو اور معصیت کے دروازہ تک پہنچادیتی ہو۔

۲- یہ کہ اس سے ہم جلیسوں کو ہنسانا مقصود نہ ہو، چنانچہ فتاوی عالمگیری میں ہے:

"لا بأس بالمزاح بعد أن لا يتكلم الإنسان فيه بكلام يأثم به أو يقصد به إضحاك جلسائه كذا في الظهيرية" (ہندیہ ۵/ ۳۵۲ کتاب الکراہیۃ الباب السابع عشر فی الغناء واللہو وسائر المعاصی والأمر بالمعروف، نیز دیکھئے: الموسوعۃ الفقہیہ ۳۷/ ۴۳، احیاء علوم الدین ۳/ ۱۷۲)۔

امام غزالی رقمطراز ہیں:

"فاعلم أن المنهي عنه الإفراط فيه أو المداومة عليه، أما المداومة فلأنه اشتغال باللعب والهزل فيه، واللعب مباح ولكن المواظبة عليه مذمومة" (احیاء علوم الدین ۳/ ۱۷۲)۔

الغرض مزاح جائز ہے، البتہ کچھ شرطوں کی پابندی ضروری ہے:

الف -حق بات ہو، جھوٹی بات نہ ہو کہ باعث گناہ ومعصیت ہو۔

ب-مقصد اس سے لوگوں کو ہنسانا نہ ہو (جھوٹی بات بول کر)۔

ج -افراط نہ ہو اور نہ ہی اس پر مواظبت اور مداومت ہو۔

د- اسی طرح دوسروں کے لئے تکلیف کا باعث نہ ہو، کیوں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "لا تمار أخاک ولا تمازحه" (ترمذی ۴؍ ۴۰)۔

ب-مزاحیہ پروگراموں کا منعقد کرنا جو کئی گھنٹوں پر مشتمل ہو، یا مزاحیہ مشاعرہ کرنا کیا جائز ہے؟

مزاحیہ پروگرام منعقد کرنا یا مزاحیہ مشاعرہ رکھنا جائز نہیں ہے، کیونکہ اس میں کئی غیر شرعی باتیں پائی جاتی ہیں:

۱- کسی بھی پروگرام کے انعقاد کے لئے کافی عرصہ اور وقت لگتا ہے جو کہ ضیاع وقت میں شمار ہے۔

۲- ایک بڑی رقم کا صرفہ جو کہ اسراف میں داخل ہے۔

۳- یہ ایک مباح عمل ہے، فقہ کے اصول کے مطابق اگر مباح عمل مفسدہ کا باعث ہو تو پھر ایسا مباح عمل ناجائز ہے، سد ذرائع کے مطابق "درء المفاسد أولی من جلب المصالح"۔

۴- پھر یہ کہ کئی گھنٹوں پر مشتمل یہ پروگرام پیش کئے جاتے ہیں خواہ مزاحیہ مشاعرہ ہی کیوں نہ ہو۔

لہذا احقر کے نزدیک ان وجوہ کی بنیاد پر مزاحیہ پروگرام یا مشاعرہ منعقد کرنا ناجائز ہوگا۔

مذکورہ بالا شرطوں کی رعایت کے ساتھ مزاحیہ کہانیاں لکھنا ایک مباح عمل ہوگا، اور اس کا پڑھنا بھی صحیح ہوگا، اور ایسی کہانیوں کی اشاعت بھی درست ہوگی، نیز خرید فروخت بھی دائرہ جواز میں آجائے گی، لیکن موجودہ زمانہ کی مزاحیہ تحریروں کو پڑھیں تو اندازہ ہوجائے گا کہ پورا

دارومدار جھوٹی اورفرضی کہانیوں پر ہوتا ہے، ذہنی عیاشی اورضیاع وقت کے سوا کچھ نہیں ہے، سب سے اہم یہ کہ مقصد تخلیق سے ہٹادیتا ہے، اور اللہ کی یاد سے غافل کردیتا ہے، اور اسی کو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "ما ألهاكم عن ذكر الله فهو ميسر" (طبری ۳۶/۴)، لہذا احقر کے نزدیک مذکورہ بالا وجوہ کی بنیاد پر مزاحیہ کہانی لکھنا اور انہیں پڑھنا، شائع کرنا اور اس کی خرید فروخت ناجائز ہوگی۔

لطیفہ گوئی یا مزاح نویسی کو پیشہ بنالینا، اوراس کی اجرت وصول کرنا درست نہیں ہے، چنانچہ امام غزالی لکھتے ہیں:

"ولكن من الغلط العظيم أن يتخذ الإنسان المزاح حرفة يواظب عليه ويفرط فيه" (احیاء علوم الدین ۱۷۳/۳)۔

کھیل کے احکامات:

اسلام مذہب فطرت ہے، فطرت انسانی کا خیال رکھتا ہے، زندگی کے جس شعبہ میں بھی افراط وتفریط ہو، اور بے اعتدالی ہواسے ختم کرتا ہے، ایک متوازن اور معتدل طریقہ کی رہنمائی کرتا ہے، کھیل کود کو شریعت مکمل منع نہیں کرتی ہے، بلکہ ایک حد تک قید وبند لگا کر اس کی اجازت دیتی ہے، چنانچہ کھیل کے جو بنیادی اصول ہیں ہم انہیں ذکر کرتے ہیں:

الف: ۱- ایسا کھیل نہ ہو جو اپنے یا دوسروں کے لئے ایذا پہنچانے کا باعث ہو اور جسم کو شدید نقصان پہنچنے کا کافی امکان ہو۔

۲- نماز یا کسی فریضہ کی ادائیگی یا کسی واجب اور ضروری مہم میں رکاوٹ نہ ہو۔

۳- جھوٹی قسمیں کھانے کی نوبت نہ آتی ہو۔

مذکورہ تینوں شرطوں کے لئے حوالہ دیکھئے: (بدائع ۲۶۹/۶، مغنی المحتاج ۳۱۱/۴، نیز ۳۲۸ تا ۳۳۴، المغنی لابن قدامہ ۱۵۱/۸)۔

۴-مردوں کے لئے زنانہ کھیل اور عورتوں کے لئے مردانہ کھیل جیسے: کشتی، کبڈی درست نہیں، کیونکہ آپ ﷺ نے مردوں کو عورتوں کی اور عورتوں کو مردوں کی مشابہت اختیار کرنے سے سختی سے منع فرمایا ہے (ابوداؤد)۔

۵-اسی طرح کھیل میں جوا نہ ہو یعنی قمار نہ ہو (سورہ مائدہ)۔

۶-ایک ہی کھیل میں مرد وزن کا اختلاط نہ ہو۔

مذکورہ بالا شرطوں کے ساتھ ہی کھیل کھیلنا جائز ہوگا، ورنہ جائز نہ ہوگا۔

ب: جہاں تک لباس کا تعلق ہے تو مردوں کے جو قابل ستر اعضاء (ناف سے لے کر گھٹنے تک) ہیں، بہرصورت اس کا چھپانا ضروری ہوگا، تاہم اس میں اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ کپڑا جسم سے اتنا چپکا ہوا نہ ہو کہ جسم کے ساخت نظر آئیں، ساتھ ہی اتنا باریک بھی نہ ہو کہ اعضاء ستر صاف نظر آئیں، نیز عورتوں کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ پورا بدن ڈھکنے والا لباس استعمال کریں، البتہ چہرہ اور دونوں ہتھیلیاں اور دونوں قدم کھلے رکھنے کی اجازت ہوگی، یہ احکامات زندگی کے تمام مرحلوں میں ضروری ہیں، چنانچہ صاحب نتائج الافکار علامہ شمس الدین احمد بن عود رقمطراز ہیں:

''وينظر الرجل من الرجل جميع بدنه إلا ما بين سرته إلى ركبته قال صاحب النهاية: إن السرة إحدى العورة، فتكون من العورة كالركبة'' (نتائج الافکار فی کشف الرموز والاسرار وہی تکملہ شرح فتح القدیر ۱۰؍۳۳)۔

کھیل کے اصول وشرائط طے ہوجانے کے بعد اب ہم مروجہ کھیلوں پر ایک نظر ڈالتے ہیں، مگر اس سے قبل ہم اللہ کے رسول ﷺ کے زمانے میں مروجہ کھیلوں کا مختصر جائزہ لیتے ہیں:

احادیث کے حوالہ سے جب ہم اللہ کے رسول ﷺ کے زمانہ کے کھیلوں کو دیکھتے ہیں تو اس میں وہی کھیل ملتے ہیں جو کہ صحت وجسم سے تعلق رکھتے ہیں، اور ظاہر ہے کہ جسم کو پھرتی دینا اور نشاط دینا اس لئے تھا، تاکہ جنگ کی نوبت آئے تو میدان ان ہی کے ہاتھوں میں رہے،

مثلاً تیر اندازی، گھوڑ سواری، اسی طرح اپنی اولاد اور بیوی کے ساتھ کھیلنا تفریح طبع کے لئے، یہ وہ کھیل ہیں جو جائز ہیں اور حدیث میں اس کا تذکرہ بھی آیا ہے، مندرجہ ذیل حدیث کو دیکھئے:

''کل لعب حرام إلا ملاعبة الرجل امرأته وقوسه وفرسه'' (اخرجہ الحاکم فی المستدرک ۲/ ۹۵)۔

کشتی بھی جائز ہے، چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت رافعؓ کو تیر انداز ہونے کی وجہ سے جنگ میں شریک ہونے کی اجازت دیدی، تو حضرت سمرہؓ نے بھی اجازت چاہی مگر اجازت نہیں مل سکی، اور یہ کہہ کر کہ ''إن رافعاً رام'' آپ ﷺ نے حضرت سمرہؓ کو واپس کردیا تو حضرت سمرہؓ نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! رافع اگر ہم سے کشتی لڑیں تو ہم ان کو پچھاڑ سکتے ہیں، لہذا ایسا ہی ہوا، چنانچہ پھر ان کو بھی اجازت مل گئی۔ کشتی کا ثبوت ایک دوسری روایت سے بھی ملتا ہے، ''أن النبی ﷺ صارع رکانة فصرعه'' (ابوداؤد)۔

اس طرح کشتی کا کھیل کا مباح ہونا متعین ہو جاتا ہے، شریعت نے اسے غیر مباح قرار نہیں دیا ہے، چنانچہ الاقناع میں ہے:

''من اللهو المباح فی الشریعة الإسلامیة المصارعة، فقد قال جماهیر أهل العلم: إن المصارعة مباحة وغیر محرمة'' (الاقناع ۲/ ۵۰۵ بحوالہ احکام اللہو والترویح، حسین جاسم الکویدلاوی)۔

علامہ شامی نے حدیث کے حوالہ سے کشتی کی رخصت نقل فرمائی ہے، اور اس کا مقصد یہ بتایا کہ مقابلہ میں قدرت حاصل کرنا ہی مقصود ہو تلہی مقصود نہ ہو، کیونکہ اگر کشتی میں تلہی پائی گئی تو وہ کشتی پھر مکروہ ہو جائے گی، چنانچہ علامہ شامیؒ رقمطراز ہیں:

''وقد جاء فی الأثر فی رخصة المصارعة لیحصل القدرة علی المقابلة دون التلهی، فإنها مکروهة'' (الردمع الدر ۹/ ۳۸۱-۳۸۲)۔

لہذا علامہ شامیؒ کی اس چشم کشا عبارت کے ذیل میں احقر کی رائے یہ ہے کہ کشتی میں

اگر دشمن کے خلاف قدرت حاصل کرنا مقصود ہو تو جائز ہے، اور یونہی تلہی مقصود ہو تو کشتی بھی زمرہ مکروہ میں شمار ہوگی۔

۴- اور اسی طرح وہ کھیل جو جنگ میں معاون ومددگار ہو مباح ہے اور جائز ہے، کیونکہ اللہ تعالی نے اپنی استطاعت کے بقدر ہر زمانہ میں اور تمام حالات میں جنگ کی تیاری کا حکم دیا ہے، "و أعدوا لهم ما استطعتم من قوة" (سورۂ توبہ)۔

مباح کھیل:

جوڈو کراٹا: احقر کے نزدیک کشتی پر قیاس کرتے ہوئے یہ بھی مباح کھیل میں شامل ہے، کیونکہ کشتی کا مقصد قوت دفاع حاصل کرنا ہے، اور جوڈو کا بھی یہی مقصد ہوتا ہے، لہذا یہ مباح کھیلوں میں شمار ہوگا، والی بال، فٹ بال، اور بیڈمنٹن بھی مباح کھیلوں میں ہی شمار ہوگا، کیونکہ ان کھیلوں سے تفریح طبع بھی ہوجاتی ہے، اور جسمانی ورزش بھی، البتہ مذکورہ شرطوں کی پابندی ضروری ہوگی۔

مکروہ کھیل:

وہ تمام کھیل جو کہ عبادات سے مشغول کردیں، اور یہ کہ سلیم الفطرت انسان ان کھیلوں کو ناپسند کرتے ہوں تو ایسے کھیل مکروہ ہوں گے، ان میں پتنگ بازی، کبوتر وفاختہ کے کھیل شامل ہیں، یہ ایسے کھیل ہیں جس کو اصحاب مروت ناپسند کرتے ہیں، اس سے دنیا کا کوئی فائدہ ہی حاصل ہوتا ہے اور نہ دین کا کوئی فائدہ، ضیاع وقت کے سوا کچھ نہیں ہوتا، چنانچہ الموسوعۃ الفقہیہ میں ہے:

"ومن اللعب المكروه اللعب بالطير والحمام لأنه لا يليق لأصحاب المروئة والادمام عليه قد يؤدى إلى إهمال المصالح ويشتغل عن العبادات والطاعات" (۵۳/ ۲۶۸)۔

مکروہ کھیلوں میں طویل الوقت کھیل بھی آئے گا جیسے: شطرنج، اور کرکٹ، تاش وغیرہ اور لوڈو بھی اسی میں شامل ہوگا، کیونکہ یہ بھی ایک طویل اور لمبا وقت لیتا ہے، بسا اوقات شرعی فرائض اور اپنی اہم ذمہ داریوں سے بھی غفلت ہوجاتی ہے۔

حرام کھیل:

فقہاء کے نزدیک ہر وہ کھیل جو قمار (جوا) پر مبنی ہو وہ ناجائز اور حرام ہے، کیونکہ اللہ تعالی نے قمار سے منع فرمایا ہے، قرآن میں ہے: "یاأیھا الذین آمنوا إنما الخمر والمیسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشیطان" (سورہ مائدہ)۔

سوال: کھیل کی جیت ہار میں اگر پیسے کی شرط ہو تو کونسی صورت جائز اور کون سی ناجائز ہوگی؟

اگر کھیل جائز اور مباح ہو، لیکن اس میں شرط رکھی گئی ہو تو غور طلب امر اس میں یہ ہے کہ اگر شرط فریق اول سے متعلق ہو تو کھیل جائز ہوگا، اور اگر شرطوں کا تعلق طرفین سے ہو تو پھر ناجائز ہوگا، شرط کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں:

۱- یہ کہ ایک فریق کہے کہ اگر میں سبقت لے گیا تو تو مجھے اتنا دے گا، اور اگر تم سبقت لے گئے تو پھر کچھ بھی نہیں۔

۲- یہ کہ ان دونوں کے علاوہ تیسرا یہ کہے کہ اگر تم میں سے کوئی جیتے گا تو اس کو اتنا ملے گا اور جو ہارے گا اس کو کچھ بھی نہیں، تو یہ دونوں صورتیں بالاتفاق جائز ہیں۔

ناجائز صورتیں بھی دو ہوسکتی ہیں:

۱- ایک یہ کہ دو فریق آپس میں یہ شرط رکھیں کہ ہارنے پر میں تمہیں دوں گا اور اگر میں جیت گیا تو تم مجھے دو گے۔

۲- یہ کہ تیسرا فریق ان دونوں سے کہے کہ جو تم میں سے جیتے گا اسے میں اتنا دوں گا، اور جو ہارے گا، تو وہ مجھے اتنا دے گا، یہ دونوں صورتیں بالاتفاق ناجائز ہیں، چنانچہ کسی جائز اور

مباح مقابلہ میں شرط لگانے کے سلسلہ میں علامہ شامی کی چشم کشا عبارت ملاحظہ کیجئے:

''من جانب واحد أو من ثالث بأن يقول أحدهما لصاحبه: إن سبقتني أعطيتك كذا، وإن سبقتك لا آخذ منكم شيئاً، أو يقول الأمير لفارسين أو راميين من سبق منكما فله كذا'' (الردمع الدر ۹/ ۴۹۲)۔

جو کھیل اپنے طریقہ اور لباس کے اعتبار سے محرمات پر مشتمل نہ ہو، لیکن اس میں کھیلنے اور کھیل دیکھنے والوں کا کافی وقت ضائع ہوتا ہو، جس کی وجہ سے شرعی فرائض کی ادائیگی متاثر ہوتی ہو تو ایسا کھیل کھیلنا اور دیکھنا مکروہ ہوگا اور کسی شرعی فرائض کی ادائیگی کے لئے مانع نہ ہو تو پھر مباح ہوگا۔

سفر کے حکم کے اعتبار سے حنفیہ نے اس کی تین قسمیں کی ہیں:

(۱) سفر طاعت، جیسے جہاد اور حج وغیرہ، (۲) سفر مباح، جیسے تجارت کی غرض سے سفر کرنا، (۳) سفر معصیت جیسے ڈاکہ ڈالنے کے لیے اور عورت کا بغیر محرم کے سفر کرنا، اور امام مالکؒ کے نزدیک صرف دو قسمیں ہیں: (۱) سفر طلب یعنی کسی بھی چیز کی اگر انسان کو طلب وخواہش ہو اس کے لیے سفر کرنا، (۲) اور سفر ہرب، چنانچہ الموسوعہ میں ہے:

''قسم الحنفية السفر من حيث حكمه إلى ثلاثة أقسام: سفر طاعة كالحج والجهاد، وسفر مباح كالتجارة، وسفر معصية كقطع الطريق وحج المرأة بلا محرم.... وقال المالكية السفر على قسمين: سفر طلب وسفر هرب، وسفر الهرب واجب'' (الموسوعہ الفقہیہ ۲۵/ ۲۷)۔

حنفیہ کی تقسیم کے مطابق سفر سیاحت نہ تو سفر طاعت ہے اور نہ ہی سفر معصیت، لہذا یہ متعین ہوجاتا ہے کہ یہ سفر مباح ہے ناجائز نہیں ہے، دوسری دبستان فقہ میں بھی سفر سیاحت کو جائز اور مباح قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے ایک سوال کے جواب میں سیاحت کی رخصت نقل کیا ہے: ''وقد رخص بعض المتأخرين في السفر إلى

المشاهد ولم ينقلوا ذلک من أحد من الأئمة ولا احتجوا بحجة شريعة" (فتاویٰ ابن تیمیہ ۹/۲۷)۔

سفر سیاحت کے سلسلہ میں حنابلہ اور شوافع کی رائے بھی اباحت کی ہے، چنانچہ الموسوعۃ الفقہیہ میں ہے: "وقد صرح الشافعية والحنابلة بأن السفر لرؤية البلاد والنزهة فيها مباح" (الموسوعۃ الفقہیہ ۲۵/۲۸)۔

لہذا احقر کی رائے کے مطابق سفر سیاحت مباح ہونا چاہئے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی نشانیاں آفاق میں پھیلی ہوئی ہیں، "سنريهم آياتنا في الآفاق وفي أنفسهم" (فصلت)، "وفي الأرض آيات للموقنين" (ذاریات)۔

لہذا ان نشانیوں کا مشاہدہ بغیر سفر سیاحت کے ناممکن ہے، اور اسی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ زمین وآسمان میں پوشیدہ چیزوں کو عیاں کرتا ہے، اس کے لئے ذوالقرنین کے سفر سے استدلال کیا جاسکتا ہے۔

جس سفر میں جان ومال، عزت وآبرو محفوظ نہ ہو اس میں خود جانا بھی جائز نہیں ہوگا، چہ جائیکہ اپنے ساتھ بچوں کو بھی لے جائے، کیونکہ جان ومال، عزت وآبرو کی حفاظت واجب ہے، اور سفر سیاحت واجب نہیں ہے، لہذا کسی غیر واجب کے لئے واجب کو ترک نہیں کیا جاسکتا ہے۔

جس مقام پر سیاحت کی غرض سے مختلف علاقوں کے لوگ آتے ہیں اور اس موقع سے بعض غیر شرعی باتیں دیکھنے میں آتی ہیں، تو ایسی جگہوں میں از راہ تفریح جانا تو جائز ہوگا، البتہ مناسب نہیں ہے، نیز وہاں جانے والوں کے لئے سواری کو کرایہ پر لگانا اور ایسے مقام پر اشیاء خورد ونوش فروخت کرنے کے لئے دوکان لگانا اور ٹکٹ کی خرید فروخت کی ایجنسی اور ٹور کمپنیاں قائم کرنا جائز اور درست ہوگا۔ مندرجہ ذیل جزئیات بطور استدلال پیش ہے:

"وجاز تعمير (كنيسة) قال في الخانية: ولو آجر نفسه ليعمل في

الكنيسة ويعمرها في العمل" (الدر مع الدر ۹/ ۷۷ ۴)۔

علامہ شامیؒ کی ایک واضح عبارت سپر د قلم کی جاتی ہے:

"وعلم من هذا أنه لا يكره بيع ما لم تقم المصية به كبيع الجارية المغنية والكبش النطوح والحمامة الطيارة والعصير والخشب ممن يتخذ منه المعازف" (ردالمحتار کتاب الکراہیۃ فصل فی البیع ۵/ ۲۵)۔

(اس سے معلوم ہوا کہ اس چیز کی بیع مکروہ نہیں ہے جس کی ذات سے معصیت نہ ہو مثلاً گلوکار باندی، سینگ مارنے والا مینڈھا، تیز اڑنے والا کبوتر، پھول کے رس اور وہ لکڑی جس سے بانسری بنائی جاتی ہے)۔

تاریخی و دستاویزی فلم کا حکم:

مذکورہ مقاصد کے لئے فلمیں بنانا اس وقت جائز ہوگا جب کہ اس میں ذی روح کی تصاویر نہ لی جائے، اگر تاریخی یا دستاویزی فلموں میں ذی روح کو دیکھا گیا ہے تو فلم بنانا حرام ہوگا، ہاں اگر فلم براہ راست دکھایا جائے تو اس کی نشر واشاعت بھی جائز ہوگی اور دیکھنا جائز ہوگا۔

کارٹون سازی کا حکم:

کارٹون کا بنانا بھی جائز نہیں ہوگا اور اس کا شمار احقر کے نزدیک تصویر میں ہوگا، یہ کہنا کہ انسانی صورت کے خدوخال اس میں پوری طرح واضح نہیں ہوتے ہیں، صحیح ہے، لیکن انسانی شکل کو بگاڑ کر پیش کیا جاتا ہے، اس لئے تغییر خلق میں شمار ہوگا، لہذا نہ اس کا بنانا جائز ہوگا اور نہ ہی اس شعبہ میں ملازمت کرنا درست ہوگا۔

مزاح وتفریح سے متعلق احکام

مفتی محمد شاہد قاسمی ☆

۱- شریعت اسلامیہ میں وقت کی حفاظت اور بامقصد زندگی کے قیام کا حکم دیا گیا ہے اور لہو ولعب اور لغو کی ممانعت کی گئی ہے چنانچہ ارشاد خداوندی ہے: "والذین هم عن اللغو معرضون" اور وہ لوگ لغو چیزوں سے اعراض کرتے ہیں لیکن فقہاء کرام اور مفسرین عظام رحمہم اللہ نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ یہ ممانعت مطلقا نہیں بلکہ اس وقت ہے جبکہ ان چیزوں ہی کو مقصد بنالیا جائے یا اس میں کچھ اور خرابیاں پائی جائیں جسے فقہاء کرام کی عبارتوں کے نقل کے بعد ترتیب وار ذکر کیا جائے گا، اگر ان چیزوں کو مقصد نہ بنایا جائے اور تفریح ان مقاصد سے خالی ہو جن کی فقہاء نے صراحت کی ہے اور مقصد تفریح سے یہ ہو کہ اس کے ذریعہ بامقصد زندگی میں مدد ہو جائے کہ ان کے ذریعہ جسم اور روح کی سستی دور ہو کر طبیعت میں نشاط اور چستی حوصلہ اور ہمت پیدا ہو تو ایسی تفریح شرعا جائز ہی نہیں بلکہ ایک حد تک مستحسن اور مطلوب ہے فرمان خداوندی "سیروا في الأرض" اور اس معانی کی دیگر آیات اسی طرح فرمان نبوی علیہ السلام "روحوا القلب ساعة فساعة" کہ تم کبھی کبھی اپنے دل کو آرام دیا کرو اور آپ علیہ السلام کا اپنے اصحاب سے مزاح فرمانا اس کا واضح ثبوت ہے۔

۲- نفس مزاح کے ثبوت کے بعد ان مفاسد کا جاننا ضروری ہے جن سے تفریح کا خالی ہونا ضروری ہے، اولا فقہاء رحمہم اللہ کی ان عبارتوں کو نقل کیا جاتا ہے جس میں انہوں نے تفریح اور

☆ مدرسہ بیت العلوم کوڈ واخرد مہاراشٹر۔

لہولعب کی شرائط ذکر کی ہے پھر ان شرائط کو ترتیب وار ذکر کیا جائے گا۔

علامہ نووی علیہ الرحمہ جمع الوسائل میں تحریر فرماتے ہیں:

إعلم أن المنهي عنه هو الذي فيه افراط يدام عليه فإنه يورث الضحک وقسوة القلب ويشغل عن ذکر الله والفکر من مهمات الدين ويؤل في کثير من الأوقات إلى الإيذاء ويوجب الاحقاد ويسقط المهابة والوقار فأما ما سلم من هذه الامور فهو المباح الذي کان رسول الله ﷺ يفعله على الندرة لمصلحة تطييب النفس وموانسته وهو سنة مستحبة۔

فقہاء کرام کی ان پیش کردہ عبارتوں سے جو اصول اور حدود تفریح کے جواز کے لئے متعین ہوتے ہیں اسے ترتیب وار ذکر کیا جاتا ہے:

۱-تفریح نثر و نظم دونوں میں جائز ہے۔

۲- تفریح میں افراط نہ ہو کہ اسی کو مشغلہ بنالیا جائے اور دیگر دینی امور سے غافل ہوجائے یا آدمی کا دل سخت ہوجائے کہ کثرت تفریح کثرت ضحک کا سبب بنتی ہے اور کثرت ضحک قساوت قلب کا سبب ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: "**کثرة الضحک تميت القلب**"

۳-دل کے بہلانے کے لئے اور علوم دینیہ کی مدد کی غرض سے اشعار کے ذریعہ تفریح کی جاسکتی ہے۔

۴- تفریح کے ذریعہ دوسروں کو تکلیف نہ ہو یا حسد کا سبب نہ بنے۔

۵- اس کثرت سے یا اس کیفیت سے تفریح نہ ہو کہ اس سے آدمی کا وقار، اس کی عزت مجروح ہو اور آدمی لوگوں کی نگاہ میں مسخرہ بن جائے یا ذلیل بن جائے۔

۶-تفریح میں جھوٹ یا کوئی خلاف شرع بات نہ ہو۔

۷- تفریح میں گذشتہ لوگوں کے قصے جن کی کوئی اصل موجود نہ ہو بیان نہ کیا جائے اور جن کی اصل موجود ہو انہیں اگر بطور مثال یا نصیحت یا تعلیم کی غرض سے سنایا جائے تو حتی الامکان

ہوبہو نقل کرے، زینت کی غرض سے کمی زیادتی نہ کرے۔

۸-تفریح کا مقصد تفریح قلب ہو دوسروں کو ہنسانا نہ ہو۔

ب- تفریح کی جس مقصد کے تحت اجازت دی گئی ہیں، اگر اس مقصد کے لئے مزاحیہ پروگرام کا انعقاد کیا جائے اور مذکورہ مفاسد سے خالی ہونے کے علاوہ مزید یہ پروگرام صرف مردوں کے لئے منعقد کیے جائیں کہ جس طرح مرد کے لئے عورت کی طرف دیکھنے سے نگاہوں کی حفاظت ضروری ہے اسی طرح خوف فتنہ کے وقت یا نفس پر اطمینان نہ ہونے کے وقت عورت پر بھی مرد کی طرف دیکھنے سے نگاہوں کی حفاظت ضروری ہے، گھنٹہ دو گھنٹہ اس کی گنجائش ہوسکتی ہے، گھنٹوں پروگرام چلانے کی اجازت نہیں کہ نماز، تلاوت قرآن، ذکر اللہ اور دیگر دینی کاموں سے غافل کرنے کا سبب بنے گا۔

ج-مزاحیاں کہانیاں پڑھنا جب کہ تفریح کے سلسلہ میں ذکر کردہ شرائط کے موافق لکھی گئی ہو گنجائش ہے، اس کے علاوہ مزاحیہ کہانیاں لکھنا، اس کو شائع کرنا، ان کی خرید فروخت کرنا جائز نہیں کہ کہانیاں لکھنے میں انسان کو کافی وقت اپنے ذہن کو اس میں مشغول رکھنا پڑتا ہے اور مشغولیت کبھی دنوں سے ہفتوں اور ہفتوں سے مہینوں تجاوز کرتی ہے، اس طرح وقت اور ذہن کو مہینوں ان میں صرف کرنا وقت اور جان کی ناقدری ہے اور انسان کو دین کے اہم کاموں سے غافل کرنے والی ہے، حدیث میں ہے: قیامت کے دن سوال ہوگا کہ تم نے اپنی عمر کہاں اور کن کاموں میں خرچ کی (مشکوۃ شریف)۔

کہانیوں پر مبنی کتابوں کو شائع کرنا نیز ان کی خرید فروخت کرنا یہ ایسے امور ہیں جن پر پیسہ خرچ کرنا پڑتا ہے یا جس کے ذریعہ پیسہ کمایا جاتا ہے جسے صاحب درمختار نے ناجائز لکھا ہے، ''ومن الناس من یشتری لھو الحدیث'' کے تحت شامل کیا ہے، عبارت اس طرح ہے:

''ومن السحت ما یؤخذ علی کل مباح کملح و کلأ و وعاء ومعادن ومایؤخذه غاز لغزو وشاعر شعر ومسخرة وحکواتی قال اللہ تعالی: ومن الناس من

یشتری لھو الحدیث" (درمختار علی ردالمحتار ۹/ ۶۸)

د- لطیفہ گوئی یا مزاح نویسی کو پیشہ بنالینا اور اس کی اجرت وصول کرنا درست نہیں، وجوہات (ج) کے تحت ذکر کی گئی ہیں، نیز مشغلہ اور پیشہ اختیار کرنے میں انسان لوگوں کی نگاہ میں مسخرہ بن کر اپنے آپ کو ذلیل کرتا ہے جو کہ ناجائز ہے۔

ہ- جس طرح کہانیاں لکھنا درست نہیں اسی طرح ڈرامے لکھنا بھی درست نہیں کہ اس میں کافی وقت تک دل ودماغ، جسم اور وقت کو مشغول رکھنا ہوتا ہے جو کہ شرعا پسندیدہ نہیں البتہ ایسے ڈرامے منعقد کرنا یا اسے دیکھنا ان شرائط کے ساتھ جن کا ذکر (ب) میں ہے گنجائش ہے۔

و-تفریح کے سلسلہ میں ذکر کردہ شرائط اسی طرح (ب) میں ذکر کردہ شرائط کے ساتھ جائز ہے۔

۲- کھیل کے سلسلہ میں موجودہ دور کے نظریہ اور اسلامی نظریہ میں بنیادی اختلاف ہے، دور حاضر میں کھیل برائے کھیل اور کھیل بحیثیت ایک فن والا نظریہ رائج ہے کہ اسلام نہ تو کھیل برائے کھیل کا قائل ہے اور نہ ہی اس کی نئی حیثیت کو تسلیم کرتا ہے، دور حاضر کے نظریہ کے اعتبار سے کھیل مقصود بنتا ہے جبکہ اسلام کسی بھی ایسی صورت کی اجازت نہیں دیتا جس میں کھیل کو مقصود قرار دیا گیا ہو قرآن مجید میں کھیل کا تذکرہ عموما مذمت کے انداز میں کیا گیا ہے، پورے قرآن مجید میں لہو ولعب کے الفاظ کا استعمال موقع مذمت میں کیا گیا ہے: "وما الحیوۃ الدنیا إلا لعب ولھو" اور نہیں ہے زندگانی دنیا کی مگر کھیل اور جی بہلانا (معارف القرآن ج ۳ ص ۳۰۵)۔

البتہ بعض وہ کھیل جو صورۃً کھیل ہے لیکن اپنے دینی اور دنیوی فوائد کے لحاظ سے مقاصد شرع کے حصول میں مانع بننے کے بجائے اس کے حق میں مددومعاون ہے اس کا کھیل والا پہلو مغلوب ہوکر ایسا دب گیا اب وہ کھیل نہ رہا بلکہ مقاصد شرع کے حصول کا ذریعہ بن گیا، چاہے اپنی ظاہری شکل وصورت کی وجہ سے اس کو کھیل کا نام دیا جائے اس تمہید کے بعد کھیل کے جائز اور ناجائز ہونے کے سلسلہ میں وہ اصول لکھے جاتے ہیں جسے حضرت مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ نے

اپنے رسالہ ''**الناهي عن المناهي**'' میں ذکر کیا ہے، طوالت کی وجہ سے عبارت نہ ذکر کرتے ہوئے عبارت سے حاصل شدہ اصولوں کو ذکر کیا جاتا ہے۔

۱-لہو محض جس میں کھیل مقصود ہو، جسم کی ورزش مقصود نہ ہو بلا مقصد محض وقت گذاری کے لئے کھیلا جائے نا جائز ہے۔

۲-جن کھیلوں کی احادیث و آثار میں صریح ممانعت آ گئی ہے وہ نا جائز ہے جیسے نرد شطرنج، کبوتر بازی اور جانوروں کو لڑانا وغیرہ۔

۳-جو کھیل کسی حرام و معصیت پر مشتمل ہوں وہ اس معصیت یا فعل حرام کی وجہ سے نا جائز ہوں گے، ان کی کئی صورتیں ممکن ہیں: مثلاً کسی کھیل میں ستر کھولدیا جائے یا اس کھیل میں جوا کھیلا جائے یا اس میں مرد و زن کا مخلوط اجتماع ہو یا اس میں موسیقی کا اہتمام کیا گیا ہو یا اس میں کفار کی نقالی کی جارہی ہو۔

۴- جو کھیل فرائض اور حقوق واجبہ سے غافل کرنے والے ہوں وہ بھی نا جائز ہوں گے، کیونکہ جو چیز بھی انسان کو اس کے فرائض اور حقوق واجبہ سے غافل کرنے والی ہے وہ لہو میں داخل ہو کر نا جائز ہے۔

۵- وہ کھیل جس میں فائدہ تو ہے اور شریعت میں اس کی صریح ممانعت بھی نہیں آئی لیکن تجربہ سے اس کا ضرر اس کے نفع سے زیادہ ہونا ثابت ہو چکا ہے وہ بھی ممنوع ہے۔

۶- ایسے کھیل جن میں فائدہ ہے اور اس کی صریح ممانعت بھی نہیں آئی اور اس کا ضرر بھی اس کے نفع سے زیادہ نہیں لیکن ان میں محض نیت لہو مشغول ہونا جائز ہے۔

۷- ایسے کھیل جن میں منفعت مقصودہ ہے اور شریعت میں ممانعت بھی نہیں آئی اور ان میں کوئی دینی نقصان بھی نہیں اور ان میں مطلوبہ فائدہ حاصل کرنے کی غرض صحیح سے مشغول ہو تو یہ جائز ہی نہیں بلکہ مستحسن ہے۔

۸-وہ کھیل جن کی شریعت میں اجازت آئی ہے وہ جائز ہے۔

ب- کھیل کے سلسلہ میں کھلاڑیوں کے لئے لازم ہوگا کہ سادہ لباس پہنے، جسم کا اتنا حصہ ضرور چھپا رہے جو مرد کے لئے ستر ہے یعنی ناف سے لے کر گھٹنے تک۔

۲- ایسے کپڑے سے بچے جو دیگر قوموں کا شعار ہو۔

۳- ایسے تنگ وچست کپڑے نہ پہنے جس کے پہننے سے انسان کے بناوٹی اعضاء ظاہر ہوتے ہوں، البتہ چست لباس پہننا کہ جس سے بناوٹی اعضاء ظاہر نہ ہو جائز ہوگا کہ کھیل میں ڈھیلے ڈھالے کپڑے کے بالمقابل تنگ وچست کپڑے بہتر ہے، کھیل میں بھاگ دوڑ اور جسم کو تیزی سے حرکت دینا لازم ہے جس میں چست کپڑے پہننا بہتر ہے، رسول اللہ ﷺ کا تنگ آستین کپڑے پہننے کے سلسلہ میں شارحین منجملہ دیگر باتوں کے اس کی بھی صراحت کی ہے کہ آپ علیہ السلام یہ کپڑے سفر میں استعمال فرمایا کرتے تھے اور جس طرح سفر میں بھاگ دوڑ اور جسم کو تیزی سے حرکت دینا لازم ہے اسی طرح کھیل میں بھی ضروری ہے۔

ج- مروجہ کھیلوں میں تاش لوڈو کیرم ویڈیو گیم کرکٹ یہ کھیل ناجائز ہونے چاہئے اور جن کھیلوں میں جسمانی ورزش ہوتی ہو اور وہ ان خرابیوں سے پاک ہو جو ذکر کی گئی تو جس قدر جسمانی ورزش زیادہ اور بہتر طریقہ سے ہوگی اسی اعتبار سے جائز اور مستحسن ہوگی مثلاً کبڈی کشتی سائیکل ریس فٹ بال وغیرہ۔

د- کھیل کی جیت ہار میں اگر پیسے کی شرط ہو تو اس کی چار شرطیں ہیں جسے حضرت مولانا خالد سیف اللہ صاحب دامت برکاتہم نے کتاب الفتاوی میں عربی کتابوں کے حوالہ سے تحریر فرمایا ہے:

۱- دو شخص یا چند اشخاص میں مقابلہ ہو اور ہر شخص پر یہ بات لازم قرار دی گئی ہو کہ وہ ہارنے کی صورت میں جیتنے والے کو رقم دیگا اور اگر وہ جیت جائے تو دوسرے لوگ اسے دیں گے یہ صورت جوا ہونے کی وجہ سے قطعاً حرام ہے۔

۲- دو شخصوں میں مقابلہ ہو ایک پر انعام کی شرط ہو دوسرے پر نہ ہو یعنی جو الف جیتے گا

توب اسے ایک ہزار روپئے دے گا لیکن ب جیتے گا تو الف اسے کچھ نہیں دے گا مقابلہ کی یہ صورت جائز ہے۔

۳- دو آدمیوں کے درمیان جیت ہار پر دوطرفہ شرط ہو لیکن تیسرے آدمی کو بغیر کسی شرط کے شریک کرلیا گیا ہو کہ اگر وہ ہارے تو اسے کچھ دینا نہیں پڑیگا اور اگر وہ جیتے تو باقی دونوں اسے حسب معاہدہ انعام دیں گے اور تیسرا شخص بھی اس پوزیشن میں ہو کہ اسکے جیتنے کی توقع کی جاسکتی ہو یہ صورت بھی جائز ہے۔

۴- دو شخص گھوڑ دوڑ میں شریک ہوں اور جیتنے والے کو انعام حکومت یا کوئی اور شخص دے اس صورت میں بھی مضائقہ نہیں (کتاب الفتاوی ج ۶ ص ۱۵۹)۔

ہ- جو کھیل اپنے طریقہ اور لباس کے اعتبار سے محرمات پر مشتمل نہ ہو لیکن کھیلنے اور دیکھنے والوں کا کافی وقت اس میں ضائع ہو تو وہ بھی مزاج شرع کے موافق نہ ہونے کی بناء پر ناجائز ہوگا کہ مزاج شرع کھیلوں کے سلسلہ میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ کھیل بہت طویل نہ ہو کہ جس سے کھیل ہی مقصد بن جانے کا اندیشہ ہو اور ذکر اللہ سے غفلت ہو، وقتی طور پر کھیل کھیلا جائے کہ جس سے جسم میں تر وتازگی پیدا ہو اور ذکر اللہ میں مدد ملے نہ یہ کہ کھیل میں اتنا وقت لگے کہ ذکر اللہ سے غافل ہوجائے ،عموما اس طرح کے کھیل میں کھلاڑی نمازوں کو ضائع کردیتے ہیں، البتہ کبھی کبھار نماز کی حفاظت کے ساتھ اس طرح کے کھیل کھیلے جائیں تو اس کی گنجائش ہونی چاہئے ''وھذا إذا لم یقامر ولم یداوم ولم یخل بواجب'' (درمختار علی رد المحتار ج ۹ ص ۵۶۶)۔

و- جو کھیل شرعا جائز ہے اس میں اگر دوفریق ہو تو عوام سے جو فریق جیت جائے اس کا انعام کہہ کر ٹکٹ کی رقم لے اور لوگ بخوشی اس ٹکٹ کو لیں تو اس کی گنجائش ہونی چاہئے اور جو کھیل شرعاً جائز تو ہے لیکن ان میں دوفریق نہیں صرف ایک فریق ہو اس کا انعام درمختار کے ذکر کردہ عبارت کی بناء پر کہ مباح چیزوں پر مثلا شعر وشاعری، قصے کہانی پر رقم وصول کرنا جائز نہیں اسی طرح یہ بھی ناجائز ہوگا۔

۳- تفریح کے سلسلہ میں جیسا کہ لکھا جا چکا کہ تفریح فی نفسہ مباح ہے اور موجودہ مشینی دور میں مسائل اور فکروں کی کثرت کی وجہ سے تفریح ایک مستقل علاج کی صورت اختیار کر چکا ہے، اس لئے جسم اور دماغ کو راحت پہونچانے اور تفکر فی خلق اللہ کی غرض سے سفر کیا جائے تو شرعا جائز ہونا چاہئے جیسا کہ قرآن مجید کی آیت ''سیروا في الارض'' سے بھی اشارہ ملتا ہے، البتہ اس میں اس کا خیال رکھیں کہ جو مالی حقوق انسان کے ذمہ ہے اس میں کوتاہی نہ ہو اور بہت زیادہ دور کے مقامات کا سفر نہ کیا جائے کہ جس سفر میں بہت زیادہ رقم صرف ہو قریبی مقامات کا سفر کیا جائے کہ مال اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے اس سے مسلمانوں اور انسانیت کے بہت سے فلاح وبہبود کے کام انجام دیئے جا سکتے ہیں اور اسے بڑی مقدار میں اس طرح سفر وتفریح کی غرض سے خرچ کرنا مناسب نہیں بلکہ فرمان خداوندی ''إن المبذرین کانوا إخوان الشیاطین'' کے تحت مکروہ معلوم ہوتا ہے۔

ب- سیر وتفریح کے جس سفر میں جان، مال، عزت آبرو کو خطرہ ہو ایسی جگہوں پر تنہا یا بال بچوں کے ساتھ سفر کرنا درست نہ ہوگا کہ شریعت کا مشہور قاعدہ ہے کہ جس چیز میں نفع اور نقصان دونوں ہو اور اس کام کا کرنا ضروری بھی نہ ہو تو اسے نہ کیا جائے، اسی طرح حج جیسی اہم اور ضروری عبادت کی وجوبیت راستہ پر امن نہ ہونے کی بناء پر انسان کے ذمہ نہیں آتی تو سیر وتفریح جو کہ ایک مباح چیز ہے کیسے درست ہو سکتی ہے، نیز یہ ارشاد خداوندی: ''ولا تلقوا بأیدیکم إلی التھلکۃ'' کی بناء پر بھی ناجائز ہوگا۔

ج- جن مقامات پر سیر وتفریح میں غیر شرعی باتیں ہوتی ہوں ایسی جگہوں پر سیر وتفریح کے لئے جانا درست نہیں کہ سیر وتفریح کو ایسی واجبی چیز نہیں کہ اس کے لئے غیر شرعی ماحول کو اختیار کیا جائے، حدیث شریف میں برے ماحول، برے ساتھی اور تہمت کی جگہوں سے بچنے کی سخت تاکید آئی ہے، ابوداؤد شریف کی روایت میں ہے کہ بہتر ہمنشیں کی مثال مشک والے آدمی کی سی ہے اگر تجھے مشک نہ مل سکا تو اس کی خوشبو کہیں گئی نہیں اور بدتر ہمنشیں کی مثال آگ کی بھٹی

والے کی طرح ہے کہ اگر سیاہی نہ پہنچے تب بھی دھواں تو کہیں گیا نہیں (فضائل اعمال ص ۴۹۸)۔

د- سیر وتفریح کے لئے ٹور کمیٹی قائم کرنا درست ہے جو لوگ سیر وتفریح غلط مقاصد کے لئے کرتے ہیں وہ ان کا اپنا عمل ہے، ٹور سے نہ معصیت کا ارتکاب کیا جاتا ہے اور نہ بذات خود یہ تعاون کا ذریعہ ہے البتہ جن جگہوں کے تعلق سے یہ علم ہو کہ لوگ اس جگہ سوائے غلط مقصد کے کسی اور مقصد کے لئے نہیں جاتے ایسی جگہوں پر ٹور کی سہولت کرنا بہتر نہیں کہ غیرت ایمانی کے خلاف ہے (حوالہ بالا)۔

۴- فلمیں چاہے دستاویزی ہو یا تاریخی ہو یا تعلیمی مقاصد کے لئے بنائی جائے جاندار کی تصاویر سے اس کا خالی ہونا ضروری ہے، اگرچہ یہ اچھے مقاصد ہیں لیکن ناجائز ذرائع کے ساتھ جائز نہیں کہ شریعت کا مشہور ضابطہ ہے کہ جائز کام کے لئے ذرائع بھی جائز ہو ''أشد الناس عذابا عند الله المصورون'' (صحیح البخاری باب التصاویر)۔

اگر یہ چیزیں تصاویر سے خالی ہوں تو اس کی گنجائش ہے۔

ب- کارٹون بنانا جائز نہیں یہ بھی تصویر کے حکم میں ہے جو حکم تصویر کے سلسلہ میں ہوگا وہی کارٹون میں ہوگا، کارٹون اگر اس طرح ہو کہ اس کا صرف دھڑ ہو سر نہ ہو یا ہو تو برائے نام ہو تو اس طرح بنانا درست ہوگا اور اگر دھڑ کے ساتھ سر بھی موجود ہو کہ منہ ناک وغیرہ بھی واضح ہو تو اس کا بنانا جائز نہ ہوگا چنانچہ مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ نے عمدۃ الفقہ ج ۳ ص ۲۲۸ پر سر کٹی تصویروں کا حکم تفصیل سے ذکر کیا ہے جس میں یہی حکم تحریر کیا ہے جو اوپر تحریر کیا گیا ہے۔

ب- کارٹون چاہے سر والا ہو یا بغیر سر والا دونوں کا بنانا احقر کے نزدیک جائز نہیں کہ اولا اس پیشہ کے اختیار کرنے کی ضرورت نہیں وقتی ضرورت بنا لینے کی تو گنجائش ہو سکتی ہے لیکن اسے مستقل پیشہ بنا لینا جائز نہیں ''الضرورات تتقدر بقدرها'' نیز سد ذرائع جو کہ احناف کے نزدیک حجت ہے سد ذرائع کی چار صورتوں میں سے ایک صورت یہ بھی ہے کہ جو ذریعہ جائز ہو لیکن غالب گمان کے مطابق کسی مفسدہ کا ذریعہ بنے گا تو وہ بھی ناجائز ہے، اسی طرح یہاں بھی

غالب گمان یہی ہے کہ جو شخص اس پیشہ کو اختیار کرے گا اگر چہ وہ ناقص تصویریں بنائے لیکن رفتہ رفتہ مکمل تصویریں بنانے لگے گا، سوال نامہ میں تحریر کیا گیا ہے کہ کارٹون کے ذریعہ یہ بات سمجھی جاتی ہے کہ اشارہ کس طرف ہے اس سلسلہ میں عرض یہ ہے کہ اگر کارٹون کے ذریعہ اشارہ کسی متعین شخص کی طرف ہو تو اگر چہ یہ کارٹون ناقص ونامکمل ہو احقر کے نزدیک غیبت کے حکم میں معلوم ہوتا ہے اس طرف بھی توجہ کی جانی چاہئے۔

٦- جس طرح مذاق میں اور فرضی قصے کہانیوں میں جھوٹ جائز نہیں، اسی طرح احقر کی رائے اس سلسلہ میں یہ ہے کہ اگر چہ ڈراموں میں سننے والوں کو اشتباہ نہ ہو تب بھی یہ جھوٹ ہی کے حکم میں ہوگا اس لئے جائز نہیں، پھر یہ بھی ضروری ہے کہ اچھے مقصد کے لئے جائز ذریعے اختیار کئے جائیں، اصلاح معاشرہ اگر چہ اچھا مقصد ہے لیکن اس کے لئے ذریعہ ناجائز یعنی جھوٹ استعمال کیا جائے ناجائز ہے "عن أبي هريرةؓ قال قالوا يا رسول الله! إنك تداعبنا قال: إني لا أقول إلا حقا، تداعبنا يعني تمازحنا" (شمائل ترمذی ص١٦)۔

سیر وتفریح کے جائز ذرائع اور شرعی ضوابط

مولانا محمد عارف باللہ قاسمی ☆

ہنسی مزاح اور لطیفہ گوئی کا جواز اور اس کے شرعی حدود:

۱- الف-تفریح کے طریقوں میں سے ایک طریقہ ہنسی مزاح اور لطیفہ گوئی ہے، ہنسی انسان کی فطری خاصیت ہے، جس سے اسلام کیوں کر منع کر سکتا ہے؟!، جبکہ اسلام کی یہ خصوصیت ہے کہ اسلام دین فطرت ہے، اور اس میں انسانی ذوق وطبیعت اور فطرت کا بھرپور خیال رکھا گیا ہے، اور تنگی وسختی کے بجائے وسعت وآسانی کو ملحوظ رکھا گیا ہے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''لتعلم يهود أن في ديننا فسحة إني أرسلت بحنيفية سمحة'' (مسند احمد، حدیث نمبر: ۲۴۸۵۵، واسنادہ قوی)۔

''یہود کو یہ جان لینا چاہئے کہ ہمارے دین میں گنجائش ہے، مجھے وسعت وآسانی والے دین حنیف کے ساتھ بھیجا گیا ہے''

البتہ زیادہ ہنسنے کے منفی اثرات انسان پر پڑتے ہیں، اس لئے اسلام اس میں اعتدال کی تعلیم دیتا ہے، اور اسی سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد گرامی ہے:

''لا تكثروا الضحك، فإن كثرة الضحك تميت القلب'' (سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۴۱۹۳، سنن ترمذی، حدیث نمبر: ۲۳۰۵، والحدیث صحیح) (زیادہ مت ہنسو، کیونکہ زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کرتا ہے)۔

☆ مدرسہ اسلامیہ دار العلوم الربانیہ، حیدرآباد۔

بہر حال ہنسی انسان کی مقبول فطرت ہے اور جائز ہے اور اس سے انسانی روح کی تھکاوٹ دور ہوتی ہے، اس لئے شریعت اسلامیہ میں اس کی خاطر مزاح بھی جائز ہے اور نبی اکرم ﷺ نے بھی اپنے اصحاب سے مزاح فرما کر اس کے جواز کو عملی طور پر بیان کیا ہے، اور یہ بتادیا ہے کہ اسلام میں رہبانیت نہیں ہے، بلکہ اس کے احکام وقوانین انسانی مزاج سے مکمل ہم آہنگ ہیں، چناں چہ کتب احادیث کی متعدد روایات میں رسول اللہ ﷺ کے مزاح کو نقل کیا گیا ہے، حضرت حسنؓ فرماتے ہیں:

"اتت امرأة إلى النبي ﷺ فقالت: يا رسول الله! أدع الله لي أن يدخلني الجنة، فقال: يا أم فلان إن الجنة لا تدخلها عجوز، قال: فولت تبكي، فقال: أخبروها أنها لا تدخلها وهي عجوز إن الله تعالى يقول: إنا أنشأناهن إنشاء فجعلنهن أبكارا عربا أترابا" (شمائل ترمذی: ۲۳۸)۔

(ایک عورت نبی ﷺ کے پاس آئی اور اس نے کہا کہ یا رسول اللہ میرے لئے اللہ سے دعا کر دیجئے کہ وہ مجھے جنت میں داخل فرمادے، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے ام فلاں: کیا تمہیں نہیں معلوم کہ بوڑھی عورت جنت میں داخل نہیں ہوگی، حضرت حسن فرماتے ہیں کہ یہ سن کر وہ رونے لگی، نبی ﷺ نے فرمایا کہ اسے بتادو کہ یہ بڑھاپے کے ساتھ جنت میں نہیں جائے گی (بلکہ جوان صورت ہو کر جنت میں جائے گی) کیونکہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: ہم نے ان عورتوں کو خاص طور پر بنایا ہے، اور ہم نے انہیں کنواریاں بنایا ہے، محبت کرنے والی ہیں اور ہم عمر ہیں)۔

اسی طرح حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سواری کے لئے اونٹ کی درخواست کی، تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے کہا: إني حاملك على ولد ناقة (میں تمہیں اونٹنی کے بچے پر سوار کروں گا) تو اس نے کہا: یا رسول اللہ میں اونٹنی کا بچہ لے کر کیا کروں گا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اونٹ کو اونٹنی ہی تو جنتی ہے (شمائل ترمذی: ۲۳۶)۔

اسی طرح صحابہ کی جماعت میں کئی ایسے صحابہ کا نام ملتا ہے جو مزاح پسند طبیعت کے

حامل تھے اور صحابہ میں وہ اس حوالے سے مشہور تھے، حضرت نعیمان بن عمرو انصاری اور سویبط بن حرملہ رضی اللہ عنہم ان ہی صحابہ میں سے ایک ہیں، جو رسول اللہ ﷺ سے بھی مزاح کیا کرتے تھے (سنن ابن ماجہ:۳۷۱۹)۔

ان تفصیلات سے مزاح کے حوالے سے یہ بات تو واضح ہوجاتی ہے کہ شریعت اسلامیہ میں ہنسی اور اس کی خاطر مزاح، لطیفہ گوئی اور کومیڈی جائز ہے، البتہ اس کے حدود بھی شریعت میں متعین ہیں جو اس کے جواز میں ملحوظ ہیں۔

۱- پہلی شرط یہ ہے کہ ہنسی مزاح اور لطیفہ میں جھوٹ کا عنصر شامل نہ ہو بلکہ جو بات کہی جائے وہ بالکل حقیقت کے موافق ہو، کیونکہ اسلام میں جھوٹ انتہائی ناپسندیدہ عمل ہے، اور لوگوں کو ہنسانے کی غرض سے جھوٹ بولنے کی احادیث میں سخت مذمت کی گئی ہے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

''ویل للذی یحدث فیکذب لیضحک القوم ، ویل له ویل له'' (سنن ابوداؤد:باب فی التشدید فی الکذب، مسند احمد:۲۰۰۶۷، حسن)۔

(اس شخص کے لئے ہلاکت ہے جو بات کرتے ہوئے جھوٹ بولے تاکہ لوگ ہنسیں، اس کے لئے ہلاکت ہے، اس کے لئے ہلاکت ہے)۔

۲- ہنسی مزاح اور لطیفہ گوئی کے جائز ہونے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اس سے کسی انسان کی تحقیر وتذلیل نہ ہوتی ہو اور نہ اس سے کسی کا استہزاء مقصود ہو؛ کیونکہ اسلام میں کسی کی تحقیر وتذلیل اور استہزاء نا جائز ہے۔ قرآن کریم میں اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

''یا أیها الذین آمنوا لا یسخر قوم من قوم عسی أن یکونوا خیرا منهم ولا نساء من نساء عسی أن یکن خیرا منهن ولا تلمزوا أنفسکم ولا تنابزوا بالألقاب بئس الاسم الفسوق بعد الإیمان ومن لم یتب فأولئک هم الظلمون''

(سورۂ حجرات:۱۱)۔

(اے ایمان والو! نہ مردوں کو مردوں پر ہنسنا چاہئے، کیا عجب کہ وہ ان سے بہتر ہوں، اور نہ عورتوں کو عورتوں پر ہنسنا چاہئے، کیا عجب کہ وہ ان سے بہتر ہوں، اور نہ ایک دوسرے کو طعنہ دو، اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے پکارو، ایمان لانے کے بعد گناہ کا نام لگنا برا ہے، اور جو باز نہ آوینگے تو وہ ظلم کرنے والے ہیں)۔

۳- اس مزاح سے کسی پر خوف ودہشت طاری نہ ہو، اور وہ مزاح کسی کی الجھن اور بے چینی کا سبب نہ بنے: کیونکہ کسی کو خوف زدہ کرنا یا کسی کو بے چینی اور الجھن سے دوچار کرنا اسلام میں ممنوع اور ناپسندیدہ عمل ہے، چاہے ہنسی، مزاح کے تصد ی سے کیوں نہ ہو، حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ صحابہ کرام سے نقل کرتے ہیں کہ چند صحابہ نبی ﷺ کے ساتھ سفر کر رہے تھے، تو کسی ایک صحابی کی رسی ایک صحابی نے بطور مزاح ان کو پریشان کرنے کے لئے لے لی، جس سے وہ صحابی تھوڑے پریشان ہو گئے، تو اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''لا یحل لمسلم أن یروع مسلما'' (ابوداؤد: باب من یاخذ الشیٔ علی المزاح)۔

(کسی مسلمان کے لئے یہ حلال نہیں کہ وہ کسی مسلمان کو خوف زدہ کرے)۔

۴- مزاح میں لوگوں کے مقام ومرتبہ کو ملحوظ رکھا جائے: اس لئے کہ اسلام ہر ایک کے مقام ومرتبہ کا خیال رکھنے کی تعلیم دیتا ہے اور بڑوں کی تعظیم اور چھوٹوں پر شفقت کا حکم دیتا ہے، اس لئے مزاح ایسا نہ ہو کہ وہ بڑوں کی تعظیم یا چھوٹوں کی شفقت کے مغائر ہو، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''لیس منا من لم یرحم صغیرنا ویوقر کبیرنا'' (سنن ترمذی: ۱۸۴۲)۔

(وہ شخص ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی تعظیم نہ کرے)۔

۵- مزاح اور لطیفہ گوئی میں افراط نہ ہو کہ ہر وقت مزاح ہی کرتا رہے، اور لطیفے چھوڑتا رہے، بلکہ یہ صرف کھانے میں نمک کے برابر ہو، اور مناسب وقت پر ہو۔

۶- مزاح اور لطیفہ گوئی میں کسی کی غیبت نہ ہو، کیونکہ غیبت کبیرہ گناہ ہے، اور اسلام میں اس کی بڑی مذمت کی گئی ہے۔

۷- اس مزاح یا لطیفہ گوئی سے قرآن وسنت، یا امور دین اور حکم شریعت کا استہزاء ظاہر نہ ہوتا ہو، کیونکہ قرآن وسنت یا امور دین اور حکم شریعت کا استہزاء موجب کفر ہے۔ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

"قل أ بالله وآياته ورسوله كنتم تستهزؤن. لا تعتذروا قد كفرتم بعد إيمانكم" (سورہ توبہ: ۶۵-۶۶) (آپ کہہ دیجئے کہ کیا تم اللہ کے ساتھ، اس کی آیتوں کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ ہنسی کرتے ہو تم اب عذر مت کرو تم تو اپنے کو مؤمن کہہ کر کفر کرنے لگے)۔

مزاحیہ پروگراموں اور مزاحیہ مشاعروں کا انعقاد:

ب- تفریح طبع کے لئے چند گھنٹوں پر مشتمل مزاحیہ اور تفریحی پروگرام منعقد کرنا یا مزاحیہ یا تفریحی مشاعرہ منعقد کرنا جائز ہے اور اس میں شرکت بھی جائز ہے، بشرطیکہ اس میں اس کے شرعی حدود وضوابط کو ملحوظ رکھا گیا ہو، اس کا جواز اس روایت سے معلوم ہوتا ہے:

"عن عائشة رضى الله عنها أن أبا بكر دخل عليها والنبى ﷺ عندها يوم فطر أو أضحى وعندها قينتان تغنيان بما تقاولت الأنصار يوم بعاث، فقال أبوبكر: مزمار الشيطان مرتين، فقال النبى ﷺ: دعهما يا أبا بكر! إن لكل قوم عيد، وإن عيدنا هذا اليوم" (بخاری: ۳۹۳۸)۔

(حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ عید الفطر یا عید الاضحیٰ کے دن ابوبکرؓ ان کے پاس آئے جبکہ نبی ﷺ ان کے پاس تشریف فرما تھے، اور ان کے پاس دو بچیاں وہ گیت گا رہی تھیں جو انصار نے جنگ بعاث کے موقع پر گایا تھا، پس ابوبکر نے دو مرتبہ (غصہ سے) کہا: شیطان کی گیت تم سب پڑھ رہی ہو؟ یہ سن کر نبی ﷺ نے فرمایا: ابوبکر انہیں پڑھنے دیجئے؛ کیونکہ ہر قوم کے لئے عید ہے اور ہماری عید آج کا دن ہے)۔

مزاحیہ کہانیاں لکھنا اور پڑھنا:

ج-مزاحیہ کہانیاں لکھنا اور پڑھنا چاہے عبرت ووعظ کے لئے ہو یا محض تفریح طبع اور دل بستگی کے لئے ہو جائز ہے، بشرطیکہ اس میں ضرر کا پہلو موجود نہ ہو، اور یہ ضروریات دین ودنیا سے غفلت کا ذریعہ نہ ہو، اس کا جواز فقہاء کی ان تصریحات سے معلوم ہوتا ہے۔

دکتور عبد اللہ الفقیہ لکھتے ہیں:

اور جب ان کہانیوں کو لکھنا اور پڑھنا جائز ہے تو ان پر مبنی کتابوں کو شائع کرنا بھی جائز ہوگا اور ان کی خرید فروخت بھی جائز ہوگی۔

لطیفہ گوئی یا مزاح نویسی کو پیشہ بنالینا اور اس کی اجرت وصول کرنا:

د-لطیفہ گوئی یا مزاح نویسی کو پیشہ بنالینا اور اس کی اجرت وصول کرنا درست ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں عرض یہ ہے کہ لطیفہ گوئی اور مزاح نویسی کے جواز کی جو شرطیں ہیں ان کو ملحوظ رکھتے ہوئے لطیفہ گوئی یا مزاح نویسی کو پیشہ بنانا اور اس کی اجرت وصول کرنا جائز ہے؛ کیونکہ جواز کی شرطوں کو ملحوظ رکھنے کی وجہ سے اس کا یہ عمل جائز ہے اور جائز عمل کو پیشہ بنانے اور اس پر اجرت وصول کرنے سے شریعت منع نہیں کرتی، نیز اس میں وقت اور محنت دونوں لگتے ہیں اور انسان کی محنت اور وقت کا بدل شریعت میں جائز ہے۔

مزاحیہ ڈراموں کا انعقاد:

ہ-تفریح طبع کے لئے عام طور پر جو ڈرامے کئے جاتے ہیں ان میں بے شمار محرمات وممنوعات کا ارتکاب ہوتا ہے، اس لئے وہ جائز نہیں ہیں۔

۱- سب سے پہلی چیز تو اس میں یہ ہے کہ یہ غیر مسلمین کے اطوار واعمال اور ان کے خصائص میں سے ہے۔ شیخ احمد بن صدیق اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں:

''إن التمثیل نشأ عن الیونان، فالنصاری، فالحضارة الغربیة الکافرة، وإنه من خصائصهم وشعائرهم وإن العرب لم یعرفوه إلا بعد الانفتاح علی العالم الغربی والإعجاب بحضارته وتقییم الأفعال والأخلاق بمیزانه'' (اقامۃ الدلیل علی حرمۃ التمثیل)۔

(ڈراما کی ابتداء یونان سے ہوئی پھر نصاری نے اور اس کے بعد مغربی تہذیب نے اس کو اپنایا، اور یہ اس کی خصوصیات اور شعائر میں ہے، اس سے عرب کی واقفیت تب ہوئی جب کہ مغربی دنیا سے ان کے روابط ہوئے اور وہ ان کی تہذیب کو اچھا سمجھ کر اپنے اعمال واخلاق کو ان کے میزان پر تولنے لگے)۔

۲- عموماً ڈراما پیش کرنے والے جن کی نقل اتارتے ہیں خود کو اسی کے نام سے موسوم کرتے ہیں، اپنا نام غلط ظاہر کرنے میں جھوٹ کا ارتکاب ہوتا ہے جو ممنوع ہے، کیونکہ مزاح وتفریح میں بھی جھوٹ بولنا حرام ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا ارشاد ہے:

لا یصلح الکذب فی جد ولا هزل (مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث نمبر: ۲۶۱۱۴، تحقیق الدکتور محمد عوامہ) (جھوٹ نہ حقیقت میں درست ہے اور نہ مزاح میں)۔

۳- عام طور پر ڈراما کرنے والے ڈراما میں خود کو کسی ایسے شخص کا بیٹا بتاتے ہیں جو حقیقتاً ان کے والد نہیں ہوتے، اور رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے کہ کوئی آدمی اپنے والد کے علاوہ کسی اور کی طرف خود کو منسوب کرے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''من ادعی إلی غیر أبیه وهو یعلم أنه غیر أبیه فالجنة علیه حرام'' (مسلم: باب بیان حال ایمان من رغب عن ابیہ وهو یعلم ۱/۵۷) (جس نے خود کو اپنے والد کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب کیا حالانکہ وہ یہ جانتا ہے کہ وہ اس کا والد نہیں ہے، تو اس پر جنت حرام ہے)۔

۴- ڈراما میں غیبت کا پہلو بھی ہے، کیونکہ عام طور پر ڈراما پیش کرنے والے کسی کی جب حکایت کرتے ہیں تو ایسی حرکتیں کرتے ہیں جس سے اس شخص کی کسی اخلاقی یا بدنی نقص کو وہ

ظاہر کرتے ہیں، اور یہ غیبت ہے، جو کہ حرام ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے کسی کی کوئی حکایت کی گئی، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ما أحب إني حكيت إنسانا وإن لي كذا و كذا'' (سنن ابی داؤد: ۴۸۷۷، درجہ صحیح) (مجھے یہ پسند نہیں کہ میں بطور تنقیص کسی کی نقل اتاروں اور اس کے بدلے میں مجھے اتنی دنیا دی جائی)۔

۵- بسا اوقات کسی مردہ کی نقل اتاری جاتی ہے، مثلاً کسی بادشاہ کا رول کیا جاتا ہے، اور پھر اس کے ذریعہ اس کی کئی خامیوں کو پیش کیا جاتا ہے جس پر لوگ ہنستے ہیں، جب کہ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ مردوں کے کمزوریوں اور ان کی زندگی کے ناپسندیدہ پہلوؤں کو اجاگر نہ کیا جائے، بلکہ اس کی پردہ پوشی کی جائے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''اذكروا محاسن موتاكم وكفوا عن مساويهم'' (ترمذی: ۱۰۱۹، وقال الترمذی: حدیث غریب) (اپنے مردوں کی خوبیوں کو ذکر کرو اور ان کی برائیوں کی پردہ پوشی کرو)۔

۶- عام طور پر ڈراموں میں ایسی حرکتوں کو اختیار کرنے پر توجہ دی جاتی ہے جس سے ناظرین زیادہ سے زیادہ ہنسیں اور اس کے لئے یا تو کسی کا استہزاء کیا جاتا ہے، یا کسی کے عیب کو نمایاں کیا جاتا ہے یا کوئی صریح جھوٹ بولا جاتا ہے، اور یہ ساری چیزیں ہر حال میں ممنوع ہیں، اور لوگوں کو ہنسانے کی غرض سے تو ان کی قباحت اور بڑھ جاتی ہے، اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے ہنسانے کے مقصد سے جھوٹ بولنے والوں کو ویل کی وعید سنائی ہے۔

۷- بسا اوقات ڈراموں میں جھوٹی قسم کھائی جاتی ہے، اور جھوٹی قسم کھانے کو رسول اللہ ﷺ نے اکبر الکبائر اور مہلک بتایا ہے۔

۸- ڈراموں میں بہت سی مرتبہ مرد عورت کی مشابہت اختیار کرتے ہیں اور عورتیں مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں، اور مردوں عورتوں کا ایک دوسری کی مشابہت اختیار کرنا ممنوع ہے۔

''لعن رسول الله ﷺ المتشبهات بالرجال من النساء والمتشبهين بالنساء من الرجال'' (ترمذی: ۲۷۸۴، وقال: ہذا حدیث حسن صحیح)۔

(رسول اللہ ﷺ نے مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں پر اور عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے والے مردوں پر لعنت فرمائی ہے)۔

۹-بعض ڈراموں میں دین اور دیندار لوگوں کا استہزاء بھی کیا جاتا ہے؛ کیونکہ ان کی اس طرح تمثیل کرنا کہ اس سے لوگوں کو ہنسی آئے ان کا استہزاء ہی ہے، اسی لئے علامہ ابن حجر ہیتمیؒ نے اس طرح کی تمثیل کو ''مکفرات'' میں شمار کیا ہے، لکھتے ہیں:

''ومنها (المكفرات) لو حضر جماعة وجلس أحدهم على مكان رفيع تشبيها بالمذكرين فسألوا المسائل وهم يضحكون أو تشبه بالمعلمين فأخذ خشبة وجلس القوم حوله كالصبيان فضحكوا واستهزؤا'' (الاعلام بقواطع الاسلام)۔

(اور مکفرات میں سے یہ ہے کہ ایک جماعت آئے اور ان میں کا ایک واعظ ومذکر کی نقل اتارتے ہوئے کسی بلند جگہ پر بیٹھ جائے، پھر لوگ اس سے مسائل پوچھیں اور ہنسیں، یا معلمین کی مشابہت اختیار کرکے ایک لکڑی لے لے اور بچوں کی طرح لوگ اس کی اطراف بیٹھ جائیں، اور پھر سب ہنسیں اور استہزاء کریں)۔

ان تمام تفصیلات سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ تفریحی ڈرامے کئی محرمات وممنوعات پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ناجائز ہیں اور ان کا کردار کرنا یا ان کے کردار کو تحریر کرنا جائز نہیں ہے۔

البتہ وہ ڈرامے جو ان ممنوعات سے خالی ہوں اور انہیں وعظ وتبلیغ کے پیش نظر کیا جائے اور اس کے ذریعہ کسی اخلاق یا کسی عمل کی تعلیم دی جائے تو وہ جائز ہیں جیسا کہ مدارس میں مکالمے اور محادثے ہوتے ہیں (اور جس کے بارے میں سوال نمبر ۶ میں پوچھا گیا ہے) کیونکہ اس ڈرامے کی حقیقت عملی تعلیم کی ہے۔

لوگوں کو ہنسانے کا پروگرام:

و- گرچہ اطباء نے ہنسا انسانی صحت کے لئے مفید کہا ہے اور واقعی اس کے مفید اثرات بھی انسان پر مرتب ہوتے ہیں، لیکن عام طور پر جو اس کے پروگرام ہوتے ہیں اس میں لوگوں کو ہنسانے کے لئے جھوٹ، اور غیبت کا سہارا لیا جاتا ہے اور اس میں مردوزن کا اختلاط بھی ہوتا ہے، اس لئے ممنوعات پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ایسی محفلیں جائز نہیں ہیں، جیسا کہ یہ بات پہلے واضح کی جاچکی ہے کہ ہنسنے یا ہنسانے کے لئے جھوٹ وغیبت حلال نہیں ہے۔

نیز ایسی محفلوں میں عموماً ہنسی کا ماحول بھی ہنسی کی اس حد میں داخل ہو جاتا ہے جس سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے، آپ کا ارشاد ہے:

''لا تکثر الضحک فإن کثرة الضحک تمیت القلب'' (سنن ترمذی: ۲۳۰۵ حسن) (زیادہ مت ہنسو؛ کیونکہ زیادہ ہنسا دل کو مردہ کر دیتا ہے)۔

۲- کھیل:

اسلام نے کھیل کو علی الاطلاق جائز نہیں کہا، بلکہ اس کے طریقوں کے اعتبار سے جائز اور ناجائز کے اصول مقرر کر کے کھیلوں کے ان اصول پر پورا اترنے کے اعتبار سے اس پر استحباب، جواز، عدم جواز یا کراہیت کا حکم لگایا ہے۔

کھیل کے سلسلے میں بنیادی اصول یہ ہیں:

(۱) وہ کھیل انسانی شرافت اور مروت کے مغائر نہ ہو، اس کے کھیلنے سے آدمی گھٹیا اور خسیس نہ سمجھا جاتا ہو۔

(۲) ایسا کھیل ہو جسے مختصر وقت میں پورا کیا جاسکتا ہو، اور وہ شرعی فرائض اور متعلقہ ذمہ داریوں سے غفلت کا ذریعہ نہ بنے۔ قاسمؒ بن محمد بن ابوبکر صدیق فرماتے ہیں:

''کل ما ألهى عن ذکر الله وعن الصلاة فهو میسر'' (شعب الایمان ۳۶۹/۸،

حدیث نمبر: ۱۰۹۸۰)(ہر وہ چیز جو تمہیں ذکر اللہ سے اور نماز سے غافل کردے وہ میسر ہے)۔

(۳) ایسا کھیل نہ ہو جو دوسرے انسان یا حیوان کے لئے ایذاء رسانی اور تکلیف کا باعث ہو، کیونکہ اسلام میں اپنے عمل سے دوسروں کو تکلیف پہونچانا حرام ہے۔ **لاضرر ولاضرار**۔

(۴) اس کھیل میں دیگر ممنوعات اور محرمات کا ارتکاب نہ کیا جاتا ہو، اور اس میں کوئی امر خلاف شرع نہ ملا ہوا ہو، جیسے موجودہ زمانہ میں کھیلنے والے کو اچھا کھیلنے کی ترغیب وتحریض کی خاطر میدان میں نیم برہنہ لڑکیاں ڈانس کرتی ہیں۔

(۵) کھیلنے والے کا لباس ایسا ہو کہ اعضاء ستر نہ کھلیں، مرد ہو تو ناف سے گھٹنے تک کا حصہ چھپا ہوا ہو اور عورتیں مردوں کے درمیان نہ کھیلیں اور اگر وہ عورتوں کے سامنے کھیلیں تو پردہ کا اتنا اہتمام کریں جتنا ایک عورت کو کسی عورت کے سامنے کرنا ہے؛ کیونکہ پردہ کا اہتمام ہر مسلمان پر فرض ہے اور لوگوں کے سامنے اعضاء ستر کو کھولنا حرام ہے، نیز لباس ساتر ہونے کے مفہوم میں یہ بھی داخل ہے، لباس اتنا چست اور تنگ نہ ہو کہ اس سے بدن کی ساخت نمایاں ہوتی ہو، کیونکہ ایسا لباس بھی ممنوع ہے۔

(۶) ایسا کھیل نہ ہو جس میں کھیلنے والے کے جسم کو شدید نقصان پہونچنے کا امکان ہو، کیونکہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: "**لا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة**" (سورہ بقرہ: ۱۹۵)(تم خود کو ہلاکت میں مت ڈالو)۔

(۷) کھیل ایسا ہو جس سے جسمانی ریاضت ہوتی ہو اور انسانی صحت کے لئے مفید ہو، اور اس کھیل سے دینی یا دنیوی معتد بہ فائدہ مقصود ہو۔

(۸) مرد زنانہ کھیل نہ کھیلیں اور عورتیں مردوں کا کھیل نہ کھیلیں، کیونکہ عورتوں کی مشابہت کرنے والے مردوں پر اور مردوں کی مشابہت کرنے والی عورتوں پر اللہ کے رسول ﷺ نے لعنت فرمائی ہے۔

لعن رسول الله ﷺ المتشبهات بالرجال من النساء والمتشبهين

بالنساء من الرجال (سنن ترمذی: ۲۷۸۴)۔

(رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے والے مردوں پر اور مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے)۔

(۹) اس کھیل میں جوا یعنی دوطرفی شرط نہ ہو کہ ہارنے والا جیتنے والے کو شرط کے مطابق مال یا کوئی چیز دے گا، کیونکہ جوا اسلام میں حرام ہے، البتہ شرط جانبین سے نہ ہو بلکہ صرف ایک جانب سے ہو جو مثلاً یہ ہو کہ ٹیم اے جیتے گی تو ٹیم بی اس کو اتنی رقم دے گی اور اگر ٹیم بی جیتے گی تو ٹیم اے اسے کچھ نہیں دے گی، تو یہ جائز ہے اسی طرح اگر جیت پر کسی تیسرے کی جانب سے رقم یا کسی چیز کے دینے کا اعلان ہو تو یہ بھی جائز ہے، کیونکہ یہ جوا نہیں بلکہ انعام ہے (بدائع الصنائع ۶/۲۰۷)۔

(۱۰) وہ کھیل کسی کافر قوم کا مخصوص اور ان کا شعار نہ ہو، چناں چہ وہ تمام کھیل نا جائز ہوں گے جو کسی قوم کے مخصوص کھیلوں میں سے ہوں، جیسے، پتنگ بازی، ہندوؤں کا شعار ہے، یا جیسے کسی مخصوص دن کو منانے سے متعلق کھیل۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: لیس منا من تشبه بغيرنا (ترمذی: ۲۶۹۵، ترمذی: ضعیف، البانی: حسن) (وہ شخص ہم میں سے نہیں جو ہمارے علاوہ کسی اور کی مشابہت اختیار کرے)۔

کھلاڑیوں کا لباس و پوشاک:

ب- لباس و پوشاک کے سلسلہ میں کھلاڑیوں کے لئے یہ ضروری ہے کہ ان کا لباس ساتر ہو اور جن اعضاء کا پردہ لازم ہے وہ اعضاء کھلے نہ ہوں، مردوں کے لئے یہ لازم ہے کہ ان کا لباس ایسا ہو کہ ناف سے گھٹنے تک کے اعضاء مکمل چھپے ہوئے ہوں؛ کیونکہ مردوں کے ان اعضاء کا ستر لازم ہے، اور پردہ بھی ایسا ہو جو شرعاً مطلوب اور مقبول ہو، یعنی یہ اعضاء لباس سے ایسے چھپے ہوں کہ لباس کے اوپر سے ان کی ساخت نظر نہ آئے۔ چناں چہ اگر کپڑا اعضاء ستر کو محیط تو ہو مگر بہت چست ہو جس کے اوپر سے اعضاء نمایاں ہوتے ہوں تو اس کو پہن کر کھیلنا جائز نہیں ہوگا، کیونکہ اس لباس سے ستر کا مقصد حاصل نہیں ہو رہا ہے۔

احادیث میں عورتوں کو قباطی نام کا لباس پہننے سے منع کیا گیا ہے، اس کپڑے میں خامی یہ تھی کہ اس کے سارے اعضاء ستر کو محیط ہونے کے باوجود اعضاء نمودار ہوتے تھے، اور اعضاء کی ساخت نظر آتی تھی (مصنف ابن ابی شیبہ: باب ماجاء فی لبس القباطی)۔

کھیل کے اصولوں کے مطابق جائز و ناجائز کھیل:

ج-شریعت کے ان اصولوں کی روشنی میں مروجہ کھیلوں میں سے فٹ بال، والی بال، باسکٹ بال، ہاکی، گولف، ٹینس، بیڈمینٹن، کشتی، کبڈی، نشانہ بازی، دوڑ، گھوڑسواری، کشتی بانی وغیرہ جائز کھیل ہیں، کیوں کہ ان کے طریقوں میں کوئی امر منکر نہیں ہے۔ اور ان تمام میں ریاضت پائی جاتی ہے، جو دینی اور دنیوی اعتبار سے مطلوب ہے، علامہ یوسف قرضاوی لکھتے ہیں:

"والأصل فی هذه الالعاب کلها الجواز والمشروعية ما لم تشتمل علی محظور او مفسدة فيطر عليها التحريم، وبعض هذه الالعاب قد ثبت مشروعيتها باحاديث صحاح حسان، مثل العدو والسباحة واللهو بالسهام، واللعب بالحراب ورکوب الخيل والمصارعة .... وبعضها مباح بناء علی المبدأ الشرعی المعروف وهو أن الأصل فی الأشياء والأعمال الدنيوية هو الإباحة" (فقہ اللہو والترویح، علامہ یوسف قرضاوی)۔

چند مستحب کھیل:

چند کھیلوں کو ان سے حاصل ہونے والے فوائد کے پیش نظر فقہاء نے مستحب قرار دیا ہے، مثلاً تیر اندازی، نیزہ بازی، اور وہ کھیل جن سے دفاعی صلاحیت پیدا ہوتی ہے، اور وہ جنگ کے لئے نافع ہے، جیسے کہ موجودہ دور میں لاٹھی چلانا، یا بندوق یا غلیل سے نشانہ پر وار کرنا۔ یہ سب اس لئے مستحب ہیں کہ ان سے وہ صلاحیت پیدا ہوتی ہے جو مطلوب ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

وأعدوا لهم ما استطعتم من قوة ومن رباط الخيل ترهبون به عدو الله وعدوكم وآخرين من دونهم لا تعلمونهم الله يعلمهم (سورہ انفال: ٦٠)۔

(تم ان کے مقابلہ کے لئے اپنی طاقت بھر قوت کی تیاری کرو اور گھوڑوں کو تیار رکھنے کی، کہ اس سے تم اپنے اور اللہ کے دشمنوں کو خوف زدہ رکھ سکو اور ان کے سوا اوروں کو بھی جنہیں تم نہیں جانتے، اللہ انہیں خوب جانتا ہے)۔

کشتی بھی پسندیدہ کھیلوں میں سے ہے اور خود رسول اللہ ﷺ سے کشتی کھیلنا ثابت ہے، رسول اللہ ﷺ نے عرب کے مشہور پہلوان رکانہ سے کشتی میں مقابلہ کیا اور آپ غالب آ گئے جس کے بعد رکانہ پہلوان مشرف بہ اسلام ہو گئے (نیل الاوطار ۸/ ۹۲)۔

اسی طرح تیراکی بھی اسلام میں پسندیدہ کھیلوں میں سے ہے، جسے حضور ﷺ نے پسند فرمایا ہے، چناں چہ آپ نے فرمایا کہ اللہ کے ذکر کے سوا ہر چیز لہو ولعب ہے، سوائے دو مقرر نشانوں کے درمیان چلنا اور تیراکی کا فن سیکھنا (الجامع الصغیر ۵/ ۲۳) نیز ایک روایت میں آپ ﷺ نے بچوں کو تیراکی اور تیر اندازی سکھانے کی ترغیب دی ہے۔

حضرت عمرؓ نے اہل شام کو خاص طور پر تیراکی، تیر اندازی اور گھوڑ سواری سیکھنے کی نصیحت فرمائی (فیض القدیر ۴/ ۳۲۷)۔

لیکن موجودہ زمانہ میں عموماً تیراکی سوئمنگ پول میں سیکھی جاتی ہے اور کی جاتی ہے، بعض جگہوں پر مرد وعورت کا امتیاز نہیں رہتا تو بعض جگہوں پر صرف مرد ہوتے ہیں لیکن وہ صرف ہاف پینٹ یا ''انڈرویر'' پہنے ہوتے ہیں، اس لئے ایسے سوئمنگ پول میں جہاں برہنہ عورتیں بھی تیراکی کرتی ہوں یا جہاں مرد کے ران کھلے رہتے ہوں تیراکی جائز نہیں ہے؛ کیونکہ مقام ستر کو کھولنا یا کسی کے کھلے ہو مقام ستر کو دیکھنا حرام ہے، اور یہاں کی تیراکی اس حرام کے ارتکاب کے بغیر نہیں ہو سکتی ہے۔ ایک روایت میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

لعن الله الناظر والمنظور إليه (سنن کبریٰ للبیہقی، حدیث: ۱۳۹۵۰ مرسل)۔

(کسی کے اعضاء ستر کو دیکھنے والے پر اور شخص پر جس کی طرف دیکھا جائے اللہ کی لعنت ہے)۔

ماضی میں لوگوں کے غسل کے لئے سوئمنگ پول کی طرح حمام کے حوض ہوا کرتے تھے، جہاں لوگ پیسے دے کر غسل کیا کرتے تھے، رسول اللہ علیہ السلام سے ایسے حمام میں غسل کرنا ثابت ہے، اس لئے فقہاء نے ایسے مشترک حمام کے حوض میں غسل کے لئے جانا جائز لکھا ہے، لیکن جب وہاں بے پردگی اور اعضاء ستر کا کھولنا عام ہوگیا تو بعد کے فقہاء نے ایسے حمام میں جانا مکروہ تحریمی قرار دیا، علامہ حصکفی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

ولا شک فی الکراھۃ لتحقق کشف العورۃ (درمختار علی ہامش الرد)۔

(کشف عورت کے متحقق ہونے کی وجہ ایسے حمام میں جانا بلاشک مکروہ ہے)۔

کھیل میں ہار جیت کی شرط:

د- جائز کھیل کی جیت ہار میں اگر پیسے کی شرط ہوتو اگر یہ شرط جانبین سے ہو کہ جو ٹیم ہارے گی وہ جیتنے والے کو کچھ رقم یا کوئی چیز دے گی تو یہ جائز نہیں ہے، لیکن اگر شرط صرف ایک جانب سے ہو کہ اگر ٹیم ''الف'' جیتے گی تو ٹیم ''ب'' اس کو کوئی چیز دے گی لیکن برعکس ہونے پر ٹیم ''الف'' ٹیم ''ب'' کو کچھ بھی نہ دے گی، یا کسی تیسرے کی جانب سے کوئی چیز جیتنے والے کو دینے کا اعلان ہو تو یہ شکل جائز ہے، جیسا کہ ماقبل میں یہ بات علامہ کاسانی علیہ الرحمۃ کے حوالے سے کھیل کے جواز کے اصولوں کے ضمن میں ذکر کی گئی ہے۔

وہ کھیل جس میں وقت بہت لگتا ہو اس کا حکم:

ہ- وہ کھیل جو اپنے اصل کے اعتبار سے محرمات سے خالی ہو لیکن اس کے کھیلنے میں وقت بہت لگتا ہو، اس کا حکم یہ ہے کہ اگر اتنا وقت لگے کہ اس سے فرائض وواجبات اور دیگر ذمہ داریوں میں خلل پڑتا ہو تو ایسا کھیل جائز نہیں ہے، لیکن اگر وقت زیادہ لگے، تاہم اس سے فرائض

وواجبات نہ چھوٹیں تو ایسا کھیل جائز ہے مگر کراہیت سے خالی نہیں ہے، کیونکہ خود وقت بھی مومن کا قیمتی اثاثہ ہے، جسے گھنٹوں کھیلوں میں ضائع کرنا مومن کو زیب نہیں دیتا، اسی لئے کھیل کے جواز کے بنیادی اصولوں میں یہ بات ذکر کی جاچکی ہے کہ کھیل ایسا ہو جس میں زیادہ وقت نہ لگے اور وہ فرائض وواجبات میں مخل نہ ہو۔

کھیل دیکھنا:

و-(۱) اگر کھیل ایسا ہو جو شرعاً جائز ہو اور کھیلنے والوں کے بدن پر اعضاء کا ساتر لباس موجود ہو تو اس کو دیکھنا جائز ہے، بشرطیکہ اس کھیل کے دیکھنے سے فرائض نہ چھوٹیں اور اس سے شرعی ذمہ داریوں میں خلل نہ ہو، اس صورت میں کھیل دیکھنا اس لئے جائز ہے کہ اہل حبشہ نے نیزہ بازی کا مقابلہ مسجد میں کیا اور رسول اللہ ﷺ نے اس کو دیکھا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی آپ کے پیچھے پردہ میں کھڑی ہو کر اس کھیل کو دیکھا (بخاری: ۲۸۹۴) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کھیلنے والے اگر اس حد میں ہیں کہ ان کا کھیلنا جائز ہے تو مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے اس کا دیکھنا بھی جائز ہے، لیکن عورتوں کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس سے ان کی بے پردگی نہ ہوتی ہو، موجودہ زمانہ میں عورتوں کا کھیل دیکھنے کے لئے اسٹیڈیم میں جانا جائز نہیں ہے؛ کیونکہ اس میں ان کی بے پردگی ہوتی ہے جو شرعاً ممنوع ہے۔

کھیل دیکھنے کے لئے ٹکٹ خریدنا:

و-(۲) ٹکٹ درحقیقت کھیل گاہ میں داخل ہونے اور اس کی نشست کو مختص کرنے کے لئے لیا جاتا ہے، گویا وہ ٹکٹ کے ذریعہ مخصوص مدت تک اس نشست، اور اس مکان سے استفادہ کا عوض ادا کرتا، اور ٹکٹ بیچنے والوں کی طرف سے اسے دیئے جانے والے ٹکٹ کی حیثیت اس مکان میں داخل ہونے کے لئے مفتاح کی سی ہے، اور کسی مکان یا نشست سے استفادہ کا عوض دینا یا لینا حلال ہے، گویا اس نے مکان سے استفادہ کرنے کا معاملہ کیا اور اس کا

عوض دیا اور مالک نے اسے مفتاح حوالے کردیا، فتاوی ہندیہ میں ہے:

قال لآخر: هذه الدار بدينار في سنة هل رضيته فقال: نعم ودفع اليه المفتاح فهو اجارة (فتاوی ہندیہ کتاب الاجارۃ، الباب الاول)۔

(کسی سے کہا: یہ گھر ایک دینار میں ایک سال کے لئے ہے، کیا تمہیں منظور ہے؟ اس نے کہا ہاں، اس کے بعد اس نے اسے مفتاح حوالے کردیا تو یہ اجارہ ہے)۔

اس لئے جائز کھیل دیکھنے کے لئے ٹکٹ خریدنا جائز ہے، لیکن موجودہ زمانے میں اسٹیڈیم جہاں عموماً عام کھیلوں کے کھیلنے میں شرعی حدود کی رعایت نہیں کی جاتی نیز بے حجاب عریاں عورتیں بکثرت موجود رہتی ہیں، وہاں جانا مقام معصیت میں جانے کے برابر ہوچکا ہے، اس لئے وہاں جانے کے لئے خرچ کیا جانے والا مال معصیت میں خرچ کرنے کے زمرہ میں آئے گا، اور اسراف ہوگا؛ کیونکہ وہاں جاکر وہ معصیتوں ہی کا مرتکب ہوگا اور معصیتوں میں مال خرچ کرنا اسراف ہے جو اسلام میں حرام ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

ولا تسرفوا إنه لا يحب المسرفين (سورہ انعام: ۱۴۱) (اسراف مت کرو، وہ (اللہ) اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا)۔

۳- سیاحت:

اسلاف میں تفریحی سیاحت کے مثال نہ ملنے کے باوجود تفریحی سیاحت جائز ہے، کیونکہ اس کی ممانعت کی کوئی دلیل نہیں ہے، جب کہ امور دنیویہ میں اصل ان کا مباح ہونا ہے۔ الاصل في الاشياء الاباحة (البحر المحیط للزرکشی ۴/ ۳۲۴)۔ نیز یہ انسانی طبیعت کے لئے مفید بھی ہے، چناں چہ امام شافعی علیہ الرحمۃ نے سفر وسیاحت کی اہمیت کو ان اشعار میں بیان کیا ہے:

تغرب عن الاوطان في طلب العلا ☆ وسافر ففي الاسفار خمس فوائد
تفـــرج هم واكتساب معيشة ☆ وعلم وآداب وصحبة ماجد

(بلندی کی طلب میں وطن سے دور جاؤ اور سفر کرو کیونکہ سفر میں پانچ فوائد ہیں: (۱) غم

وفکر کا دور ہونا (۲) کسب معاش (۳) حصول علم (۴) حصول ادب (۵) بزرگ کی صحبت)۔

چونکہ سیاحت اور سفر سے غم وفکر کا ازالہ ہوتا ہے اور غم وفکر کا ازالہ ایک ایسا مقصد ہے جو شرعا مطلوب اور جائز ہے، اس لئے اس مقصد سے سیاحت جائز ہے، نیز اللہ نے قرآن کریم میں وحدائق ذات بهجة کہہ کر دنیا کے خوبصورت مناظر کو مقام امتنان میں ذکر کیا ہے گویا دنیا کے خوبصورت مناظر انسانوں کے لئے ہیں جن سے انسان فائدہ اٹھاتا ہے، اور یہ فائدہ اٹھانا گھر بیٹھے تو ہو نہیں سکتا بلکہ اس کے لئے ان خوبصورت مناظر تک سفر کر کے جانا ہوگا، جو سیاحت ہے، اس لئے اس سے بھی تفریحی سیاحت کا جواز معلوم ہوتا ہے۔

لیکن اس کے جواز میں یہ شرط ملحوظ ہونی چاہئے کہ یہ سیاحت تفریح طبع کے لئے ہو، نیز اس کا مقصد دنیا میں پھر کر دنیا کے عجائبات اور باکمال خدائی تخلیق کا نظارہ کر کے اللہ کی قدرت کا مشاہدہ کرنا اور انقلابات جہاں سے عبرت حاصل کرنا ہو، محض دنیا کے مشاہدے اور اس کی دیدہ زیبی سے متحیر ہونے اور اس سے تلذذ کے لئے نہ ہو، کیونکہ سیاحت کا یہ مقصد انسان کو فتنہ میں مبتلا کرنے والا ہے اور دنیا کو ایسی نگاہ سے دیکھنے سے شریعت نے منع کیا ہے کیونکہ یہ نگاہ اس کو دار آخرت سے غافل کر کے دنیا میں محو کر دے گی۔

سفر سیاحت میں اہل وعیال کو ساتھ رکھنا جب کہ خطرات کا اندیشہ ہو:

ب- ایسی جگہ سیاحت کے لئے اکیلے جانا یا اہل وعیال کو ساتھ لے جانا جائز نہیں ہے جہاں کا سفر جان ومال اور عزت وآبرو کے تحفظ کے نقطہ نظر سے پر خطر ہو، کیونکہ جان ومال اور عزت وآبرو کو خطرہ کے حوالے کرنا جائز نہیں ہے۔ اللہ عز وجل کا ارشاد ہے:

"لا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة" (سورۂ بقرہ ۱۹۵) (تم اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو)۔

ایسی مقام تفریح پر جانا جہاں برائی ہو:

ج-(۱) شریعت اسلامیہ میں انسانوں کو ایسے مقام پر جانے سے منع کیا گیا ہے جہاں

برائیاں ہوں، اور وہ اس جگہ جا کر ان برائیوں کو روکنے پر قادر نہ ہو؛ کیوں کہ وہ اس جگہ جا کر خود بھی کسی نہ کسی برائی میں مبتلا ہوسکتا ہے، اس لئے ایسے مقام تفریح پر جانا جائز نہیں ہے جہاں پر برائیاں ہوں، اس کا حکم اس روایت سے معلوم ہوتا ہے، رسول اللہ علیہ السلام کا ارشاد ہے:

من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يجلس على مائدة يدار عليها الخمر (سنن ترمذی: ۲۸۰۱، عن جابر، مسند احمد: ۱۲۶ عن عمر بن الخطاب) (جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ ایسے دسترخوان پر نہ بیٹھے جس پر شراب کا دور چل رہا ہو)۔

محدث عصر علامہ کشمیری علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

إن ترک مکان المعصية من مكملات التوبة (فیض الباری: باب الصعید الطیب وضوء المسلم) (بے شک مقام معصیت کو چھوڑ دینا توبہ کے مکملات میں سے ہے)۔

جس مقام تفریح پر غیر شرعی باتیں ہوتی ہوں وہاں جانے کے لئے سواری کرایہ پر دینا؟

ج-(۲) جس مقام تفریح پر غیر شرعی باتیں ہوتی ہوں وہاں جانے کے لئے سواری کرایہ پر دینا حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے اصول کے مطابق جائز ہے، جیسا کہ ان کے نزدیک کافر یا ذمی کے شراب کی منتقلی کے لئے سواری کرایہ پر دینا یا اس کا شراب ایک جگہ سے دوسری جگہ اجرت پر لے جانا جائز ہے؛ یا جیسا کہ ان کے نزدیک شراب بیچنے کے لئے یا عبادت گاہ کے طور پر استعمال کرنے کے لئے گھر کرایہ پر دینا جائز ہے؛ کیونکہ یہ اعمال جن پر عقد اجارہ ہوا ہے یعنی حمل ونقل یا منفعت مکان وہ بذات خود فعل معصیت نہیں ہیں۔

لیکن حضرات صاحبین کے اصول کے مطابق مکان معصیت پر جانے کے لئے سواری کرایہ پر دینا مکروہ تحریمی ہے، جیسا کہ ان کے نزدیک شراب کی منتقلی کے لئے سواری کرایہ پر دینا یا بذات خود اجرت پر شراب کو منتقل کرنا یا شراب بیچنے یا عبادت گاہ بنانے کے لئے گھر کرایہ پر دینا مکروہ (تحریمی) ہے؛ کیونکہ گرچہ یہ افعال بذات خود معصیت نہیں ہیں، لیکن معصیت میں معاون ومددگار رہیں (مجمع الانہر ۴/ ۱۸۸، ط: دار الکتب العلمیۃ بیروت)۔

برائیوں پر مشتمل مقام تفریح پر سامان خورد ونوش کی دکان لگانا:

ج-(۴) ایسے مقام تفریح پر جہاں برائیاں ہوتی ہیں وہاں سامان خورد ونوش کی دکان لگانے میں کئی قباحتیں ہیں، ایک تو اسے اس مقام پر وقت گزارنا ہوگا، جب کہ اس کے مقام معصیت ہونے کی وجہ سے اس سے دوری ضروری ہے۔

دوسرے یہ کہ موجودہ زمانہ اشتہار کی کثرت کا ہے اور معمولی چیزوں کی اشتہار کے لئے بڑی رقم خرچ کی جاتی ہے، اور ہر ایک اپنی دکان یا مصنوعات کا اشتہار دیتا ہے، ان حالات میں بعض مرتبہ اس جگہ پر دکان لگانے والا اپنے دکان کا اشتہار دے کر لوگوں کو ادھر بلائے گا جو درحقیقت مقام معصیت کی طرف بلانا ہوگا۔

اس لئے ان قباحتوں اور مفاسد کے پیش نظر ایسی جگہوں پر دکان خورد ونوش لگانا کراہیت سے خالی نہیں ہوگا۔

ٹورز کمپنیوں کا قیام:

جائز مقامات پر آنے جانے کی خدمات فراہم کرنا جائز ہے تو اس مقصد سے ٹورز کی کمپنی قائم کرنا بھی جائز ہے، جیسا کہ حج وعمرہ ٹورز وغیرہ، لیکن سیاحتی مقامات پر دادعیش دینے کے لئے جانے، اور وہاں شراب اور دوسری برائیوں میں مبتلا ہونے کی سہولت فراہم کرنا یا مندروں، تیرتھ گاہوں اور چرچوں کی زیارت کے لئے آمد ورفت اور قیام وطعام کی سہولت فراہم کرنا اور اس مقصد سے ٹورز یا ٹراویلس کی کمپنی قائم کرنا حضرات صاحبینؒ کے نقطہ نظر کے مطابق جائز نہیں ہے؛ کیونکہ یہ اعانت علی المعصیہ ہے، لیکن حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے نقطہ نظر کے مطابق جائز ہے؛ کیونکہ نفس فعل جو اس سے صادر ہورہا ہے اس میں معصیت موجود نہیں ہے۔ جیسا کہ اس کی تفصیل ماقبل میں گزر چکی ہے۔

ان دونوں اقوال کے مابین محتاط طریقہ یہی ہے کہ ایسی خدمات فراہم کرنے اور اس

مقصد سے ٹورزیاٹر اویلس کی کمپنی قائم کرنے سے حضرات صاحبین کے نقطہ نظر کے مطابق منع ہی کیا جائے جس سے معصیت کے کرنے والے کے ارادے میں مدد ملتی ہو، تاکہ معصیت کے راستے کچھ تو دشوار ہوں اور خدمات فراہم کرنے والے اعانت علی المعصیت سے محفوظ رہیں، جس سے قرآن میں منع کیا گیا ہے۔

۴- دینی، تعلیمی اور دستاویزی ویڈیو اور فلمیں بنانا:

فلموں کے ذریعہ جو باتیں پیش کی جاتی ہیں وہ دیکھنے والوں کے ذہن ودماغ میں اچھی طرح بیٹھ جاتی ہیں؛ کیونکہ اس کے ذریعہ واقعہ عملی صورت میں دیکھنے والوں کے سامنے آجاتا ہے، اسی لئے آج برائیوں کے پھیلانے والوں نے اسے اپنا ایک قیمتی آلہ بنایا ہے اور اس کے ذریعہ وہ برائیوں کے پھیلانے میں کامیابی سے ہمکنار ہورہے ہیں، اس کی اس واقعی حقیقت کے پس منظر میں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کو نیکیوں کے پھیلانے کے لئے استعمال کرنا یا اس کے ذریعہ قرآن وسنت کی تعلیم دینا یا کسی تاریخی واقعہ کو اس کے ذریعہ بیان کرنا اور ان مقاصد سے فلمیں بنانا اور ویڈیوگرافی کرنا جائز ہے یا ناجائز؟

اس سلسلے میں عرض یہ ہے کہ اگر ان مقاصد کے لئے ایسی فلمیں بنائی گئیں جن میں انسان یا کسی جاندار کی فلم نہیں بنائی گئی اور اس کی ویڈیوگرافی نہیں کی گئی تو اس کے جواز میں تو کسی اختلاف کی گنجائش ہی نہیں ہے؛ کیونکہ اگر ویڈیو کو تصویر کے حکم میں شامل بھی کرتے ہیں تو بھی یہ جائز ہے، جیسا کہ غیر ذی روح کی تصویر جائز ہے۔

لیکن اگر اس میں انسان یا کسی جاندار کی ویڈیو ریکارڈ کی گئی، تو اس میں دو نقطہ نظر ہیں، اکثر حضرات اس کو تصویر کی ترقی یافتہ شکل مانتے ہیں اور وہ اسے ناجائز قرار دیتے ہیں؛ کیونکہ جاندار کی تصویر کشی حرام ہے، چاہے وہ کسی آرٹسٹ کے قلم سے ہو یا موجودہ ترقی یافتہ کیمروں سے ہو۔

لیکن ماضی قریب اور حال کے بہت سے محققین علماء کرام ویڈیو کی اصل حقیقت کے

پیش نظر اس کو تصویر سے مختلف مانتے ہیں، اور اس کو مانند عکس قرار دیتے ہوئے جائز قرار دیتے ہیں اور ان کا نقطہ نظر یہ ہے کہ تصویر ایسی صورت گری کا نام ہے جو کسی چیز پر مستقل طریقہ سے نقش ہوجائے، جیسا کہ دیوار یا کاغذ یا کپڑے پر ہوتی ہے، چناں چہ المعجم الوسیط میں تصویر کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے:

صوره : جعل له صورة مجسمة، والشيئ أو الشخص: رسمه على الورق أو الحائط ونحوهما بالقلم او الفرجون او بآلة التصوير (المعجم الوسیط: مادہ صورہ ۱/ ۵۲۸)۔

(''صورہ'': اس نے اس کی مجسم تصویر بنائی، الشی، یا الشخص: اس نے اس کی تصویر کاغذ یا دیوار وغیرہ پر قلم سے یا برش یا آلہ تصویر سے بنائی)۔

اور ڈیجیٹل ویڈیو پر تصویر کی یہ تعریف منطبق نہیں ہوتی ہے؛ کیونکہ اس کی صورتحال یہ ہوتی ہے کہ اس میں کوئی جماؤ اور ٹھہراؤ نہیں ہوتا بلکہ جوں ہی اس کو متحرک کرنے والا آلہ بند کردیا جاتا ہے اسکرین سفید ہوجاتی ہے، اور اس پر کوئی تصویر باقی نہیں رہتی، رہ گئی سی ڈی یا میموری ڈسک یا میموری کارڈ جن کے ذریعہ صورتیں اسکرین پر آتی ہیں تو ان میں کوئی صورت نظر نہیں آتی اور نہ بالفعل صورت موجود رہتی ہے؛ بلکہ الکٹرانک ذرات موجود ہوتے ہیں، جب انہیں متحرک کیا جاتا ہے تو وہ حرف یا شکلوں کے سانچے میں ڈھل جاتے ہیں، جیسے دوات میں روشنائی رکھی ہو یہ تصویر نہیں ہے، لیکن یہ صورت گری میں استعمال کی جاسکتی ہے، یہی حال ان ذرات کا ہے جن کو مشینی حرکت دے کر صورتوں کی شکل دی جاتی ہے، غرض جو صورت نظر آتی ہے اس میں ٹھہراؤ نہیں اور اس سے پہلے جو کیفیت ہے اس میں صورت کا وجود نہیں ہوتا اور نہ اسے دیکھا جاسکتا ہے، اس لئے اس کی حیثیت عکس اور سائے کی ہے نہ کہ تصویر کی، چناں چہ مولانا برہان الدین سنبھلی صاحب لکھتے ہیں:

''ٹیلی ویژن پر جو کچھ نظر آتا ہے وہ دراصل بجلی اور مشین کے ذریعہ لے کر دکھایا جانے والا عکس یا ظل ہے، لہذا اس کا حکم وہی ہوگا جو اصلی مناظر کا ہے'' (موجودہ زمانہ کے شرعی مسائل کا حل: ۱۳۵)۔

عالم عرب کے متعدد علماء کی بھی یہی رائے ہے اور وہ لوگ اس کو تصویر سے خارج مانتے ہیں، اور اس پر اس کے استعمال کے مطابق حکم لگاتے ہیں۔

اس تفصیل کے مطابق چونکہ ڈیجیٹل ویڈیو مانند ظل اور مثل عکس ہے، اس لئے یہ جائز ہوگی، اور اس کی حقیقت تصویر کی حقیقت سے مختلف ہے اور تصویر کی تعریف اس پر منطبق نہیں ہوتی ہے، اس لئے تصویر کی ممانعت اور وعید میں یہ داخل نہیں ہوگی، اور جب ذی روح کی ویڈیو جائز ہے تو تعلیمی اور اصلاحی مقاصد کے پیش نظر ایسی فلموں کی ویڈیو گرافی بھی جائز ہوگی جن میں ذی روح کی ویڈیو ریکارڈ کی جاتی ہے بشرطیکہ ان میں دیگر محرمات ومنکرات نہ ہوں۔

اور اگر ویڈیو کو ظل یا عکس نہ مانا جائے بلکہ تصویر کی ترقی یافتہ شکل مانی جائے تو بھی تعلیمی اور اصلاحی مقاصد کے تحت اس کے جواز کی گنجائش معلوم ہوتی ہے، کیونکہ خود تصویر کے حرام ہونے کے باوجود بموقع ضرورت اس کی اجازت دی گئی ہے اور موجودہ دور میں جب کہ ٹکنالوجی کے عروج نے دنیا کو ایک بستی کے مانند کردیا ہے اور اسلام دشمن طاقتیں غیر اسلامی زہریلے مواد ان آلات نشر کے ذریعہ لوگوں تک آسانی سے پہونچا رہے ہیں اور علماء اور مصلحین کی ہزارہا تقریروں اور نصیحتوں کے باوجود ٹیلی ویژن، ویڈیو پلیرس اور کمپیوٹرس ہر گھر کی زینت بن چکے ہیں جن میں لوگ ویڈیو وغیرہ دیکھتے ہیں، اور غیر اسلامی ویڈیو سے اپنے ذہن ودماغ کو بگاڑتے ہیں اور عقائد واعمال کے حوالے سے شکوک وشبہات اور کوتاہیوں کے شکار ہوتے ہیں، اس بات کی یقیناً شدید ضرورت ہے کہ ان آلات کو اسلامی زبان دی جائے اور ان کے ذریعہ دینی استفادہ کی شکلیں لوگوں کے سامنے رکھی جائیں؛ کیونکہ یہ تو ہو نہیں سکتا کہ ان آلات سے گھروں کو پاک کردیا جائے، البتہ ان کے ذریعہ صحیح اسلامی تعلیم دی جاسکتی ہے۔

لیکن دینی، تعلیمی اور دستاویزی ویڈیو اور فلموں کے جواز میں یہ شرطیں ملحوظ رہیں گی:

۱- اس میں کسی بھی مرحلہ میں کسی عورت کی ویڈیو اس کیفیت میں نہ ہو جس کیفیت اور حالت میں کسی عورت کا غیر محرم مردوں کے سامنے آنا حرام ہے، کیونکہ ویڈیو بننے کے بعد اس کو محرم

اور غیر محرم دونوں دیکھیں گے، اجنبی مردوں کے سامنے عورتوں پر چہرہ کا پردہ لازم ہے، اس لئے اس میں کسی عورت کا چہرہ بھی کھلا ہوا نہ ہو، چہرہ کے پردہ کے سلسلہ میں علامہ محمود بن مازہ لکھتے ہیں:

إن المرأة منهية عن إظهار وجهها للرجال من غير ضرورة (المحیط البرہانی فی الفقہ النعمانی ۵/ ۶۴) (عورتوں کو بلا ضرورت مردوں کے سامنے چہرہ کھولنے سے منع کیا گیا ہے)۔

۲- اس میں کسی عورت کی آواز ایسے لہجہ اور ترنم میں نہ ہو جو کسی سننے والے کے لئے باعث لذت بن سکے، اسی لذت کے اندیشہ کو ختم کرنے کے لئے قرآن نے عورتوں کو اجنبی لوگوں سے بات کرنے کا طریقہ یہ سکھلایا ہے:

ان اتقیتن فلا تخضعن بالقول فیطمع الذی فی قلبه مرض وقلن قولا معروفا (سورہ احزاب: ۳۲)۔

(اگر تم پرہیز گاری اختیار کرو تو نرم لہجے سے بات مت کرو کہ جس کے دل میں روگ ہو وہ برا خیال کرے اور ہاں قاعدہ کے مطابق کلام کرو)۔

۳- مرد کا لباس بھی ایسا ہو جو شرعا ساتر ہو، یعنی مرد کے جن اعضاء کا ستر لازم ہے وہ کھلے نہ ہوں۔

۴- اس میں کسی نبی یا صحابی یا بزرگان دین کی تمثیل نہ کی گئی ہو، اسی طرح اس میں کفار ومشرکین اور شیاطین کی بھی تمثیل نہ کی جائے۔

۵- اس میں کسی بھی قسم کے میوزک کا عنصر شامل نہ ہو، کیونکہ میوزک سننا سنانا حرام ہے۔

۶- قرآنی آیات، احادیث اور قصص انبیاء کے بیان کرنے میں ان کی عظمت کا بھرپور خیال ہو، کسی بھی پہلو سے توہین کا شبہ تک نہ ہو۔

۵- کارٹون بنانے کا حکم:

الف- موجودہ دور میں شخصیتوں کی طرف اشارہ کرنے کے لئے جو کارٹون بنائے جاتے ہیں، ان کے ذریعہ یہ بات سمجھی جاسکتی ہے کہ کارٹونسٹ کا اشارہ کس طرف ہے، اور اس

میں گرچہ کسی انسان کی صورت کی بعینہ نقل نہیں اتاری جاتی بلکہ بگڑی شکل میں کسی انسان کو پیش کیا جاتا ہےلیکن تصویر کی حقیقت سے وہ خارج نہیں ہوتا؛ اس لئے کہ عموما جو کارٹون ہوتے ہیں اس میں وہ سارے اعضاء موجود ہوتے ہیں جو کسی تصویر کے ممنوع ہونے میں بنیاد بنتے ہیں، مثلا چہرہ، سر، پیٹ وغیرہ عموما کارٹون میں موجود ہوتے ہیں، اس لئے یہ تصویر ہی کے حکم میں ہیں جس کی اسلام میں شدید حرمت بیان کی گئی ہے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

من صورصورة فان الله معذبه حتى ينفخ فيها الروح وليس بنافخ (بخاری:٢٢٢٥)۔

(جس نے کوئی تصویر بنائی تو اسے اللہ عذاب دیتے رہیں گے یہاں تک کہ وہ اس میں روح پھونکے، اور وہ اس میں کبھی بھی روح ڈال نہیں سکتا)۔

ب- اورجب کارٹون اپنی حقیقت کے اعتبار سے تصویر کے حکم سے مختلف نہیں ہے تو اس کو پیشہ بنانا اور اس کی ملازمت کرنا ایسا ہی حرام ہوگا جیسا کہ صورت گری اور فوٹو گرافی کو پیشہ بنانا اور اس کی ملازمت کرنا حرام ہے؛ کیونکہ ایسے عمل کو پیشہ بنانا درست نہیں ہے جو حرام ہو اور اس پر شدید وعید وارد ہوئی ہو، تصویر سازی کرنے والوں کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: إن أشد الناس عذابا عند الله يوم القيامة المصورون (بخاری:٥٦٠٦) (قیامت کے دن اللہ کے پاس سب سے سخت عذاب میں مبتلا ہونے والے وہ لوگ ہیں جو تصویر سازی کرتے ہیں)۔

سیاحت وتفریح سے متعلق شرعی احکامات

مولانا محمد یوسف علی ☆

شریعت میں مزاح کے حدود:

جہاں تک روایات حدیث کا تعلق ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مزاح کا جواز چند شرائط کے ساتھ مشروط ہے، اگر شرائط کا لحاظ کیا جائے تو مزاح جائز ہے ورنہ ناجائز، چنانچہ نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ سے مزاح کرنا منقول وثابت ہے، لیکن آپ ﷺ اور صحابہ کرامؓ کا مزاح شریعت کے دائرہ میں ہوتا تھا، نہ اس میں جھوٹ کی آمیزش ہوتی نہ اس میں کوئی ایسی بات ہوتی جس سے دوسروں کو تکلیف ہو، نہ مبالغہ ہوتا اور نہ اس کو مشغلہ بناتے کہ ہر وقت مزاح ہی کرتے ہوں، بلکہ گاہ بگاہ تانیس وتالیف کے لئے آپ ﷺ مزاح فرماتے تھے، جیسا کہ حضور ﷺ کا حضرت انسؓ کو ایک مرتبہ " یاذا الأذنین" سے اور انسؓ کے بھائی کو "یا أبا عمیر! ما فعل النغیر" سے خطاب فرمانا اسی قبیل سے ہے، اس کے علاوہ اور بھی مختلف روایات میں حضور ﷺ سے مزاح اور دل لگی کرنا ثابت ہے، لیکن حضور ﷺ کے مزاح میں جھوٹ اور مبالغہ کی آمیزش نہ ہوتی تھی، جیسا کہ ترمذی کی روایت میں ہے:

"قالوا: یا رسول اللہ ﷺ إنک تداعبنا قال: إنی لا أقول إلا حقاً" (تداعبنا یعنی تمازحنا) (ترمذی، باب ماجاء فی صفۃ مزاح رسول اللہ ﷺ)۔

☆ مہتمم مدرسہ دیورائیل ناٹشل، بدرپور، کریم گنج، آسام۔

ہاں! اگر ہر وقت مزاح کو مشغلہ بنائے ہوئے ہو کہ ہر وقت ہنسی مذاق کی بات کرتا رہے اور لوگوں کو ہنسانے کے لئے جھوٹ کہنے سے بھی گریز نہ کرے تو ایسا مزاح جائز نہیں، جیسا کہ روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''ویل للذی یحدث بالحدیث لیضحک به القوم فیکذب، ویل له ویل له'' (رواہ الترمذی عن بہز بن حکیم باب ما جاء من تکلم بالکلمۃ لیضحک الناس)۔

(ہلاکت ہے اس شخص کے لئے جو کوئی ایسی بات کہے جس سے لوگوں کو ہنسائے بس جھوٹ بولے ہلاکت ہے ہلاکت ہے اس کے لئے)۔

''لا تکثر الضحک فإن کثرة الضحک تمیت القلب'' (ترمذی ۲/۵۶)۔

علامہ نووی نے اس بارے میں فرمایا: ''اعلم أن المزاح المنهی عنه هو الذی فیه إفراط ویداوم علیه فإنه یورث الضحک وقسوة القلب ویشغل عن ذکر الله والفکر فی مهمات الدین ویؤول فی کثیر من الأوقات إلی الإیذاء ویورث الأحقاد ویسقط المهابة والوقار، فأما ما سلم من هذه الأمور فهو المباح الذی کان رسول اللهﷺ یفعله علی الندرة لمصلحة تطییب نفس المخاطب ومؤانسته وهو سنة مستحبة فاعلم هذا فإنه مما یعظم الاحتیاج إلیه''۔

نیز کثرت مزاح اور اس کا مشغلہ بعض مرتبہ بغض وعداوت کا ذریعہ بن جاتا ہے، اس لئے جس مزاح سے ایذاء ہو وہ جائز نہیں، اس لئے کہ ایذاء مسلم حرام ہے اور جس مزاح سے دوسرے کی تحقیر لازم آئے وہ بھی ممنوع ہے۔ آیات وروایات میں تحقیر مسلم کی سخت ممانعت وارد ہوئی ہے، کما قال اللہ تعالیٰ: ''لا یسخر قوم من قوم''۔

الحاصل جہاں تک حق بات ہو غلط نہ ہو کسی کا تمسخر نہ ہو، حد اعتدال سے تجاوز نہ ہو، ایسی دل لگی سے کوئی مضائقہ نہیں (کذا فی المرقاۃ شرح مشکوۃ ۹/۱۰۵، الکوکب الدری ۲/۴۵)۔

ب، ج، د، ہ- جہاں تک ان سوالات کا تعلق ہے کہ تفریح طبع کے واسطے مزاحیہ

پروگراموں اورمشاعرہ منعقد کرنا،مزاحیہ کہانیاں لکھنا، اورشائع کرنا، اس کو پیشہ بنا کر اجرت حاصل کرنا اور اس قسم کے ڈرامے کے پروگرام منعقد کرنا، یہ تمام امور خصوصاً دور حاضر میں مختلف مفاسداورحرام چیزوں پرمشتمل ہونے کی وجہ سے ناجائز اورحرام معلوم ہوتا ہے،مثلاً ان چیزوں کا اول مقصد ہنسناہنسانا ہی ہوتا ہے، حالانکہ قرآن کریم میں اس کی مذمت بیان کی گئی ہےلقولہ تعالیٰ: ''فليضحكوا قليلاً وليبكوا كثيراً''۔

نیز حضور ﷺ کا ارشاد ہے: "لاتكثر الضحك فإن كثرة الضحك تميت القلب'' (ترمذی۲/۵۶)۔

یہ چیزیں ذکر اللہ سے رکاوٹ کا باعث بنتی ہیں، اور یہ باشارہ آیت قرآنی حرام ہے، قال تعالیٰ: ''ومن الناس من يشترى لهو الحديث ليضل عن سبيل الله..... أولئك لهم عذاب مهين'' (سورہ لقمان)۔

نیز ان چیزوں سے اکثر تضییع اوقات ومال اوراسراف لازم آتا ہے، اور یہ سب بنص قرآن واحادیث حرام ہے، كقوله تعالى: "لا تسرفوا إن الله لا يحب المسرفين"۔

مذکورہ قاعدہ کی رو سے مطلوبہ مسائل مذکورہ تمام مفاسد پرمشتمل ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے، نیز ان چیزوں کومشغلہ اور پیشہ بنا کر اجرت حاصل کرنا ممنوع ہونے کے بارے میں شامی میں ہے: "من السحت ما يؤخذ على كل مباح كملح وكلأ وماء ومعادن وما يأخذه غاز لغزو وشاعر لشعر ومسخرة وحكواتى، قال تعالى : ومن الناس من يشترى لهو الحديث ليضل عن سبيل الله'' (درمختار۹/۶۰۵)۔

و-ڈاکٹروں کی رائے اور ہنسنے ہنسانے کے پروگراموں کاشرعی موقف:

ہنسانے کا پروگرام مذکورہ بالا امور منہی عنہ اور مفاسد پر مبنی ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے، لہذا ڈاکٹری رائے کے مطابق انسانی صحت کی برقراری اور اس کونشیط وچست رکھنے کے لئےمزاحیہ پروگراموں کے نسخہ میں اگرچہ نفع اور فائدہ معلوم ہوتا ہے لیکن یہ نفع "إثمهما أكبر

من نفعهما" کے درجہ میں ہونے کی وجہ سے ایسا نسخہ قابل ترک ہے، کتب فقہ میں تصریح ہے کہ جب کسی معاملہ میں نفع اور ضرر دونوں جمع ہو جائے تو جلب نفع کو چھوڑ کر دفع ضرر پر عمل کرنا ضروری ہے، چنانچہ الاشباہ والنظائر میں ہے: **"الضرر يزال"، "درء المفاسد أولى من جلب المنافع"** (الاشباہ والنظائر ر ۹۱)۔

۲-کھیل کود کی شرعی حیثیت:

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ زندگی گذارنے کے لئے انسان کو جتنی چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے ان میں سے ریاضت بدنی، خوش طبعی اور تفریحی اوقات کو ایک اہم درجہ حاصل ہے، اسی بنا پر حضور ﷺ کا ارشاد ہے: **"روحوا القلوب ساعة فساعة"** (رواہ ابوداؤد فی مراسیلہ) وكذا روى عن النبي ﷺ أنه قال: **"الهوا والعبوا فإني أكره أن أرى في دينكم غلظة"** (رواہ البیہقی)، **"عن عائشة أن النبي ﷺ قال: هل كان معكم من لهو؟ فإن الأنصار يحبون اللهو"** (رواہ الحاکم)۔

اس قسم کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت مطہرہ میں تفریح قلب اور جسمانی ورزش کی بھی اجازت دی گئی ہے، لیکن شریعت محمدیہ ایک معتدل شریعت ہونے کی وجہ سے اس کی ہر چیز میں اعتدال کی رعایت کی گئی ہے، اس لحاظ سے تفریح قلب اور جسمانی ورزش کے لئے کھیل کود میں بھی اعتدال ملحوظ رہنا چاہئے، پس بعض لہو ولعب کو بعض وقت کے لئے حلال قرار دیا گیا ہے، کیونکہ نیت صحیحہ کی وجہ سے یہ چیزیں لہو ولعب نہیں رہتی، بلکہ مفید للاجسام ہوجاتی ہے، لیکن اگر ان چیزوں میں منہمک ہوجانے کی وجہ سے معاشی زندگی اور اخروی مقاصد میں خلل پیدا ہوجائے تو یہ چیزیں حرام ہوجاتی ہیں، اسی نظریہ سے احادیث میں سیاحت، رمایت، انتضال بالقوس اور مسابقہ بالابل وابہائم وغیرہ بعض لہو ولعب کو بعض فوائد کی وجہ سے مباح قرار دیا گیا ہے، لیکن اگر یہ چیزیں صرف لہو ولعب ہی کی نیت سے کی جائے تو یہ حرام اور مکروہ ہے۔

شرعی ضابطہ:

فقہاء کرام کی عبارات سے کھیل کود کے بارے میں شرعی ضابطہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ کھیل جس میں نہ کوئی دینی فائدہ ہو اور نہ کوئی دنیوی فائدہ وہ بالاجماع حرام یا مکروہ تحریمی ہے، اور جس میں کوئی دینی یا دنیوی فائدہ ہو وہ دو طرح کے ہیں: ایک تو یہ کہ جن کے بارے میں شریعت میں نہی وارد ہوئی ہو وہ بھی بالاجماع حرام ہے، جیسے نردشیر اور شطرنج کا کھیل۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے: **"من لعب بالنرد شير فكأنما صبغ يده في لحم خنزير ودمه"** (مسلم شریف)۔

عالمگیری میں ہے: **"ويكره اللعب بالشطرنج والنرد شير .... وأما الشطرنج فاللعب به حرام عندنا"** (۳۵۲/۵)۔

"ويكره تحريماً عند الحنفية اللعب بالنرد والشطرنج..الخ" (کتاب الفقہ ۴۳/۲)۔

دوسری قسم: یعنی وہ کھیل جس کے بارے میں نہی وارد نہ ہوئی ہو۔

پس شرعی نقطۂ نظر سے اس کی بھی دو قسمیں ہیں:

۱- جس میں نفع سے ضرر زیادہ ہو اور تجربہ سے معلوم ہو کہ اس میں مشغول ہونے والا نماز اور ذکر اللہ وغیرہ دینی امور سے غافل ہو جاتے ہوں تو یہ قسم **"إثمهما أكبر من نفعهما"** کے قاعدہ کی رو سے اور منہی عنہ کھیل کے ساتھ علت میں مشترک ہونے کی وجہ سے یہ قسم بھی حرام یا مکروہ تحریمی ہوگی۔

۲- جن کھیلوں میں نفع زیادہ ہو کہ اس میں کوئی دینی یا دنیوی نفع موجود ہو اور شریعت میں اس کے بارے میں نہی وارد نہ ہوئی ہو، ایسے کھیل کے بارے میں تفصیل یہ ہے کہ اگر ان سے مقصد صرف لہو ولعب ہی ہو تو مکروہ ہے اور اگر ان سے وابستہ مفادات کو حاصل کرنے کی نیت سے کھیلا جائے تو مباح ہے بلکہ بسا اوقات اس کا درجہ استحباب تک پہنچ جاتا ہے یا اس سے بھی

بڑھ جاتا ہے، اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے "الفقہ علی المذاہب الاربعہ" میں حنفیہ نے فرمایا:
".... وإنما يجوز كل ذلك بشرط قصد الرياضة وتقوية البدن لا بقصد التسلية وقطع الوقت" (الفقہ علی المذاہب الاربعہ ۴/۵۰)۔

ب- کھلاڑیوں کے لباس وپوشاک:

لباس وپوشاک کے سلسلہ میں کھلاڑیوں کے لئے ان تمام امور کی رعایت ضروری ہے جو عام طور پر لباس پہننے میں کی جاتی ہے کہ اولاً یہ لباس ساتر عورت ہو یعنی ناف سے گھٹنے تک چھپائے ہوئے ہو۔

"اعلم أن الكسوة منها فرض وهو ما يستر العورة" (ردالمحتار ۹/۵۰۵ زکریا)۔

نیز یہ لباس ریشم کا نہ ہو، تنویر الابصار میں ہے: "يحرم لبس الحرير ولو بحائل على المذهب" (تنویر الابصار ۹/۵۰۶ زکریا)، حدیث میں ہے: "إنما نهى النبي ﷺ عن الثوب المصمت من الحرير الخ" (رواہ ابن عباس، ردالمحتار ۹/۵۰۶)۔

ج -مروجہ کھیلوں کا شرعی حکم:

دور جدید میں مختلف قسم کے کھیل ایجاد ہو گئے ہیں جن میں سے کرکٹ، ٹینس، ہاکی، گیند، ریسلنگ مشہور ہیں، ان سب کھیل کے بارے میں تجربہ شاہد ہے کہ خصوصاً دور حاضر میں یہ سب کھیل لہو ولعب ہی کی نیت سے کھیلے جاتے ہیں اور عام طور پر کھیل دیکھنے یا کھیلنے کے وقت نماز وغیرہ دینی امور کا خیال نہیں رکھا جاتا، لہذا (الف) کے تحت بیان کردہ ضابطہ کے مطابق دور حاضر کے تمام کھیلوں کو حرام کہنا ہی اولی ہے۔

الفقہ علی المذاہب الاربعہ میں ہے: "وإنما يجوز كل ذلك بشرط قصد الرياضة وتقوية البدن لا بقصد التسلية وقطع الوقت" (۴/۵۰)، اس اصول کی بنا پر سوال (ہ) کے بارے میں کہا جائے گا کہ جو کھیل لباس کے اعتبار سے محرمات پر مشتمل نہ ہو لیکن

اس میں کھیلنے والوں اور کھیل دیکھنے والوں کا کافی وقت ضائع ہوتا ہو تو ایسے کھیل قطع الوقت اور تضییع اوقات کی وجہ سے حرام ہیں، واللہ اعلم بالصواب۔

د- کھیل کی جیت ہار میں پیسے کی شرط:

کھیل کی جیت ہار میں پیسے کی شرط لگانے میں اگر قمار، مخاطرہ، یا میسر کی صورت پیدا ہوجائے تو ایسی شرط حرام ہے اور ایسا کسب کسب خبیث ہے، مخاطرہ اس کو کہا جاتا ہے کہ ایسا معاملہ کرنا جو نفع اور ضرر کے درمیان دائر ہو یعنی یہ بھی احتمال ہو کہ بہت سا مال مل جائے اور یہ بھی احتمال ہو کہ کچھ نہ ملے، اور میسرہ یا قمار اس کو کہا جاتا ہے کہ کسی معاملہ میں کسی مال کے مالک بنانے کو ایسی شرط پر موقوف رکھا جائے جس کے وجود وعدم کی دونوں جانبین مساوی ہوں اور اسی بنیاد پر نفع خالص یا تاوان خالص برداشت کرنے کی دونوں جانبین برابر ہوں، جیسے تجارتی لاٹری کی عام صورتیں، اس لحاظ سے فقہاء کرام نے فرمایا کہ کھیل کی جیت ہار میں اگر کھلاڑیوں کی دو پارٹی ہو اور دونوں پارٹی کی طرف سے پیسہ مقرر کیا جائے تو یہ قمار کی صورت ہونے کی وجہ سے حرام ہے، ہاں! اگر صرف ایک جانب سے یا کسی تیسرے شخص کی جانب سے پیسہ کی شرط ہو یا جانبین سے تو پیسہ کی بازی ہو لیکن ان دونوں کے درمیان اگر تیسرا شخص بغیر پیسہ کی شرط کے مسابقہ میں شامل ہوجائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، کیونکہ ایسی صورت میں معاملہ نفع اور ضرر کے درمیان دائر نہیں ہوتا، بلکہ نفع اور عدم نفع کے درمیان دائر ہوتا ہے، اس کے جواز میں فقہاء کی عبارات مندرجہ ذیل ہیں:

''لا بأس بالمسابقة في الرمي والفرس والإبل والاقدام حل الجعل إن شرط المال من جانب واحد، وحرم لو شرط من الجانبين إلا إذا أدخلا ثالثاً بينهما'' (تنویر الابصار ۹؍ ۵۷۷)۔

قوله: "من جانب واحد أو من ثالث، بأن يقول أحدهما لصاحبه: إن سبقتني أعطيتك كذا وإن سبقتك لا آخذ منك شيئاً، أو يقول الأمير

لفارسين أو راميين: من سبق منكما فله كذا وإن سبق فلا شيء له" (رد المحتار ۹/ ۵۷۷)، "إلا إذا أدخلا ثالثاً محللاً بينهما بفرس كفأ لفرسيهما يتوهم أن يسبقهما وإلا لم يجز ثم إذا سبقهما أخذ منهما وإن سبقاه لم يعطهما وفيما بينهما أيهما سبق أخذ من صاحبه" (الدرالمختار ۹/ ۵۷۸)۔

و-کھیل دیکھنا اور اس کے لئے ٹکٹ خریدنا:

اس بارے میں تفصیل یہ ہے کہ جواب (الف) کے تحت بیان کردہ ضابطہ کے مطابق جو کھیل کھیلنا مباح ہے، اس کو دیکھنا اور اس کو دیکھنے کے لئے ٹکٹ خریدنا بھی مباح ہوگا اور جو کھیل حرام یا مکروہ تحریمی ہوگا ان کے لئے ٹکٹ خریدنے میں تعاون علی الاثم لازم آنے کی وجہ سے ٹکٹ خریدنا اور دیکھنا بھی حرام ہوگا، جیسا کہ کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ میں ہے: "ويحرم نطاح الكباش وصراع البقر ومهارشة الديكة ونحو ذلك مما فيه تعذيب للحيوان وضياع للوقت بدون فائدة تعود على الإنسان، ومن اتخذ ذلك وسيلة لكسب المال من ضعاف العقول وفاسدي الأمزجة كان كسبه خبيثاً"، "وكل ما يحل فإن الفرجة عليه تحل أماما لا يحل فإنه يحرم مشاهدته والتفرج عليه" (الفقہ علی المذاہب الاربعہ ۲/ ۵۰)۔

پس معلوم ہوا کہ حرام کھیل کو وسیلہ بنا کر جو مال کسب کیا جاتا ہے، وہ مال مال خبیث اور حرام ہے، اور قاعدہ ہے: "ما حرم أخذه حرم إعطائه" (الاشباہ ۱۵۸)، لہذا حرام کھیل دیکھنے کے لئے ٹکٹ خریدنے کے لئے پیسہ خرچ کرنا اور ٹکٹ خریدنا حرام ہوگا، واللہ اعلم بالصواب۔

سیر وتفریح سے متعلق شرعی ضابطے

مولانا محمد عمران ندوی ☆

سوال:۱-الف- کیا شریعت میں مزاح جائز ہے، اور اگر جائز ہے تو اس کے حدود کیا ہیں؟

لفظ مزاح کی تحقیق اور اس کے حدود:

لفظ مزاح اپنی حد خود ہی بیان کرتا ہے، اس لئے کہ ''مزاحا'' باب مفاعلہ کا مصدر ہے، مازح یمازح مزاحاً وممازحة، ہنسی مذاق کرنا، اور باب مفاعلہ کی ایک خاصیت تشارک بھی ہے جس کو الاستاذ الشیخ احمد الحملاویؒ نے اپنی مشہور کتاب شذ العرف میں یوں بیان کیا ہے:
''التشارک بین اثنین فأکثر وھو أن یفعل أحدھما بصاحبه فعلا فیقابله الآخر بمثله، وحینئذ فینسب للبادی نسبة الفاعلیة، وللمقابل نسبة المفعولیة'' (شذ العرف ۳۸)۔

(دو یا دو سے زائد لوگوں کا اشتراک اور وہ اس طرح کہ ایک شخص دوسرے کے ساتھ کوئی فعل کرتا ہے تو دوسرا شخص پہلے والے کے ساتھ وہی فعل دہرائے، لہذا اس وقت فعل شروع کرنے والے کی طرف فاعل کی نسبت کردیتے ہیں اور مقابل کی طرف مفعول کی نسبت کردیتے ہیں)۔

مذکورہ بالا اقتباس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ مزاح میں دونوں فریق برابر کے شریک ہوتے ہیں، اور دونوں لطف اندوز ہوتے ہیں، فرق صرف اتنا ہوتا ہے کہ ابتداء ایک کی

☆　جامعہ اسلامیہ انوار العلوم، اورنگ آباد۔

طرف سے ہوتی ہے، دوسرے بعد میں شریک ہوجاتے ہیں، یہی اس کی حد بھی ہے لیکن جب یہ مزاح ایک طرفہ ہوجائے اور سامنے والے کو تکلیف دینے لگے تو یہ مزاح کی حد سے نکل کر سخریہ (مذاق اڑانے) کی سرحد میں قدم رکھ دیتا ہے، جیسا کہ ملا علی قاری اپنی کتاب مرقاۃ شرح مشکوۃ میں رقمطراز ہیں، وہ فرماتے ہیں:

''انبساط مع الغیر من غیر إیذاء فإن بلغ الإیذاء یکون سخریة'' (مرقاۃ ۹/۱۰۵ کتاب الآداب، باب المزاح) (دوسرے کے ساتھ ہنسی مذاق کرنا ایذا پہنچائے بغیر اگر ایذا پہنچ گئی تو وہ مذاق اڑانا ہے)۔

اور سخریہ کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہے، اللہ پاک کا ارشاد ہے:

''یا أیها الذین آمنوا لا یسخر قوم من قوم عسی أن یکونوا خیرا منهم ولا نساء من نساء عسی أن یکن خیراً منهن'' (حجرات:۱۱) (اے ایمان والو! تمہارا کوئی گروہ کسی دوسرے گروہ کا مذاق نہ اڑائے، ہوسکتا ہے وہ مذاق اڑانے والوں سے بہتر ہو، اسی طرح عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق نہ اڑائیں ممکن ہے وہ مذاق اڑانے والیوں سے بہتر ہوں)۔

دوسری چیز جو مزاح کے جواز کے لئے ضروری ہے وہ ہے غلط بیانی سے اجتناب، اس لئے کہ نبی پاک ﷺ کا پاک ارشاد ہے:

''عن أبی هریرةؓ قال: قالوا یا رسول الله! إنک تداعبنا قال: إنی لا أقول إلا حقاً'' (رواہ الترمذی، مشکوۃ ۲/۴۱۶) (حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں صحابہ کرام نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! آپ ہم سے ہنسی مذاق فرماتے ہیں، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں مذاق میں بھی حق بات ہی کہتا ہوں)۔

گویا کہ صحابہ کرام نے آپ کی شان کے منافی سمجھا تھا مذاق کو، جس کی آپ ﷺ نے وضاحت فرمادی۔

مذکورہ شرائط کا خیال رکھتے ہوئے مزاح جائز ہوگا، جیسا کہ ہمارے نبی ﷺ کا مزاح

مذکور ہے۔

اب بات رہی سوال نمبر کے ''د'' کی یعنی بے تکلف قہقہے لگانے کی محفلوں کا انعقاد اور بیٹھ کر دیر تک ہنستے رہنا، یہ تو ایک عبث فعل ہے، جس کی شریعت میں گنجائش نہیں، اس لئے کہ نبی پاک ﷺ کا ارشاد ہے:''**ولا تکثر الضحک فإن کثرۃ الضحک تمیت القلب**'' (رواہ الترمذی:باب من اتقی المحارم فھو اعبد الناس، رقم ۲۳۰۵) (آپ ﷺ نے فرمایا زیادہ نہ ہنسا اس لئے کہ اس سے دل مرجاتا ہے)۔

سوال نمبر ۲، الف-کھیل کے طریقہ کے اعتبار سے کھیل کے جائز اور ناجائز ہونے کے کیا اصول ہیں؟

کھیل کے تعلق سے بنیادی بات ذہن میں یہ رکھنی چاہئے کہ کھیل فی نفسہ نہ تو محمود ہیں اور نہ مقصود ہیں، اصل چیز ورزش ہے، اس لئے کہ انسانی صحت پر ورزش کے کافی خوشگوار اثرات مرتب ہوتے ہیں اور انسان چست اور شاداب رہتا ہے، اس کے تمام اعضاء صحیح ڈھنگ سے کام کرتے ہیں جب کھیل کا مقصد اصلی ورزش ٹھہرا تو جس کھیل میں کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ ورزش ہوجائے تو وہ اچھا مانا جائے گا، جیسے فٹ بال، باسکٹ بال، والی بال اور ہاکی وغیرہ، پھر مسلمان ہونے کی وجہ سے حسب موقع ہم پر جہاد فرض ہوتا ہے، لہذا وہ کھیل جس کے اندر کھیل کے ساتھ ساتھ جہاد کی تیاری بھی ہوجائے تو پھر وہ سب سے اچھا شمار کیا جائے گا بلکہ وہ تو عبادت کا درجہ حاصل کرلے گا جیسے نشانہ بازی، گھوڑسواری، تیراکی اور کشتی وغیرہ۔

ب-لباس وپوشاک کے سلسلہ میں کھلاڑیوں کے لئے کن باتوں کی رعایت ضروری ہے؟

جواب: لباس وپوشاک کے سلسلہ میں اسلام زیادہ تنگی کرنے کے حق میں نہیں ہے، وہ لباس کے کسی خاص شکل کو مخصوص نہیں کرتا، بلکہ وہ تو ایک Universal Religion ہے، لہذا اس کے اندر تمام دنیا کے لباسوں کی گنجائش ہونی چاہئے، لہذا اسلام لباس کے متعلق چند موٹے

موٹے اصول فراہم کر کے آزاد چھوڑ دیتا ہے۔

۱-لباس ستر کو چھپانے کا کام کرے نہ کہ نمایاں کرنے کا۔

۲-مرد لباس میں عورتوں کی مشابہت نہ کریں اور نہ ہی عورتیں مردوں کی مشابہت کریں۔

۳-مردوں کے لئے قید ہوگی کہ کپڑا ٹخنوں سے نیچے نہ آئے۔

۴-مرد ریشمی کپڑے سے اجتناب کریں، لہذا مرد کھلاڑیوں کے لئے اپنے ناف سے لے کر گھٹنے تک کے حصہ کو چھپانا ضروری ہوگا، باقی میں ان کو اختیار رہوگا۔

ج-شریعت کے اصولوں کی روشنی میں مروجہ کھیلوں میں سے جائز ناجائز اور مستحب ومکروہ کی نشاندہی۔

مستحب کھیلوں کی فہرست:

(۱) نشانہ بازی، (۲) گھوڑسواری، (۳) تیراکی، (۴) کشتی، (۵) دوڑنا، (٦) کراٹے، (۷) کبڈی، (۸) کھوکھو۔

جائز کھیلوں کی فہرست:

(۱) فٹ بال، (۲) والی بال، (۳) باسکٹ بال، (۴) ہاکی، (۵) بیڈمنٹن، (٦) لانگ جمپ، (۷) ہائی جمپ، (۸) گولہ پھینکنا۔

مکروہ کھیلوں کی فہرست:

(۱) ویڈیو گیم، (۲) لوڈو، (۳) کیرم بورڈ، (۴) تاش، (۵) اسکیٹنگ، (٦) کرکٹ۔

ناجائز کھیلوں کی فہرست:

(۱) شطرنج، (۲) ڈبلیو ڈبلیو ایف، (۳) باکسنگ۔

ہ-جو کھیل اپنے طریقہ اور لباس کے اعتبار سے محرمات پر مشتمل نہ ہو لیکن اس میں کھیلنے

والوں اور کھیل دیکھنے والوں کا کافی وقت ضائع ہو جاتا ہو تو ان کا کیا حکم ہے؟

جواب: غالباً سوال میں کرکٹ کی طرف اشارہ ہے تو اس کے تعلق سے میری ذاتی رائے یہ ہے کہ یہ کھیل ہی نہیں ہے یہ تو کمپنیوں کے پروڈکشن کے اشتہار بازی کا ذریعہ ہے، اس لئے کہ سب سے زیادہ موقع اشتہار کے لئے اسی میں ملتا ہے۔

سوال نمبر ۷: موجودہ دور میں سیاحت:

الف ۔تفریحی مقصد کے لئے سیاحت کرنا جبکہ اس میں کثیر رقوم کا صرفہ بھی ہوتا ہے۔

جواب: تفریحی مقصد کے لئے سیاحت پر حرمت کے فتوے تو نہیں دیئے جاسکتے اس لئے کہ قرآن کریم کا حکم موجود ہے، "سیروا فی الأرض"۔

ب-بعض علاقوں میں جان ومال اور عزت وآبرو کا خطرہ ہوتا ہے ایسی جگہوں پر بال بچوں کو لے کر جانا کیسا ہے؟

جواب: سیاحت کرنا مباح ہے اور جان ومال اور عزت وآبرو کی حفاظت فرض ہے، لہذا مباح پر فرض کو ترجیح دیں گے۔

ج -سیاحت پر آنے والوں کے لئے سواری فراہم کرنا اور اشیاء خورد ونوش فروخت کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: سیاحت پر آنے والے حضرات کو چاہے جس نیت سے بھی آئیں وہ ہمارے مہمان ہیں اور مسلمانوں پر مہمان نوازی ضروری چیز ہے، لہذا ان کے لئے مناسب قیمتوں پر چیزوں کو فراہم کرنا ایک مسلمان کی اخلاقی ذمہ داری ہے۔

د-ٹوراور ٹراول کمپنیاں قائم کرنا؟

عام طور پر ہمارے جو ہندو بھائی مندروں، تیرتھ گاہوں پر جاتے ہیں ان کے اندر ایک پیاس اور خدا کو پالینے کی تمنا ہوتی ہے، اور وہ اپنے مذہب کے متعلق سنجیدہ ہوتے ہیں اور مذہبی بات سننے کو تیار بھی ہوتے ہیں، اگر یہ ٹور والے گائڈ کی شکل میں ہر ٹرپ کو ایک ایک داعی فراہم

کردیں جو ان کو متعلقہ مقامات کے گائیڈنس کے ساتھ ساتھ مذہب کی صحیح تعلیم سے آگاہ کرتے رہیں اور حکمت کے ساتھ اسلام کے قریب کرتے رہیں تو بہت بڑا کام ہوجائے۔

سوال نمبر ۴، مذکورہ اور تعلیمی مقاصد کے لئے فلمیں بنائی جاسکتی ہیں؟ تو ان کے شرائط کیا ہوں گے؟

سوال نمبر ۵، الف: کیا کارٹون بنانا جائز ہے یا اس کا بھی شمار تصویر میں ہوگا؟

ب-تو کیا اس کو ذریعہ آمدنی بنانا اور اس مقصد کے لئے ملازمت کرنا درست ہوگا؟

ان دونوں سوالوں کے جواب سے پہلے تھوڑی بات تصویر کے تعلق سے عرض کرنا مناسب ہوگا اور بات بھی ذرا واضح ہوجائے گی۔

حضرت ابن عمر، حضرت ابوطلحہ انصاری، حضرت علی، حضرت عائشہ، حضرت ابن عباس اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے صریح وصحیح احادیث، بخاری ومسلم وابوداؤد وغیرہ میں مذکور ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے گھروں میں تصویروں کے لٹکانے سے منع فرمایا اور مصوروں کے لئے سخت سے سخت تہدیدی الفاظ فرمائے، چونکہ تمام کتب حدیث میں ایک ہی قسم ومعنی کی سب حدیثیں ہیں اس لئے صرف چند احادیث جن سے تصویروں کے متعلق مطلقاً امتناعی احکام مفہوم ہوتے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱- "قال رسول اللهﷺ: إن أشد الناس عذاباً يوم القيامة المصورون" (بخاری ومسلم) (آنحضرت ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن سب سے بڑا عذاب مصوروں کو ہوگا)۔

۲- "قال رسول اللهﷺ الذين يصنعون الصور يعذبون يوم القيامة يقال لهم: أحيوا ما خلقتم" (مسلم وبخاری) (آپ ﷺ نے فرمایا: جو تصویر بناتے ہیں قیامت میں ان پر عذاب ہوگا، ان سے کہا جائے گا کہ جو تم نے پیدا کیا ہے اس میں روح پھونکو)۔

صحاح میں ان معنوں کی اور بھی حدیثیں ہیں جن میں الفاظ کا گو کسی قدر اختلاف ہے

لیکن مطلب سب کا یہی ہے، ان کے علاوہ ایسی حدیثیں بھی ہیں جن میں آپ نے یہ فرمایا ہے کہ جس گھر میں کوئی تصویر یا مجسمہ ہو اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے، ایسی بھی حدیثیں ہیں جن میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آپ جہاں تصویروں کو دیکھتے تھے ان کو بگاڑنے کا حکم فرماتے تھے، یہ تمام حدیثیں صحاح ستہ میں بہ تفصیل مذکور ہیں۔

لیکن ان کے برخلاف ان کے مقابل میں ایسی بھی حدیثیں ہیں جن میں بعض خاص قسم کی تصویریں حرمت سے مستثنیٰ کردی گئی ہیں، بعض حدیثوں میں ہے کہ صحابہ کے گھروں میں یا استعمال میں ایسے فرش یا کپڑے تھے جن میں تصویریں بنی تھیں، حالانکہ تصویروں کی ممانعت کا حال انہیں معلوم تھا۔ متعدد صحابہ سے روایت ہے کہ غیر ذی روح کی تصویر منع نہیں، اسی طرح کپڑے میں تصویر ہو تو اس کا استعمال جائز ہے، اب اس موقع پر پہنچ کر، روایت اور تحدیث کے علاوہ فہم، فقہ اور استنباط کی ضرورت پیش آتی ہے اور یہ دیکھنا پڑتا ہے کہ ائمہ حدیث اور فقہاء مجتہدین نے دونوں طرح کی روایتوں میں تطبیق کس طرح دی ہے۔

علامہ بدرالدین عینی بخاری کی شرح میں لکھتے ہیں:

ابتداء شارع نے ہر قسم کی تصویروں کو گو وہ نقش ہی کیوں نہ ہوں، اس لئے منع کیا کہ اہل عرب کو اصنام پرستی چھوڑے ہوئے بہت ہی کم زمانہ گزرا تھا اس بنا پر جملہ تصاویر منع کی گئیں، لیکن جب ممانعت ان کے دلوں میں خوب گھر کرگئی تو کپڑے میں جو نقش ہو تصویر ہو وہ ضرورۃً جائز کردی گئی، بس جو تصویریں محل عظمت میں نہ ہوں ان کو مباح کردیا، کیونکہ جاہل سے بھی یہ خطرہ نہیں ہے کہ جو چیز ذلیل سمجھی جائے اس کی وہ تعظیم کرے، ممانعت ان تصویروں میں باقی رہی جو محل عظمت میں ہوں۔

سوال نمبر ۶: ڈرامہ غیر اخلاقی مقاصد کے لئے بھی کیا جا سکتا ہے اور بہتر مقاصد کے لئے بھی، لیکن اس میں جو کچھ کہا جاتا ہے یا ڈرامہ میں شامل مختلف لوگوں کے درمیان جو رشتے ظاہر کئے جاتے ہیں وہ عام طور پر فرضی ہوتے ہیں، البتہ سامعین کو اس سے دھوکہ نہیں ہوتا اور وہ

بھی اس کی حقیقت سے آگاہ ہوتے ہیں، سوال یہ ہے کہ کیا بہتر کاموں کی ترغیب اور معاشرے کے مفاسد پر تنقید کے لئے ڈرامے اسٹیج کئے جاسکتے ہیں؟

جواب: اچھے کاموں کی ترغیب کے ساتھ ساتھ تفریح طبع کے لئے بھی ڈرامے اسٹیج کئے جاسکتے ہیں، اور اس کی مثال عہد نبوی میں ملتی ہے بلکہ حضور پاک ﷺ کا اسوہ موجود ہے، حضرت عائشہ صدیقہؓ راوی ہیں وہ فرماتی ہیں:

"والله لقد رأيت النبيﷺ يقوم على باب حجرتي والحبشة يلعبون بالحراب في المسجد ورسول اللهﷺ يسترني بردائه لأنظر إلى لعبهم بين أذنه وعاتقه ثم يقوم من أجلي حتى أكون أنا التي أنصرف فاقدروا قدرا لجارية الحديثة السن الحريصة على اللهو" (متفق علیہ مشکوۃ باب عشرۃ النساء وما لکل واحد من الحقوق ۲۸۰)۔

مذکورہ بالا حدیث کے اندر ہمارے لئے رہنمائی کا بہت سارا سامان موجود ہے، نمبر وار عرض کرتا ہوں:

۱- یہ حدیث ڈرامہ کے لئے جواز فراہم کرتی ہے اور فرضی رشتے کے اظہار پر دلیل فراہم کرتی ہے۔

۲- ایسے پروگرام دیکھنے اور پردے کے اہتمام کے ساتھ گھر کی عورتوں کو دکھانے کا بھی جواز فراہم ہوتا ہے۔

۳- ایسے پروگرام کافی دیر تک چلائے جاسکتے ہیں، اس لئے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی بات سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ کھیل کو دیکھنے کے شوقین ہونے کے باوجود اتنا دیکھیں کہ اکتا گئیں اور لوٹ گئیں، ظاہر بات ہے کہ شوقین آدمی اپنی مرغوب چیز سے دس بیس منٹ میں اکتا تا نہیں ہے، بلکہ گھنٹوں بعد ہی اکتائے گا۔

۴- حضرت عائشہ کا حکم ہے کہ اپنی کم سن عورتوں کو اس طرح کے کھیل تماشے دکھایا کرو، اس لئے کہ یہ کام تقوی کے منافی نہیں ہے، دیکھو آپ ﷺ نے میرے لئے کتنی زحمت گوارا کی

جبکہ آپ سے بڑا کوئی متقی نہیں ہوسکتا۔

۵-آپ کی موجودگی میں مسجد یا مسجد کے صحن میں ایسے پروگرام کا انعقاد اس بات پر سند جوازفراہم کرتا ہے کہ اس طرح کے فائدہ مند کھیل اور ڈرامے اسٹیج کرنا اس لہو ولعب میں شامل نہیں جس پر وعیدیں آئی ہیں۔

۶-صرف تفریح کے لئے بھی اس طرح کے پروگرام دیکھے جاسکتے ہیں، اس لئے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کا دیکھنا جنگی مہارت کے مقصد سے تو نہیں ہوسکتا بلکہ تفریح طبع کے لئے تھا، جس پر حدیث کے الفاظ بھی دلالت کرتے ہیں۔

نیز حضرت زاہر بن حرام والی حدیث کو بھی فرضی رشتہ کے اظہار پر دلیل بنایا جا سکتا ہے، کہ آپ علیہ السلام نے حضرت زاہر کو غلام بنادیا حالانکہ وہ آزاد تھے اور اس بات سے بھی واقف تھے۔

لہذا ان احادیث کی روشنی میں احقر کی رائے یہ ہے کہ بہتر کاموں کی ترغیب اور معاشرہ کے مفاسد پر تنقید کے لئے ڈرامے اسٹیج کئے جاسکتے ہیں۔

تفریح کے جائز وسائل اور شرعی ضوابط

مولانا محمد عفان منصورپوری ☆

۱ - الف - مزاح یعنی دل لگی، ہنسی مذاق، خوش طبعی شریعت کی رو سے جائز عمل ہے۔ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات اپنے رفقاء اور ازواج مطہرات کے ساتھ خوش طبعی فرمایا کرتے تھے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میرے چھوٹے بھائی نے ایک مینا پال رکھی تھی جس سے وہ کھیلا کرتے تھے اسکو عربی زبان میں "نُغیر" کہتے ہیں، اتفاق سے وہ مینا مرگئی تو حضور ﷺ نے مزاح فرمایا: "یا أبا عمیر ما فعل النغیر" (ترمذی شریف: ۴۸۴، بخاری شریف حدیث ۶۱۲۹)۔

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ایک صاحب خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ مجھے سواری عطا کیجئے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں اونٹنی کا بچہ دے سکتا ہوں، وہ صاحب پریشان ہوئے اور کہنے لگے میں اونٹنی کا بچہ لیکر کیا کرونگا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اونٹ بھی اونٹنی کا بچہ ہی ہوتا ہے۔ "عن أنس أن رجلا استحمل رسول اللہ ﷺ قال: إني حاملک علی ولد ناقة، فقال یا رسول اللہ! ما أصنع بولد الناقة، فقال رسول اللہ ﷺ: وھل تلد الإبل إلا النوق؟" (ترمذی شریف: ۴۸۴/ ۱۹۹۲)۔

ان احادیث سے ثابت ہوگیا کہ مزاح جائز ہے، لیکن یہ صرف تفریح اور سکون قلب کی حد تک جائز ہے، کثرت اور مداومت اس میں بھی ممنوع ہے، مداومت کا مطلب یہ ہے کہ دل ہمیشہ کھیل اور ہنسی میں لگا رہے، لہذا مزاح میں مبالغہ نہ ہونا چاہئے کیوں کہ اس سے ہنسی زیادہ آتی

☆ جامعہ اسلامیہ، جامع مسجد، امروہہ (یوپی)۔

ہے، زیادہ ہنسنے سے دل مردہ ہوجاتا ہے: ''وعن أبي هريرة في حديث طويل ولا تكثر الضحک فإن كثرة الضحک تميت القلب'' (ترمذی شریف ابواب الزہد ۲/ ۵۶)۔

شرائط مزاح: (۱) مزاح میں کوئی خلاف واقعہ بات شامل نہ ہو یعنی جھوٹ وغیرہ پر مشتمل نہ ہو ورنہ تو گناہ ہوگا، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں مزاح تو کرتا ہوں لیکن سچ کے علاوہ کچھ نہیں کہتا، قال رسول الله ﷺ: ''إني لأمزح ولا أقول إلا حقا'' (مجمع الزوائد ۸/ ۱۱۰)۔

۲- ایسا مزاح جو دوسروں کے لئے باعث تکلیف اور وجہ اذیت ہو جائز نہیں، حضور اکرم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے: ''عن ابن عباس عن النبي ﷺ: لا تمار أخاک ولا تمازحه'' (ترمذی شریف بیروت، ۳۸۴ حدیث/ ۱۹۹۵) حضرت عمر بن عبد العزیز نے فرمایا کہ: مزاح سے بچو، اس لئے کہ مزاح سے دلوں میں کینہ پیدا ہوتا ہے وہ برائی کی طرف لے جاتا ہے (احیاء العلوم ۳/ ۳۲۶)۔

بعض بزرگوں کی طرف اس قول کی نسبت کی گئی ہے کہ ہر چیز کا ایک ثمرہ ہے، مزاح کا ثمرہ عداوت ہے (احیاء العلوم ۳/ ۳۲۶)۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے مزاح سے متعلق تمام روایتوں کو سامنے رکھ کر اپنی تصنیف ''فتح الباری'' شرح بخاری میں تحریر فرمایا ہے کہ مزاح کی تین حیثیتیں ہیں: (۱) ناجائز (۲) مباح (۳) مستحب۔

ناجائز: مزاح میں اگر افراط یا مداومت ہو تو ناجائز ہے کیونکہ یہ چیز تفکر فی امور الدین، ذکر اللہ سے غفلت، قساوت قلبی، ایذا رسانی، بغض، کینہ، رعب و دبدبہ اور وقار کے زوال کا سبب بنتی ہے۔

مباح: اگر مزاح افراط اور مداومت سے پاک ہو تو مباح ہے۔

مستحب: اور اگر کسی کی دلداری، اسکو مانوس کرنا اور شریعت میں معتبر مصلحت پیش نظر ہو تو مستحب ہے۔

''فالجمع بينهما أن المنهي عنه ما فيه إفراط أو مداومة عليه، لما فيه

من الشغل عن ذكر الله والتفكر في مهمات الدين ويؤول كثيرا إلى قسوة القلب والإيذاء والحقد وسقوط المهابة والوقار، والذي يسلم من ذلك هو المباح، فإن صادف مصلحة مثل تطييب نفس المخاطب ومؤانسة فهو مستحب'' (فتح الباری ۱۰/۶۴۵ حدیث ۶۱۲۹)۔

ب-مزاحیہ پروگرام یا مشاعرے، اگرچہ ایک جانب طبیعت کو فرحت وسکون بخشتے ہیں جو کہ انسان کے تمام امور کی انجام دہی کے لئے معاون ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر طبیعت سے انبساط کی کیفیت رفع ہوجائے تو پھر انسان بڑے سے بڑے امر کو بھی ترک کردیتا ہے اور اسکو پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچا پاتا مگر پھر بھی اس کیفیت کے حصول کیلئے کئی کئی گھنٹوں اور پوری پوری راتوں پر مشتمل پروگراموں کے منعقد کرنے کی ضرورت نہیں، بلکہ اس مقصد کے حصول کے لئے چند لمحات بھی کافی ہیں، جبکہ موجودہ زمانے میں مزاحیہ پروگرام اور مشاعروں کا انعقاد اس کے برخلاف ہے، کیونکہ اس میں چند لمحات نہیں بلکہ رات کا معتد بہ حصہ گزرجاتا ہے۔نیز یہ بات بھی مشاہدہ سے ثابت ہے کہ اس طرح کے پروگراموں میں مصالح کم ہیں اور مفاسد زیادہ، مثلاً عورتوں اور مردوں کا بے جا اختلاط، اوقات کا ضیاع، نمازوں سے بے توجہی، موت سے غفلت اور باری تعالی کے سامنے جوابدہی کا احساس نہ ہونا وغیرہ۔اور جس چیز میں نقصان زیادہ ہو اور نفع کم ہو وہ نا جائز اور حرام ہوتی ہے، لہذا اس طرح کے پروگراموں کا انعقاد کرنا بھی نا جائز ہوگا، جیسا کہ قرآن کریم میں جوا اور شراب کی حرمت کے متعلق ارشاد ربانی ہے: وإثمهما أكبر من نفعهما'' (البقرة:۲۱۹)۔

ج-مزاحیہ کہانیاں لکھنے، انھیں پڑھنے، ایسی کتابوں کو شائع کرنے اور ان کی خرید و فروخت کرنے میں اگر نیت یہ ھیکہ ان سے زبان سیکھنا سہل ہوجائے تا کہ اس زبان میں تحریر کردہ کتب ورسائل سے استفادہ کیا جاسکے، علم وعمل، ایمان وتوحید کی دعوت کو اس زبان سے متعلق لوگوں تک پہنچانا آسان ہوجائے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کی انجام دہی ہوتی

رہے تو "الأمور بمقاصدها" کے تحت یہ امور جائز ہوں گے۔

لیکن اگر یہ مقصد نہ ہو، محض ہنسنا اور ہنسانا ہی پیش نظر ہو تو ظاہر سی بات ہے کہ یہ چیز مزاج شریعت کے خلاف ہوگی اور جو شخص اس کا داعی اور مروج ہوگا وہ اپنے دامن کو گناہوں سے نہیں بچا پائے گا۔

د-لطیفہ گوئی یا مزاح نویسی کو پیشہ بنالینا اور اس پر اجرت وصول کرنا ازروئے شرع درست نہیں ہے، اس لئے کہ ہنسی مذاق کو پیشہ بنانا کثرت کلام کے بغیر ممکن نہیں اور کثرت کلامی غلطیوں سے محفوظ نہیں ہوتی، یہ آپ ﷺ کی ہی شان تھی کہ خوش طبعی اور دل لگی کے مواقع پر بھی زبان سے کلمۂ حق ہی نکلتا، دوسرے لوگ خواہ وہ زہد وتقویٰ کے کتنے ہی اعلیٰ درجہ پر فائز کیوں نہ ہوں مذاق کے کوچہ میں پہنچنے کے بعد کذب سے اپنا دامن بچانے پر قادر نہیں رہتے ان کا مقصد لوگوں کو ہنسانا ہوتا ہے خواہ کسی بھی طرح ہو اور اسی کا نام پیشہ ہے۔خلاصہ یہ ہے کہ جھوٹ کا سہارا لئے بغیر ہنسی ودل لگی کو پیشہ بنانا ممکن نہیں ہے (مستفاد از احیاء العلوم ۳/۴۴۳)۔

ہ-مذکورہ بالا تفصیلات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ مزاح حصول نشاط کی حد تک جائز ہے، لیکن باقاعدہ اس کے لئے وقت کو فارغ کرکے ڈرامے لکھنا اور اس کے پروگرام ترتیب دینا جائز نہیں، کیونکہ اس میں ضیاع وقت کا پہلو غالب ہے، حالانکہ اسلام میں اس کی بڑی اہمیت ہے، بایں طور کہ وقت کا ضیاع عمر کا ضیاع ہے، اور اللہ تبارک وتعالیٰ قیامت کے دن جب تک پانچ چیزوں کے بارے میں سوال نہیں کرے گا، اس وقت تک قدم اپنی جگہ سے نہیں ہل سکتا، انہیں میں سے زندگی کے قیمتی اوقات بھی ہیں: "**عن ابن مسعودؓ عن النبی ﷺ قال: لا تزال قدما ابن آدم یوم القیامة من عند ربه حتی یسئل عن خمس عن عمره فیما أفناه وعن شبابه فیما أبلاه الخ**" (ترمذی شریف ابواب الزہد ۲/۶۷)۔

و-اس حقیقت سے انکار نہیں کہ تفریح اور دل لگی سے دل کو راحت ملتی ہے، بقول اطباء کے ہنسنا ہنسانا صحت کی برقراری کیلئے معاون فعل ہے، تفکرات کا بوجھ ہلکا ہوجاتا ہے، جیسا کہ اہل

مدارس کیلئے جمعہ کے دن کی چھٹی پورے ہفتہ کیلئے نشاط کا سبب ہوتی ہے، جس طرح تعطیل سے عمل میں مدد ملتی ہے، اسی طرح ہنسنے ہنسانے سے سکون میسر آتا ہے، اس لحاظ سے تو اس کے مباح ہونے میں کوئی کلام نہیں، لیکن باقاعدہ اس کے لئے گھنٹوں پر مشتمل پروگرام بنانا، اور دیر تک ہنسنے کی کوشش کرنا، بتکلف قہقہہ لگانا درست نہیں، جس طرح دوا کی زیادتی مریض کو صحت نہیں دے سکتی بلکہ بسا اوقات زیادتی مرض کا سبب بن جاتی ہے، ایسے ہی ہنسی کی کثرت سے بھی بجائے فرحت وانبساط کے دل مردہ ہوجاتا ہے، اسلئے ہر چیز میں میانہ روی ہی شریعت میں مطلوب ہے **قال النبی ﷺ فی حدیث طویل: ''ولا تکثر الضحک، فإن کثرة الضحک تمیت القلب''** (ترمذی شریف ۵۶/۲)، قرآن کریم میں ہے: **''فلیضحکوا قلیلا ولیبکوا کثیرا''** (التوبہ: ۸۲)۔

۲-الف- اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو ایک مقصد کے تحت دنیا میں بھیجا ہے، جو چیز بھی اس میں مخل ہو اس سے اجتناب ضروری ہے۔ تفریح طبع کے لئے فرصت کے لمحات میں کھیلنا کودنا جو فرائض وواجبات سے غافل نہ کرے، شریعت کی نظر میں مباح ہی نہیں بلکہ بعض حالات میں مستحسن بھی ہوں گے لیکن حدود شرع کا خیال رکھنا ضروری ہے مثلاً:

۱- ایسا کھیل ہو جو مختصر وقت میں پورا کیا جا سکے، جیسے فٹبال، والی بال، ایسا طویل الوقت کھیل نہ ہو جو آدمی کو شرعی فرائض اور اپنی متعلقہ ذمہ داریوں سے غافل کردے جیسے شطرنج، تاش اور لوڈو وغیرہ۔

۲- ایسا کھیل نہ ہو جو اپنے یا دوسروں کیلئے ایذا رسانی کا باعث ہو، اور جس سے جسم کو شدید نقصان پہنچنے کا امکان ہو، جیسے فری اسٹائل کشتی اور باکسنگ وغیرہ، ایسے کھیل بھی جائز نہیں ہیں۔

۳- مردوں کے لئے زنانہ کھیل جیسے گڑیا گڈے کا کھیل اور عورتوں کے لئے مردانہ کھیل جیسے کشتی، کبڈی وغیرہ درست نہیں، کیونکہ حضور ﷺ نے عورتوں کو مردوں اور مردوں کو عورتوں

کی مشابہت اختیار کرنے سے سختی سے منع فرمایا ہے: "قال النبی ﷺ: لعن اللہ المتشبهين من الرجال بالنساء و المتشبهات من النساء بالرجال" (مشکوۃ شریف ۳۸۰)۔

۴- کھیل کود خواہ کوئی سے بھی ہوں اگر ان میں جوا ہے تو ناجائز ہیں، کیونکہ جوا حرام ہے: "یا أیها الذین آمنوا إنما الخمر و المیسر والأنصاب و الأزلام رجس من عمل الشیطن" (المائدۃ ۹۰)۔

۵- ایسے کھیل جن سے جسمانی ریاضت ہوتی ہو، جو صحت انسانی کیلئے مفید ہوں اور جن سے انسان کے اندر قوت مدافعت بہم پہنچتی ہو مستحب ہیں اور اسلام ایسے کھیل کی حوصلہ افزائی کرتا ہے (قاموس الفقہ ۴/ ۵۸۴)۔

ب- مذکورہ اصولوں سے یہ معلوم ہوگیا کہ کھیل کود مطلقاً حرام و ناجائز نہیں ہیں، بلکہ شرعی حدود کی پاسداری کرتے ہوئے تفریح طبع کے لئے بعض کھیل جائز ہیں۔ شرعی حدود میں سے ایک اہم رکن ستر عورت ہے، لیکن فی زمانا کھیل کود کے دوران عموماً کھلاڑی اس کا خیال نہیں کرتے، بلکہ اسکوفیشن کے خلاف اور رفتار زمانہ کے مخالف تصور کرتے ہیں، جب کہ شریعت میں کشف عورت حرام ہے: "و إذا کان الستر فرضاً کان الانکشاف مانعا" (بدائع ۱/ ۳۰۶)۔

لہذا کھیلنے والوں کیلئے ضروری ہے کہ کھیل کے دوران بھی ایسا لباس اختیار کریں جو ساتر بدن ہو، یعنی مرد ہو تو ناف سے گھٹنے تک کا حصہ چھپا ہوا ہو اور خواتین مردوں کے درمیان نہ کھیلیں، اس لئے کہ ان کی تو ہر چیز ستر ہے، البتہ خواتین کے لئے خواتین کے سامنے پردہ کی وہی حدود ہیں جو مردوں کیلئے ہیں یعنی ناف سے گھٹنے تک کا حصہ چھپا ہوا ہو، اس کی رعایت کے بغیر کھیلنا حرام ہے (قاموس الفقہ ۱/ ۵۸۷)۔

وینظر الرجل من الرجل سوی ما بین سرته إلی ما تحت رکبتیه وتنظر المرأة المسلمة من المرأة کالرجل من الرجل (درمختار ۲/ ۲۴۱ کتاب الحظر والاباحۃ)۔

ج- فی زمانا کھیل آلۂ تفریح سے نکل کر آلۂ معاش کی شکل اختیار کر چکا ہے اور وسیع

پیمانہ پر کھیلوں کا دور دورہ ہے، اور ان میں اتنی انواع واقسام ہوگئیں ہیں کہ ہر ایک کو شمار کرنا ، اور ان کے بارے میں جائز وناجائز، مباح ومستحب ہونے کا حکم لگانا بہت ہی دشوار امر ہے، کتب احادیث میں معدود چند کھیلوں کے متعلق صراحۃً مباح ومستحب ہونے کا حکم ملتا ہے، مثلاً تیراندازی کرنا، گھوڑا سدھانا، بیوی کے ساتھ کھیلنا "كل شئي يلهو به الرجل باطل إلا رميه وتأديبه فرسه وملاعبته امرأته فإنهن من الحق" (مشکوۃ شریف۔باب اعدادالجہاد)۔ ایسے دوڑ لگانا جیسے حضور اکرم ﷺ نے حضرت عائشہ کے ساتھ دوڑ فرمائی ہے۔حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ پہلے میں حضور ﷺ سے بڑھ گئی، جب میرا بدن بھاری ہوگیا تو آپ ﷺ مجھ پر سبقت لے گئے، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ اس کا بدلہ ہوگیا "هذه بتلك السبقة" (ابوداؤد شریف۔بحوالہ قاموس الفقہ ۴/ ۵۸۸)۔

بہر حال مروجہ کھیلوں میں سے چند کا حکم احادیث میں ملتا ہے، بعض کے جواز اور بعض کے عدم جواز پر کتب فقہ میں اشارہ ملتا ہے، البتہ تمام کی تحدید نہیں ہے، لہذا کھیلوں کے جواز وعدم جواز کے سلسلہ میں ایک ضابطہ ذہن نشین کرلینا ضروری ہے تاکہ ہر ایک پر حکم لگانا سہل ہوجائے۔

شیخ الاسلام حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب "تکملہ فتح الملہم" میں تحریر فرماتے ہیں: ہر وہ کھیل جس کی دینی یا دنیاوی اعتبار سے صحیح اور مفید غرض نہ ہو تو وہ کھیل حرام یا مکروہ تحریمی ہے، یہ علماء امت کا متفقہ فیصلہ ہے اور اگر دینی یا دنیاوی مفاد اس سے وابستہ ہے، لیکن شریعت میں اس کے متعلق نہی وارد ہوئی ہے تو وہ بھی حرام اور مکروہ تحریمی ہی رہے گا۔جیسے "نردشیر" یہ بھی متفق علیہ فیصلہ ہے، البتہ بعض کھیل ایسے ہیں جن میں نہی متکلم فیہ ہے کہ بعض علماء کے نزدیک ان کے متعلق نہی کا ثبوت ہوگیا تو انہوں نے ان کو ناجائز کہ دیا ہے اور جن کے نزدیک نہی ثابت نہیں ہوئی انہوں نے اس کو جائز قرار دے دیا، جیسے شطرنج چنانچہ احناف اور عام فقہاء نے اس کو مکروہ کہا۔ ابن مسیّب، ابن مغفل اور فی روایۃ امام شافعی نے اس کو مباح قرار دیا۔بہر حال جن کھیلوں کے متعلق شارع کی جانب سے کوئی نہی وارد نہیں ہوئی اور اس میں لوگوں کے لئے کوئی

مصلحت اور مفاد وابستہ ہو تو فقہی نقطۂ نظر سے ایسے کھیل دو طرح کے ہیں:

۱- مشاہدہ اور تجربہ سے ان کے متعلق یہ بات ثابت ہوگئی کہ انکا نقصان نفع سے زیادہ بڑھا ہوا ہے اور اس کے مفاسد خوبیوں سے زیادہ ہیں، نیز وہ مساجد، ذکر اللہ اور نماز سے دوری کا سبب ہیں تو وہ کھیل بھی حرام اور مکروہ ہوں گے۔

۲- اور جن کھیلوں میں یہ مفاسد نہیں تو اگر ان کو محض کھیل کی حیثیت سے کھیلا جائے تو وہ بھی مکروہ ہوں گے اور اگر حصول مصلحت اور منفعت پیش نظر ہو تو مباح ہے بلکہ کبھی کبھی مستحب یا اس سے بھی ایک درجہ اوپر پہنچ جاتے ہیں۔

خلاصہ یہ نکلا کہ ریاضت اذھان وابدان کے مقصد سے کھیل کھیلا جائے تو وہ فی نفسہ جائز ہے، جب تک کہ کسی دوسری معصیت پر مشتمل نہ ہو اور اس میں انہماک دینی و دنیاوی واجبات کی ادائیگی میں مخل نہ ہو۔

د- کھیل کی ہار یا جیت میں اگر پیسے کی شرط ایک جانب سے ہو تو جائز ہے اور اگر جانبین سے ہو تو ناجائز ہے، یعنی جو جیتے گا دوسرا اس کو مشروط رقم دے گا، "حل الجعل إن شرط المال في المسابقه من جانب واحد وحرم لو شرط من الجانبين" (درمختار ۴/۲۴۹ کتاب الحظر والاباحہ)، کیونکہ اس صورت میں یہ جوا ہو جائے گا اور جوئے کی حرمت قرآن میں صراحۃً مذکور ہے۔

ھ- اسلام میں وقت کی بڑی اہمیت ہے اور وہ اپنے ماننے والوں کو وقت کی قدر دانی کی ترغیب دیتا ہے، لہذا وہ کھیل جس میں کوئی مفاد نہ ہو، البتہ وقت ضائع ہوتا ہو ایسا کھیل کھیلنا اور دیکھنا دونوں ہی درست نہیں "من حسن إسلام المرء تركه ما لا يعنيه" (مشکوۃ ۴۱۳)۔

و- کھیل کود کے سلسلے میں یہ بات ذہن نشیں رہنی چاہئے کہ اگر ایسا کھیل ہے جسکو دیکھنے سے فائدہ ہو یعنی سیکھنا مقصود ہے اور پھر وہ کھیل بھی ایسا ہے کہ جس سے دینی یا دنیاوی مفاد وابستہ ہو تو اسکو ٹکٹ لیکر دیکھنے کی اجازت ہوگی، لیکن لہو ولعب اور موج ومستی کی حیثیت سے دیکھنا درست

نہیں اور ٹکٹ لینا تو بدرجۂ اولی درست نہیں کیونکہ یہ فضول خرچی ہے، اور فضول خرچی کی شریعت میں ممانعت وارد ہوئی ہے، "إن المبذرين كانوا إخوان الشياطين" (بنی اسرائیل: ۲۷)۔

۳- الف -شریعت مطہرہ میں اگر چہ سیر و سیاحت کا جواز ملتا ہے، مثلاً اللہ عز وجل فرماتے ہیں: "سيروا في الأرض فانظروا" (الانعام: ۱۱)، نشاط طبع اور زوال کسل وملال کے لئے سیر وتفریح جائز بھی ہے بلکہ امر مستحسن ہے جس کا حکم تفصیلات سے معلوم ہوگیا، مگر تفریح کے لئے سفر کرنا اور ایک ملک سے دوسرے ملک جانا ہی ضروری نہیں، بلکہ تفریح اپنے مقام پر رہتے ہوئے بھی ہوسکتی ہے۔ مفسرین کرام مذکورہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: کسی بھی طرح کی منفعت کے حصول کی نیت کے بغیر سیر وسیاحت جائز نہیں ہے، البتہ اگر منفعت مقصود ہو تو جائز ہے۔ تفسیر "کشاف" میں ہے: "فمعناه إباحة السير في الأرض للتجارة وغيرها من المنافع" (تفسیر کشاف ۲/ ۸، تفسیر مظہری ۳/ ۲۱۹)۔

ب-سفر خواہ کوئی بھی ہو (با مقصد ہو یا بے مقصد) اس میں اس بات کا خیال رکھنا نہایت ہی ضروری ہے کہ وہ سفر خطرات سے پر امن ہے یا نہیں، جان و مال اور عزت وآبرو کا تحفظ ممکن ہے یا نہیں، تو اگر کسی جگہ ان کے عدم تحفظ کا خدشہ ہو تو ایسے مقامات کے لئے نہ تو خود ہی سفر کرے اور نہ ہی اپنے بیوی بچوں کو ساتھ لے جائے، کیونکہ اسلام میں ان کا تحفظ نہایت ہی ضروری ہے، چنانچہ تحفظ عصمت کے لئے حضرت یوسف علیہ الصلاۃ والسلام کی سعی کسی پر مخفی نہیں اور قرآن کریم میں اللہ عز وجل فرماتے ہیں کہ اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو، "ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة" (البقرہ: ۱۹۵)۔

ج -اگر کسی جگہ غیر شرعی باتیں پائی جاتی ہوں، مثلاً عورتوں اور مردوں کا اختلاط، بے پردگی، تو ایک مومن کا فریضہ یہ ہے کہ ان کو ختم کرنے کی کوشش کرے، خواہ وہ ہاتھ سے ہو یا زبان کے ذریعہ ہو، لیکن اگر ختم نہیں کرسکتا تو کم از کم دل سے برا سمجھے اور سوال مذکور میں برا سمجھنے کی کم سے کم مقدار یہی ہوگی کہ وہاں نہ جائے، ان کے ساتھ شریک نہ ہو، ایک حدیث میں نبی کریم

ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: "من رأى منكم منكرا فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه و ذلك أضعف الإيمان" (ترمذی شریف ۲/۴۰)۔

البتہ سواری کرایہ پر لگانا، اشیاء خورد ونوش کی دکان لگانا، چونکہ یہ اسکا ذریعہ معاش ہے، اور فی نفسہ شرعی نقطۂ نظر سے اس میں کوئی قباحت نہیں ہے تو وہ شخص غیر شرعی باتوں سے احتراز کرتے ہوئے یہ کام کرسکتا ہے، کیونکہ ہر آدمی اپنے کئے کا خود ذمہ دار ہے، اللہ عزوجل فرماتے ہیں کوئی شخص دوسرے کے گناہوں کا متحمل نہیں ہوگا، "ولا تزر وازرة وزر أخرى" (سورۃ الزمر: ۷)۔

البتہ جہاں غیر شرعی باتوں کا دور دورہ ہو، عیاشی وفحاشی کے اڈے بنے ہوئے ہوں، سرعام شراب نوشی اور زنا کاری ہوتی ہو، جیسے بعض ساحلی علاقے، تو وہاں احتیاط اولی ہے، کیونکہ اس میں ایک گونہ معاونت علی الاثم ہے اور اللہ تعالی فرماتے ہیں: "ولا تعاونوا على الإثم والعدوان" (سورۂ مائدہ: ۲)۔

ھ-ٹور پر لے جانے کیلئے مختلف تجارتی کمپنیاں قائم کرنا جائز ہے، جبکہ نیت درست ہو، حلال کمائی مقصود ہو۔

اس کا مقصد غیر شرعی کاموں میں معاونت نہ ہو اور حرام کاموں پر مشتمل سہولیات فراہم نہ کی جاتی ہوں، اب اگر وہ لوگ (سیاح) اسکو جائز کام کے لئے استعمال کرتے ہیں تو وہ اپنے فعل کے خود ذمہ دار ہوں گے اور قائم کرنے والوں پر اسکا گناہ نہیں اور نہ ہی یہ کمائی حرام ہوگی: "من عمل صالحاً فلنفسه ومن أساء فعليها" (حم سجدہ: ۴۶)، وإذا استاجر الذمي من المسلم داراً ليسكنها فلا بأس بذلك وإن شرب فيها الخمر، أو عبد فيه الصليب أو أدخل الخنازير لم يلحق المسلم في ذلك بأس لأن المسلم لا يؤاجرها لذلك وإنما أجرها لسكنى" (ہندیہ ۴/۵۰۴ الفصل الرابع فی فساد الاجارہ)۔

۴-فلم اصل میں تصویر کشی یا عکس بندی کا نام ہے اور حدیث میں تصویر بنانے کی مذمت آئی ہے: "عن عبد الله بن مسعودؓ قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول:

''أشد الناس عذابا عند الله المصورون'' (مشکوۃ ۲/ ۳۸۵ باب التصاویر)۔

البتہ اگر تصویر غیر ذی روح کی ہو تو اس کی اجازت ہے، ''سعید بن الحسن فی حدیث طویل: ویحک أن أبیت أن لا تصنع فعلیک بھذا الشجر وکل شیئ لیس فیہ روح'' (مشکوۃ/ ۳۸۶)۔

ان دونوں حدیثوں کی روشنی میں یہ بات واضح ہوگئی کہ تعلیمی اور تاریخی فلموں میں اگر غیر ذی روح کی تصویر کا سہارا لیا جائے تو کوئی حرج نہیں، لیکن اگر ذی روح کی تصاویر پر مشتمل فلم سازی کی گئی تو وہ حرام اور ناجائز ہے، البتہ اگر دعوت وتعلیم کے لئے دیگر ذرائع اختیار کرنا دشوار ہوجائیں تو ضرورۃً اسکی بھی گنجائش ہوسکتی ہے، ''الضرورات تبیح المحظورات'' (الاشباہ/ ۱۳۸) لیکن کچھ شرائط کی پاسداری کرنا ضروری ہے۔ مثلاً ناچ، گانا بجانا، لہو ولعب، مردوں اور عورتوں کا اختلاط، کھلے چہروں اور بازؤں کی نمائش نہ ہو، اجرد وامرد کی شمولیت نہ ہو، کیونکہ ان کے حرام ہونے میں کوئی کلام نہیں ان کی حرمت نصوص سے ثابت ہے، اور ضرورت کا اعتبار غیر منصوص مسائل میں ہوتا ہے۔ اگر مواضع نص میں حاجت نص کے متصادم ہو، تو اسکا اعتبار نہ ہوگا۔ '' الاشباہ والنظائر'' میں ہے: المشقة والحرج انما یعتبر فی موضع لا نص فیہ إما مع النص بخلافہ فلا (الاشباہ والنظائر/ ۱۳۸)، البتہ احتیاط اسی میں ہے کہ ''سد الذرائع'' اس کو اختیار نہ کیا جائے، کیونکہ اگر اس میں نفع ہے تو اس کے ساتھ ساتھ نقصان زیادہ ہے، اور ہر وہ چیز جس میں نفع ہو اسکا حلال ہونا ضروری نہیں، جیسا کہ جوا اور شراب کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہے حالانکہ اللہ عز وجل نے خود فرمایا: کہ اس میں نقصان کے ساتھ ساتھ نفع بھی ہے، اور اسکا نقصان نفع سے زیادہ ہے، اور یہی چیز اس میں بھی ہے، لہذا عدم جواز ہی میں احتیاط ہے: ''یسئلونک عن الخمر والمیسر قل فیھما إثم کبیر ومنافع للناس وإثمھما أکبر من نفعھما'' (البقرۃ: ۲۱۹)۔

۵-کارٹون کے سلسلہ میں یہ بات پیش نظر رہنی چاہئے کہ جن کارٹونوں کے سر موجود

ہوں، اگر چہ ان کے چہروں کے خد وخال ظاہر نہ ہو رہے ہوں وہ شرعاً تصویر کے دائرہ میں داخل ہیں، انکا بنانا اور ان کو ذریعۂ آمدنی کے طور پر اختیار کرنا جائز نہیں ہے، نیز عام تصویر کے مقابلہ میں اس میں اور بھی زیادہ برائی ہے، کیونکہ اس میں ایک آدمی کی صورت بگاڑ کر اس کی توہین وتذلیل کی جاتی ہے، اور قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے صراحۃً اس سے منع فرمایا ہے، **وقيد بالرأس لأنه لا اعتبار بإزالة الحاجبين أو العينين** (شامی زکریا ۲/ ۴۱۸)۔

۶-بہتر کاموں کی ترغیب، سچے تاریخی واقعات کی منظر کشی اور معاشرہ میں پنپنے والی غیر اسلامی رسوم ورواج پر تنقید کرنے کے لئے اگر کوئی ایسا مکالمہ یا ڈرامہ اسٹیج کیا جائے، جس میں اسلامی وضع سے انحراف، احکام شریعت کا استہزاء اور شعائر اسلامیہ کا تمسخر جیسے مفاسد اور خرابیاں لازم نہ آتی ہوں تو اس میں کوئی حرج نہیں، ہاں اگر مکالمات اور ڈراموں میں غیروں کی نقالی اور ان کے کردار کو پیش کرنے میں مضحکہ خیز صورت اختیار کر لی جائے جس سے مضمون اور پیغام کی اصل روح فوت ہو جائے تو یہ **مفضي إلى المعصية** ہونے کی وجہ سے جائز نہ ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

تفریح- اس کے جائز وسائل اور شرعی ضوابط

مولانا محمد رمضان علی ☆

جواب (۱)

(الف)۔ کیا شریعت میں مزاح جائز ہے، اور جائز ہے تو اس کی حدود کیا ہیں؟

مزاح کی لغوی تعریف:

المزاح بالضم فی اللغة اسم من مزح یمزح، والمزح المداعبة والمزاح با لکسر مصدر مازحه وهما متمازحان (لسان العرب، بحوالہ موسوعہ)۔

وفی الاصطلاح المزاح بالضم المبا سط الی الغیر علی وجه التلطف والاستعطاف دون اذیة (قواعد الفقہ للبرکتی، بحوالہ موسوعہ)۔

دراصل مزاح کا مفہوم ومقصد خوش کلامی، دلداری، مخاطب کو مانوس کرنا، بے تکلفی کا اظہار اور ہنسنا ہنسانا ہوتا ہے۔مخاطب کی ایذاءرسانی اور دوسروں کے سامنے اس کی توہین مقصد نہیں ہوتا، اگر ایذاءرسانی مقصد ہوتو وہ مزاح نہیں بلکہ استہزاء ہے جو قطعا ناجائز ہے المزاح انبساط مع الغیر من غیر ایذاء فان بلغ الایذاء یکون سخریة (مرقات، باب المزاح ۹/۱۷۱، مکتبہ اشرفیہ)۔

مرقات میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مزاح سے منع فرمایا: اعلم أنه ورد عنه

☆ استاذ شعبہ عربی، خانقاہ مجیبیہ، پھلواری شریف پٹنہ۔

ﷺ لا تمار أخاک ولا تمازحه وأخرجه الترمذی فی جامعه من حدیث ابن عباس وقال: هذا حدیث غریب لا نعرفه إلا من هذا الوجه وقال الجزری: إسناده جید (مرقات، باب المزاح ۹/۱۷۱، مکتبہ اشرفیہ)۔

(جان لو کہ رسول اللہ ﷺ سے وارد ہے کہ اپنے بھائی کے ساتھ جھگڑا مت کرو اور اس سے مزاح مت کرو، اس حدیث کی تخریج امام ترمذی نے اپنے جامع میں ابن عباس سے کی ہے اور فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے اس کو ہم صرف اسی صورت سے جانتے ہیں اور الجزری نے فرمایا کہ اس حدیث کی اسناد جید ہے)۔

اس حدیث کی رو سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ مزاح جائز نہیں ہے، لیکن دوسری احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ خود مزاح فرمایا کرتے تھے چنانچہ مندرجہ ذیل حدیث اس پر شاہد ہے:

عن أنس بن مالک قال کان النبی ﷺ قال: یا ذا الأذنین قال محمود قال أبو أسامة یعنی یمازحه (شمائل ترمذی، باب ما جاء فی صفۃ مزاح النبی ﷺ، ۱۵)۔

(حضرت أنس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ ذا الاذنین (دو کان والے) فرمایا کرتے تھے محمود نے فرمایا کہ ابو اسامہ نے فرمایا یعنی ان سے مزاح فرمایا کرتے تھے)۔

امام نووی نے ان دونوں حدیثوں میں تطبیق کی صورت نکالی ہے:

قال النووی اعلم ان المزاح المنهی عنه هو الذی فیه افراط و یداوم علیه فانه یورث الضحک و قسوة القلب ویشغل عن ذکر الله والفکر فی مهمات الدین ویؤول فی کثیر من الأوقات إلی الایذاء ویورث الاحقاد ویسقط المهابة والوقار فاما ما سلم من هذه الامور فهو المباح الذی کان رسول الله ﷺ یفعله علی الندرة لمصلحة تطییب نفس المخاطب وموانسته وهو سنة مستحبة فاعلم هذا فإنه مما یعظم الاحتیاج إلیه (مرقات، باب المزاح ۹/۱۷۱ مکتبہ رشیدیہ دیوبند)۔

امام نووی کے مذکورہ بالا قول سے معلوم ہوا کہ جو مزاح نماز وذکر اللہ سے غافل کردے اور اس میں کوئی گناہ کی بات پائی جائے تو نا جائز ہے اور جس مزاح میں یہ باتیں نہ پائی جائیں تو وہ جائز ہے جیسا کہ امام نووی نے شرح مسلم میں فرمایا:

وفي هذا الحديث فوائد كثيرة جدا ...وجواز المزاح فيما ليس اثما (شرح مسلم للنووی ۲؍ ۲۱۰) (جس میں گناہ نہ ہو وہ مزاح جائز ہے)۔

قال البركوي والخادمي: شرط المزاح قولا أو فعلا أن لا يكون فيه كذب و لا روع مسلم وإلا فيحرم (بریقہ محمودیۃ فی شرح طریقہ محمدیۃ ۴؍ ۱۷۱، بحوالہ موسوعہ)۔

(برکوی اور خادمی نے کہا کہ مزاح کی شرط یہ ہے کہ اس میں جھوٹ نہ ہو اور کسی مسلم کو پریشان کرنا نہ ہو، چاہے وہ مزاح قولا ہو یا فعل کے اعتبار سے ہو اور اگر ایسا نہ ہو تو وہ حرام ہے)۔

ولابأس بالمزاح بعد أن لا يتكلم الإنسان فيه بكلام يأثم به أو يقصد به إضحاك جلسائه (ہندیہ ۵؍ ۳۵۲)۔

(اگر کوئی مسلمان مزاح کے لئے جھوٹ بولتا ہے۔ جھوٹی باتیں کر کے مخاطب کو ہنساتا ہے تو ایسا مزاح ہرگز جائز نہیں ہے)۔

خلاصۂ کلام:

ان تمام باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ جو مزاح جھوٹ پر مشتمل ہو، نماز اور ذکر اللہ، اور دین کے اہم کاموں سے غافل کردے تو وہ جائز نہیں ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو وہ جائز ہے۔

ب- مزاحیہ پروگراموں کا منعقد کرنا جو کئی گھنٹوں پر مشتمل ہو، یا مزاحیہ مشاعرہ منعقد کرنا کیا جائز ہوگا؟

احادیث مبارکہ اور حضرات سلف کی کتابوں کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین یا سلف صالحین نے کبھی بھی صرف مزاح ہی کے لئے کوئی پروگرام منعقد نہیں کیا، البتہ حدیث پاک سے یہ بات ثابت ہے کہ حضور ﷺ فجر

کی نماز کے بعد سورج طلوع ہونے تک صحابہ کرام کی طرف رخ کر کے مصلی پر بیٹھ جاتے پھر صحابہ کرام سے گفتگو ہوتی حتی کہ زمانہ جاہلیت کی باتیں بھی سامنے آتیں جن کو سن کر صحابہ کرام ہنستے تھے اور حضور علیہ السلام تبسم فرماتے تھے چنانچہ مسلم میں ہے:

عن سماک بن حرب قال قلت لجابر بن سمرة أكنت تجالس رسول الله ﷺ؟ قال: نعم كثيرا كان لا يقوم من مصلاه الذی يصلی فيه الصبح أو الغداة حتى تطلع الشمس فإذا طلعت قام وكانوا يتحدثون فيأخذون فی أمر الجاهلية فيضحكون ويتبسم (مسلم ۱/۲۳۵، مکتبہ اصح المطابع)۔

(حضرت سماک بن حرب سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے جابر بن سمرہ سے کہا کہ کیا تم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھتے تھے تو انہوں نے کہا کہ ہاں! اکثر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھتا تھا۔ حضور ﷺ جس مصلی پر صبح کی نماز ادا فرماتے تھے وہاں سے نہیں اٹھتے تھے حتی کہ سورج طلوع ہوجاتا تھا۔ جب سورج طلوع ہوتا تب آپ وہاں سے اٹھتے اور وہ حضرات (صحابہ کرام اور رسول اللہ ﷺ) گفتگو کرتے یہاں تک کہ زمانہ جاہلیت کی باتیں بھی کرتے تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہنستے اور رسول اللہ علیہ السلام تبسم فرماتے)۔

''جزء الف'' سے جب یہ معلوم ہوگیا کہ شریعت میں مزاح جائز ہے تو ایسا مزاحیہ پروگرام یا مزاحیہ مشاعرہ منعقد کرنا جو دماغ میں تازگی اور طبیعت میں چستی پیدا کرے تاکہ درس و تدریس یا دوسرے جائز امور میں اس سے مدد ملے تو ایسے پروگرام چند شرطوں کے ساتھ (جو آگے آرہی ہیں) منعقد کرنا جائز ہوگا حضرت ملا علی قاری رحمہ الباری نے تفریح طبع اور دماغ کو تازگی بخشنے کے لئے سماع کو بھی جائز قرار دیا ہے جب کہ وہ آلات محرمہ سے نہ ہو۔ ظاہر ہے کہ سماع کے لئے ابتداءً پروگرام منعقد کیا جاتا ہے، ایسا نہیں ہے کہ کوئی دینی بات چل رہی ہو اور بیچ بیچ میں کبھی کبھی سماع ہو۔

وفی معناها كل ما يعين على الحق من العلم والعمل إذا كان من

الأمور المباحة كالمسابقة بالرجل والخيل والإبل والتمشية للتنزه على قصد تقوية البدن وتطرية الدماغ ومنها السماع إذا لم يكن بالآلات المطربة المحرمة (مرقات، باب اعداد آلة الجہاد ۷/ ۳۱۸، مکتبہ اشرفیہ)۔

(یعنی حدیث پاک كل شي يلهو به الرجل باطل إلا رميه بقوسه وتاديبه فرسه وملاعبته امرأته فإنهن من الحق، میں جن تین باتوں کا استثناء کیا گیا ہے، اس میں ہر وہ عمل (لہو وغیرہ) بھی داخل ہے جو حق یعنی علم و عمل کے واسطے مددگار و مفید ہو بشرطیکہ امور مباحہ میں سے ہو (یعنی کسی معصیت پر مشتمل نہ ہو) مثلاً اونٹ اور گھوڑ دوڑ اور مثلاً جسمانی صحت قوت اور دماغی تازگی کے لئے سیر و تفریح اور چہل قدمی کرنا اور اسی طرح سماع جب کہ وہ آلات محرمہ سے نہ ہو)۔

ملا علی قاری رحمہ الباری کے اس قول سے یہ ثابت ہوا کہ جب انسان تعلیم و تعلم کے مشاغل اور دوسرے امور کے مشاغل میں تھک جائے تو تفریح طبع اور دماغی تازگی کے لئے مزاحیہ پروگرام اور مزاحیہ مشاعرہ منعقد کرنا جائز ہے تاکہ حصول علم وغیرہ میں مدد ملے۔ نیز ایک حدیث میں ارشاد ہے:۔ روحوا القلوب ساعة فساعة اخرجه ابو داؤد في مراسيله عن ابن شهاب مرسلا (بحوالہ معارف القرآن ۷/ ۴۴) (تم اپنے قلوب کو کبھی کبھی آرام دیا کرو)۔

انعقاد کی شرطیں: لیکن مزاحیہ پروگرام اور مزاحیہ مشاعرہ کا منعقد کرنا اسی وقت جائز ہوگا جب کہ وہ محض مشغلہ کے طور پر نہ ہو اور اس میں اس قدر انہماک نہ ہو کہ ضروری کاموں سے بھی غفلت ہو جائے بلکہ اس کا مقصد دماغ میں تازگی، طبیعت میں نشاط پیدا کرنا ہو یعنی سستی اور تکان دور کرنے اور تفریح طبع کے لئے بقدر حاجت مزاحیہ پروگرام کا منعقد کرنا جائز ہوگا۔

ج ۔مزاحیہ کہانیاں لکھنا، انہیں پڑھنا اور ایسی کہانیوں پر مبنی کتابوں کو شائع کرنا، نیز ان کی خرید فروخت کرنا شرعی نقطۂ نظر سے کیسا عمل ہے؟

زمانہ قدیم میں کہانیاں لکھنے کا رواج نہیں تھا، اس لئے علمائے کرام کی کتابوں میں اس

کے متعلق کوئی تشفی بخش تحریر نہیں ملتی البتہ موجودہ زمانہ میں مزاحیہ کہانیاں لکھنے کا رواج عروج پر ہے، مزاحیہ کہانیاں نثر ونظم دونوں میں ملتی ہیں ۔مزاحیہ کہانیاں لکھنے کا مقصد کبھی قارئین کو ہنسانا ہوتا ہے اور سماج کی برائیوں پر ضرب لگانا ہوتا ہے جیسے کہ اکبرالہ آبادی کا یہ شعر:۔

ہوئے اس قدر مہذب کبھی گھر کا منہ نہ دیکھا کٹی عمر ہوٹلوں میں مرے اسپتال جا کر

اس شعر کے ذریعہ ان لوگوں پر ضرب لگائی گئی ہے جو اپنے آپ کو تہذیب یافتہ کہتے ہیں حالانکہ وہ لوگ ماں باپ کی عظیم تربیت سے محروم ہوتے ہیں ۔

اگر اسی طرح کوئی کہانیاں لکھتا ہے جس میں کوئی غیر اخلاقی اور غیر شرعی بات نہ ہو اور لکھنے والے کا مقصد قارئین کے ذہنی تناؤ کو دور کر کے ان کو دماغی تازگی فراہم کرانا ہو کہ وہ اپنے جائز امور کو بخوبی انجام دے سکیں تو بلاشبہ ایسی کہانیوں کا لکھنا، ان کا شائع کرنا نیز ان کی خرید و فروخت کرنا جائز ہوگا۔

وعلم من هذا انه لا يكره بيع ما لم تقم المعصية به كبيع الجارية المغنيةو الكبش النطوح والحمامة الطيارة والعصيرو الخشب ممن يتخذ منه المعازف (ردالمحتار کتاب الحظر فصل فی البیع ۹/ ۵۶۱۔مکتبۃ زکریا)۔

اور اگر ان کہانیوں میں غیر شرعی اور غیر اخلاقی باتیں ہوں اور ان کہانیوں کے ذریعہ کسی خاص انسان کو ایذاء پہنچانا ہو، یا ان کہانیوں کو لکھنے کا مقصد قارئین کو دینی کتابوں کے مطالعہ سے برطرف کرنا ہو تو ان صورتوں میں ان مزاحیہ کہانیوں کا لکھنا جائز نہیں ہوگا کیونکہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

ومن الناس من يشترى لهو الحديث ليضل عن سبيل الله (سورہ لقمان رکوع ۱)۔

اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ نضر بن حارث ایک بڑا تاجر تھا وہ شاہان عجم کسری وغیرہ کے تاریخی قصے خرید کر لایا اور مشرکین مکہ سے کہا کہ محمد (ﷺ) تم کو عاد وثمود کے قصے سناتے ہیں اور میں تم کو ان سے بہتر رستم وغیرہ کے قصے سناتا ہوں، لہذا بہت سے مشرکین جو

اس سے قبل قرآن کریم کے اعجاز کی وجہ سے اس کو سننے کی رغبت رکھتے تھے ان کو اعراض کا بہانا مل گیا۔ اگر ان مقاصد کے تحت ان کہانیوں کو لکھا جائے تو وہ بھی لہو میں شامل ہوگا جو کہ نا جائز ہے اس لئے ان کہانیوں کا لکھنا بھی نا جائز ہوگا۔

د- لطیفہ گوئی یا مزاح نویسی کو پیشہ بنالینا اور اس کی اجرت وصول کرنا درست ہے یا نہیں؟

عہد نبوی ﷺ میں بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین طبعا مزاح گو تھے جیسے کہ حضرت ام سلمہؓ نے فرمایا کہ حضرت سویبطؓ بہت زیادہ مزاح فرمایا کرتے تھے (ابن ماجہ باب المزاح، ۲۶۴)۔ لیکن کسی صحابی رسول کے متعلق یہ نہیں ملا کہ انہوں نے مزاح گوئی کو پیشہ بنایا ہو۔ کتب فقہیہ کا مطالعہ کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ لطیفہ گوئی یا مزاح نویسی کو پیشہ بنالینا یا اس پر اجرت لینا درست نہیں ہے، چنانچہ علامہ حصکفیؒ نے فرمایا:

ومن السحت... ما یاخذہ غاز لغزو وشاعر لشعر ومسخرۃ وحکواتی قال تعالی: ومن الناس من یشتری لھو الحدیث (الدر المختار مع الرد، کتاب الحظر، باب الاستبراء وغیرہ ۹/ ۶۰۸، مکتبہ زکریا)۔

کسب حرام (یعنی حرام کمائی وہ ہے جس کو) غازی جنگ کے لئے لے اور شاعر شعر کے لئے لے اور مسخرہ کرنے والا اور قصہ بیان کرنے والا لے...۔

علامہ حصکفیؒ اور علامہ شامی کے عبارتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو شخص لوگوں کو ہنسا کر یا ان کو کہانیاں سنا کر روپے لیتا ہے تو وہ حرام ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ لطیفہ گوئی یا مزاح نویسی کو پیشہ بنالینا اور اس کی اجرت وصول کرنا جائز نہیں ہے، لیکن علامہ شامی نے صراحت کی ہے کہ جو غازی جبرا لوگوں سے روپے وصول کرتا ہو یا جس شاعر کو اس کے شر سے بچنے کے لئے روپے دیئے جاتے ہوں تو ایسے روپیوں کا غازی اور شاعر کے لئے لینا حرام ہے، اس کے برخلاف جس کے شر سے لوگ مامون ہوں تو ایسے شاعر کو روپے دینا اور اس کے لئے ان روپیوں کا لینا جائز ہے کیونکہ کعب بن زہیر نے جب حضور اکرم ﷺ کے سامنے اپنا قصیدہ پیش کیا تو

آپ نے ان کو انعام میں اپنی چادر مبارک عطا فرمائی۔

فلو کان ممن یومن شرہ فالظاهر انما یدفع له حلا ل بدلیل دفعه علیه الصلوة والسلام بردائه لکعب لما امتدحه بقصیدته المشهورة (ردالمحتار، باب الاستبراء وغیرہ، فصل فی البیع ۹/ ۶۰۸ مکتبہ زکریا)۔

ھ-تفریح طبع کے لئے مزاحیہ ڈرامے کے پروگرام بھی منعقد کئے جاتے ہیں، جن کا مقصد ہنسا ہنسانا ہوتا ہے، کیا اس طرح کے ڈرامے لکھنا، اس کا پروگرام کرنا اور اسے دیکھنا درست ہے؟

''جزء ج'' کو جن شرائط کے ساتھ ہم نے جائز قرار دیا ہے انہیں شرائط کے ساتھ ''جزء ھ'' میں مزاحیہ ڈرامے لکھنا، اور پروگرام کا انعقاد کرنا اور اسے دیکھنے کا بھی جواز ثابت ہوگا، البتہ ڈرامے میں اگر کوئی اداکارہ عورت ہو تو اس کا انعقاد کرنا اور اس کو دیکھنا دونوں ناجائز ہوگا۔

و-مزاحیہ پروگرام کا انعقاد کرنا کن شرائط کے ساتھ جائز ہے اور کن شرائط کے ساتھ ناجائز اس کو ہم ''جزء ب'' میں لکھ چکے ہیں البتہ مزاحیہ پروگرام میں لوگوں کا بے تکلف قہقہہ لگانا از روئے شرع کیسا ہے، یہ امر تفصیل طلب ہے احادیث مبارکہ سے صحابہ کرام کا ہنسنا اور خود رسول اللہ ﷺ کا مسکرانا ثابت ہے چنانچہ ذیل کی حدیثوں میں اس کو دیکھا جاسکتا ہے:

عن عبد الله بن الحارث بن جزء قال: ما رأيت أحدا أكثر تبسما من رسول الله ﷺ رواه الترمذي (مشکوة، باب الضحک، الفصل الثانی ۲/ ۴۰۶)۔

(حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ تبسم فرماتے کسی کو نہیں دیکھا)۔

اس حدیث سے رسول اللہ ﷺ کے تبسم فرمانے کا ثبوت ملتا ہے۔

۲-عن قتادة قال: سئل ابن عمر هل كان أصحاب رسول الله ﷺ يضحكون قال: نعم والإيمان في قلوبهم أعظم من الجبل وقال بلال بن سعد:

أدركتهم يشتملون بين الأغراض ويضحك بعضهم إلى بعض فإذا كان الليل كانوا رهبانا رواه في شرح السنة (مشکوۃ، باب الضحک، الفصل الثالث،۱/ ۴۰۷)۔

اس حدیث سے واضح ہے کہ صحابہ کرام ہنستے تھے لیکن اخلاق اور آداب شرعیہ کے دائرہ میں رہ کر ہنستے تھے اتنا زیادہ نہیں ہنستے تھے کہ جس سے دل مردہ ہوجائے جیسا کہ ملاعلی قاری رحمہ الباری نے تحریر فرمایا ہے:

مذکورہ عبارت سے واضح ہے کہ صحابہ کرام اتنا نہیں ہنستے تھے جس سے وقار گر جائے اور دل مردہ ہوجائے بلکہ دوران گفتگو کوئی بات آتی تو صحابہ کرام ہنس دیتے اور رسول اللہ ﷺ تبسم فرمادیتے (مرقاۃ، باب الضحک، الفصل الثالث،۹/ ۱۰۳)۔

بہر حال مزاحیہ پروگرام میں مسکرانا اور ہنسنا دونوں جائز و درست ہے لیکن قہقہہ لگانا یعنی زور سے ہنسنا، ٹھٹھامار کر ہنسا خصوصا بہ تکلف قہقہہ لگانا اگر چہ درست ہے لیکن اس سے وقار گر جاتا ہے اس لئے احتیاط کرنا بہتر ہے۔

جواب (۲) الف-کھیل کے طریقہ کے اعتبار سے کھیل کے جائز اور ناجائز ہونے کے کیا اصول ہیں؟

کھیل کا شرعی حکم:

کھیل کود کے سلسلہ میں فقہائے کرام عام طور پر مندرجہ ذیل حدیث کو پیش کرتے ہیں:

عن عبد الله بن عبد الرحمن بن ابی حسین ان رسول الله ﷺ قال ... كل ما يلهو به الرجل المسلم با طل الا رميه بقوس وتاديبه فرسه وملاعبته أهله فإنهن من الحق (ترمذی، باب ماجاء فی فضل الرمی فی سبیل اللہ ۱/ ۲۹۳)۔

قال رسول الله ﷺ ... كل ما يلهو به الرجل المسلم با طل الا رميه بقوسه وتاديبه فرسه وملاعبته امرأته فإنهن من الحق (ابن ماجہ باب الرمی فی سبیل اللہ ۲۰۲)۔

(حضور ﷺ نے فرمایا کہ...ہر وہ کھیل جس سے ایک مرد مسلم کھیل کرے وہ باطل

ہے مگر یہ کہ وہ کمان سے تیر چلائے، اور اپنے گھوڑے کو سدھائے، اور اپنی بیوی کے ساتھ کھیل کرے کیونکہ یہ سب درست ہے)۔

مذکورہ بالا احادیث سے تو واضح ہے کہ حضور ﷺ نے خود لہو ولعب کو باطل فرمایا: البتہ کچھ کھیلوں کا آپ نے استثناء فرمایا اور جن امور کا آپ ﷺ نے استثناء فرمایا وہ ایک غرض وعلت پر مبنی ہیں، لہذا وہ غرض وعلت جس قسم کے کھیل میں بھی پائی جائے گی وہ بھی مستثنیات کی فہرست میں داخل ہوکر جائز ہوگا۔ لہذا استثنائی صورتوں کے علاوہ ہر کھیل شرعی طور پر ایک مکروہ عمل ہے جیسا کہ فقہائے کرام کی عبارتوں سے واضح ہے: **وكره كل لهو لقوله عليه الصلوة والسلام: كل لهو المسلم حرام إلا ثلاثة ملاعبته أهله وتاديبه لفرسه ومناضلته بقوسه**(الدر المختار مع الرد کتاب الحظر فصل فی البیع ۵۶۶/۹)۔

بعض علماء نے صراحت کی ہے کہ شطرنج کے علاوہ ہر کھیل بالاجماع مکروہ تحریمی ہے اور شطرنج کے بارے میں اختلاف ہے۔ قمار (جوا) نہ پائے جانے کی صورت میں امام شافعی نے اس کو مباح قرار دیا ہے اور اگر قمار وغیرہ پایا جائے تو بالاجماع حرام ہے (الدر المختار مع الرد۔ کتاب الحظر فصل فی البیع ۵۶۶/۹)۔

الغرض استثنائی صورتوں کے علاوہ ہر کھیل کا حکم یہی ہے کہ وہ ممنوع ومکروہ ہوگا مگر یہ واضح رہے کہ حدیث پاک میں لہو کو باطل قرار دے کر جن تین امور کا استثناء کیا گیا دراصل یہ تینوں چیزیں لہو ولعب میں داخل ہی نہیں ہیں صرف لہو ولعب سے مشابہ ہونے کی وجہ سے ان کو صورتاً لہو ولعب قرار دے دیا گیا ہے، کیونکہ لہو اس کام کو کہا جاتا ہے جس میں کوئی دینی یا دنیوی فائدہ لائق اعتبار نہ ہو اور یہ تینوں فوائد دینی ودنیوی سے وابستہ ہیں کیونکہ تیر اندازی اور گھوڑے کو سدھانا جہاد کی تیاری میں داخل ہیں اور بیوی کے ساتھ کھیلنا توالد وتناسل کے مقصد کی تکمیل ہے، اس لئے یہ تینوں امور یعنی تیر اندازی وغیرہ حقیقی طور پر لہو ولعب میں داخل ہی نہیں ہیں محض صوری مشابہت کی وجہ سے لہو قرار دے دیا گیا ہے، علامہ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا کہ تیر اندازی کو لہو اس وجہ سے

قرار دیا گیا ہے تاکہ اس کے سیکھنے کی طرف لوگوں کا میلان ہو (حقیقی طور پر وہ لہو نہیں ہے) (فتح الباری ۱۱/ ۱۰۸)۔

لہذا وہ کھیل جو کسی دینی یا دنیوی فائدہ سے وابستہ ہو، مثلاً ایسے کھیل جو جہاد کی تیاری میں مددگار ہو یا جسمانی صحت اور ورزش کے لئے کھیلا جائے تو وہ حقیقی طور پر لہو ولعب میں داخل نہیں ہوگا اور اگر اس کو ظاہری طور پر لہو ولعب قرار بھی دیا جائے تو وہ مستثنیات کی فہرست میں شامل ہوکر جائز ہوگا۔

وملاعبته امرأته فإنهن من الحق أی ولیس من اللهو الباطل فیرتب علیه الثواب الکامل (مرقات ۷/ ۳۱۸)۔

(اور اپنی بیوی کے ساتھ کھیلنا درست ہے یعنی وہ لہو باطل میں سے نہیں ہے لہذا اس پر ثواب کامل مرتب کیا جائے گا)۔

الغرض جس کھیل سے کوئی دینی یا دنیوی یا جسمانی فائدہ وابستہ ہو اس کا کھیلنا چند شرائط کے ساتھ جائز ہے جس کی تفصیل آئندہ آرہی ہے۔

کھیل کے ناجائز ہونے کی علتیں: لہو ولعب کے ناجائز اور اس کے مکروہ وممنوع ہونے کی علتیں جو فقہائے کرام نے بیان کی ہیں یا ان کی عبارتوں سے سمجھ میں آتی ہیں ان کا تذکرہ مندرجہ ذیل کیا جارہا ہے۔

کھیل کے ناجائز ہونے کی ایک علت فساد نیت ہے۔کوئی آدمی اپنی بہادری اور جواں مردی دکھانے کے لئے اور اپنی شہرت کے لئے کھیلتا ہے تو فساد نیت کی وجہ سے وہ کھیل ناجائز ومکروہ ہوگا، اگر چہ وہ کھیل جائز اور دوسری قباحتوں سے خالی ہو۔علامہ شامی رقمطراز ہیں:

إذا قصد التلهی أو الفخر أو لتری شجاعته فالظاهر الکراهة لأن الأعمال بالنیات فکما یکون المباح طاعة بالنیة تصیر الطاعة معصیة بالنیة (رد المحتار، کتاب الحظر، باب الاستبراء وغیرہ، فصل فی البیع ۹/ ۵۷۷)۔

(اگر کھیل کا مقصد تلہی فخر اور اپنی بہادری دکھانا ہو تو ایسا کھیل کھیلنا مکروہ ہے، کیونکہ اعمال کا دارومدار نیت پر ہوتا ہے، لہذا جس طرح مباح اچھی نیت کی وجہ سے طاعت بن جاتا ہے اسی طرح طاعت بھی فساد نیت کی وجہ سے معصیت (گناہ) بن جاتی ہے)۔

کھیل کے ناجائز ہونے کی دوسری علت: ہر وہ کھیل جس میں کوئی دینی یا دینوی لائق اعتبار فائدہ نہ ہو اگر چہ وہ ممانعت کی علتوں سے خالی ہو مگر فعل عبث ہونے کی وجہ سے ایسا کھیل مکروہ ہوگا۔

کھیل کے ناجائز ہونے کی تیسری علت: فقہائے کرام کے نزدیک وہ کھیل بھی ناجائز ہے جس کے آلات اور جس کا طریقہ کافروں کا ایجاد کیا ہوا ہو اور اس کا صحیح بدل ہمارے پاس موجود ہو یعنی اس کھیل سے جو فوائد اور منافع حاصل ہوں ان کو ہم دوسرے کھیل سے بھی آسانی کے ساتھ حاصل کر سکتے ہیں اس کے باوجود اس کھیل کو اختیار کرنا ممنوع ہے اور اگر دوسرے کھیل سے وہ فوائد ومنافع حاصل نہ ہوں تو ضرورت کی وجہ سے اس کو اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

کھیل کے ناجائز ہونے کی چوتھی علت: جو کھیل خود کسی گناہ ومعصیت پر مشتمل ہو وہ ناجائز ہوگا یعنی ایسا کھیل جو قمار (جوا) پر مشتمل ہو یا بے پردگی اور کشف عورت کو مستلزم ہو بلاشبہ ایسا کھیل ناجائز وحرام ہوگا کیونکہ جوا کی حرمت قرآن سے ثابت ہے اللہ کا فرمان ہے:

يأيها الذين امنوا إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشيطان فاجتنبوه (سورہ مائدہ رکوع ۱۲)۔

(اے ایمان والو! شراب اور جوا اور انصاب وازلام ناپاک چیزیں ہیں اور شیطانی عمل ہے تو اس سے بچو)۔

کھیل کے ناجائز ہونے کی پانچویں علت: کھیل کے ناجائز ہونے کی ایک اہم علت غفلت عن ذکر اللہ ہے۔ کھیل کے ناجائز ہونے کی بنیادی علت علماء کے نزدیک یہی ہے، لہذا جو

کھیل آدمی کو نماز اور ذکر اللہ اور دوسرے ضروری کاموں سے غافل کردے ایسا کھیل شرعی اعتبار سے ناجائز اور حرام ہوگا چاہے وہ کھیل کتنے ہی فوائد پر مشتمل ہو۔ امام بخاری نے ایک مستقل باب قائم کیا ہے: ''باب کل لھو باطل إذا شغله عن طاعة الله''یعنی جب کہ وہ اللہ کی طاعت سے غافل کردے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں اس کی شرح کرتے ہوئے فرمایا ہے:

مصنف علیہ الرحمہ کا قول ہر وہ کھیل باطل ہے جب کہ اس سے کھیلنے والا اللہ کے ذکر سے غافل ہوجائے...برابر ہے کہ جس سے وہ کھیل رہا ہے اس کھیل کو کھیلنے کی اجازت ہو یا وہ کھیل ممنوع ہو، یعنی اس سے کھیلنا منع ہو اس شخص کی طرح جو عمدا (جان بوجھ کر) نفلی عبادت میں مشغول ہوجائے یا تلاوت یا ذکر یا معانی قرآن میں غور وفکر کرنے میں مشغول ہوجائے اور فرض نماز کا وقت نکل جائے تو وہ بھی اسی ضابطہ میں شامل ہوگا (یعنی وہ بھی باطل ہوگا) جب عبادت کا یہ حال ہے تو جو شرعی طور پر مطلوب ہے اور اس کی ترغیب دی گئی ہے تو عبادت کے علاوہ چیزوں کا کیا حال ہوگا (یعنی کھیل کو دبدرجہ اولی ممنوع ہوگا) (فتح الباری، کتاب الاستئذان، باب کل لہو باطل اذا شغلہ عن طاعۃ اللہ ۱۱/ ۱۰۸)۔

ب-لباس وپوشاک کے سلسلہ میں کھلاڑیوں کے لئے کن باتوں کی رعایت ضروری ہے؟

لباس وپوشاک کے سلسلہ میں کھلاڑیوں کے لئے تین باتوں کا ہونا ضروری ہے جن کو مندرجہ ذیل تفصیل سے لکھا جارہا ہے:

اول: کھلاڑی کے جسم کا وہ حصہ چھپ جائے جس کا چھپانا واجب ہے۔ مرد کے لئے ناف کے نیچے سے گھٹنہ کے نیچے تک کا حصہ چھپانا واجب ہے۔

وھي للرجل ما تحت سرته الی ما تحت رکبته (الدر المختار مع الرد، باب شروط الصلوۃ ۲/ ۷۶)۔

(اور وہ (شرمگاہ) مرد کے لئے ناف کے نیچے سے گھٹنے کے نیچے تک کا حصہ ہے)۔

فالسرة ليست من العورة (ردالمحتار، باب شروط الصلوۃ ۲/۷۶) یعنی ناف شرمگاہ نہیں ہے۔

عورت کے لئے موضع ستر:

عورت کے لئے موضع ستر اس کا پورا بدن واجب الستر ہے یعنی اس کے لئے واجب ہے کہ وہ اپنے پورے بدن کا پردہ کرے علاوہ چہرہ کے، لیکن محرم اور شوہر کے علاوہ دوسرے مردوں کے سامنے چہرہ کا چھپانا بھی ضروری ہے، کیونکہ وہی فتنہ کا سبب ہے۔ غیر کے سامنے ستر کا کھولنا جائز نہیں ہے یہاں تک کہ تنہائی میں بھی بے وجہ اس کو کھولنا جائز نہیں ہے۔

يجب الستر بحضرة الناس إجماعا وفي الخلوة على الصحيح (الدر المختار مع الرد، باب شروط الصلوۃ ۲/۷۵)۔

(لوگوں کے سامنے ستر پوشی بالا جماع واجب ہے اور صحیح قول کے مطابق تنہائی میں بھی)۔

۲- لباس کے سلسلہ میں کھلاڑیوں کے لئے اس بات کی رعایت بھی ضروری ہے کہ ان کا لباس اتنا باریک نہ ہو کہ اعضاء کا رنگ ظاہر ہو یعنی لباس پہننے کے بعد بھی یہ معلوم ہو کہ بدن کا رنگ کالا ہے یا سفید۔ حدیث میں ہے:

عن أبي هريرة قال قال رسول الله ﷺ: ...نساء كاسيات عاريات مميلات مائلات رؤسهن كأسنمة البخت المائلة لا يدخلن الجنة ولا يجدن ريحها (مسلم، باب النساء الكاسیات العاریات ۲/۲۰۵)۔

امام نووی نے اس کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا:

وقيل: معناه تلبس ثوبا رقيقا يصف لون بدنها (شرح مسلم للنووی ۲/۲۰۵)۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اتنا باریک کپڑا پہننا جائز نہیں ہے جس سے بدن کا رنگ

معلوم ہو۔لباس اتنے چست بھی نہ ہو کہ اعضاء کی ساخت ظاہر ہو جس لباس میں واجب الستر اعضاء کی بناوٹ ظاہر ہو چاہے وہ کتنا ہی موٹا ہو اس لباس کو مرد اور عورت دونوں کے لئے پہننا حرام ہے اور اس کی طرف دیکھنا بھی حرام ہے۔ چنانچہ علامہ شامی فرماتے ہیں:

مفاده أن رؤية الثوب بحيث يصف حجم العضو ممنوعة ولو كثيفا لا ترى البشرة منه ...منه قوله حتى يتبين حجم عظامها۔وعلى هذا لا يحل النظر الى عورة غيره فوق ثوب ملتزق بها يصف حجمها فيحمل ما مر على ما إذا لم يصف حجمها فليتأمل (ردالمحتار ۹/۵۲۶)۔

مذکورہ عبارت سے ظاہر ہے کہ اتنا چست کپڑا جس سے واجب الستر اعضاء کی ساخت ظاہر ہو یا اتنا باریک کپڑا جس سے بدن کا رنگ ظاہر ہو ایسا کپڑا مرد اور عورت دونوں کے لئے حرام ہے۔

۳-کھلاڑیوں کے لئے اس امر کی رعایت بھی ضروری ہے کہ لباس میں تشبہ نہ پایا جائے کہ اس لباس کو دیکھتے ہی کسی خاص قوم یا جماعت کا خیال ذہن میں آئے۔حضرت عبداللہ بن عمرو نے ایک مرتبہ ایسا کپڑا پہنا جس کو کفار استعمال کرتے تھے تو آپ نے اس کپڑے کو پہننے سے منع فرمایا۔چنانچہ مسلم میں ہے:

عبد الله بن عمرو بن العاص أخبره قال: رأى رسول الله ﷺ علي ثوبين معصفرين فقال: إن هذه من ثياب الكفار فلا تلبسها (مسلم، کتاب اللباس، باب النہی عن لبس الرجل الثوب المعصفر ۲/ ۱۹۳)۔

(حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے بدن پر دو معصفر کپڑوں کو دیکھا تو آپ نے فرمایا کہ یہ کافروں کا کپڑا ہے اس کو مت پہنو)۔

۴- اس امر کی رعایت بھی ضروری ہے کہ مرد کا کپڑا ٹخنہ سے نیچے نہ ہو کیونکہ اس عمل پر سخت وعید وارد ہوئی ہے۔حدیث میں ہے:

"ما أسفل من الكعبين من الإزار ففي النار" (بخاری ۴/ ۸۶۱)۔

(جو کپڑا ٹخنوں سے نیچے ہوجائے وہ حصہ جہنم میں ہے)۔

ج-شریعت کے اصولوں کی روشنی میں مروجہ کھیلوں میں سے کن کو جائز، کن کو نا جائز، کن کو مکروہ اور کن کو مستحب قرار دیا جاسکتا ہے؟

۱-جو کھیل ذکر اللہ، نماز اور دوسرے فرائض سے غافل کردے وہ حرام ہے باطل ہے اگر چہ وہ نفلی عبادت ہو۔

۲-نرد (چوسر) شطرنج کھیلنا حرام ہے، اسی طرح ہر وہ کھیل حرام ہے جس میں جوا کی شکل پائی جائے۔

۳-کبوتر بازی، بٹیر بازی مکروہ تحریمی ہے۔ پتنگ بازی، تاش کھیلنا بھی نا جائز ہیں، کیونکہ اس میں عموماً مشغولیت ایسی ہوتی ہے کہ آدمی کو ضروری کام یہاں تک کہ نماز جیسی فرض عبادت سے بھی غافل کردیتی ہے۔

۴-باکسنگ ناجائز ہے، کیونکہ اس میں جان کا خطرہ ہوتا ہے اور وہ کھیل جس میں جانوروں کا باہمی مقابلہ کرایا جاتا ہے وہ ناجائز ہے۔

۵-کرکٹ، ہاکی، فٹ بال، ٹینس وغیرہ کھیلنا جائز ہے بشرطیکہ ان میں ممانعت کی علتوں میں سے کوئی علت نہ پائی جائے اور امر خلاف شرع اور تشبہ بالکفار نہ ہو، اور لباس کے سلسلہ میں جن امور کو بیان کیا گیا کھلاڑی ان میں ہر ایک امر کی رعایت کرے یعنی واجب الستر اعضاء کو چھپا کر کھیلے، کپڑا ٹخنہ سے نیچے نہ ہو وغیرہ اگر کوئی شخص ان شرائط کے ساتھ کرکٹ وغیرہ کھیل سکتا ہے تو جائز ہے ورنہ نہیں۔

۶-جس کھیل میں ممانعت کی علل خمسہ میں سے کوئی علت نہ پائی جائے وہ جائز ہے اور اگر اس نیت سے کھیلا جائے کہ جائز امر میں مثلاً درس وتدریس میں معاون ثابت ہو تو وہ مستحب ہے اور حسن نیت کی وجہ سے ثواب دیا جائے گا۔

د-کھیل کی ہار جیت میں اگر پیسے کی شرط ہو تو کون سی صورت جائز اور کون سی نا جائز ہوگی؟

کھیل کی ہار جیت میں اگر پیسے کی شرط ہو تو اس کی چار صورتیں ہیں جن میں سے صرف ایک صورت نا جائز ہے بقیہ تین صورتیں جائز ہیں۔ اس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

ا-اگر دو ٹیم میں کھیل کا مقابلہ ہو یا دو شخص یا چند اشخاص میں کھیل کا مقابلہ ہو اور ہر ٹیم پر یا ہر شخص پر یہ بات لازم قرار دی گئی ہو کہ وہ ہارنے کی صورت میں جیتنے والے کو اتنی رقم دے گا اور اگر وہ جیت گیا تو دوسرے لوگ اس کو اتنی رقم دیں گے تو یہ صورت قمار (جوا) ہونے کی وجہ سے قطعاً حرام ہے۔ اور عام طور پر کھیل کی ہار جیت میں یہ شکل پائی جاتی ہے۔ ہار جیت کی یہ شکل جس کھیل میں بھی پائی جائے گی وہ کھیل حرام ہوگا۔ مندرجہ ذیل فقہائے کرام کی عبارتوں کا یہی مطلب ہے۔

وحرم لو شرط فيها من الجا نبين لأنه يصير قمارا (الدر المختار مع الرد، کتاب الحظر، باب الاستبراء وغیرہ ۹/ ۵۷۷)۔

من الجا نبين بأن يقول: إن سبق فرسک فلک علی کذا وإن سبق فرسي فلي عليک کذا (رد المحتار، کتاب الحظر، باب الاستبراء وغیرہ ۹/ ۵۷۷)۔

أما إذا کان البدل من الجانبين فهو قمار حرام (ہندیہ کتاب الکراہیۃ، الباب السادس فی المسابقۃ ۵/ ۳۲۴)۔

مذکورہ بالا صورت کے علاوہ بقیہ ہار جیت کی شکلیں جائز ہیں مثلاً:

۲-دو شخص میں یا دو ٹیم میں مقابلہ ہو۔ ایک پر انعام کی شرط ہو اور دوسرے پر نہ ہو تو یہ صورت جائز و درست ہوگی مثلاً راشد یہ کہے کہ اگر میں جیت گیا تو مجھے خالد دس ہزار روپیہ دے گا لیکن خالد جیت گیا تو میں اس کو کچھ بھی نہیں دوں گا، اسی طرح مثلاً جنید کی ٹیم کہے کہ اگر میری ٹیم جیت گئی تو وسیم کی ٹیم، میری ٹیم کو دس ہزار روپیہ دے گی لیکن وسیم کی ٹیم جیت گئی تو میری ٹیم اس کو

کچھ نہیں دے گی۔ کھیل کی ہار جیت میں پیسے کی یہ شکل جائز و درست ہوگی (الدر المختار مع الرد، کتاب الحظر، باب الاستبراء وغیرہ ۹/ ۵۷۷)۔

۳- دو شخص یا دو ٹیم کے درمیان ہار جیت کی دو طرفہ شرط ہو، لیکن کسی تیسرے شخص یا تیسری ٹیم کو بغیر کسی شرط کے شریک کرلیا گیا ہو کہ اگر تیسری ٹیم، تیسرا شخص ہارے گا تو اسے کچھ دینا نہ پڑے گا اور اگر وہ جیتے گا تو باقی دونوں شخص اسے حسب معاہدہ رقم دیں گے اور تیسرا شخص بھی ایسا ہو کہ اس سے جیتنے کی امید کی جاسکتی ہو تو ہار جیت کی یہ صورت بھی جائز ہوگی اگر تیسرے شخص کے ہارنے یا جیتنے کا یقین ہو جائے تو پھر یہ صورت ناجائز ہوگی کیونکہ اس وقت یہ صورت قمار (جوا) کی ہو جائے گی اس لئے یقین کی صورت میں یہ شکل جائز درست نہیں ہے۔

إذا أدخلا ثالثا محللا بينهما بفرس كفء لفرسيهما يتوهم أن يسبقهما و إلا لم يجز (الدر المختار مع الرد، کتاب الحظر، باب الاستبراء وغیرہ ۹/ ۵۷۸)۔

۴- دو ٹیم یا دو شخص ہار جیت کے مقابلہ میں شریک ہوں اور جیتنے والے کو انعام کوئی اور شخص دے یا حکومت دے یا کوئی تنظیم یا ادارہ دے تو یہ صورت بھی جائز ہوگی جیسا کہ آج کل مختلف دینی اداروں میں تقریر، نعت قرأت کا مقابلہ ہوتا ہے اور اس مقابلہ میں جو جیت جاتا ہے، اچھی پوزیشن سے پاس ہوتا ہے ادارہ اس کو انعام دیتا ہے یہ شکل بھی جائز ہے۔

يقول الأمير لفارسين أو راميين: من سبق منكما فله كذا وإن سبق فلا شيء له (رد المحتار، کتاب الحظر، باب الاستبراء وغیرہ ۹/ ۵۷۷)۔

ھ- جو کھیل اپنے طریقہ اور لباس کے اعتبار سے محرمات پر مشتمل نہ ہو، لیکن اس میں کھیلنے والوں اور کھیل دیکھنے والوں کا کافی وقت ضائع ہوتا ہو تو ان کا کیا حکم ہوگا؟

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ شرعی اعتبار سے تضییع وقت خود ایک مکروہ وممنوع چیز ہے، اس لئے کہ جس کھیل میں کوئی دینی یا دنیوی لائق اعتبار فائدہ نہ ہو اور اس کو کھیلنے یا دیکھنے میں وقت ضائع کیا جائے تو اس کا شمار بھی فعل عبث میں ہوگا اور شریعت میں فعل عبث مکروہ تنزیہی

ہے۔لہذا جو کھیل اپنے طریقہ اور لباس کے اعتبار سے محرمات پر مشتمل نہ ہو لیکن اس میں کھیلنے والوں اور دیکھنے والوں کا کافی وقت ضائع ہوتا ہو تو شرعی طور پر وہ کھیل بھی مکروہ ہوگا چنانچہ کتاب الفقہ میں ہے:

وانما یجوز کل ذلک بشرط قصد الریاضة وتقویة البدن ،لا بقصد التسلیة و قطع الوقت (کتاب الفقہ ۲/ ۵۰)۔

و-کھیل دیکھنے نیز اس کے لئے ٹکٹ خریدنے کا کیا حکم ہوگا ،کیا اس سلسلہ میں کچھ تفصیلات بھی ہیں؟

کھیل دیکھنے کے متعلق بھی وہی احکام وتفصیلات ہوں گے جو کھیل کے جواز وعدم جواز کے متعلق گذر چکے ہیں ،یعنی کھیل کے نا جائز ہونے کی جو علتیں وہاں تھیں وہی یہاں پر کھیل دیکھنے کے نا جائز کی ہوں گی ۔اسی طرح جن شرائط کے ساتھ کھیل کھیلنا جائز ہے انہیں شرائط کے ساتھ اس کا دیکھنا بھی جائز ہوگا ،لہذا اگر کسی کھیل میں کوئی امر خلاف شرع یا تشبہ بالکفار نہ ہو اور لباس کے معاملہ میں بھی اس میں پوری طرح رعایت کی جائے اور اس کھیل کو اس نیت سے دیکھا جائے کہ اس کے دیکھنے سے دماغ میں تازگی پیدا ہوگی ،تکان دور ہوگا تو اس نیت سے اس کھیل کا بقدر ضرورت دیکھنا جائز ہوگا اور اگر کھیل دیکھنے کا مقصد محض تفریح وتماشہ ہو تو پھر اس وقت جائز کھیل کا بھی دیکھنا نا جائز ہوگا کیونکہ جائز چیز اگر معصیت پر مشتمل ہو تو وہ بھی نا جائز ہوجاتی ہے ۔جو لوگ کھیل دیکھنے کے لئے دلی یا ممبئی یا دوسرے شہر یا ملک کا سفر کرتے ہیں ان کے لئے سفر کرنا اور اس کھیل کو دیکھنا دونوں نا جائز ہیں کیونکہ اس کا مقصد صرف لہو ولعب اور تفریح وتما شا ہوتا ہے ،البتہ اگر کسی کھیل میں عدم جواز کی کوئی صورت نہ پائی جائے تو اس کے لئے سفر کرنا اور دیکھنا دونوں جائز ہوگا۔

اب رہا مسئلہ ٹکٹ خریدنے کا تو اس کی بھی وہی تفصیل ہے جو کھیل دیکھنے کی ہے یعنی جس کھیل کا دیکھنا جائز ہے اس کے لئے ٹکٹ خریدنا بھی جائز ہے مگر ان تمام باتوں کا خیال رکھنا

ہوگا جو ہم نے کھیل دیکھنے کے متعلق بیان کی یعنی جن شرائط کے ساتھ کھیل دیکھنا جائز ان کے ساتھ ٹکٹ خریدنا بھی جائز ہے اور جو علتیں اس کے عدم جواز کی ہیں وہ اس کے عدم جواز کی بھی ہوں گی نیز جو کھیل حرام ہیں اس کا ٹکٹ خریدنا بھی حرام ہوگا۔ جو کھیل مکروہ ہے اس کے لئے ٹکٹ خریدنا بھی مکروہ ہوگا۔ جو جائز ہے اس کے لئے ٹکٹ خریدنا بھی جائز ہوگا۔

جواب (۳) الف-تفریحی مقصد کے لئے ایک شہر سے دوسرے شہر اور ایک ملک سے دوسرے ملک کا سفر کرنا جائز ہے یا نہیں جب کہ اس میں کثیر رقوم کا صرفہ بھی ہوتا ہے؟

تفریح کا مقصد اگر ندی، جھیل، جھرنا جیسی قدرتی چیزیں یا تاریخی عمارتیں دیکھنا ہو تو ان مباح چیزوں کے لئے ایک شہر سے دوسرے شہر یا ایک ملک سے دوسرے ملک کا سفر کرنا مباح ہے، چاہے اس میں کثیر رقوم کا صرفہ ہو، البتہ اگر تفریح کا مقصد کوئی کھیل تماشا یا زنا جیسی معصیت کا ارتکاب ہو تو اس وقت سفر کرنا ناجائز وحرام ہوگا۔

ب- کیا ایسے سفر میں بال بچوں کا ساتھ رکھنا درست ہے جب کہ بعض علاقوں کا سفر جان ومال اور عزت وآبرو کے تحفظ کے نقطہ نظر سے پرخطر ہوتا ہے؟

جس علاقہ کا سفر جان ومال اور عزت وآبرو کے لئے پرخطر ہو اس سفر میں بال بچوں کا ساتھ رکھنا مکروہ ہے اور آدمی کو چاہئے کہ ایسے علاقہ کا وہ خود بھی سفر نہ کرے اور اگر جان ومال کا خطرہ نہ ہو تو ایسے سفر میں بلا کراہت بال بچوں کا رکھنا جائز ہے کیونکہ سفر میں بال بچوں کو ساتھ رکھنے سے کافی مدد ملتی ہے نیز ان سے انسیت بھی حاصل ہوتی ہے۔حدیث سے ثابت ہے کہ بعض سفر میں امہات المومنین حضور علیہ السلام کے ساتھ ہوتی تھیں۔بدائع الصنائع میں ہے:

كذلك حكم إخراج النساء مع أنفسهم إلى دار الحرب على هذا التفصيل إن كان ذلك في جيش عظيم مأمون عليه غير مكروه لأنهم يحتاجون إلى الطبخ والغسل ونحو ذلك وإن كانت سرية لا يؤمن عليها يكره إخراجهن لما قلنا والله تعالى أعلم (بدائع الصنائع، کتاب السیر ۶/۶۶)۔

(اسی طرح اپنے ساتھ دارالحرب کی طرف عورتوں کو لے جانا اسی تفصیل کی بنیاد پر ہے کہ اگر وہ پر امن عظیم لشکر میں ہوں تو عورتوں کو ساتھ لے جانا مکروہ نہیں ہے کیونکہ کھانا پکانے اور کپڑے دھونے وغیرہ کی ضرورت پڑتی ہے اور اگر ایسے دستہ میں ہوں کہ جس میں خطرہ ہو تو اس وقت ان کو لے جانا مکروہ ہے)۔

ج- جس مقام پر مختلف علاقوں کے لوگ سیاحت کی غرض سے آتے ہیں، وہاں عموماً بعض غیر شرعی باتیں بھی دیکھنے میں آتی ہیں، ایسی جگہوں میں ازراہ تفریح جانا، وہاں جانے والوں کے لئے سواری کرایہ پر لگانا اور ایسے مقام پر اشیائے خورد ونوش فروخت کرنے کے لئے دکان لگانے کا کیا حکم ہے؟

وہ جگہ جہاں پر غیر شرعی باتیں دیکھنے میں آتی ہوں وہاں جانے کے لئے کرایہ پر سواری لگانا جائز معلوم ہوتا ہے، کیونکہ فقہائے کرام نے لکھا ہے کہ اگر کوئی کافر کسی مسلمان کی سواری شراب لے جانے کے لئے کرایہ پر لے یا کسی مسلمان کو مزدوری پر رکھے تو امام صاحب کے نزدیک یہ صورت جائز ہے اور اس کا کرایہ لینا جائز ہے مگر صاحبین کے کے نزدیک ناجائز ہے، چنانچہ علامہ شامی رقمطراز ہیں:

قال الزيلعي: وهذا عنده وقالا هو مكروه، لأنه عليه الصلاة والسلام لعن في الخمر عشرة وعد منها: حاملها، وله أن الإجارة على الحمل وهو ليس بمعصية ولا سبب لها وانما تحصل المعصية بفعل فاعل مختار وليس الشرب من ضرورات الحمل، لأن حملها قد يكون للإراقة وللتخليل فصار كما إذا استاجر لعصر العنب أو قطعه والحديث محمول على الحمل المقرون بقصد المعصية اهـ زاد في النهاية وهذا قياس وقولهما استحسان ثم قال الزيلعي وعلى هذا الخلاف لو آجره (اى الكافر) دابته لينقل عليها الخمر او آجره نفسه ليرعى له الخنازير يطيب له الأجر عنده وعندهما يكره (ردالمحتار کتاب الحظر فصل

فی البیع ۵/ ۲۷۷، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان)۔

مذکورہ عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ جس جگہ غیر شرعی باتیں دیکھنے میں آتی ہوں اس کے لئے سواری کرایہ پر لگانا جائز ہے کیونکہ کرایہ پر سواری دینا گناہ نہیں ہے اور نہ گناہ کا سبب اس لئے جائز ہونا چاہئے مگر اس میں اعانت علی المعصیت ہے، اللہ تعالی نے فرمایا: **ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان** (سورہ مائدہ رکوع ۱آیۃ نمبر ۲) یعنی گناہ اور سرکشی پر مدد مت کرو۔ اس لئے اس سے احتراز لازم ہے۔

اشیائے خورد ونوش فروخت کرنے کے لئے دکان لگانے کا مقصد اگر غیر شرعی باتوں کو فروغ دینا ہوتو ناجائز ہوگا اور من کثر سواد قوم فہو منہم کے حکم میں ہوگا اور اگر تجارت کی نیت سے دوکان لگائے تو پھر بھی مکروہ تنزیہی ہوگا، لیکن ایسی جگہ سے احتیاط مناسب ہے اس لئے کہ اس میں اعانت علی المعصیت ہے۔

منکرات کو دور کرنا حکومت کے ہاتھ میں ہے کسی عام آدمی کے قبضہ میں نہیں ہے لہذا اگر اس کو گناہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ نہ ہوتو ایسی جگہ جانا جائز ہوگا ورنہ نہیں۔

د- جو کمپنیاں قیام کے سہولتوں کا نظم کرے اور وہاں ٹھہرنے والے لوگ شراب اور دوسری برائیوں میں مبتلا ہوتب بھی ان کے قیام کے لئے نظم کرنا درست ہوگا، کیونکہ فی نفسہ قیام کا نظم کرنا گناہ نہیں ہے جیسا کہ کوئی آدمی اپنا گھر کسی کو شراب بنانے کے لئے کرایہ پر دے، کیونکہ اس نے گھر کی منفعت کا پیسہ لیا اور اس میں کوئی معصیت کی بات نہیں ہے، معصیت تو کرایہ کے فعل کی وجہ سے ہے (ردالمحتار کتاب الحظر فصل فی البیع ۵/ ۲۷۷، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان)۔ اسی طرح اگر کسی نے انگور کا نچوڑا ہوا پانی کسی ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کیا جس کے بارے میں یہ یقین ہو کہ وہ اس پانی کا شراب بنائے گا تب بھی اس کا بیچنا جائز ہوگا، کیونکہ انگور کا پانی فی نفسہ گناہ نہیں ہے لیکن بعض علماء نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے۔ **وجاز بيع عصير عنب ممن يعلم انه يتخذه خمرا لان المعصية لا تقوم بعينه بل بعد تغيره وقيل: يكره لإعانته على**

المعصية (ردالمحتار کتاب الحظر فصل فی البیع ۵/ ۲۷۶، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان)۔

اسی طرح اگر کوئی کمپنی مندروں، تیرتھ گاہوں اور چرچوں کی زیارت کے لئے ٹکٹ یا سواری کا نظم کرے تب بھی یہ جائز ہونا چاہئے، کیونکہ بعض علمائے کرام نے لکھا ہے کہ اگر کسی نے چرچ کی تعمیر کی تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اس لئے مزدوری کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ شامی میں ہے:

قوله: وجاز تعمير كنيسة قال في الخانية: ولو آجر نفسه ليعمل في الكنيسة ويعمرها لا بأس به، لأنه لا معصية في عين العمل (ردالمحتار کتاب الحظر فصل فی البیع ۵/ ۲۷۶، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان)۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ٹور کمپنیاں جو آمد و رفت کے لئے ٹکٹ اور قیام کے لئے سہولتوں کا نظم کرتے ہیں جس میں بعض مسافر شراب اور دوسری برائی میں مبتلا ہوتے ہیں اور بعض کا مقصد مندروں، اور چرچ وغیرہ کا زیارت کرنا ہوتا ہے ایسی کمپنیوں کا قائم کرنا جائز ہے، کیونکہ فی نفسہ قیام کی سہولت کا مہیا کرنا یا ٹکٹ فروخت کرنا یا سواری کرایہ پر لگانا جائز ہے لیکن صاحبین کا قول ہے کہ اس میں اعانت علی المعصیت ہے اس لئے ایسا کرنا مکروہ ہے: **وقالا: لا ينبغي ذلك لأنه إعانة على المعصية وبه قالت الثلاثة** (الدرالمختار مع الرد کتاب الحظر فصل فی البیع ۵/ ۲۷۸، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان)۔

۴- اگر فلم اس طرح بنائی جائے کہ کیسٹ یا سی ڈی وغیرہ میں قاری قرآن کی آواز بھی ریکارڈ ہو اور مقامات مقدسہ کی فلم بھی، اور متعلقہ آیات کو سنتے ہوئے ان مقامات کو اسکرین پر دیکھا جائے یا متعلقہ آیات کو پڑھتے ہوئے ان مقامات کو طلبہ اسکرین پر دیکھیں تا کہ ان کے اندر اس مضمون کا زیادہ ادراک پیدا ہو تو ان مقاصد کے لئے ایسی فلمیں بنائی جاسکتی ہیں، کیونکہ احادیث مبارکہ میں جن تصویروں کی مذمت بیان کی گئی ہے ان سے مراد جاندار کی تصویریں ہیں۔ غیر جاندار کی تصویریں اس سے مستثنیٰ ہیں، خود حضور ﷺ نے غیر جاندار کی تصویر بنانے کی

اجازت فرمائی ہے:

قال: إن كنت لابد فاعلا فاصنع الشجر وما لا نفس له (مسلم شریف، باب تحریم تصویر صورۃ الحیوان ۲/ ۲۰۲)۔

(اگر تمہیں تصویر بنانی ہے تو درخت کی بنا اور ان چیزوں کی بنا جن میں روح نہیں)۔

تمام علماء کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ غیر جاندار کی تصویر بنانا حرام نہیں ہے نیز اس سے کمائی کرنا بھی حرام نہیں ہے مگر مجاہد کے نزدیک پھلدار درخت کی تصویر بنانا مکروہ ہے چنانچہ امام نووی نے فرمایا:

وأما الشجر ونحوه مما لا روح فيه فلا يحرم صنعته ولا التكسب به سواء الشجر المثمر وغيره وهذا مذهب العلماء كافة إلا مجاهد فإنه جعل الشجر المثمر من المكروه وقال القاضي لم يقله أحد غير مجاهد (شرح مسلم للنووی، باب تحریم تصویر صورۃ الحیوان ۲/ ۲۰۲)۔

مذکورہ حدیث اور امام نووی کے قول سے تو صاف ظاہر ہے کہ غیر جاندار کی تصویر بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے لہذا تعلیمی مقاصد کے لئے اگر ان مقامات کی فلم بنائی جائے جن کا ذکر قرآن وحدیث میں آیا ہے تو ان فلموں کے استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اسی طرح اگر تاریخی فلمیں بنائی جائیں یعنی ہندوستان اور دوسرے ملکوں کے آثار قدیمہ کی فلمیں بنائی جائیں تو وہ بھی جائز ہوں گی مگر ان فلموں کو بنانے اور انہیں استعمال کرنے کی چند شرطیں ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱- پہلی شرط یہ ہے کہ ان فلموں میں کسی جاندار کی تصویر نہ ہو، کیونکہ حدیث پاک میں اس کی مذمت بیان کی گئی ہے۔

۲- دوسری شرط یہ ہے کہ ان فلموں کا استعمال محض لہو ولعب اور تفریح وتماشہ کے مقصد کے لئے نہ کیا جائے۔ ان شرطوں کے ساتھ ان فلموں کا استعمال کرنا جائز ہوگا ورنہ نہیں۔

۵ - الف - موجودہ دور میں کارٹون کے بنانے کا رواج عروج پر ہے۔ روزنامہ اخبارات کے فرنٹ پیج پر کارٹون ضرور ملتے ہیں۔ کارٹون بنانے کا مقصد شخصیتوں کی طرف اشارہ کرنا ہوتا ہے جس سے یہ بات سمجھی جاتی ہے کہ کارٹونسٹ کا اشارہ کس طرف ہے یہ صحیح ہے کہ کارٹون میں انسانی شکل کے خد وخال پوری طرح ظاہر نہیں ہوتے لیکن اتنا بھی غیر واضح نہیں ہوتے کہ مشار الیہ (جس کی طرف اشارہ کیا جائے) سمجھ میں نہ آئے، لہذا کارٹون کا شمار تصویر میں ہی ہوگا اس لئے تصویر سے متعلق جو احکام احادیث وکتب فقہیہ میں وارد ہیں وہ اس پر بھی مرتب ہوں گے۔ حدیث میں ہے:

عن أبي طلحة قال قال النبي ﷺ: لا تدخل الملائكة بيتا فيه كلب ولا تصاوير (بخاری شریف، باب التصاویر ۲/ ۸۸۰)۔

(حضرت ابوطلحہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے ہیں جس میں کتا اور تصویریں ہوں)۔

بہر حال مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا کہ جاندار کی تصویر بنانا حرام ہے اور جب کارٹون کا شمار بھی تصویر میں ہوگیا تو وہ بھی اسی کے حکم میں داخل ہوکر حرام ہوجائے گا چاہے دستی اور قلمی بنایا جائے یا پریس سے چھاپ کر بنایا جائے ہر طرح سے حرام ہے

ب - کارٹون بنانا اس وقت ایک نفع بخش ذریعہ آمدنی بھی ہے، تو کیا اس کو ذریعہ آمدنی بنانا اور اس مقصد کے لئے ملازمت کرنا درست ہوگا؟

اوپر ''جزء الف'' میں جب یہ معلوم ہوگیا کہ کارٹون تصویر کا ہی ایک حصہ ہے اور اس کا شمار تصویر میں ہی ہے تو اس سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ کارٹون بنانا اور اس مقصد کے لئے ملازمت کرنا حرام ہے۔

ولو استاجر مصورا فلا أجر له لأن عمله معصية، كذا عن محمد، ولو هدم بيتا فيه تصاوير ضمن قيمته خاليا عنهما (رد المحتار، مکروہات الصلوۃ ۲/ ۴۲۰)۔

(اگر کسی نے تصویر بنانے والے کومزدوری پر لیا تو اس کی کوئی اجرت نہیں ہے، اس لئے کہ تصویر بنانا گناہ ہے۔ اسی طرح کی روایت امام محمد سے ہے کہ اگر کسی نے ایسا گھر منہدم کردیا جس میں تصویریں بھی ہوں تو صرف گھر کو ڈھانے کا تاوان دے گا تصویروں کا نہیں دے گا)۔

۶-فرضی اشعار یا فرضی کہانیاں جو سامعین کے سامنے پیش کی جائیں اور ان سے سامعین کو دھوکہ نہ ہو، ایسی کہانیوں اور اشعار کا سننا اور سنانا دونوں جائز ہے کیونکہ فرضی اشعار کا سننا خود حضور ﷺ سے ثابت ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ کعب بن زہیر کا شمار ممتاز مخضر مین شعراء میں ہوتا ہے۔ ان کا ''قصیدہ بانت سعاد'' اپنی امتیازی خصوصیت کی وجہ سے ادب عربی میں ایک امتیازی شان رکھتا ہے جسے سن کر آنحضرت ﷺ اس قدر خوش ہوئے کہ اپنی چادر مبارک اتار کر ان کو اڑھادی اور شاعر وشعر دونوں کو عمر جاوید عطا فرمائی اور اسی وجہ سے اس قصیدہ کا امتیازی نام ''قصیدہ بردہ'' پڑ گیا۔ قصیدہ کا مطلع ہے

بانت سعاد فقلبی الیوم متبول متیم اثرہ لم یفد مکبول

(آج سعاد داغ مفارقت دے گئی تو میرا دل بےچین ہے میں اس کے پیچھے ایسا محبت کا غلام ہوں جس کے پیر میں بیڑیاں ڈال دی گئی ہیں اور جس کی رہائی کے لئے کوئی فدیہ نہیں دیا گیا)۔

حضرت کعب بن زہیر نے اس قصیدہ کو جاہلی ریت کے مطابق تشبیب سے شروع کیا اور اپنی ایک فرضی محبوبہ کا ذکر کیا ہے جس کا نام انہوں نے ''سعاد'' رکھا کیونکہ جاہلی اور قدیم شعراء کا یہ دستور تھا کہ وہ اصل مضمون کو بیان کرنے سے پہلی کسی خیالی محبوبہ اور اس کے عارض کا ذکر یا محبوب کو یاد دلانے والے اور اس سے نسبت رکھنے والے مقامات کا ذکر کرتے تا کہ آتش شوق تیز ہو اور جس وقت اصل مضمون پر آئیں اس وقت بیان کرنے والے کا جوش اور سننے والوں کا اشتیاق نقطہ کمال پر پہنچ چکا ہو، قدیم شعراء اس کو تشبیب سے تعبیر کرتے تھے۔ تشبیب کا یہ مضمون عام طور سے قصیدہ کے ایک تہائی یا نصف ہوتا ہے۔ کعب بن زہیر نے بھی اس قصیدہ کی ابتداء

قدیم عربی شاعری کے روایتی انداز سے کی اور مطلع میں اپنی فرضی محبوبہ سعاد کا ذکر کیا اور اس کے بعد کے اشعار میں اس کی صفتیں بیان کیں اور خود حضور ﷺ نے شاعر کی فرضی محبوبہ کے سلسلے میں اشعار پر کوئی نکیر نہیں فرمائی بلکہ ان کو اپنا پیراہن مبارک عطا فرما کر شاعر اور شعر دونوں کو عمر جاوید عطا فرمائی۔

معلوم ہوا کہ فرضی کہانی یا اشعار کا سننا درست ہے جب کہ اس سے سامعین کو دھوکہ نہ ہو، مگر ان فرضی کہانیوں کو ڈرامہ اسٹیج کی شکل میں پیش کرنا چند شرائط کے ساتھ درست ہے:

۱-کوئی امر خلاف شرع نہ ہو، مثلاً فحش کلامی وغیرہ نہ ہو۔

۲-رول ادا کرنے والوں میں کوئی لڑکی یا اجنبی عورت نہ ہو۔

۳-ڈرامے میں کسی عالم یا صوفی کا رول ادا نہ کیا جائے، کیونکہ کسی عالم یا صوفی کا رول ادا کرنا علم، عالم اور تصوف کا مزاق اڑانا ہے جو کہ شرعاً ناجائز ہے۔

مذکورہ شرائط کے ساتھ ڈرامے اسٹیج کیے جا سکتے ہیں۔

تفریح - اس کے جائز وسائل اور شرعی ضوابط

مفتی لطیف الرحمن ولایت علی ☆

الف - حدود میں رہتے ہوئے مزاح جائز ہے ورنہ ممنوع ہوگا، مزاح کے لغوی معنی خوش طبعی کے ہیں اور یہ خوش طبعی جناب رسول اللہ ﷺ بھی بعض اوقات اپنے رفقاء اور ازواج مطہرات کے ساتھ فرمایا کرتے تھے، حضرت انسؓ راوی ہیں کہ میرے بھائی گوریئے سے کھیل رہے تھے، اتفاق سے وہ گوریا مرگیا، آپ ﷺ نے ان سے مزاحاً فرمایا: اے ابوعمیر! تمہارے گوریئے کا کیا ہوا؟ "یا أبا عمیر ما فعل بک النغیر" (بخاری، باب الانبساط الی الناس)۔

ایک بوڑھی خاتون خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں، آپ ﷺ نے فرمایا: جنت میں کوئی بوڑھی داخل نہیں ہوگی، وہ بے چاری رونے لگی، آپ ﷺ نے فرمایا: مطلب یہ ہے کہ اس دن تم بوڑھی نہیں ہوگی، بلکہ سارے لوگ جوان ہوکر جنت میں جائیں گے (شمائل ترمذی)۔

خاص طور پر ازواج مطہرات کے ساتھ آپ ﷺ زیادہ مزاح کرتے تھے، حضرت انسؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی ازواج کے ساتھ لوگوں میں سب سے زیادہ مزاح کرنے والے تھے: "کان من أفکه الناس مع نسائه" (قاموس الفقہ ۵/ ۸۲)۔

معلوم ہوا کہ اس طرح کا مزاح جائز ہے اور آپ ﷺ سے ثابت بھی ہے، لیکن اگر اس مزاح میں پانچ چیزیں یا ان پانچ میں سے کوئی ایک بھی چیز شامل ہوگئی تو پھر یہ مزاح ناجائز اور ممنوع ہوگا۔

☆ دارالافتاء والارشاد، چھاپھنی مسجد، ستا کروز ممبئی۔

۱- اس مزاح میں کوئی گناہ کی بات شامل ہو جائے یعنی اس میں جھوٹ بولا جائے تو پھر گناہ ہوگا، چنانچہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں مزاح تو کرتا ہوں لیکن حق وسچائی کے سوا نہیں کہتا، حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ محض لوگوں کو ہنسانے کے لئے کوئی بات کہے تو آدمی اس کی وجہ سے آسمان سے بھی زیادہ دوری پر گر جاتا ہے۔ اس حدیث کا منشا یہی ہے کہ محض لوگوں کو ہنسانے کے لئے جھوٹ بولا جائے تو جائز نہیں۔

۲- اسی طرح ایسا مزاح جو دوسرے کے لئے تکلیف کا باعث اور وجہ اذیت ہو تو جائز نہیں۔

۳- اسی طرح اس میں مبالغہ کی بھی اجازت نہیں ہوگی۔

۴- اسی طرح اس میں مداومت اور مواظبت بھی ممنوع اور نا جائز ہوگا، اس طرح کہ آدمی اس کو اوڑھنا بچھونا بنالے۔

۵- اور اسی طرح افراط بھی منع ہوگا، افراط سے مراد بہت ہنسنا ہنسانا ہے اور مداومت سے مراد یہ ہے کہ زیادہ وقت ہنسی مذاق میں گذارے (قاموس الفقہ ۵/ ۸۲، وہکذا فی احیاء العلوم ۳/ ۱۹۹)۔

ب- مزاحیہ پروگراموں کا منعقد کرنا جو کئی گھنٹوں پر مشتمل ہو یا مزاحیہ مشاعرہ منعقد کرنا نا جائز ہوگا، قرآن کریم میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''ومن الناس من یشتری لهو الحدیث۔۔ الخ'' (سورہ لقمان) (اور ایک وہ لوگ ہیں کہ خریدار ہیں کھیل کی باتوں کے)۔

اور پھر ایسے پروگراموں میں گھنٹوں اوقات ضائع ہوتے ہیں اور وقت کا ضیاع بالکلیہ حرام ہے، اسی طرح یہ مزاحیہ پروگرام اس وقت تک قبولیت حاصل نہیں کر پاتا جب تک اس میں جھوٹ کی آمیزش اور ملاوٹ نہ ہو اور پہلے حدیث گذر چکی کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ محض لوگوں کو ہنسانے کے لئے جھوٹ بولے تو اس کی وجہ سے آسمان سے بھی زیادہ دوری پر گر جاتا ہے۔

ج، د، ہ- یہ تینوں چیزیں بھی نا جائز اور حرام ہیں، ومن الناس من یشتری لهو الحدیث

کے ذیل میں حضرت مفتی صاحب فرماتے ہیں: اس زمانے میں بیشتر نوجوان فحش ناول یا جرائم پیشہ لوگوں کے حالات پر مشتمل قصے یا فحش اشعار دیکھنے کے عادی ہیں، یہ سب چیزیں اسی قسم لہو حرام میں داخل ہیں (معارف القرآن ۷/ ۲۳)۔

اور ان تینوں میں اپنے اوقات عزیزہ کو بھی ضائع کرنا ہے اور دوسروں کے بھی اور جھوٹ باتیں لکھنا ہے اور پھر اس کی نشر واشاعت کرنا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ گناہ پر تعاون کرنا ہے، اور قرآن میں ہے: ''ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان'' (سورہ مائدہ)۔

و- ظاہر ہے کہ اگر ایک شخص نفسیاتی مریض ہے یا ڈپریشن کا شکار ہے اور اس کی صحت کا مدار ہنسنے ہنسانے پر ہے تو ایسے شخص کو بطور علاج اور بطور دوا بہ تکلف قہقہہ لگانا اور ایسے پروگرام دیکھنا جائز ہوگا تا کہ اس کی وجہ سے اس کی صحت برقرار رہے، لیکن صحت بحال ہونے کے بعد پھر گنجائش نہیں رہے گی۔

۲- الف- کھیل کے جائز اور ناجائز ہونے میں ایک بنیادی بات یہ ہے کہ جو کھیل بدن کی ورزش، صحت وتندرستی باقی رکھنے کے لئے یا کسی دوسری دینی ودنیوی ضرورت کے لئے یا کم از کم طبیعت کا تکان دور کرنے کے لئے ہوں اور ان میں غلو نہ کیا جائے کہ انہی کو مشغلہ بنالیا جائے اور ضروری کاموں میں ان سے حرج پڑنے لگے تو ایسے کھیل مباح اور دینی ضرورت کی نیت سے ہو تو ثواب بھی ہے (معارف القرآن ۷/ ۲۳)، اور آپ تحریر فرماتے ہیں کہ کھیل ایسا ہو جو مختصر وقت میں پورا کیا جاسکتا ہو جیسے فٹ بال، والی بال، ایسا طویل کھیل نہ ہو جو آدمی کو شرعی فرائض اور اپنی متعلقہ ذمہ داریوں سے غافل کردیں، جیسے شطرنج اور فی زمانہ کرکٹ، تاش۔

۲- ایسا کھیل نہ ہو جو اپنے یا دوسرے کے لئے ایذاءرسانی کا باعث ہو اور جسم کو شدید نقصان پہنچنے کا امکان ہو جیسے فری اسٹائل کشتی اور باکسنگ وغیرہ۔ ایسے کھیل جائز نہیں ہیں۔

۳- مردوں کے لئے زنانہ کھیل اور عورتوں کے لئے مردانہ کھیل جیسے کشتی، کبڈی درست نہیں ہے، کیونکہ آپ ﷺ نے مردوں کو عورتوں کی اور عورتوں کو مردوں کی مشابہت

اختیار کرنے سے سختی سے منع فرمایا ہے۔

۴- کھیل خواہ کوئی بھی ہو اگر اس میں جوا ہو تو جائز نہیں کہ جوا حرام ہے، کھیل کے بارے میں یہ چند بنیادی باتیں ملحوظ رکھنی ہوگی (مستفاد راہ عمل ۶/ ۱۷۶-۱۷۷)۔

ب- لباس کے بارے میں شرعی اصول یہ ہے کہ کھلاڑی ایسا لباس اختیار کریں جو ساتر ہو، یعنی مرد ہو تو ناف سے گھٹنے تک کا حصہ ڈھکا ہوا ہو، خواتین مردوں کے درمیان نہ کھیلیں اور خواتین کے لئے خواتین کے سامنے پردہ کی حدود وہی ہیں جو مردوں کے لئے ہیں کہ ناف سے گھٹنے تک کا حصہ چھپا ہوا ہو اس کی رعایت کے بغیر کھیلنا حرام ہے، کیونکہ حصہ ستر کو چھپانا شرعاً واجب ہے، اور پھر اس بات کا بھی (مرد و عورت دونوں کھلاڑی کو) خیال رکھنا ہوگا کہ اگر چہ لباس تو دونوں کا ساتر ہے کہ ان کے حصہ ستر کو چھپا رہا ہے، لیکن اتنا تنگ ہے کہ دونوں کے اعضاء مستورہ اگر نمایاں ہوتے ہیں تو یہ بھی بے پردگی کے حکم میں ہوگا، اور یہ لباس بھی حرام ہوگا اور دونوں گنہگار ہوں گے۔

ج- چند جائز اور مستحب کھیل:

کچھ کھیل جن کا احادیث سے ثبوت ہے، یہاں ان کا ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے:

(۱) دوڑ: دوڑ کو آپ ﷺ نے پسند فرمایا ہے، خود آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ کے ساتھ دوڑ فرمائی ہے، حضرت سلمہ بن اکوع راوی ہے کہ انصار میں سے ایک شخص نے اعلان کیا کہ کوئی ہے جو میرے ساتھ مدینہ تک دوڑ کا مقابلہ کرے؟ اور یہ شخص اتنا تیز دوڑتا تھا کہ لوگ اس پر سبقت حاصل نہیں کر پاتے تھے، میں نے اس سے کہا: تم کو کسی کی عزت و شرافت کا بھی خیال نہیں؟ اس نے کہا: سوائے رسول اللہ کے میں کسی اور کو دعوت مقابلہ دینے سے باز نہیں آسکتا، حضرت سلمہ نے آپ ﷺ سے اجازت چاہی اور مقابلہ کیا تو سبقت حاصل کر لی (نیل الاوطار ۸/ ۹۴ بحوالہ راہ عمل ۳/ ۱۷۷)۔

(۲) کشتی: اسلام کشتی کی بھی حوصلہ افزائی کرتا ہے، رکانہ عرب کے مشہور پہلوان تھے،

انہوں نے آپ ﷺ کو دعوت مقابلہ دیا آپ ﷺ نے قبول فرمالیا کشتی ہوئی اور آپ ﷺ جیت گئے اور یہی شکست حضرت رکانہ کے قبول اسلام کا سبب بنی (حوالہ بالا)۔موجودہ زمانہ میں ''کراٹے'' بھی کشتی کے حکم میں ہے کیونکہ اس کا مقصد بھی جسمانی ورزش اور مدافعانہ صلاحیتوں کو پروان چڑھانا ہے۔

(۳) تیراکی: اس کو بھی آنحضور ﷺ نے پسند فرمایا ہے،آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے ذکر کے علاوہ ہر چیز لہو ولعب ہے،سوائے چار چیزوں کے: شوہر اپنی بیوی سے دل لگی کرے، اپنے گھوڑے کی تربیت کی جائے ، دو مقررنشانوں کے درمیان چلنا اور تیراکی کا فن سیکھنا (الجامع الصغیر ۳۳۱/۵)۔ ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے بچوں کو تیراکی اور تیراندازی سکھانے کی ترغیب دی۔

(۴) گھوڑ دوڑ: یہ بھی جائز ہے آپ ﷺ نے اس کی حوصلہ افزائی فرمائی ہے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ گھوڑے کی دوڑ کا مقابلہ کراتے جو گھوڑے چھریرے اور ہلکے بدن کے ہوتے ان کے لئے موازنے کی جگہ اور اس کی حد حفیہ سے ثنیۃ الوداع تک ہوتی اور جو بھاری بدن کے ہوتے ان کی ثنیۃ الوداع سے مسجد بنوزریق تک (بخاری مع الفتح ۲۱۴/۱)،لیکن آج کل جو گھوڑ دوڑ ہوتی ہے جس کا اصل مقصد جوا ہی ہوتا ہے یہ جائز نہیں۔

(۵) تیراندازی: اس کی بھی آپ ﷺ نے حوصلہ افزائی فرمائی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ہر کام کا تفریح طبع کے طور پر کیا جانا نا روا ہے سوائے تین باتوں کے ان میں ایک تیراندازی کا ذکر فرمایا (ترمذی)۔موجودہ زمانے میں بندوق وغیرہ کی نشانہ بازی بھی اسی حکم میں ہے (مستفاد از راہ عمل ۱۷۷/۳-۱۷۹)۔

حضرت مفتی شفیع صاحبؒ جواہر الفقہ میں مفید کھیل کے عنوان سے چند کھیل ذکر فرمائے ہیں،آپ تحریر فرماتے ہیں کہ جن کھیلوں سے کچھ دینی یا دنیوی فوائد حاصل ہوسکتے ہیں وہ جائز ہیں بشرطیکہ انہیں فوائد کی نیت سے کھیلا جائے ،محض لہو ولعب کی نیت سے نہ ہو لیکن اس کی

بازی پر کوئی معاوضہ یا انعام وشروط مقرر کرنا جائز نہیں، مثلاً گیند کا کھیل کہ اس سے جسمانی ورزش ہوتی ہے، یا لاٹھی وغیرہ کے کھیل یا پہلوانوں کی کشتی وغیرہ جو قوت جہاد میں معین ہو سکتے ہیں، اسی طرح معمہ بازی، شعر بازی، تعلیمی تاش وغیرہ، ہار جیت کی بازی لگانا جائز ہے، مگر اس پر کوئی رقم معاوضہ کی مقرر کرنا جائز نہیں، بلکہ قمار حرام ہے (۳۵۱/۴)۔

ج - چند ناجائز اور بے فائدہ کھیل:

ایسے کھیل تماشے جن کے ماتحت میں کوئی معتد بہ فائدہ نہ ہو نہ دین کا نہ دنیا کا وہ سب ممنوع اور ناجائز ہیں خواہ ان پر بازی لگائی جائے یا انفرادی طور پر کھیلا جائے پھر بازی پر کوئی رقم لگائی جائے یا نہیں اور رقم بھی دوطرفہ ہو یا یکطرفہ، بہرحال ایسے لغو کھیل شرعاً مطلقاً ناجائز ہیں اور ان کھیلوں میں پتنگ بازی، کبوتر بازی، بیٹر بازی، مرغ بازی، چوسر، شطرنج، تاش، کتوں کی ریس وغیرہ تمام کھیل شامل ہیں (جواہر الفقہ ۳۵۲/۴)۔

گھوڑ دوڑ: پہلے ثابت ہو چکا کہ گھوڑ دوڑ یہ مستحب کھیل ہے، چونکہ حدیث میں اس کا ذکر ہے، لیکن اگر گھوڑ دوڑ کی بازی محض کھیل تماشا یا روپیہ کی طمع کے لئے ہو اور استعداد قوت جہاد کی نیت نہ ہو تو یہ صورت ناجائز ہوگی۔ اسی طرح معاوضہ یا انعام کی شرط فریقین میں دوطرفہ ہو اور کسی تیسرے کو اپنے ساتھ (چند مخصوص شرائط پر) نہ ملایا جائے تو یہ قمار حرام ہے، اسی طرح ریس کی مروجہ شکل کہ گھوڑوں کی دوڑ کسی کمپنی کی طرف سے ہوتی ہے، گھوڑے کمپنی کی ملک اور سوار کمپنی کے ملازم اور دوسرے لوگ گھوڑوں کے نمبر پر اپنا داؤ لگاتے ہیں جس کی فیس ان کو داخل کرنا ہوتی ہے، جس نمبر کا گھوڑا آگے بڑھ جائے اس پر داؤ لگانے والے کو انعامی رقم مل جاتی ہے، باقی سب لوگوں کی فیس ضبط ہو جاتی ہے یہ صورت مطلقاً قمار حرام ہے، (تفصیل کے لئے دیکھئے: جواہر الفقہ ۳۵/۴)۔

لاٹری ٹکٹ خریدنا: مفتی کفایت اللہ صاحب سے کسی نے سوال کیا کہ شہروں میں لاٹری

ٹکٹ خریدے جاتے ہیں، یہ جائز ہے یا ناجائز، جواب میں آپ نے فرمایا: لاٹری ٹکٹ خریدنا ناجائز ہے، قمار ہے اور قمار حرام ہے (کفایت المفتی ۹/ ۲۶۲)۔

اخباری معمے: آج کل وبا کی طرح قمار کی یہ صورت بھی عام ہوگئی ہے جو حل معمہ کے عنوان سے بہت سے اخباروں اور رسالوں کا بڑا کاروبار بنا ہوا ہے یہ بھی قمار ہے اور حرام ہے (تفصیل کے لئے دیکھئے: جواہر الفقہ ۲/ ۳۴۳)۔

تاش، شطرنج، چوسر، یہ تینوں کھیل بھی ناجائز اور حرام ہے، عالمگیری میں ہے: ''ویکرہ اللعب بالشطرنج والنرد وثلاثة عشر وأربعة عشر وکل لھو ما سوی الشطرنج حرام بالإجماع، وأما الشطرنج فاللعب حرام عندنا'' (۵/ ۳۵۲)۔

ویڈیو گیم: یہ کھیل بھی چند وجوہات سے شرعاً جائز نہیں:

۱- اس کھیل میں دینی اور جسمانی کوئی فائدہ مقصود نہیں ہوتا۔

۲- اس میں وقت اور روپیہ ضائع ہوتا ہے اور ذکر اللہ سے غافل کرنے والا ہے۔

۳- سب سے شدید ضرر یہ ہے کہ اس کھیل کی عادت پڑنے پر چھوڑنا دشوار ہوجاتا ہے۔

۴- بعض گیم تصویر اور فوٹو پر مشتمل ہوتے ہیں جو کہ شرعاً ناجائز ہے (تلخیص: آپ کے مسائل اور ان کا حل ۷/ ۳۳۶)۔

ج- مکروہ کھیل:

بطور تفریح کے کیرم بورڈ مکروہ ہوگا اور پھر یہی کھیل آئندہ ہار جیت کا ذریعہ بن جاتا ہے، لہذا احتیاط مناسب ہے (فتاوی محمودیہ ۱۹/ ۷۵۳، آپ کے مسائل ۷/ ۳۲۹)۔

د- کھیل کے ہار جیت میں اگر پیسہ کی شرط ہو تو اس کے جائز ہونے کی ایک صورت یہ ہے کہ فریقین جو بازی لگا رہے ہیں آپس میں کسی کو کسی سے کچھ لینا دینا نہ ہو بلکہ حکومت وقت یا کسی تیسرے شخص کی طرف سے بطور انعام کوئی رقم مقرر ہو تو یہ جائز ہے اور قمار نہیں ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ آگے بڑھنے والے کے لئے یا کھیلنے والے کے لئے معاوضہ

یا انعام فریقین ہی کی جانب سے ہو مگر صرف ایک طرف سے دوطرفہ شرط نہ ہو ورنہ دوطرفہ شرط قمار کی صورت ہوگی۔

تیسری صورت یہ ہے کہ کوئی بھی کھیل کوئی خاص کمپنی شروع کرائے اور مثال کے طور پر گھوڑ دوڑ، اس میں گھوڑے کمپنی کی ملک اور سوار کمپنی کے ملازم اور اب دوسرے لوگ گھوڑے کے نمبر پر اپنا داؤ لگاتے ہیں جس کی فیس ان کو داخل کرنا ہوتی ہے جس نمبر کا گھوڑ آگے بڑھ جائے اس پر داؤ لگانے والے کو انعامی رقم مل جاتی ہے باقی سب لوگوں کی فیس ضبط ہوجاتی ہے یہ صورت بھی قمار کی ہے اور حرام ہے (تلخیص جواہر الفقہ ۲/ ۳۴۸-۳۵۰)۔

ہ- اگر چہ لباس اور طریقہ کے اعتبار سے محرمات پر مشتمل نہ ہو لیکن وقت کا ضیاع یہ خود مستقل کبیرہ گناہ ہے، نہ کھیلنے کی اجازت ہوگی اور نہ دیکھنے کی۔ اسلام وقت کے ضیاع کو سخت ناپسند کرتا ہے، کل قیامت میں وقت کے بارے میں سوال ہوگا، تم نے اپنے اوقات کو کہاں پر لگایا؟ اور قیامت میں عمر اور خاص کر اپنی جوانی کے زمانہ کا حساب دینا ہوگا کہ اسے کن کاموں میں خرچ کیا (ترمذی)۔

و- جو کھیل اپنے طریقہ اور لباس کے اعتبار سے محرمات پر مشتمل ہو تو ایسے کھیل دیکھنے کے لئے ٹکٹ خریدنا بھی ناجائز ہوگا، اس لئے کہ یہ گناہ پر اجارہ ہے اور گناہ پر اجارہ درست نہیں ہے۔

عالمگیری میں ہے: "ولا تجوز الإجارة على شيئ من الغناء والنوح والمزامير والطبل وشيئ من اللهو" (۴/ ۴۴۹) اور اگر وہ کھیل محرمات اور خرافات سے پاک ہو اور شرعاً اس کھیل کی اجازت ہو اور اس کھیل میں وقت کی تعیین عملاً ممکن ہو تو پھر اس کی ٹکٹ خریدنے کی اجازت ہوگی، اس لئے کہ اجارہ میں وقت کی تعیین ضروری ہے، عالمگیری میں ہے: "يصح العقد على مدة معلومة أى مدة كانت قصرت المدة كاليوم ونحوه أو طالت كالسنين كذا في المضمرات" (۴/ ۴۱۵)۔

۳: الف- ایک حدیث میں ارشاد ہے: "روحوا القلوب ساعة فساعة"

(ابوداؤد) یعنی تم اپنے قلوب کو کبھی کبھار آرام دیا کرو، اسی طرح بعض صحابہ کرام سے منقول ہے کہ جب وہ قرآن وحدیث کے مشاغل میں تھک جاتے تو بعض اوقات عرب کے اشعار یا تاریخی واقعات سے دل بہلاتے تھے۔

ان روایات کے پیش نظر گھر کے اندر کوئی تفریحی مشغلہ کچھ دیر کے لئے اختیار کرلیا جائے، اسی طرح باہر ہواخوری یا کچھ دیر ٹہلنے کے لئے اگر نکلا جائے تو اجازت ہوگی، لیکن صرف تفریحی مقصد کے پیش نظر ایک شہر سے دوسرے شہر اور ایک ملک سے دوسرے ملک باقاعدہ سفر کرنا اور ہزاروں روپے (جو درحقیقت اللہ پاک کی دی ہوئی نعمت ہے) اس لایعنی کام کی خاطر پھونک دینا اس کی اجازت نہیں ہوگی، گویا تفریح اب مقصود بن گئی، حالانکہ یہ ایک وقتی ضرورت تھی دل ودماغ کو دوبارہ اپنی جگہ پر لانے کے لئے اور ان دونوں قوتوں سے کام لینے کے لئے۔

ب- شریعت کا مزاج یہ ہے کہ وہ ایک عورت کو بغیر ضرورت شدیدہ کے گھر سے نکلنے کی اجازت نہیں دیتا، اور جب اجازت بھی ملتی ہے تو شریعت بہت ساری حدود وقیود کے ساتھ اجازت دیتی ہے، بغیر زیب وزینت کے اور پورے شرعی پردے کے ساتھ۔ قرآن میں اللہ پاک کا ارشاد ہے: "وقرن في بيوتكن ولا تبرجن تبرج الجاهلية الأولى" (احزاب)، وہ حج وزیارت، تعزیت وتیمارداری، والدین اور قرابت داروں سے ملاقات کے لئے اور علاج ومعالجہ کے لئے نکل سکتی ہے، وہ بھی بغیر بناؤ سنگھار کے، ایک نوجوان عورت کو جب نماز جو اہم عبادت ہے اور جہاد جو اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے سب سے اہم کوشش ہے، اس کے لئے نکلنے کو ناپسند کیا گیا تو پھر تفریحی مقصد سے نکلنے کی اجازت کیسے اور کیونکر ہوسکتی ہے؟

اس بارے میں حضرت مفتی رشید احمد لدھیانویؒ کا تفصیلی جواب احسن الفتاوی (۴۸/۸) پر موجود ہے، اس کے اقتباسات ملاحظہ ہوں قرآن وحدیث میں عورت کو پردے کی سخت تاکید اور عورت کو باہر نکلنے میں مفاسد کثیرہ کے پیش نظر عورت کا تفریح کے لئے گھر سے باہر نکلنا جائز نہیں، اگر نکلے گی تو اس کے علاوہ اس کا شوہر اور دوسرے اولیاء بھی سخت گنہگار ہوں گے،

ان سب پر ایسے فسق وفجور سے توبہ کرنا ضروری ہے۔

۱-عورت کو بلاضرورت برقع اوڑھ کر بھی گھر سے نکلنا حرام ہے، ''وقرن في بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاھلیة الأولی''۔

۲-عورت برقع وغیرہ میں لپٹ کر بھی باہر نکلے گی تو غیر محارم پر نظر پڑے گی، حدیث میں امہات المومنینؓ کو ایک متقی نابینا صحابیؓ کی طرف دیکھنے سے منع کیا گیا۔

۳-باہر نکلنے میں منکرات وفواحش، عریاں عورتوں اور تصاویر پر نظر پڑے گی جس کا قلب پر برا اثر پڑے گا۔

۴-گانوں اور باجے کی آوازیں کان میں پڑیں گی اور قلب پر اثر کرے گی، مفاسد مذکورہ اگر چہ مردوں کے خروج میں بھی پائے جاتے ہیں مگر مرد وعورت کے خروج میں دو وجہ سے فرق ہے۔

(۱) مرد کا خروج ضرورت دینیہ ودنیویہ کی وجہ سے ہوتا ہے، اس لئے اللہ تعالی اس کی حفاظت فرماتے ہیں اور عورت کا تفریح کے لئے نکلنا ضرورت میں داخل نہیں۔

(۲) حفظ صحت کے لئے بھی مردوں کو باہر نکلنے کی ضرورت ہے، عورتوں کو اس کی ضرورت نہیں، عورتوں کو قرن فی بیوتکن کا حکم ہے، اس لئے اللہ تعالی نے گھر کے اندر کا ماحول ان کے لئے سازگار بنایا ہے، ان کی صحت گھر کے اندر ہی ٹھیک رہتی ہے، جس عورت کو صحت کے لئے گھر سے باہر نکلنے کی ضرورت محسوس ہو تو یہ اس کی دلیل ہے کہ کثرت معاصی سے اس کی فطرت تبدیل ہوگئی ہے یہ اس کے بے دین ہونے کی علامت ہے، دیندار عورتوں کی صحت گھر ہی میں ٹھیک رہتی ہے۔

حضرت فقیہ الامتؒ فتاوی محمودیہ میں تحریر فرماتے ہیں:

اضطرار کی حالت میں نفیر عام کے وقت عورتوں کو جہاد کے لئے نکلنا درست ہے، بشرطیکہ ان کو قتال کی قدرت بھی ہو اور لشکر بڑا ہو، مرہم پٹی وغیرہ کے لئے بوڑھی عورتوں کا نکلنا

جائز ہے جوانوں کو نہیں، جب جہاد کے لئے نکلنے کا حکم یہ ہے تو پھر شوہروں کے ساتھ گھومنا تو کوئی عبادت بھی نہیں۔ آج فتنہ وفساد کے غلبہ کی وجہ سے مساجد میں نماز کے لئے عورتوں کا آنا بدرجہ اولی ممنوع ہوگا، جبکہ دینی امور میں عورتوں کے نکلنے کا یہ حکم ہے تو پھر شوہروں کے ساتھ گھومنا تو کوئی دینی ضرورت نہیں بلکہ نصاری کا شعار اور طریقہ ہے وہ کیسے جائز ہوسکتا ہے (۱۹/۱۸۷)۔

ج-معصیت اور گناہ کے کاموں میں تعاون اور مدد بھی گناہ ہے، اور فقہاء کے نزدیک حرام ہے، لیکن معصیت میں تعاون سے مراد ایسی شی ہے کہ جس سے بعینہ معصیت کا ارتکاب کیا جاتا ہو، اسی لئے فقہاء نے اہل فتنہ سے اسلحہ فروخت کرنے کو ناجائز قرار دیا ہے، اور ایسے مقام پر سواری کرایہ پر لگانا اسی طرح ایسے مقام پر اشیاء خورد ونوش فروخت کرنے کے لئے دوکان لگانے کا تعلق ان غیر شرعی باتوں اور جگہوں سے نہیں ہے اس لئے ایسی جگہ پر دوکان لگانے میں کوئی مضائقہ نہیں، فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہدایہ میں ہے: "**ویکره بيع السلاح في أيام الفتنة ولا بأس بيع العصير بمن يعلم أنه يتخذ خمراً، لأن المعصية لا تقام بعينه**" (۴/۴۵۶)۔

د-آج کل ٹور پر لے جانے کے لئے مختلف تجارتی کمپنیاں قائم ہیں، درحقیقت ان کے قیام کی بنیاد اور مقصد صرف لوگوں کے سفر کا بہتر سے بہتر انتظام کرنا ہے، کھانے پینے اور قیام کے اعتبار سے اور ٹکٹ کی سہولت فراہم کرنے کے اعتبار سے اور پھر ان سفروں میں اشخاص اور افراد کے احوال بھی مختلف ہوتے ہیں اور لوگوں کی نیتیں بھی مختلف ہوتی ہیں، یہ الگ بات ہے کہ کچھ لوگ ایسے اسفار پر داد عیش دینے کے لئے جاتے ہیں اور کچھ لوگ مندر اور چرچوں کی زیارت اور عبادت کی غرض سے جاتے ہیں، حالانکہ ان کمپنیوں کے قیام کا مقصد یہ نہیں ہوتا ہے۔ اب کسی معصیت کی اعانت جواز روئے قرآن حرام ہے، وہ ہے جس میں معصیت کا قصد ونیت حقیقۃً یا حکماً شامل ہو۔ حقیقۃً یہ کہ دل میں یہ ہو کہ اس کے ذریعہ عمل معصیت کیا جائے اور حکماً یہ ہے کہ وہ چیز بجز معصیت کے کسی دوسرے کام میں نہ آتی ہو، جیسے آلات معازف، طبلہ سارنگی وغیرہ۔ اور جہاں قصد معصیت نہ حقیقتاً ہو نہ حکماً وہ اعانت علی المعصیۃ میں داخل نہیں، البتہ

اعانت سے ملتی جلتی ایک اور چیز ہے جس کو اصطلاح میں ''تسبب'' کہتے ہیں وہ بھی از روئے قرآن حرام ہے، خواہ نیت معصیت ہو یا نہ ہو، پھر سبب قریب اور بعید کا بھی فرق ملحوظ رکھنا ہوگا۔ اگر دونوں سبب کی حرمت کو عام کردیا جائے تو شاید دنیا میں کوئی بھی کام جائز نہ رہے، اس لئے سبب قریب ممنوع ہوگا اور سبب بعید مباح، کپڑا بننا، مکان بنانا، ظروف اور استعمالی چیزیں بنانا ان سب میں بھی ظاہر ہے کہ ہر ایک بر وفاجر ان کو خریدتا اور استعمال کرتا ہے اور اپنے فسق وفجور میں بھی استعمال کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ان کا شمار سبب بعید میں ہے اور بنانے والا بری الذمہ ہے، اور ایک سبب سبب قریب ہے اور وہ یہ ہے کہ ہو تو سبب قریب مگر معصیت کے لئے محرک نہیں بلکہ صدور معصیت کسی دوسرے فاعل مختار کے اپنے فعل سے ہوتا ہے، جیسے بیع عصیر عنب ممن یتخذ خمراً۔ ایسے سبب قریب کا حکم یہ ہے کہ اگر بیچنے یا اجارہ پر دینے والے کا مقصد اس معصیت ہی کا ہو تو یہ اعانت معصیت میں داخل ہوکر قطعاً حرام ہوگا اور اگر اس کا قصد ونیت شامل نہ ہو تو پھر اس کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ اس کو علم بھی نہ ہو کہ یہ شخص گھر خرید کر اس میں فسق وفجور کرے گا اس صورت میں یہ بیع یا اجارہ بلا کراہت جائز ہے، اور اگر اس کو علم ہے تو اجارہ اور بیع مکروہ ہے، پھر اس مکروہ کی بھی دو قسمیں ہیں، ایک یہ کہ معصیت اس کے عین کے ساتھ متعلق ہو بغیر کسی تغیر اور تصرف کے دوسرے یہ کہ وہ کچھ تصرف وتغیر کے بعد وہ معصیت کام میں آئے، پہلی صورت میں مکروہ تحریمی ہے دوسری مکروہ تنزیہی (تلخیص جواہر الفقہ ۲/ ۴۵۳-۴۵۶)۔

اس تفصیل کو سامنے رکھتے ہوئے ایسی ٹور کی کمپنیاں قائم کرنا ''سبب بعید'' میں شامل ہوکر بغیر کراہت کے جائز ہوگا۔

۴- آج ٹیلی ویژن اور سینما ہالوں میں زیادہ تر فحاشی اور عریانیت اور مخرب اخلاق پروگراموں کا غلبہ ہے، ۲۴/ گھنٹے اس کے مختلف چینلوں میں رقص وسرور اور حد درجہ شرمناک مناظر دکھائے جاتے ہیں، پھر اگر اس کے ذریعہ دینی مقاصد ظاہر فرمائے گئے ہیں تو بھی اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ ''ٹی وی'' کے پردے پر ظاہر ہونے والی صورتیں ''تصاویر'' ہیں جن کو اسلام

میں نا جائز قرار دیا گیا ہے، اور متعدد احادیث اس کی حرمت پر دال ہیں، لہذا اس کی بھی اجازت نہیں دی جا سکتی (تلخیص جواہر الفقہ ۴/ ۲۹۰)، لہذا صرف کمپیوٹر کے ذریعہ سے جدید تعلیم دی جا سکتی ہے لیکن تعلیمی مقاصد کے لئے تصاویر کا استعمال درست نہیں (محمود الفتاوی ۳/ ۱۶۵)۔

۵: الف، ب۔ ''کارٹون'' بھی تصویروں میں شامل ہے، اس کا بنانا، دیکھنا اور اس کو ذریعہ آمدنی بنانا سب نا جائز ہوگا۔

۶ - ڈرامے اور مکالمات اگر دینی ہو اور بہتر مقاصد کے لئے اگر کرائے جاتے ہوں تو شرعی حدود اور قیود میں رہتے ہوئے اس کی گنجائش معلوم ہوتی ہے (محمود الفتاوی ۳/ ۱۶۶)۔ فقط واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

تفریح اور اس کے جائز وسائل

مولانا محمد ارشد علی رحمانی ☆

سوال: کیا شریعت میں مزاح جائز ہے اور جائز ہے تو اس کی حدود کیا ہیں؟

جواب: حدیث پاک میں نبی کریم ﷺ سے مزاح کرنا ثابت ہے، مختلف مرحلوں میں الگ الگ انداز میں اللہ کے رسول ﷺ نے مزاح فرمایا ہے، لہذا شرعاً مزاح جائز ودرست ہے، ترمذی شریف میں حضرت انسؓ کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک بار اللہ کے رسول ﷺ نے مزاح کرتے ہوئے فرمایا: "یا ذا الأذنین" (اے دو کان والے) اسی طرح ایک دوسری حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے ایک مرتبہ مزاح فرمایا، آپ ﷺ نے فرمایا: "یا أبا عمیر ما فعل النغیر" اے ابوعمیر تو نے نغیر پرندہ کیا کیا اور ایک موقعہ پر آپ ﷺ نے ایک بوڑھی عورت سے فرمایا کہ کوئی بوڑھی جنت میں داخل نہیں ہوگی یہ سن کر وہ عورت رونے لگی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ ہر بوڑھی کو جوان بنا کر جنت میں داخل کرے گا۔

مزاح جائز ہے، البتہ اس کی شرعاً حد یہ ہے کہ آدمی شریعت کا لحاظ وخیال رکھتے ہوئے سچی باتوں کے ذریعہ مزاح کرے، جھوٹ اور غلط باتوں کے ذریعہ بالکلیہ مزاح نہ کرے، اسی طرح مزاح کبھی کبھار مصلحت کی بنیاد پر کرنا درست ہے، اب اگر کوئی اس کی عادت بنالے اور ہمیشہ مزاح کرتا رہے تو پھر یہ مزاح چونکہ ہنسی کا ماحول اترتا ہے اللہ کے ذکر سے غافل رکھتا ہے اور بسا اوقات لوگوں کو ایذا پہنچانے کا ذریعہ بنتا ہے، انسان کے وقار کو گھٹاتا ہے، اس لئے اس درجہ

☆ المعہد العالی، پھلواری شریف پٹنہ۔

مزاح کرنا درست نہیں ہے۔

سوال: مزاحیہ پروگراموں کا منعقد کرنا جوکئی گھنٹوں پر مشتمل ہو یا مزاحیہ مشاعرہ منعقد کرنا کیا جائز ہوگا؟

جواب: مزاح کو شریعت نے بہت محدود طریقہ پر انسانی طبائع کی فرحت وانبساط کے لئے جائز قرار دیا ہے، اب اگر کوئی اسے جائز سمجھ کر اس کا غلط فائدہ اٹھائے اور اس کے لئے اتنا لمبا پروگرام منعقد کرے جوکئی گھنٹوں پر مشتمل ہو تو چونکہ یہ اللہ کے ذکر سے دور کرنے کا ذریعہ، دوسروں کو ایذا رسانی کا ذریعہ، انسانی وقار کو گھٹانے کا ذریعہ اور سب سے بڑھ کر یہ محض لوگوں کو ہنسانے کا ذریعہ ہے، جس سے قرآن کریم نے منع کیا: "**فلیضحکوا قلیلاً ولیبکوا کثیراً**" (القرآن) تو اس طرح کا پروگرام شرعاً ممنوع ومکروہ ہے اور اس طرح کے پروگرام سے احتراز بہتر ہے۔ اسی طرح شریعت نے ایسے اشعار کے پڑھنے کی اجازت دی ہے جو اسلام کی علوشان پر دلیل ہو یا اسلامی فوج کو ہمت دلانے کی خاطر ہو یا پھر وہ اشعار ایسے ہوں جو فحش اور بری باتوں سے پاک ہو، اب اگر کوئی ایسے اشعار پڑھے جو اسلامی نقطۂ نگاہ کے خلاف ہو یا ایسے اشعار پڑھے جو برائی ومنکرات سے بھرے ہوں، اسی طرح اشعار پڑھنے کے لئے اتنا لمبا پروگرام بنالیا جائے کہ اس سے ذکر اللہ سے غفلت، دوسروں کی ایذا رسانی اور انسانی وقار مجروح ہوتا ہو تو شرعاً یہ بھی مکروہ ہے، اسی طرح اگر طنز ومزاح کے مشاعرے اتنے لمبے منعقد کئے جائیں جو ضیاع وقت، محض ہنسنے ہنسانے اور دین سے غفلت کا ذریعہ بنیں تو یہ سب مکروہ ہیں۔

"**قال علیه السلام: لهو المؤمن باطل و لقوله علیه السلام: ما ألهاک عن ذکر الله فهو میسر**" (ہدایہ ۴؍ ۴۷۲)۔

سوال: مزاحیہ کہانیاں لکھنا، انہیں پڑھنا اور ایسی کہانیوں پر مبنی کتابوں کو شائع کرنا نیز ان کی خرید وفروخت کرنا شرعی نقطۂ نظر سے کیسا عمل ہے؟

جواب: مزاح کو دراصل انسانی طبائع کو خوش رکھنے اور بعض دینی مصلحت کی بنیاد پر

جائز قرار دیا گیا اور اس میں افراط وغلو کو فقہاء نے ناپسندیدہ قرار دیا ہے، لہذا مزاح میں اس قدر مشغول ہوجانا کہ دن رات اسی کی لگن ہو، اس کے لئے مزاحیہ کہانیاں لکھے، اسی سے متعلق کہانیاں پڑھے، اسی کی طباعت اور نشر واشاعت کرے، اسی کی خرید فروخت میں لگا رہے یعنی مزاح کے کاموں میں اس طرح منہمک ہوجائے کہ اسی کو زندگی گذارنے کا ذریعہ بنالے تو پھر ایسا کرنا شرعاً مکروہ وناپسندیدہ ہے، چونکہ مزاح پر مداومت اختیار کرنا مختلف نقصانات کا ذریعہ ہے، ایک نقصان تو یہ ہے کہ مزاح پر ہمیشگی اختیار کرنا لہو ولعب میں مشغول ہونے کے مترادف ہے جو شرعاً ناپسندیدہ ہے، قرآن کریم نے ایسے کاموں کے بارے میں اس کی وضاحت لہو ولعب سے کی۔

سوال: لطیفہ گوئی یا مزاح نویسی کو پیشہ بنالینا اور اس کی اجرت وصول کرنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: لطیفہ گوئی یا مزاح نویسی فی نفسہ ان دونوں میں کوئی قباحت نہیں اگر یہ دونوں جھوٹ اور کسی فحش ومنکرات پر مشتمل نہ ہو، جہاں تک لطیفہ گوئی اور مزاح نویسی پر اجرت لینے کی بات ہے تو یہ اجرت لینا شرعاً درست ہے، البتہ اگر اس طرح کے پیشہ سے احتراز کیا جائے تو یہ احوط اور افضل ہے چونکہ فقہ کا اصول ہے: ''درء المفاسد أولی من جلب المنفعة''، درمختار میں ہے: ''وجاز بيع عصير عنب ممن يعلم أنه يتخذه خمراً؛ لأن المعصية لا تقوم بعينه بل بعد تغيره'' (درمختار مع الرد ۶/۳۹۱) (اور انگور کے رس کی بیع جائز ہے، اس شخص کے ساتھ جس کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ اس سے شراب بنائے گا، کیونکہ معصیت انگور کے ساتھ قائم نہیں ہوتی بلکہ اس کے تغیر کے بعد واقع ہوتی ہے)۔

سوال: تفریح طبع کے لئے مزاحیہ ڈرامے کے پروگرام بھی منعقد کرنا شرعاً کیسا ہے؟

جواب: مزاح کا جواز حق باتوں کے ساتھ بر بناء مصلحت مخاطب کے حسن طبائع کے

لئے مطلقاً مباح ہے، اب اگر حدود مباح کو عبور کر کے اس کے لئے باضابطہ ڈرامے کے پروگرام منعقد کئے جائیں جس کا مقصود صرف ہنسا ہنسانا ہی ہو جب کہ زیادہ ہنسنے سے قرآن کریم میں منع کیا گیا ہے: "فلیضحکوا قلیلاً و لیبکوا کثیراً" اور پھر محض ہنسنے ہنسانے کی خاطر اگر باضابطہ مزاحیہ باتوں پر بھی مشتمل ہوگا جو بڑے گناہ کا ذریعہ ہے، اس کے علاوہ آج کل ڈراموں کی جو شکل منظر عام پر دیکھی جاتی ہے جس میں لڑکے لڑکیوں کا کردار اور رول ہوتا ہے، اگر اس طرح سے مزاحیہ ڈرامہ کے پروگرام پیش کئے جائیں تو یہ بالکل ناجائز ہے ہاں اگر لڑکے لڑکیوں کے اختلاط اور دیگر غیر شرعی امور سے پاک رکھ کر دینی جلسوں کی طرح سادہ پروگرام رکھا جائے جس میں سچی اور درست باتوں کے ذریعہ مزاح ہو تو شرعاً یہ درست ہے اور اس کی وضاحت اس بات سے خوب ہوتی ہے کہ مناظرہ اگر حق کی مدد کے لئے ہو تو درست ہے، لیکن اگر اہل ایمان کو مغلوب کرنے یا اپنے علم کا اظہار کرنے یا دنیا کی دولت اور مقبولیت حاصل کرنے کے لئے ہو تو حرام ہے (درمختار ۹/۶۰۸)، لہذا مزاحیہ ڈراموں کے پروگرام کا منعقد کرنا اگر مخاطب کے حسن طبائع کے بجائے محض ہنسنے اور ہنسانے کے لئے ہو تو اگرچہ حرام نہیں البتہ کراہت سے خالی نہیں ہوسکتا۔

سوال: موجودہ دور میں ڈاکٹروں کی رائے ہے کہ ہنسنا انسانی صحت کی برقراری اور اس کو چست و نشیط رکھنے کے لئے بہت معاون فعل ہے، اس لئے خاص طور پر ہنسنے کے پروگرام بھی رکھے جاتے ہیں، جس میں بہت سے لوگ بے تکلف قہقہے لگاتے ہیں اور دیر تک ہنسنے کی کوشش کرتے ہیں، اس عمل کا شرعی حکم کیا ہے؟

جواب: ہنسنا شرعاً جائز و مباح ہے، البتہ قرآن کریم نے قلیل مقدار میں ہنسنے کی اجازت دی ہے، "فلیضحکوا قلیلاً و لیبکوا کثیراً"، آیت کریمہ میں کم ہنسنے کی اجازت ہے، اب اگر ڈاکٹروں کے کہنے کے مطابق زیادہ ہنسنے کی اجازت دی بھی جائے تو وہ فقہ کے اصول "الضرورات تبیح المحظورات" کے پیش نظر ہی اجازت دی جائے گی اور پھر

اجازت دوسرے اصل کے تحت بقدر ضرورت ہی ہوگی، "الضرورات تتقدر بقدر الضرورۃ" (الاشباہ والنظائر)، لہذا ان دونوں فقہی اصول کو سامنے رکھ کر ہنسنے کی اجازت ہوگی، لیکن اب اگر باضابطہ اس کے لئے پروگرام منعقد کر کے بے تکلف قہقہے لگائے جائیں اور دیر تک ہنسنے کی کوشش کی جائے تو یقیناً یہ قرآنی نقطۂ نگاہ اور اصول فقہ کی روشنی میں درست نہیں ہوگا۔

سوال: کھیل کے طریقہ کے اعتبار سے کھیل کے جائز اور نا جائز ہونے کے کیا اصول ہیں؟

جواب: انسان دنیا میں جو بھی کام کرتا ہے وہ کام اس انسان کے لئے دینی اور دنیوی اعتبار سے یا تو فائدہ مند ہوگا یا نقصان دہ ہوگا، یعنی اس کے اس عمل میں دین ودنیا روح وجسم کا فائدہ ہوگا یا نقصان یا پھر وہ فائدہ ونقصان دونوں کو جامع ہوگا، یعنی اس عمل میں ایک جہت سے فائدہ ہوگا تو دوسری جہت سے بڑا نقصان بھی ہوگا یا پھر وہ عمل ایسا ہوگا کہ اس میں نہ دینی فائدہ ہوگا نہ دنیوی، اسی طرح کوئی نقصان بھی نہیں ہوگا، بلکہ وہ فعل فقط عبث اور لغو ہوگا۔

مذکورہ افعال کی طرح انسان کا ایک فعل کھیل بھی ہے، اب اس کے جائز وناجائز ہونے کی کئی صورتیں ہوسکتی ہیں: اگر کھیل ایسا ہو جو اللہ کے ذکر مثلاً روزہ جیسے ضروری اعمال سے مانع ہو تو پھر یہ کھیل ناجائز ہوگا، اسی طرح اگر کھیل مانع ذکر تو نہ ہو البتہ کسی شرعی مفاسد کو ملتزم ہو یا پھر اس سے کوئی معصیت لازم آتی ہو تو یہ کھیل بھی ناجائز ہوگا، اور اگر کھیل ان کے علاوہ محض لہو ولعب اور لایعنی ہو اس سے کوئی دینی یا دنیوی غرض وابستہ نہ ہو تو یہ کھیل بھی فعل عبث ہونے کی وجہ سے ممنوع ہوگا، اور اگر کھیل ایسا ہو جس سے کھیلنے والے کا مقصد فخر وغرور اور مکر وریا ہو یا اپنی بہادری اور شہرت ہو تو ایسا کھیل بھی مکروہ وممنوع ہوگا، اسی طرح اگر کھیل کے آلات وذرائع غیر سے مشابہت رکھتے ہوں تو یہ بھی تشبہ بالغیر کی وجہ سے مکروہ ہوگا، البتہ اگر کھیل جسمانی ورزش، ذہنی تفریح، دماغ کی تازگی اور طبیعت کے نشاط کے لئے کھیلا جائے تو ایسا کھیل بلاشبہ جائز ودرست ہوگا اور دراصل اس پر لہو کا اطلاق ہی درست نہیں اور اگر ظاہری مشابہت کی بنیاد پر لہو کہا بھی جائے تو یہ کھیل استثناء کی اس فہرست میں شامل ہوگا جن کا تذکرہ حدیث پاک میں مذکور ہے۔

''وأما اللعب فلقوله عليه الصلاة والسلام: كل لعب حرام إلا ملاعبة الرجل امرأته وقوسه وفرسه'' (بدائع ۳۰۶/۴)۔

''وأما اللعب فإن المباح منه ما كان خالياً من التكلم بالفحش والكذب وكشف العورة والاستهزاء'' (کتاب الفقہ ۴۲/۴)۔

''وفي معناها كل ما يعين على الحق من العلم والعمل إذا كان من أمور المباحة كالمسابقة بالرجل والخيل والتمشية للتنزه على قصد تقوية البدن وتطرية الدماغ ومنها السماع إذا لم يكن بآلات المطربة المحرمة'' (مرقاۃ ۳۱۸/۷)۔

سوال: لباس وپوشاک کے سلسلہ میں کھلاڑیوں کے لئے کن باتوں کی رعایت ضروری ہے؟

جواب: شریعت اسلامی میں مرد وعورت دونوں کے لئے لباس کا حکم الگ الگ ہے، مردوں کے لئے تو شرعاً ایسے لباس کا استعمال جو ناف سے گھٹنہ تک کو ڈھک لے فرض ہے اور عورتوں کے لئے تو چہرہ، ہتھیلی اور پاؤں کے علاوہ پورے جسم کا ڈھکنا فرض ہے، لہذا اب اگر کھلاڑی مرد ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایسا لباس استعمال کرے جس سے مقدار فرض کی ادائیگی ہوجائے یعنی ناف سے گھٹنہ تک کا حصہ چھپ جائے، یہی وجہ ہے کہ اگر کھلاڑی اتنا تنگ اور باریک لباس استعمال کرے جس سے اندرونی اعضاء کی بناوٹ بالکلیہ ظاہر ہوتی ہو تو ایسے لباس کا پہننا بھی شرعاً درست نہیں، اسی طرح اگر اتنا چھوٹا کپڑا استعمال کرے کہ ران تک نظر آتی ہو تو ایسے کپڑے کا استعمال بھی درست نہیں ہوگا، البتہ اگر کھلاڑی لڑکی ہو تو اس کے لئے پورے جسم کا ڈھکنا، چہرہ ہتھیلی اور پاؤں کے علاوہ فرض ہے، اگر کوئی لڑکی اس سے چھوٹے لباس میں رہ کر کھیلے تو یہ شرعاً درست نہیں ہے، اسی طرح اگر لڑکی پورے جسم کو ڈھک لے لیکن لباس اتنا چست اور تنگ ہو کہ اندرون جسم کی پوری ساخت نظر آتی ہو تو شرعاً ایسے لباس کا استعمال بھی درست نہیں ہوگا، اور موجودہ دور میں دوران کھیل جو لباس لڑکیوں کے لئے متعین کیا گیا ہے، شریعت اسلامی میں ایسے لباس کی کوئی گنجائش نہیں ملتی، الغرض کھلاڑی چاہے مرد ہو یا عورت

بہر حال لباس کی جو مقدار فرض ہے اس کی رعایت لازم وضروری ہے اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔

سوال: شریعت کے اصولوں کی روشنی میں مروجہ کھیلوں میں سے کن کو جائز کن کو ناجائز کن کو مکروہ اور کن کو مستحب قرار دیا جا سکتا ہے؟

مروجہ کھیلوں کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱-تاش اور شطرنج یہ دونوں کھیل شرعاً ناجائز وحرام ہیں، حدیث پاک میں ہے: "**عن سليمان بن بريدة عن أبيه عن النبي ﷺ قال: ومن لعب بالنردشير فكأنما غمس يده في لحم خنزير ودمه**" (حضرت سلیمان بن بریدہؓ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے نردشیر (تاش) کھیلا اس نے گویا اپنے ہاتھ کو خنزیر کے گوشت اور خون میں ڈبویا)۔

۲-کرکٹ: دراصل کوئی بھی کھیل ہو اگر اس سے جسمانی ورزش ہوتی ہے اور صحت پر اس کا مفید اثر پڑتا ہے ساتھ ہی وہ کھیل فرائض سے غفلت کا ذریعہ بھی نہ بنے تو ایسا کھیل جائز ومباح ہے، لیکن کرکٹ چونکہ آج کل ایسا کھیل بن گیا ہے کہ لوگ اس کے دیوانے ہوگئے ہیں اور اس کو اپنا مشغلہ بنالیا ہے اور حد تو یہ ہے کہ سڑکوں اور گلیوں کو کرکٹ کا میدان بنالیا ہے اور اس صورت حال میں فرض سے کوتاہی ظاہر ہے ساتھ ہی دوسرے کے ایذاء کا خطرہ بھی ہے، اس لئے یہ ممنوع ومکروہ ہے البتہ اگر فرائض میں کوتاہی نہ ہو تو پھر اس کا کھیلنا جسمانی ورزش اور دماغ کی تازگی طبیعت کے نشاط کے لئے جائز ہے: "**كره كل لهو لقوله عليه الصلاة والسلام: كل لهو المسلم حرام**" (درمختار ۵۶۶/۹)۔

۳-فٹ بال: فٹ بال بھی مروجہ کھیلوں میں ایک اہم کھیل ہے، موجودہ دور میں فٹ بال کھیلنے کا جو طریقہ رائج ہے، اس میں فٹ بال کھیلنے والے کھلاڑی غیر شرعی لباس پہن کر کھیلتے ہیں جس کی وجہ سے یہ بھی ناجائز ہے، البتہ اگر اس طریقے میں تبدیلی لائی جائے اور کھلاڑی شرعی لباس پہن کر کھیلیں اور دیگر محرمات سے بھی اجتناب کریں تو چونکہ یہ جسمانی ورزش کا بڑا ذریعہ

ہے اس لئے یہ جائز ہوگا، "وفي معناها كل ما يعين على الحق من العلم والعمل إذا كان من أمور المباحة كالمسابقة بالرجل والخيل والإبل والتمشية للتنزه على قصد تقوية البدن وتطرية الدماغ" (مرقاۃ ۷/ ۳۱۸)۔

۴- ویڈیو گیم: آجکل کمپیوٹر اور موبائل پر ویڈیو گیم کھیلنے کی سہولت پیدا ہوگئی ہے اس میں بعض گیم تو ایسا ہوتا ہے جس میں تصویر کی آمیزش ہوتی ہے، تو یہ گیم تو یقیناً ناجائز ہوگا، لیکن اگر گیم سادہ ہو اور تصویر کی آمیزش سے خالی ہو تو اس کی بھی عادت اگر اتنی لگ جائے کہ آدمی ہمیشہ اسی میں مشغول رہے جو ذکر اللہ سے غفلت اور محض تضییع اوقات کا ذریعہ ہو تو فقہاء نے ایسے لہو ولعب کو جو تضییع اوقات کا ذریعہ ہو مکروہ قرار دیا ہے، لہذا یہ بھی مکروہ ہوگا، البتہ اگر تنشیط اذہان کے لئے تھوڑا کھیل لے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

۵- کراٹا بازی: کراٹا کا سیکھنا، اس کا استعمال کرنا اگر اچھے مقصد اور حق کی مدد کے لئے ہو، اسی طرح ذہنی وجسمانی فائدہ کے لئے ہو تو یقیناً اس کو جائز ومباح قرار دیا جائے گا (مرقاۃ ۷/ ۳۱۸)۔

ان کے علاوہ کھیل کے بہت سارے اقسام مثلاً کیرم، لوڈو وغیرہ بہت سے کھیل آج کل رائج ہیں ان سب میں اسی اصول کو پیش نظر رکھ کر حکم لگایا جائے گا کہ اگر وہ کھیل کسی دینی یا دنیوی فائدہ کا ذریعہ ہو، ساتھ ہی ساتھ کسی حرام کے ارتکاب اور ذکر اللہ سے غفلت کا ذریعہ نہ بنے تو جائز ہوگا بصورت دیگر ناجائز ہوگا۔

"حدثنا ابن نمير حدثنا حفص عن عبد الله بن عمر عن القاسم بن محمد قال: كل ما ألهى عن ذكر الله وعن الصلاة فهو ميسر" (اعلاء السنن ۱/ ۹۴)۔

سوال: کھیل کی جیت ہار میں اگر پیسے کی شرط ہو تو کون سی صورت جائز اور کون سی ناجائز ہوگی؟

جواب: فی نفسہ کھیل کی تو شریعت نے مختلف شرطوں کے ساتھ اجازت دی ہے، اب اگر اس میں اس کا پاس ولحاظ رکھنے کے بجائے اتنا غلو کیا جائے کہ شرط کے ساتھ کھیلنا شروع

کردے تو اس کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں: ایک صورت تو یہ ہے کہ دو کھیلنے والے کھلاڑی آپس میں شرط لگائیں کہ اگر مقابلہ میں جیتوں تو تم اتنا روپیہ دوگے، اور اگر تم جیتو گے تو میں اتنا روپیہ دوں گا، تو یہ دوطرفہ شرط ہے جس کی شرعاً گنجائش نہیں یہ حرام ہے، لہذا اگر کھیل میں شرط کی ایسی صورت ہو تو یہ ناجائز وحرام ہوگا۔

''حل الجعل إن شرط المال من جانب واحد وحرم لو شرط فيها من الجانبين لأنه يصير قمارا'' (درمع الرد ۶/ ۴۰۲)۔

البتہ اگر شرط کی صورت یہ ہو کہ دو کھیلنے والے کھلاڑی ہوں اور ایک تیسرا آدمی یہ کہے کہ تم دونوں میں سے جو جیت حاصل کرے گا اسے میں اتنا روپیہ دوں گا یا فلاں چیز دوں گا اور جو ہارے گا اسے جیتنے والے سے کم دوں گا یا کچھ نہیں دوں گا تو شرط کی یہ صورت جائز ہے، لہذا اگر کھیل کی صورت یہ ہے کہ کھلاڑی کا شرط سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ شرط لگانے والا کوئی تیسرا آدمی ہے تو پھر یہ جائز ومباح ہے۔

اسی طرح اگر شرط لگانے والا کوئی تیسرا آدمی نہ ہو لیکن کھلاڑی ہی میں سے دونوں شرط لگانے والے نہ ہوں بلکہ کوئی ایک یہ کہہ دے کہ اگر تم جیت جاؤگے تو میں تمہیں یہ چیز دوں گا تو پھر یہ صورت بھی جائز ہے (بحوالہ شامی)۔

سوال: جو کھیل اپنے طریقہ اورلباس کے اعتبار سے محرمات پر مشتمل نہ ہو، لیکن اس میں کھیلنے والے اور کھیل دیکھنے والوں کا کافی وقت ضائع ہوتا ہو تو ان کا کیا حکم ہوگا؟

جواب: ایسا کھیل جو لباس اور طریقہ کے اعتبار سے مکمل طور پر شرعی حدود میں ہو اور کسی طرح کے محرمات پر مشتمل نہ ہو تو اس کے جائز ہونے میں کوئی قباحت نہیں، لیکن اگر اس کے برعکس کھیل ہو جو شرعی لباس سے عاری ہو کر ہو یا غیر شرعی طریقہ پر ہو یا پھر اس کے ارتکاب سے کوئی برائی اور معصیت لازم آتی ہو تو پھر یہ شرعاً ناجائز ہے۔

اسی طرح اگر کھیل تو شرعی حدود کی پوری رعایت، شرعی لباس وپوشاک کے ساتھ ہو،

لیکن اس کھیل کے کھیلنے اسی طرح دیکھنے میں کافی وقت کھیلنے اور دیکھنے والوں کا ضائع ہوتا ہوتو چونکہ فقہاء کرام نے تضییع اوقات کو مکروہ قرار دیا ہے، اس لئے ایسا کھیل جو تضییع اوقات کا ذریعہ ہو اس کا کھیلنا اسی طرح دیکھنا دونوں مکروہ وممنوع ہے اور کیوں نہیں جب کہ وقت اللہ کی جانب سے ملی ہوئی بڑی نعمت ہے، جس کی مکمل طریقے پر ناقدری ہوتی ہے۔

سوال: کھیل دیکھنے نیز اس کے لئے ٹکٹ خریدنے کا کیا حکم ہوگا، کیا اس سلسلہ میں کچھ تفصیلات بھی ہیں؟

جواب: ایسے کھیل جو شرعاً مباح ہیں اگر ان میں محرمات کا دخل نہ ہو اور نہ ہی کوئی ذریعہ معصیت ہو یعنی ایسا کھیل جو ہر طرح کے گناہ اور شبہ گناہ سے خالی ہو، ضیاع وقت کا ذریعہ بھی نہ ہو ساتھ ساتھ ذکر اللہ سے غفلت کا ذریعہ بھی نہ بنتا ہو، ایسے کھیل کا دیکھنا اور اس کے لئے ٹکٹ خریدنا دونوں جائز ہوگا، کیونکہ حدیث پاک میں اس بات کی وضاحت ملتی ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ کو اپنے پیچھے کھڑا کرکے حبشیوں کے تیر اندازی کا مقابلہ دکھایا تھا جو اس بات پر واضح ثبوت ہے کہ اگر کھیل ہر طرح کے گناہ اور معصیت سے پاک ہو ساتھ ہی ذکر اللہ سے غفلت اور ضیاع وقت کا ذریعہ نہ بنتا ہوتو ایسے کھیل کے دیکھنے اور اسی طرح اس کے دیکھنے کے لئے ٹکٹ خریدنے میں کوئی حرج نہیں۔

البتہ اگر کھیل ایسا ہو جو شرعی نقطہ نگاہ سے جائز نہ ہو بلکہ مختلف طرح کے محرمات اور گناہ پر مشتمل ہو یا پھر ذکر اللہ سے غفلت اور ضیاع وقت کا ذریعہ ہوتو پھر ایسے کھیل کا دیکھنا اور اس کے لئے ٹکٹ خریدنا فعل عبث اور لہو ہونے کی وجہ سے شرعاً درست نہیں۔

سوال: تفریحی مقصد کے لئے ایک شہر سے دوسرے شہر اور ایک ملک سے دوسرے ملک کا سفر کرنا جائز ہے یا نہیں، جبکہ اس میں کثیر رقوم کا صرفہ بھی ہوتا ہے؟

جواب: اگر اپنی جان اور اپنے دین پر خطرہ نہ ہو بلکہ تفریح کے ذریعہ تفریح کرنے

والے کی طبیعت بحال رہتی ہو جیسا کہ بعض حضرات اس کے عادی ہوتے ہیں، گھر میں رہ کر ان کی طبیعت ٹھیک نہیں رہتی، لیکن باہر تفریح کرنے کے بعد ان کی صحت ٹھیک رہتی ہے تو ایسی صورت میں تفریحی غرض سے ایک شہر سے دوسرے شہر اسی طرح ایک ملک سے دوسرے ملک کا سفر جائز ہے اور اگر تفریح کا مقصد پچھلی امتوں کے حالات سے واقفیت ہو یعنی مقصد یہ ہو کہ ایک شہر سے دوسرے شہر اسی طرح ایک ملک سے دوسرے ملک جاکر یہ دیکھیں گے کہ پچھلی امتیں جو کفر وشرک میں مبتلا تھیں اس پر اللہ تعالی کا عذاب کس طرح آیا اور کس طرح ان کی بستیوں کو برباد کردیا گیا تو پھر اس مقصد سے تفریح کے لئے کہیں بھی جانا نہ صرف جائز ہے بلکہ پسندیدہ ہے، البتہ اصول فقہ کا قاعدہ ہے: "الضرورات تتقدر بقدر الضرورة" (الاشباہ والنظائر)، لہذا ہنی مون منانے، پکنک منانے اور اس جیسے غیر شرعی ضرورتوں کے لئے شرعاً دوردراز کے سفر کرنے اور بے فائدہ پیسہ خرچ کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

سوال: کیا ایسے سفر میں بال بچوں کو ساتھ رکھنا درست ہے، جبکہ بعض علاقوں کا سفر جان ومال اور عزت وآبرو کے تحفظ کے نقطۂ نظر سے پرخطر ہوتا ہے؟

جواب: تفریح کے لئے تو خود سفر کرنا بطور ضرورت جائز ہے، یعنی اگر کسی کی طبیعت ہی ایسی ہے کہ وہ تفریح کے ذریعہ درست رہتی ہے تو ایسے لوگوں کے لئے سفر کرنا جائز ہے اب اگر اس کے بچوں کا ماحول بھی ایسا ہوگیا ہے کہ وہ تفریح کے ذریعہ ہی صحتیاب رہتے ہیں تو پھر بقدر ضرورت اس کے لئے بھی سفر اس وقت جائز ہوگا جب کہ جان ومال اور عزت وآبرو کا خطرہ نہ ہو، واضح رہے کہ یہ سفر صرف مردوں کے لئے جائز ہے عورتوں اور لڑکیوں کے لئے جائز نہیں ہوگا، کیونکہ قرآن کریم میں عورتوں کو باہر نکلنے سے منع کیا گیا ہے، "وقرن في بيوتكن ولا تبرجن تبرج الجاهلية الأولى"۔

سوال: جس مقام پر مختلف علاقوں کے لوگ سیاحت کی غرض سے آتے ہیں وہاں عموماً بعض غیر شرعی باتیں بھی دیکھنے میں آتی ہیں، ایسی جگہوں میں از راہ تفریح جانا، وہاں جانے والوں کے لئے سواری کرایہ پر لگانا اور ایسے مقام پر اشیاء خورد ونوش فروخت کرنے کے لئے دکان لگانے کا کیا حکم ہے؟

جواب: ایسے مقامات جہاں غیر شرعی باتیں ہوتی ہیں وہاں از راہ تفریح جانا چونکہ تعاون علی الاثم والعدوان کے زمرے میں شامل ہوجاتا ہے، اس لئے ایسے مقامات پر از راہ تفریح جانے سے پرہیز ی کرنا چاہئے، چونکہ ہر وہ کام جو معصیت پر معاون ومددگار ثابت ہو وہ بڑا گناہ ہے، اور شریعت نے ایسے کاموں سے رکنے کا حکم دیا ہے، "ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان" (القرآن)، اسی طرح ایسی جگہوں پر جانے والوں کے لئے سواری کرایہ پر لگانا بھی بالواسطہ معصیت پر تعاون ہے اس سے بھی احترازی کرنا چاہئے، البتہ ایسے مقامات پر اشیاء خورد ونوش کا فروخت کرنا یہ بھی چونکہ معصیت کرنے والوں کو تقویت پہنچانے کا ذریعہ ہے جس کی وجہ سے یہ بھی تعاون علی المعصیت کے زمرے میں آجاتا ہے جس سے پرہیز لازم ہے، لیکن ان تمام تر تفصیلات کے باوجود چونکہ ایسے مقامات پر از راہ تفریح جانا، وہاں جانے والوں کے لئے سواری کرایہ پر لگانا اور ایسے مقامات پر اشیاء خورد ونوش کا فروخت کرنا فی نفسہ گناہ نہیں ہے بلکہ گناہ کے لئے معاون ہے، اس لئے یہ سب جائز ہے لیکن جواز مع الکراہت ہے، چونکہ تعاون علی المعصیت بھی شرعاً بڑا گناہ ہے، لہذا اگر کوئی یہ کام انجام دے تو اس کے لئے جائز تو ہوگا لیکن تعاون علی الاثم کی وجہ سے گنہگار ہوگا (ہدایہ ۴/ ۴۷۲)۔

سوال: آج کل ٹور پر لے جانے کے لئے مختلف تجارتی کمپنیاں قائم ہیں جو آمد ورفت کے لئے ٹکٹ اور قیام کے لئے سہولتوں کا نظم کرتے ہیں، سفر کرنے والے حضرات مختلف قسم کے ہوتے ہیں بعض وہ بھی ہوتے ہیں جو سیاحتی مقامات پر دادعیش دینے کے لئے جاتے ہیں،

نیز شراب اور دوسری برائیوں میں مبتلا ہوتے ہیں، بعض کا مقصد مندروں، تیرتھ گاہوں اور چرچوں کی زیارت کرنا اور وہاں اپنے طور پر عبادت کرنا ہوتا ہے، کیا اس طرح کی ٹور کمپنیاں قائم کرنا جائز ہے؟

جواب: کسی بھی کمپنی کا قیام جو آمدنی کا ذریعہ ہو اس کے جواز میں کوئی کلام نہیں، البتہ کمپنی کے قیام کے مقاصد مختلف النوع ہوسکتے ہیں اور مقاصد کے تحت احکام میں تبدیلی بھی ہوسکتی ہے، چونکہ فقہ کا مشہور اصول ہے: ''**الأمور بمقاصدها**'' (الاشباہ والنظائر)، لہٰذا آج کل ٹور پر لے جانے کے لئے جو کمپنیاں قائم ہیں اور قائم ہورہی ہیں اگر ان کمپنیوں کے قیام کا مقصد مطلقاً مسافروں کو لانا لے جانا ان کے قیام کے لئے سہولتوں کا نظم کرنا ہو، اس سے کوئی بحث نہیں کہ وہ مسافر کس طرح کا ہے، محض تفریح کے لئے جارہا ہے یا شراب نوشی اور داد عیش دینے جارہا ہے، یا پھر مندروں، تیرتھ گاہوں اور چرچوں کی زیارت وعبادت کے لئے جارہا ہے تو اس صورت میں اس طرح کی کمپنی کا قائم کرنا درست ہوگا اور کمپنی قائم کرنے والے گنہگار بھی نہیں ہوں گے ہاں جو لوگ وہاں جاکر مختلف برائیوں میں مبتلا ہوں گے وہ ان برائیوں کی وجہ سے گنہگار ہوں گے اور ان کا یہ سفر معصیت پر مبنی ہوگا۔

البتہ اگر اس طرح کی کمپنی کے قیام کا مقصد ہی یہی ہو کہ ایسے لوگوں کے آمد ورفت اور قیام وطعام کی سہولتوں کا نظم کریں گے جو مقام سیاحت پر داد عیش دینے یا شراب نوشی کرنے کے لئے یا پھر مندروں تیرتھ گاہوں اور چرچوں کی زیارت وعبادت کے لئے جاتے ہوں تو اس صورت میں چونکہ اس کمپنی کے ذریعہ تعاون علی المعصیت ہورہا ہے جس سے شریعت نے منع کیا ہے، ''**ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان**'' اس لئے اس صورت میں اس طرح کی کمپنی کا قائم کرنا جائز تو ہے لیکن اس کے قائم کرنے والے معصیت پر مدد کرنے کی وجہ سے گناہ گار ہوں گے اور ایسے کاموں سے احتیاط بہر حال لازم ہے۔

''**وجاز بيع عصير عنب ممن يعلم أنه يتخذه خمراً، لأن المعصية لا**

تقوم بعينه بل بعد تغيره'' (درمختار ۹/ ۵۶۰)۔

''ومن آجر بيتاً ليتخذ فيه بيت نار أو كنيسة أو بيعة أو يباع فيه الخمر بالسواد فلا بأس به'' (ہدایہ ۴/ ۴۷۲)۔

سوال: تاریخی ودستاویزی فلموں کے بنانے اوران کو دیکھنے کا شرعی حکم کیا ہے؟

ایسی فلمیں جو دستاویزی ہیں، اسی طرح بعض فلمیں تاریخی بھی ہیں اور بعض فلمیں ایسی بھی ہیں جو صرف اور صرف تعلیمی ماحول اور انسان کے اندر علمی ذوق پیدا کرنے کے مقصد سے بنائی جاتی ہیں، مثلاً آج کل ہجرت کے بعد کے زمانہ کی تاریخ پر فلمیں آرہی ہیں جس میں موجودہ دور کے انسانوں کو صحابہ کرام کی شکلوں میں پیش کیا جاتا ہے اور اس میں عہد نبوی کے زمانہ کی تاریخی باتیں اور آپ ﷺ کے غزوات کے حالات کو منظر عام پر لانے کی کوششیں کی جارہی ہیں، اسی طرح حضرت موسی علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے ساتھ پیش آنے والے واقعات پر بھی فلمیں آرہی ہیں وغیرہ تو ان کے جواز کی گنجائش یقیناً شریعت اسلامی میں نہیں مل سکتی، چونکہ یہ کھلم کھلا شریعت اسلامی کا استہزاء اور مذاق ہے جس کی بنا پر اس طرح کی فلموں کے دیکھنے اور اس کے بنانے کی اجازت نہیں مل سکتی۔

''وذر الذين اتخذوا دينهم لعباً ولهواً وغرتهم الحياة الدنيا وذكر به أن تبسل نفس بما كسبت ليس لها من دون الله ولي ولا شفيع'' (سورہ انعام: ۷۰)۔

اور پھر ظاہر ہے کہ کوئی بھی فلم جاندار کی تصویروں سے خالی نہیں ہوتی جبکہ جاندار کی تصویروں کا بنانا ایک نہیں سیکڑوں احادیث سے حرام ہے، ''عن عبد الله بن مسعودؓ قال: سمعت رسول اللهﷺ يقول: أشد الناس عذاباً عند الله المصورون'' (مشکوۃ شریف: ۳۸۵)۔

اور جب تصاویر کی اس قدر مذمت احادیث میں بیان کی گئی ہے، تو پھر ایسے ذرائع سے جس میں تصاویر کی آمیزش ہو، قرآن کریم کے مضامین کو پیش کرنا قرآن کے توہین کے مترادف ہے، جس کی گنجائش شرعاً نہیں ہوسکتی۔

ہاں تعلیمی مقاصد کے لئے قرآن کریم کی آیتوں کو بچے کے ذہن میں زیادہ سے زیادہ اتارنے کے لئے مضامین کو آسان سے آسان بنا کر پیش کرنے کے لئے اگر یہ باتیں کی جاتی ہیں تو یہ اس وقت جائز ہوگا جبکہ مندرجہ ذیل باتیں اس میں نہ پائی جائیں:

۱-وہ فلم کسی بھی جاندار کی تصویر پر مشتمل نہ ہو چونکہ جاندار کی تصویر سازی شرعاً حرام ہے۔

۲-وہ فلم گیت گانا اور بینڈ باجا سے بالکلیہ خالی ہو کیونکہ یہ بھی شرعاً ممنوع ہے۔

۳-وہ فلم قرآنی آیات کے علاوہ دوسری غیر شرعی باتوں پر مشتمل نہ ہو۔

۴-وہ فلم کسی بھی شعائر اسلامی کی بے حرمتی پر مشتمل نہ ہو۔

۵-وہ فلم تمام تر لہو ولعب سے پاک ہو۔

لیکن جو باتیں اوپر ذکر کی گئی ہیں موجودہ دور میں کسی بھی فلم کا ان باتوں سے خالی ہونا مشکل ہے، اس لئے کتب فقہ واحادیث کی روشنی میں احقر کی رائے تو یہی ہے کہ بے جا تعلیم وتبلیغ کو بہانہ بنا کر اس کے جواز کی شکلیں نہ نکالی جائیں ورنہ یہ بگڑی ہوئی امت اور بگڑ جائے گی، اللہ تعالی اس امت کو ممنوعات سے بچائے۔

"وفي التاتارخانية عن العيون: إن كان السماع سماع القرآن والموعظة يجوز وإن كان سماع غناء فهو حرام بإجماع العلماء" (شامی ۹؍ ۵۰۳)۔

سوال: کیا کارٹون بنانا جائز ہے یا اس کا بھی تصویر میں شمار ہوگا؟

جواب: مجسمہ سازی اور تصویر کشی کی ایک بگڑی ہوئی شکل کارٹون ہے اور کتب فقہ وحدیث میں مجسمہ سازی اور تصویر کشی کی حرمت ظاہر ہے، لہذا کارٹون جو تصویر یا مجسمہ کی ایک بگڑی ہوئی شکل ہے شرعاً اس کا بنانا حرام ہے اس کا شمار تصویر میں ہوگا اور اس کی حرمت اسی طرح ہوگی جس طرح شریعت میں تصویر کی حرمت ہے، اور تصویر کی حرمت کا اندازہ اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ عذاب کے لحاظ سے زیادہ سختی میں تصویر بنانے والے ہوں گے، اور ایک دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ تصویر جس گھر میں ہو

فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے ان دونوں حدیث اور اس کے علاوہ سینکڑوں احادیث تصویر کی حرمت پر عیاں ہے، لہذا کارٹون جو تصویر کی ہی بگڑی ہوئی شکل ہے، اس کی حرمت میں کیا کلام ہوسکتا ہے، اور چونکہ کارٹون سازی بسا اوقات لوگوں کی ایذ ارسانی کا بڑا ذریعہ بنتی ہے جو شرعاً ممنوع ہے، حدیث میں صراحت ہے کہ ایذاء مسلم حرام ہے، اس وجہ سے بھی اس کی حرمت ہی سامنے آتی ہے بہرصورت اس کے جواز کی صورت شرعاً نظر نہیں آتی، لہذا کارٹون سازی درست نہیں ہوسکتی۔

سوال: کارٹون بنانا اس وقت ایک نفع بخش آمدنی کا ذریعہ ہے تو کیا اس کو ذریعہ آمدنی بنانا اور اس مقصد کے لئے ملازمت کرنا درست ہوگا؟

جواب: کارٹون بنانا اس وقت رائج ہے جو یقیناً تصویر کشی اور مجسمہ سازی کی ایک ترقی یافتہ نئی شکل ہے اور یہ بات واضح ہے کہ تصویر کشی اور مجسمہ سازی بالکلیہ طور پر مکروہ ہے تو کارٹون سازی جو تصویر کی ایک بگڑی ہوئی شکل ہے اس کی حرمت میں کیا شبہ ہے اور جب کارٹون سازی ہی حرام ہے تو پھر ایک حرام کام کو ذریعہ آمدنی بنانا کیسے درست ہوگا؟ حدیث پاک میں اس بات کی صراحت ملتی ہے کہ ایک آدمی حضرت عبد اللہ بن عباس کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے فتوی طلب کیا کہ میں ایک انسان ہوں اور اپنی روزی کے لئے تصویر سازی کا کام کرتا ہوں تو کیا میرا یہ کام درست ہے اس پر آپ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص کوئی تصویر بنائے تو اللہ اس کو عذاب دینے والے ہیں یہاں تک کہ وہ مصور اس میں روح ڈالے اور وہ اس میں روح کبھی نہیں ڈال سکتا، اس کے بعد اس شخص کی حالت بدل گئی اور چہرے کا رنگ زرد ہوگیا تو یہ دیکھ کر حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ تیری بربادی ہو اگر تو نے اس کا انکار کیا اور اگر تو تصویر سازی ہی کرنا چاہتا ہے تو بے جان چیزوں کی تصویر بنا۔ اس حدیث میں صراحتاً تصویر سازی سے منع کیا گیا ہے اور اس کے ذریعہ سے روزی حاصل کرنے کو منع کیا گیا، لہذا موجودہ دور میں کارٹون بنانا اور اس کو ذریعہ آمدنی بنانے کی جو

صورت رائج ہے شرعاً اس کی گنجائش نہیں یہ حرام ہے اور جہاں تک بات ہے اس مقصد کے لئے ملازمت کرنے کی تو چونکہ اس کی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں، ایک صورت تو یہ ہے کہ وہ ایسی ملازمت کرے کہ خود ملازم بن کر تصویر اور کارٹون بنائے تو پھر یہ تو یقیناً ناجائز وحرام ہے، البتہ اس کی دوسری صورت یہ ہے کہ وہ تصویر تو نہیں بنائے البتہ تصویر بنانے والوں کو مدد اور اس کا تعاون کرے تو یہ بھی چونکہ تعاون علی الاثم والعدوان ہے جس سے صراحتاً منع کیا گیا ہے،"ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان"، لہذا یہ دوسری صورت بھی شرعاً ممنوع ہے، ایسے لوگوں کو چاہئے کہ وہ دوسرا حلال طریقہ اپنائیں اور اس سے اپنی روزی تلاش کریں چونکہ فقہ کا اصول ہے:"درء المفاسد أولی من جلب المصالح" اور اس ملازمت میں مفاسد کا ایک بڑا اجتماع ہے جس سے احتراز ہی احوط ہے۔

سوال: ڈرامہ اسٹیج کرنے کا شرعی حکم

جواب: موجودہ دور میں ڈرامے کی جو شکلیں رائج ہیں جس میں بلا مبالغہ مرد وعورت کا اختلاط ہوتا ہے اور دونوں مل کر ڈرامہ کے کردار کو پورا کرتے ہیں تو اس طرح کے ڈرامے تو بہر حال درست نہیں چونکہ اختلاط کی اجازت شریعت کبھی نہیں دے سکتی اور اگر عورتوں کے ساتھ مرد نہ بھی ہوں پھر بھی محض عورتوں کے ہونے کی صورت میں بھی اس کی اجازت نہیں ہو سکتی چونکہ عورتوں کی آواز کو بھی فقہاء نے پردہ قرار دیا ہے اور قرآن کریم نے تو اس کی وضاحت کی ہے کہ عورتیں گھر سے باہر ہی نہ نکلیں، تو پھر اس صریح حکم کے بعد جو سورہ احزاب میں اللہ نے نازل فرمایا عورتوں کا باہر نکلنا ہی درست نہیں تو پھر اس کا ڈرامہ کے لئے اسٹیج پر جانا کیسے درست ہوگا، ہاں اگر عورتوں کی محفل ہو اور پھر اس میں عورتیں بہتر کاموں کی ترغیب اور معاشرے کی اصلاح کی خاطر ڈرامہ کی شکل میں کچھ اصلاحی باتیں پیش کریں تو اس کی اجازت اس شرط کے ساتھ ہوگی کہ ان کی آواز اس محفل سے باہر نہ جاتی ہو اور نہ ہی اس کے جسم کے وہ حصے کھلتے ہیں، جس سے

شریعت نے عورتوں کے سامنے کھولنے سے منع فرمایا ہے، "وتقدم في شروط الصلاة أن صوت المرأة عورة على الراجح" (شامی ۹/۵۳۱)، "وتنظر المرأة المسلمة من المرأة كالرجل من الرجل" (درمختار مع الرد ۹/ ۵۳۲)۔

البتہ مدارس میں ڈرامے کی شکلیں، بہتر باتوں کی ترغیب اور معاشرے کی اصلاح کی غرض سے رائج ہیں جس میں طلباء مدارس مختلف رول میں مختلف کردار ادا کرتے ہیں جس کی وجہ کر عوام الناس دلچسپی کے ساتھ اس پروگرام میں شامل ہوکر اس سے استفادہ کرتی ہے اور اس کے اچھے اثرات لوگوں کے ذہن پر مرتب ہوتا ہے جو بہت حد تک آج دینی باتوں کو عوام کے دلوں میں بٹھانے کے لئے ایک حاجت کی شکل بن گئی ہے اور اصول فقہ میں ایسی چیز جو حاجت کے درجے میں ہو اس کی رعایت کی جاتی ہے، "الحاجة تنزل منزلة الضرورة عامة كانت أو خاصة" (اشباہ ونظائر ۹/ ۱۴۹)۔

اور پھر یہ کہ مدارس میں جو اس طرح کے ڈرامے ہوتے ہیں اس کا مقصد اچھائی کی تبلیغ وترویج ہوتی ہے اور طلباء کے مابین مقابلہ کرانا ہوتا ہے جس کی اجازت آیت کریمہ میں دلالۃً ملتی "فاستبقوا الخيرات" (القرآن) اور چونکہ یہ ڈرامے اصلاح معاشرہ اور دین کی باتوں کی اشاعت کے لئے ہوتے ہیں اور اس میں کسی طرح سے جھوٹ فحش، برائی، دھوکہ اور کسی طرح کی معصیت کا ارتکاب بھی نہیں ہوتا اس لئے شرعاً یہ جائز ہوگا، البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ اس کا پورا خیال رہے کہ اس میں کسی بھی طرح غیر شرعی چیزوں کا استعمال نہ ہو۔

تفریح - اس کے جائز وسائل اور شرعی ضوابط

مولانا محمد مغفور باندوی☆

جواب (۱)

الف: مزاح کے جواز کے سلسلہ میں اللہ کے رسول ﷺ سے بہت سی قولی اور فعلی روایات منقول ہیں:

عن أنس أن رجلاً أتى النبی ﷺ فقال یا رسول اللہ ﷺ: احملنی فقال النبی ﷺ: إنا حاملوک علی ولد ناقة فقال: وما أصنع بولد الناقة فقال النبی ﷺ: وهل تلد الابل الا النوق (رواہ ابوداؤد، باب فی المزاح، ۲/۶۸۲)۔

عن عوف ابن مالک الاشجعیؓ قال: أتیت النبی ﷺ فی غزوة تبوک وهو فی قبی من أدم فسلمت فرد قال: ادخل، فقلت: أکلی؟ قال: کلک فدخلت (رواہ ابوداؤد، باب فی المزاح ۲/۶۸۲)۔

اس کے علاوہ بھی سنن ابوداؤد اور دوسری کتب حدیث میں آپ ﷺ سے قولی روایات منقول ہیں۔

مزاح کی حدود کے تعلق سے ہندیہ کی عبارت بہت ہی واضح ہے:

لا بأس بالمزاح بعد أن لا یتکلم الإنسان فیه بکلام یأثم به أو یقصد به إضحاک جلسائه کذا فی الظهیریة (فتاوی ہندیہ ۲/ ۳۵۴)

☆ دہلی۔

ب، ھ- آج کے اس دور میں جتنے بھی مزاحیہ پروگرام یا مشاعروں یا ڈراموں کا انعقاد ہوتا ہے ان تمام کا مقصد سامعین کے ہنسانے اور ان کی دلجوئی کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا، نیز ان میں خلاف شرع گناہ پر مشتمل گفتگو بھی ہوتی ہے اور وقت کا ضیاع اظہر من الشمس ہے، اور یہ تمام چیزیں درست نہیں ہے، جیسا کہ ہندیہ کی مذکورہ بالا عبارت سے واضح ہے۔ احقر کے نزدیک مزاحیہ پروگرام، مشاعرہ، ڈراموں کا انعقاد اور اس میں شرکت اور انکا لکھنا جائز نہ ہوگا۔

ج، د- علامہ طبریؒ نے اپنی معرکۃ الآراتفسیر تفسیر طبری میں اللہ کے رسول ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے: **ما ألهاكم عن ذكر الله فهو ميسر** (طبری ۲/ ۳۶۰)

ایک مباح اور جائز عمل جب کسی گناہ کا سبب بن جائے تو وہ جائز عمل بھی ایسی صورت میں ممنوع ہوجاتا ہے، نیز الاشباہ والنظائر میں ایک قاعدہ ابن نجیم مصریؒ نے لکھا ہے: **درء المفاسد أولى من جلب المصالح** (الاشباہ)۔

اس گفتگو کے بعد اب جائزہ لیا جائے تو یہ بات واضح ہوجائے گی کہ مزاحیہ کہانیوں کے لکھنے اور ان کو پڑھنے میں ذہنی عیاشی اور وقت بربادی کے سوا اور کچھ نہیں ہے، اور یہ دونوں چیزیں مقصد تخلیق بنی نوع آدم کے خلاف ہیں، لہذا احقر کی رائے یہ ہے کہ مزاحیہ کہانیوں کا لکھنا، پڑھنا، ان کی خرید وفروخت، اور ان کی نشر واشاعت ازروئے شرع جائز نہ ہوگی اور اس کو پیشہ بنا کر اس پر اجرت وصول کرنا مزید قبیح عمل ہوگا۔

و- ہنسی فطرت انسانی کا ایک حصہ ہے، جس کو جدا کرنا ممکن نہیں اور شریعت نے بالکلیہ اس کو ممنوع بھی قرار نہیں دیا، البتہ کثرت سے اللہ کے رسول ﷺ نے منع فرمایا ہے، ارشاد نبوی ہے: **لا تكثر الضحك فإنه تميت القلب**۔

ڈراموں کے تعلق سے بات اوپر گذرچکی۔

جواب (۲) کھیلوں کے تعلق سے جو بات عام طور پر مذکور ہے وہ تین طرح کے کھیل ہیں، جنکی آپ ﷺ نے اجازت دی ہے اور یہ تینوں کھیل وہ ہیں جو جہاد کی تیاری میں معاون

ہوتے ہیں۔

اس سلسلہ میں مستدرک حاکم کی ایک روایت ہے:

كل لعب حرام إلا ملاعبة الرجل امرأته وقوسه وفرسه (اخرجہ الحاکم فی المستدرک ۲/ ۹۵)۔

عام کتب فقہ میں انہی تین قسم یا کشتی کی گنجائش ہے۔

کشتی کے سلسلہ میں علامہ شامیؒ رقم طراز ہیں: "**وقد جاء الأثر في رخصة المصارعة لتحصيل القدرة على المقابلة دون التلهي فإنها مكروهة**" (الردمع الدر ۹/ ۳۸۱،۳۸۲)۔

کھیل کے شرائط:

(۱) کھیل فی نفسہ جائز اور مباح ہو اور شرعاً اس میں کوئی ممنوع عمل نہ ہو۔

(۲) اس کھیل کو مقصود بالذات نہ سمجھا جائے اور نہ ہی اسکو بطور پیشہ کے اختیار کیا جائے۔

(۳) اس کھیل کا انہماک اس درجہ نہ ہو کہ آدمی مقصد تخلیق کو ہی فراموش کردے اور وہ فرائض وواجبات کے ترک کا ذریعہ بن جائے، کیونکہ علامہ شامیؒ نے شطرنج کی کراہت کی جو علت ذکر کی ہے وہ: شطرنج کا انہماک دنیاوی امور میں دلچسپی اور آخرت سے بے رغبتی ہے، اور اس عمل کو انہوں نے حرام کہا ہے اور اس عمل کو گناہ کبیرہ میں شمار کیا ہے۔

چنانچہ علامہ شامی رقم طراز ہیں: **إنما كره لأن من اشتغل به ذهب عناؤه الدنيوي وجاء العناء الأخروي، فهو حرام وكبيرة عندنا** (الردعلی ہامش الدر ۹/ ۳۸۱)

(۴) ان کھیلوں میں پیسہ کا اسراف نہ ہو کیونکہ اللہ نے اپنی مقدس کتاب میں ایسے لوگوں کو شیطان کا بھائی کہا ہے، ارشاد خداوندی ہے: **إن المبذرين كانوا إخوان الشياطين** (الاسراء:۱۷)۔

(۴) وقت کا حد درجہ ضیاع نہ ہو۔

(۵) مرد وزن کا اختلاط نہ ہو۔

(۶) اگر مذکورہ بالا شرائط کی رعایت کسی کھیل میں ہو تو ایسی صورت میں اسکا کھیلنا جائز ہوگا اور اگر ان شرائط کی رعایت نہ ہو تو ایسی صورت میں اس کا کھیلنا جائز نہ ہوگا۔

ج۔ کھیل کی تقسیم احکامات کے اعتبار سے (جائز، مکروہ، حرام)

(۱) وہ جائز اور مباح کھیل جنکو تلہی اور لہو ولعب کے طور پر کھیلا جائے وہ مکروہ ہیں۔ جیسا کہ صاحب الدر کشتی کے تعلق سے تحریر فرماتے ہیں: **والمصارعة ليس ببدعة إلا للتلهي فتكره** (الدر مع الرد ۹/ ۴۹۳)۔

(۲) اور وہ کھیل جن میں کوئی دینی یا دنیاوی فائدہ نہ ہو، یا ایسے کھیل جن کا کھیلنا شرعاً مباح نہیں ہے، یا وہ کھیل جو مذکورہ شرائط کے خلاف ہو ان تمام طرح کے کھیلوں کا کھیلنا ناجائز وحرام ہے جیسا کہ اوپر گذرا۔

(۳) اور وہ کھیل جو شرعاً مباح ہو اور ان کے اندر کوئی شرط غیر مشروع نہ ہو ان کا کھیلنا جائز اور مباح ہے (الرد علی ہامش الدر ۹/ ۴۹۲)۔

ھ، و۔ کھیلوں کا جواز ان کھیلوں کے متعلق ہے جن میں اخروی یا دنیاوی فائدہ ہو۔ اخروی فائدہ مثلاً جہاد کی تیاری وغیرہ، اور دنیاوی فائدہ مثلاً حفظان صحت وغیرہ، اور اگر انہی کھیلوں کو تلہی کے طور پر کھیلا جائے تو انکا کھیلنا بھی مکروہ ہے جیسا کہ **دون التلهي فانه مكروهة** (الدر مع الدر ۹/ ۴۸۱) کے حوالہ سے اوپر گذرا۔ لہذا کھیلوں کا دیکھنا جبکہ اسکا بے فائدہ ہونا اور تلہی میں شمار ہونا اظہر من الشمس ہے۔ مزید اسکے دیکھنے پر پیسہ کا خرچ کرنا ستم بالائے ستم ہے، لہذا احقر کی رائے میں نہ تو کھیل کا دیکھنا جائز ہے اور نہ میچ کے لئے ٹکٹ خریدنا ہی جائز ہے۔

جواب ۳: الف۔ حنفیہ نے سفر کی احکامات کے اعتبار سے تین قسمیں کی ہیں:

(۱) سفر طاعت جیسا کہ حج اور جہاد (۲) سفر مباح جیسا کہ سفر تجارت (۳) سفر معصیت جیسا کہ ڈاکا ڈالنے کیلئے اور عورت کا اپنے محرم کے بغیر سفر کرنا، جبکہ مالکیہ نے سفر کی دو قسمیں کی ہیں: (۱) سفر طلب (۲) اور سفر ھرب اور انہوں نے سفر ھرب کو واجب قرار دیا ہے (الموسوعۃ الفقہیہ ۲۵/ ۲۷)

اور سفر سیاحت کے سلسلہ میں حنابلہ اور شوافع کی رائے اباحت کی ہے۔

وقدصرح الشافعية والحنابلة بأن السفر لرؤية البلاد والنزهة فيها مباح (الموسوعۃ الفقہیۃ ۲۵/ ۲۸)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: **وقدرخص بعض المتأخرين في السفر الى المشاهد ولم ينقلوا ذالک من احد من الائمة ولا احتجوا بحجة شريعة** (فتاوی ابن تیمیہ ۲۷/ ۹)

ان عبارات کے جائزہ سے یہ بات تو واضح ہوتی ہے وہ یہ کہ سفر سیاحت نا جائز نہیں ہے، کیونکہ حنفیہ کی تقسیم کے مطابق یہ سفر معصیت نہیں ہے، لہذا احقر کی رائے کے مطابق شوافع اور حنابلہ کا قول زیادہ بہتر ہے۔ اللہ اعلم بالصواب

ب-سفر طاعت میں سے حج بھی ہے اور صاحب بدائع علامہ کاسانیؒ نے حج کے شرائط میں راستہ کا مامون ہونا بھی ذکر کیا ہے (بدائع الصنائع ۲/ ۲۹۸)

لہذا ایسی کسی جگہ کا سفر تفریح جو جان اور مال کے خطرہ کا باعث ہو کیسے جائز ہوگا؟

ج-کسی گناہ کی جگہ جانا یا کسی گناہ کی مجلس میں شرکت کرنا ہرگز جائز نہ ہوگا، اس لئے کہ اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: **من كثر سواد قوم فهو منهم** الحدیث

البتہ ایسی جگہوں پر اشیائے خوردونوش کی دکانیں لگانا اور ایسی جگہیں جانے والوں کیلئے ٹکٹ وغیرہ کا نظم کرنا جائز و درست ہے اس سلسلہ میں کچھ فقہی جزئیات درج ذیل ہیں:

''**وجاز تعمير كنيسة) قال في (الخانيه) ولو اجر نفسه ليعمل في**

الكنيسة ويعمرها في عين العمل (الردمع الدره/۴۷۷)۔

اور علامہ کاسانیؒ نے اسی قسم کا ایک جزئیہ تحریر کیا ہے وہ فرماتے ہیں: "**مسلم باع خمراً واخذ ثمنها وعليه دين يكره لصاحب الدين ان ياخذ منه ولو كان البائع نصرانياً فلا بأس بأخذه** (بدائع الصنائع ۴/۳۰۸)

ان مثالوں سے اس بات کی وضاحت ہوگئی کہ ایسی جگہوں پر اسٹال لگانا اور ٹکٹ وغیرہ کی ایجنسی چلانا جائز ہے۔

جواب (۴) مفتی شفیع صاحبؒ نے ایک رسالہ **التصحيح العلم في تقبيح الفلام** کے نام سے تحریر فرمایا اس رسالہ میں مفتی صاحب تحریر کرتے ہیں کہ جاندار کی تصویر خواہ مجسم ہو یا غیر مجسم مطلقاً معصیت ہے اور دلیل کے طور پر حضرت عائشہؓ کی روایت جمع الفوائد کے واسطہ سے نقل کرتے ہیں: **عن عائشةؓ قدم** ﷺ **من سفر وقد سترت بقرام على سهوة لي فيه تصاوير فنزعه وقال أشد الناس عذابا يوم القيامة الذين يتضاهئون بخلق الله**۔ نیز وہ آگے تحریر کرتے ہیں: کسی مسلمان کی تصویر کشی اور بھی زیادہ معصیت ہے کیونکہ وہ اس کو قبیح سمجھتا ہے (جواہر الفقہ ۳/۲۵۶)۔

اور حضرت مفتی محمود الحسنؒ نے بھی شق القمر وغیرہ کی فلم وغیرہ دیکھنے کے سلسلہ میں ممانعت ذکر کی ہے (فتاویٰ محمودیہ ج۲۹) اور حضرت مفتی شفیع صاحبؒ نے حضرت تھانویؒ کے حوالہ سے حج وغیرہ کی فلم کے سلسلہ میں بھی ممانعت نقل کی ہے اور ان حضرات نے اس ممانعت کے سلسلہ میں ایک بڑی علت استخفاف ذکر کی ہے۔

جواب (۲) - صاحب بدائع الصنائع علامہ کاسانیؒ تصویر کی حرمت کی علت ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ولأن إمساكها تشبه بعبدة الأوثان إلا إذا كانت على البسط أو الوسائد الصغار التي تلقى على الارض ليجلس عليها لا تكره (بدائع الصنائع ۴/۳۰۴)۔

مذکورہ سوال کا جواب یہ ہے کہ اولاً تو کارٹونوں میں عبادت کا کوئی تصور بھی حاشیہ خیال تک میں نہیں ہوتا۔ ۲: کارٹون کے خد وخال بھی عام تصویروں کی طرح واضح نہیں ہوتے، اور حیثیت محض ایک نقش کی سی ہوتی ہے، لہذا اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

جواب (۶)- اس دور میں مکالمات کی شکل بعینہ وہی ہوتی ہے خواہ وہ مدارس میں ہو یا عام مقامات پر جو ایک زمانہ میں تھیٹروں میں چلنے والے ڈراموں کی ہوتی تھی اور ان کے سلسلہ میں عام رائے ہندوستان کے اکابر کی عدم جواز کی ہے، کیونکہ اس میں تبدیل ہیئت کے ساتھ ساتھ کردار کشی کے لئے ویسا ہی روپ اپنایا جاتا ہے، لہذا احقر کے نزدیک یہ عمل مناسب نہیں ہے۔

سیر وتفریح سے متعلق شریعت کے ضابطے

مولانا عبید اللہ ندوی ☆

تفریح کی تعریف:

تفریح کا لفظ فرحت سے ماخوذ ہے اور فرحت کی تعریف کرتے ہوئے علامہ قرطبی لکھتے ہیں: ''الفرحة لذة في القلب بادراک المحبوب'' (تفسیر قرطبی) (یعنی محبوب چیز کے پالینے سے جو قلبی لذت نصیب ہوتی ہے اسی کا نام فرحت اور خوشی ہے)۔

تفریح کے وسائل اور طریقے:

موجودہ دور میں ''تفریح'' فکر وتحقیق کا ایک مستقل موضوع بن گیا ہے، اسے نفسیاتی علاج کا درجہ حاصل ہوگیا ہے اور اس کے لئے مختلف وسائل اختیار کئے جارہے ہیں، مثلاً:

۱- تفریح کا ایک طریقہ مزاح اور لطیفہ گوئی ہے، مزاح شریعت میں جائز ہے، حضور پاک ﷺ سے ثابت ہے، چنانچہ حضرت انسؓ سے روایت ہے: ''أن رجلاً أتى النبي ﷺ فقال: يا رسول الله! احملني، فقال رسول الله ﷺ: إنا حاملوک على ولد ناقة، قال: ما أصنع بولد الناقة؟ فقال النبي ﷺ: وهل تلد الإبل إلا النوق'' (ابوداؤد وترمذی باب ماجاء فی المزاح رقم الحدیث: ۴۹۹۸، ترمذی: ۱۹۹۸) (ایک صحابی آپ ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! میرے لئے سواری کا نظم فرمادیجئے، حضور ﷺ نے

☆ استاذ دار العلوم ماٹلی والا، گجرات۔

فرمایا: میں سواری کے لئے تمہیں اونٹ کا بچہ دوں گا، تو انہوں نے کہا: میں اونٹ کا بچہ لے کر کیا کروں گا؟ تو حضور پاک ﷺ نے فرمایا: بھائی ہر اونٹ تو اونٹنی کا بچہ ہی ہوتا ہے)۔

مزاح کے اصول وضوابط:

۱-مازح حق وصداقت کا خیال رکھے۔

۲-فحش قول سے پرہیز کرے۔

۳-قولاً یا عملاً جھوٹ اور غلط نہ بولے، چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: "**یا رسول الله إنک تداعبنا؟ قال: إني لا أقول إلا حقاً**" (ترمذی باب ما جاء فی المزاح، رقم: ۱۹۹۷) (حضرت ابوہریرہؓ نے تعجب کے ساتھ عرض کیا، آپ بھی ہم لوگوں سے مزاح فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یقیناً میں تم سے مزاح کرتا ہوں لیکن مزاح میں بھی سچ ہی بولتا ہوں)۔

۴- روعِ مسلم (کسی مسلمان کو ڈرانا) نہ ہو، چنانچہ حضرت عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے روایت ہے فرماتے ہیں:

"**حدثنا أصحاب محمد ﷺ أنهم كانوا يسيرون مع النبي ﷺ فقام رجل منهم فانطلق بعضهم إلى حبل معه فأخذه، ففزع، فقال رسول الله ﷺ: لا يحل لمسلم أن يروع مسلماً**" (ابوداؤد، باب من یأخذ الشیٔ علی المزاح، رقم: ۵۰۰۴) (مجھ سے محمد رسول اللہ ﷺ کے اصحاب نے بیان کیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چلے جارہے تھے (سفر میں) ان میں سے ایک شخص سو گیا تو ان میں سے بعض اس کی رسی کی طرف چلے جو اس کے ساتھ تھی اور اسے لے لیا وہ آدمی گھبرا گیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ دوسرے مسلمان کو گھبراہٹ میں مبتلا کرے)۔

۵- افراط اور مداومت نہ ہو، کیونکہ افراط زیادہ ہنسنے کا سبب ہے، اور زیادہ ہنسنا دل کو

مردہ کردیتا ہے اور بعض حالات میں کینہ پیدا کرتا ہے، ہیبت ووقار کو ختم کرتا ہے (احیاء علوم الدین للامام الغزالی باب آفۃ اللسان نمبر ۴، ج ۳ ر ۱۴۷)۔

تفریح طبع کے لئے نغمہ سرائی اور شعر وشاعری:

شعر گوئی اور شعر سے دلچسپی ایک حد تک علم اور زبان کی فطرت میں داخل ہے، یہ حقیقت ہے کہ اشعار کلام کی نہایت زوداثر صنف ہے اور اس کے ذریعہ کم الفاظ میں زیادہ موثر ڈھنگ سے بات کہی جاسکتی ہے، تاہم یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ شعراء نے اپنی زبردست صلاحیت کا استعمال ذہن واخلاق کی تعمیر کے لئے کم اور اپنے رکیک جذبات کے لئے زیادہ کیا ہے، غالباً انہیں دونوں پہلوؤں کو سامنے رکھ کر حضور ﷺ نے کہیں اس کی تعریف کی ہے اور کہیں اس کی مذمت، لیکن واقعہ یہ ہے کہ شعر فی نفسہ ایک ذریعہ اظہار ہے، اگر صحیح مقاصد کا اظہار پیش نظر ہو تو عین بہتر ہے، اگر غلط افکار کی نمائندگی کی جائے تو مذموم ہے، خود حضور ﷺ کے عمل سے تفریح طبع کے لئے اشعار سننا ثابت ہے، چنانچہ حضرت عمرو بن شرید اپنے والد شرید سے روایت کرتے ہیں:

"ردفت رسول اللهﷺ يوماً فقال: هل معک من شعر أمية بن أبي الصلت شيئ قلت: نعم، قال: هيه، فأنشدته بيتاً فقال: هيه، ثم أنشدته بيتا فقال: هيه، حتى أنشدته مائة بيت" (مسلم کتاب الشعر، رقم: ۱۱۸)۔

(میں ایک دن آنحضرت ﷺ کے پیچھے سوار تھا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، کیا تجھے امیہ بن اصلت کے کچھ اشعار یاد ہیں؟ میں نے عرض کیا جی ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا: سناؤ، میں نے ایک شعر پڑھا، آپ نے فرمایا اور پڑھ، میں نے اور پڑھا، آپ ﷺ نے فرمایا اور پڑھ، یہاں تک کہ میں نے سو اشعار پڑھے)۔

نیز اچھے اشعار کبھی کبھی آپ ﷺ خود بھی پڑھتے، لبید کا شعر:

ألا كل شيئ ما خلا الله باطل　　وكل نعيم لا محالة زائل

(خدا کے سوا ہر چیز باطل (فانی) ہے، اور ہر نعمت یقیناً زائل ہونے والی ہے) (مسلم کتاب الشعر، رقم: ۱۱۸۴)۔

نیز بعض صحابہ کرام کے بارے میں منقول ہے کہ جب وہ قرآن وحدیث کے مشاغل سے تھک جاتے تھے تو بعض اوقات عرب کے اشعار یا تاریخی واقعات سے دل بہلاتے تھے، خصوصاً کام کاج کے وقت، بوجھ اٹھاتے وقت، مسافت طے کرتے وقت، طبیعت میں نشاط وچستی پیدا کرنے کے لئے اشعار پڑھتے اور سنتے تھے، مثلاً جنگ یا حج کے موقع پر (دیکھئے: بخاری؛ کتاب المغازی: باب غزوہ خیبر، مسلم کتاب الجہاد والسیر، باب قتل کعب ابن الاشرف)۔

ان آثار وروایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر اشعار فحش نہ ہوں، ان میں محرم کی ہجو، شراب کی تعریف، عورتوں یا امارد کا تذکرہ، ظالم کی مدح سرائی اور افتخار نہ ہو تو فرصت کے لمحات میں تفریح طبع کے لئے ان کے پڑھنے اور سننے میں شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے، لیکن باقاعدہ مزاحیہ مشاعرہ منعقد کرنا، مزاحیہ پروگرام رکھنا، مزاحیہ کہانیاں لکھنا، انہیں پڑھنا اور ایسی کہانیوں پر مبنی کتابوں کو شائع کرنا، نیز ان کی خرید وفروخت کرنا، لطیفہ گوئی یا مزاح نویسی کو پیشہ بنانا اور تفریح طبع کے لئے مزاحیہ ڈرامے منعقد کرنا جن کا مقصد صرف ہنسانا ہنسانا ہو سو وہ مندرجہ ذیل وجوہ کی بنیاد پر حرام ہوگا اور اس کو بطور پیشہ اختیار کرنا بھی حرام ہوگا۔

۱- آیت: "ومن الناس من يشتري لهو الحديث" (سورہ لقمان) میں داخل ہیں، چنانچہ مفتی شفیع صاحبؒ پاکستان لکھتے ہیں:

۲- اس میں مرد وعورت کا اختلاط ہوتا ہے جو کسی بھی طرح سے درست نہیں ہے، بلکہ حضور ﷺ نے ایسے لوگوں پر سخت وعید فرمائی ہے، چنانچہ طبرانی کی روایت ہے، حضرت ابو امامہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "لأن يزحم رجل خنزيراً متلطخاً بطين وحمأة خير له من أن يزحم منكبه منكب امرأة لا تحل له" (طبرانی، والبیہقی)

(کوئی آدمی مٹی اور کیچڑ سے لت پت خنزیر سے ٹکرا جائے وہ اس کے لئے اس بات سے بہتر ہے کہ اس کا کندھا کسی نامحرم سے ٹکرائے)۔

۳- ایسے پروگراموں میں مغنی کے ساتھ مغنیہ بھی شریک ہوتی ہیں، جن کی آواز سننا از روئے شرع درست نہیں ہے۔

۴- نیز ایک لایعنی کام کے لئے مال اور وقت دونوں ضائع ہوتے ہیں۔

۵- زیادہ ہنسنے سے دل مردہ ہوجاتا ہے، وقار مجروح ہوتا ہے کیونکہ حضور ﷺ کا فرمان ہے: "**لا تكثر الضحك فإن كثرة الضحك تميت القلب**" (ترمذی کتاب الزہد)۔

ان چیزوں کو بطور پیشہ اختیار کرنا اور ایسے پروگراموں میں شرکت کے لئے ٹکٹ لینا بھی حرام ہوگا، چنانچہ حضرت بہز بن حکیمؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "**ويل للذي يحدث بالحديث ليضحك به الناس فيكذب ويل له وويل له**" (ترمذی کتاب الزہد باب ماجاء من تکلم بالکلمۃ لیضحک بہ الناس) (تباہی ہے اس شخص کے لئے جو لوگوں کو ہنسانے کے لئے بات کرے پھر جھوٹ بولے، اس کے لئے تباہی ہے، تباہی ہے)، نیز حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: "**إن الرجل ليتكلم بالكلمة لا يرى بها بأساً يهوى بها سبعين خريفاً في النار**" (حوالہ سابق) (آدمی بسا اوقات کوئی بات بولتا ہے اور بولنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتا حالانکہ اس کی وجہ سے وہ ستر سال جہنم میں گرے گا)۔

شریعت کی نگاہ میں پسندیدہ کھیل:

۲- تفریحی مقصد کے لئے مختلف قسم کے کھیل بھی مروج ہیں، موجودہ زمانہ میں کھیل نے مستقل فن کی حیثیت اختیار کرلی ہے، سرکاری سطح پر مستقل اس کی وزارت ہوتی ہے اور اس مقصد کے لئے خاصا بجٹ منظور کیا جاتا ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ موجودہ زمانہ کے مروجہ کھیلوں کو شریعت کس نظر سے دیکھتی ہے، نیز ائمہ وفقہاء کے خیالات وآراء کیا ہیں؟

اسلام کے پسندیدہ کھیل تیر اندازی، شمشیر زنی، گھوڑ دوڑ، پیدل دوڑ، اونٹ کی دوڑ میں مسابقت ہے۔ احادیث میں حضور ﷺ نے اس کے فضائل بیان فرمائے ہیں، اور اس کے سیکھنے کو باعث اجر وثواب قرار دیا ہے، کیونکہ یہ کھیل جہاں جسم میں نشاط وچستی، اعصاب میں پختگی، اور نظر میں تیزی پیدا کرتے ہیں وہیں آڑے وقت میں اپنی حفاظت کے اور جہاد کے موقع پر کافروں کے مقابلہ میں کام آتے ہیں، چنانچہ ترمذی، نسائی، مسند امام احمد وغیرہ کی معروف حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "**کل شئ یلھو بہ الرجل باطل إلا رمیہ بقوس وتأدیبہ فرسہ وملاعبتہ امرأتہ فإنھن من الحق**" (ترمذی، فضائل الجہاد) (آدمی کا ہر کھیل باطل ہے، سوائے تین کے، تیر اندازی کرنا، گھوڑ اسدھانا، اپنی بیوی کے ساتھ ملاعبت کرنا، کیونکہ یہ تینوں کھیل حق میں سے ہیں یعنی کارآمد ہیں)۔

نیز حضور ﷺ نے آیت: "**وأعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ**" میں "قوت" کی تفسیر تیر اندازی سے کی اور تین مرتبہ فرمایا: "**ألا إن القوۃ الرمی، ألا إن القوۃ الرمی، ألا إن القوۃ الرمی**" (مسلم کتاب الامارہ، ابوداؤد کتاب الجہاد) (سن لو طاقت قوت تو تیر اندازی میں ہے)، اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے ثنیۃ الوداع اور مسجد خیف کے درمیان گھوڑ دوڑ کرائی ہے (نسائی باب اضمار الخیل للسبق ۲/ ۱۴۴)، نیز آپ ﷺ نے تیر اندازی اور شمشیر زنی، اونٹ اور گھوڑے وغیرہ کی دوڑ میں مسابقت کی حوصلہ افزائی فرمائی ہے (نسائی باب السبق ۲/ ۱۴۵)، اور موجودہ زمانہ میں گولی چلانا، راکٹ، میزائل، بم وغیرہ ٹھیک ٹھیک نشانوں پر لگانا بھی لفظ "رمی" میں داخل ہے، چنانچہ صاحب بذل المجہود حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ نے اس کی تصریح فرمائی ہے، لکھتے ہیں:

"**ولم یکن فی زمان رسول اللہ ﷺ فی الحرب إلا رمی السھام، فیدخل بل یعوض عنہ فیہ ما یرمی بہ من الرصاص بالبندقیۃ والمدافع وغیر ذلک من آلات الحرب الجدیدۃ المستعملۃ فی ھذا الزمان، فإنھا أغنت عن**

رمی السهام بالقوس، وعطلته" (ابوداؤد کتاب الجہاد، بذل المجہود ۲/ ۶۸)۔

(حضور ﷺ کے زمانہ میں جنگوں میں سوائے تیر کے کچھ نہیں تھا، لہذا موجودہ زمانہ میں جدید آلات حرب کا حکم وہی ہوگا جو آپ ﷺ کے زمانہ میں تیر کا تھا مثلاً بندوق، اور توپ چلانا اور جدید آلات حرب کا استعمال کرنا، اس لئے کہ ان چیزوں نے تیر سے بے نیاز کردیا ہے، اور اس کو بالکل معطل کردیا ہے)۔

اسی طرح جن کھیلوں سے جسمانی ورزش ہوتی ہے، قوی مضبوط ہوتے ہیں اور بوقت ضرورت اپنی اور دوسروں کی جان بچانے میں اس سے مدد لی جاسکتی ہے اور جہاد کی تربیت کا فائدہ حاصل ہو تو ان کے احکام بھی اسی طرح ہوں گے جو گھوڑ دوڑ وغیرہ کے ہیں، مثلاً کراٹے، لاٹھی چلانا، مکابازی، کبڈی، فٹ بال، والی بال، گاڑیوں کی ریس، بمبار اور لڑاکا طیارے، ہیلی کاپٹر، بحری جہاز ٹینک، بکتر بند گاڑیاں جیپ کار وغیرہ کی مشق، بشرطیکہ بہ نیت جہاد اس کی مشق کی جائے، اور جائز ہی نہیں، بلکہ بعض حالات میں مستحسن اور مندوب ہوں گے۔

یہ تو چند وہ کھیل تھے جن کا احادیث وآثار میں باقاعدہ ذکر آیا ہے، اس کے علاوہ باقی کھیلوں میں شرعی ضابطہ یہ ہے:

۱- جن کھیلوں کی احادیث وآثار میں صریح ممانعت آئی ہے وہ ناجائز ہیں، جیسے نرد، شطرنج، کبوتر بازی، جانوروں کو لڑانا وغیرہ (باب النہی عن التحریش بین البہائم، الفقہ الاسلامی وادلتہ)۔

نیز موجودہ زمانہ میں کرکٹ، کیرم بورڈ، لوڈو وغیرہ کا بھی حکم مثل شطرنج ہوگا، کیونکہ ضروری اور حقیقی مسائل سے غافل کرنے میں یہ شطرنج سے بھی بڑھ کر ہیں۔

۲- جو کھیل کسی حرام اور معصیت پر مشتمل ہوں وہ بھی ناجائز ہوں گے اگر چہ فی نفسہ وہ کھیل مباح ہوں، مثلاً کسی کھیل میں ستر کھولا جائے یا اس میں جوا کھیلا جارہا ہو، یا مرد وزن کا مخلوط اجتماع ہو، یا اس میں موسیقی کا اہتمام کیا گیا ہو، یا اس کھیل میں کفار کی نقالی کی جارہی ہو۔

۳- جو کھیل فرائض اور حقوق واجبہ سے غافل کرنے والے ہوں وہ بھی ناجائز

ہوں گے، کیونکہ جو چیز بھی انسان کو اس کے فرائض سے اور حقوق واجبہ سے غافل کرنے والی ہو وہ ''لہو'' میں داخل ہے، اور ''لہو'' باطل ہے، چنانچہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب الاستیذان میں باب قائم کیا ہے، ''کل لهو باطل إذا شغله عن طاعة الله''یعنی ہر لہو جب وہ انسان کو اللہ تعالی کی یاد اور اطاعت سے غافل کردے تو وہ باطل (گناہ) ہے۔

۴-جس کھیل کا کوئی مقصد نہ ہو بلا مقصد محض وقت گذاری کے لئے کھیلا جائے وہ بھی ناجائز ہوگا، کیونکہ یہ اپنی زندگی کے قیمتی لمحات کو ایک ''لغو'' کام میں ضائع کرنا ہے (کاسانی بدائع الصنائع، کتاب المباق)۔

البتہ وہ کھیل جو مذکورہ بالا خرابیوں سے پاک ہوں ان کے کھیلنے میں شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے، لیکن دور حاضر کے مروجہ کھیلوں میں درج ذیل خرابیاں پائی جاتی ہیں:

الف-کھلاڑیوں اور ان کھیلوں سے دلچسپی رکھنے والوں کا انہماک اتنا بڑھ گیا ہے کہ ضروری کاموں پر اسے ترجیح دی جاتی ہے جس سے بسا اوقات بندوں کے حقوق پامال ہوتے ہیں۔

ب- ان کھیلوں میں عموماً فرض نمازوں کے اوقات، جمعہ کے مبارک دن، رمضان کے فرض روزوں تک کا خیال نہیں رکھا جاتا جب کہ یہ ایک مسلمان کے لئے فرض عین ہیں۔

ج-ان کھیلوں میں وقت بہت ضائع ہوتا ہے۔

د-اکثر کھیلوں میں ''ستر'' کا اہتمام نہیں کیا جاتا ہے جسم کے جن حصوں کو شرعاً ڈھانپنا ضروری ہے ان پر کوئی توجہ نہیں دی جاتی ہے۔

ہ-اکثر کھیلوں میں مردوزن کا مخلوط اجتماع ہوتا ہے اور چونکہ مرد وعورت محض تفریح کے لئے اور کھیل برائے کھیل کی نیت سے جمع ہوتے ہیں، اس لئے ہوٹنگ، ڈانس، گانا اور دیگر نازیبا حرکتیں کھلے عام کرتے ہیں۔

و- ان کھیلوں میں جو محض تفریح طبع کے لئے ہونے چاہئیں، اب ایسی محاذ آرائی اور ذہنی تناؤ ہونے لگا کہ جس سے ان کھیلوں کا مقصد ہی فوت ہوجاتا ہے، اب کھیل کے میدان کو

محاذ جنگ سمجھا جاتا ہے، اس کی ہار جیت کوقومی شکست اور قومی فتح سے تعبیر کیا جاتا ہے، میچوں کے لئے دعائیں مانگی اور نذریں مانی جاتی ہیں اور حیرت کی بات یہ ہے کہ سربراہان مملکت اس سلسلہ میں تعزیتی وتہنیتی پیغامات جاری کرتے ہیں۔

سیر وسیاحت شریعت کی نظر میں:

سفر کے اقسام باعتبار احکام:

ائمہ نے سفر کی تین قسمیں کی ہیں: (۱) سفر طاعت، (۲) سفر مباح، (۳) سفر معصیت، سفر طاعت جیسے حج وعمرہ، جہاد، دعوت وتبلیغ دین وغیرہ، مباح: جیسے تلاش معاش، تجارت وغیرہ، معصیت جیسے رہزنی، بلامحرم عورت کا سفر کرنا۔

شہروں اور ملکوں کی طرف زیارت اور سیر وتفریح کی غرض سے سفر کرنا مباح ہوگا، چنانچہ حنابلہ اور شوافع کے یہاں اس کی صراحت ہے (ملاحظہ ہو: العنایۃ علی الہدایہ بہامش فتح القدیر ۲/...)۔

البتہ ایسے ملک اور شہر میں تفریح کے لئے جانا جہاں حرام کام زیادہ ہوتا ہو، منکرات کی کثرت ہو، مثلاً شراب نوشی یا بدکاری یا عریانیت وغیرہ کا رواج ہوتو درست نہیں ہوگا، کیونکہ وہاں سے تو خروج کا حکم ہے، چنانچہ مالکیہ نے سفر کی دو قسمیں بیان کی ہیں: (۱) سفر طلب، (۲) سفر ہرب واجب۔

پھر سفر طلب کی پانچ قسمیں ہیں: واجب جیسے حج وعمرہ اور جہاد، مندوب، جیسے بر الوالدین، صلۃ الرحم، طلب العلم، تفکیر فی خلق اللہ، مباح: جیسے سفر تجارت، ممنوع: جیسے معصیت کے لئے سفر کرنا (الموسوعۃ الفقہیہ ۲۶/۳۵)۔

سفر ہرب واجب: مثلاً آدمی کسی ایسی جگہ مقیم ہے جہاں برائیاں زیادہ ہوں، دین وایمان خطرہ میں ہو فرائض میں کوتاہیاں ہوتی ہوں، شعائر اسلام پر عمل دشوار ہوتو ایسی جگہ سے نکلنا واجب ہے۔

کفریہ ممالک کی طرف بغرض تفریح سفر کا حکم:

کفریہ ممالک کی طرف بامقصد سفر کے لئے علماء نے تین شرطیں بیان کی ہیں:

۱- اس کے پاس اتنا وسیع وعمیق علم ہو جس سے وہ کفار کے شبہات کا ازالہ کر سکے۔

۲- ایسا دیندار اور مذہبی ہو کہ وہاں جا کر اپنے کو خواہش پرستی اور شہوات نفسانیہ سے محفوظ رکھ سکے۔

ج- کسی سخت ضرورت وحاجت کے بغیر سفر نہ کرے اور سخت ضرورت سے مراد یہ ہے کہ ایسا علاج اور ایسا علم حاصل کرنے کے لئے وہاں جائے جو اسلامی مملکت میں میسر نہ ہوں۔

اگر یہ شرائط پوری نہ ہوں تو جانا ممنوع اور ناجائز ہے اور سیر وتفریح کوئی اسلامی ضرورت نہیں ہے اس لئے درست نہیں ہے، کیونکہ اس میں فتنہ یا خوف فتنہ ہے، اضاعت مال ہے، نیز اس سے کفار کی اقتصادی حالت مضبوط ہوتی ہے (فتاوی علماء البلد الحرام ۳۲۷)۔

۴- دستاویزی اور تاریخی فلمیں بنانے کا حکم:

فلم اصل میں تصویر کشی کا نام ہے اور اسلام میں جاندار کی تصویر کشی ناجائز اور حرام ہے، رسول اللہ ﷺ نے سختی سے منع فرمایا ہے، ارشاد ہے: "إن أشد الناس عذاباً عند الله يوم القيامة المصورون" (بخاری کتاب اللباس، باب عذاب المصورین، مسلم کتاب اللباس) (قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب تصویر بنانے والوں کو دیا جائے گا)۔

دوسری حدیث میں ارشاد ہے: "إن الذين يصنعون هذه الصور يعذبون يوم القيامة يقال لهم: أحيوا ما خلقتم" (بخاری ایضا الباب السابق) (جو لوگ تصویر بناتے ہیں قیامت کے دن ان کو عذاب دیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ جو صورت تم نے پیدا کی ہے اس میں جان بھی ڈالو)۔

البتہ غیر ذی روح بے جان چیزوں کی تصویر بنا سکتے ہیں، اسی طرح سر کٹی ہوئی تصویر جو

درخت کے مشابہ ہوجائے، پامال تصویر جو جوتے کے تلے یا فرش وغیرہ میں ہو، بہت چھوٹی تصاویر جیسے انگوٹھی اور بٹن کی تصاویر وہ بھی عام نقش ونگار کے حکم میں ہے، علماء نے ان کی اجازت دی ہے (تصویر کے شرعی احکام)۔ اور فلم میں چونکہ تصویر کشی ہوتی ہے، گانا بجانا، رقص وسرور، نامحرم کو دیکھنا، مرد وعورت کا اختلاط، مخرب اخلاق مناظر کا بیان، مجرمانہ ذہن سازی ہوتی ہے، اس لئے حرام ہے اور گناہ کبیرہ ہے۔

۵- موجودہ دور میں تفریح مزاح کا ایک پہلو یہ ہے کہ شخصیتوں کی طرف اشارہ کرنے کے لئے کارٹون بنائے جاتے ہیں، کارٹون کے ذریعہ یہ بات سمجھی جاسکتی ہے کہ کارٹونسٹ کا اشارہ کس طرف ہے، لیکن اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

اس سلسلہ میں مفتی محمد شفیع صاحبؒ لکھتے ہیں:

''اسی طرح فلم جو کسی کاغذ یا کسی اور مادے پر اس طرح ثابت ہو کہ اسے معمولی آنکھ سے بھی دیکھا جاسکے اس کے تصویر ہونے میں کوئی شبہ نہیں، اس لئے اس کی تجارت ناجائز اور آمدنی حرام ہے'' (جواہر الفقہ ۴/ ۲۴۷)۔

نیز دوسری جگہ لکھتے ہیں: جیسے قلم سے تصویر کھینچنا جائز نہیں ایسے ہی فوٹو سے تصویر بنانا یا پریس پر چھاپنا یا سانچہ اور مشین وغیرہ ڈھالنا بھی ناجائز ہے (تصویر کے شرعی احکام)۔

اس عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ کارٹون بھی تصویر میں داخل ہے، لیکن چونکہ اس میں انسانی صورت کے خط وخال پوری طرح واضح نہیں ہوتے ہیں، اس لئے اس کے تصویر ہونے میں ذرا تردد ہوتا ہے، اگر کارٹون اس طرح بنایا جائے کہ ان کا چہرہ، آنکھیں، ناک وغیرہ واضح ہوں اور اس کی شناخت ہورہی ہو تو ایسے کارٹون تصویر کے حکم میں ہوں گے اور ان کا بنانا اور استعمال کرنا ناجائز اور حرام ہوگا، البتہ اگر ایسے کارٹون بنائے جائیں جن میں جاندار کی شکل، مثلاً آنکھ، کان، ناک وغیرہ واضح نہ ہوں تو ایسے کارٹون بنانے کی اجازت وگنجائش ہوگی، تاہم اس کو مستقل ذریعہ آمدنی بنانا، اس کے لئے ملازمت کرنا مناسب نہیں ہے، کیونکہ وہ بہرصورت تصویر

کے مشابہ ہیں، نیز حضور ﷺ کا فرمان ہے: "إن الحلال بين والحرام بين، وبينهما أمور مشتبهات لا يعلمهن كثير من الناس، فمن اتقى بالشبهات استبرأ لدينه وعرضه ومن وقع في الشبهات وقع في الحرام" (بخاری، کتاب الایمان، ومسلم، کتاب المساقاۃ) (حلال واضح ہے حرام بھی واضح ہے، لیکن ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے ہیں، سو جو شبہات سے بچا اس نے اپنا دین اور اپنی عزت محفوظ کر لی اور جو شبہات میں پڑا وہ حرام میں مبتلا ہوگا)۔

لہذا جس کسی نے اس کو ذریعہ آمدنی بنایا ہو یا اس میں ملازمت اختیار کی ہو، اس پر لازم ہے کہ اس کا بدل تلاش کرے اور جب بدل فراہم ہوجائے تو اس کو چھوڑ دے، چنانچہ حضرت سعید بن ابو الحسن سے روایت ہے، فرماتے ہیں: "كنت عند ابن عباس إذ جاءه رجل فقال: يا ابن عباس! إني رجل وإنما معيشتي من صنعة يدي وإني أصنع هذه التصاوير، فقال ابن عباس: لا أحدثك إلا ما سمعت من رسول الله ﷺ يقول: من صوّر صورة فإن الله معذبه حتى ينفخ فيه الروح وليس بنافخ أبداً فربا الرجل ربوة شديدة واصفر وجهه فقال: ويحك إن أبيت إلا أن تصنع فعليك بهذا الشجر وكل شئ ليس فيه روح" (بخاری، کتاب البیوع)۔

۶- ذہنی تفریح کا ایک ذریعہ ڈراما بھی ہے، جس میں مختلف افراد بطور کردار شامل ہوتے ہیں اور وہ معین جملوں کو ادا کرتے ہیں، ڈرامہ غیر اخلاقی مقاصد کے لئے بھی کیا جاتا ہے اور بہتر مقاصد کے لئے بھی، اگر ڈرامہ اچھے مقاصد کے لئے ہو مثلاً معاشرہ میں موجود خرابیوں اور عیوب کی اصلاح تو جائز ہوگا، بشرطیکہ شریعت کے خلاف کوئی چیز نہ ہو محرمات سے پاک ہو، حقوق فرائض کی پامالی کا ذریعہ نہ ہو، اور اگر غیر اخلاقی مقصد کے لئے ہو مثلاً اجتماعی عیوب کی اصلاح مقصود نہ ہو یا کسی سیاسی یا اسلام مخالف تحریک اور پارٹی کی ترجمانی مقصود ہو یا کمیونزم کی دعوت دیتا ہو، یا ڈرامہ کے میدان میں عورتوں کی ہمت افزائی کرتا ہو، یا اس فن کے ماہرین کی

تعظیم کا سبب بنتا ہو، یا اس میں ادب مکشوف (ننگا ادب) پایا جاتا ہوتو حرام ہوگا، کیونکہ ڈرامہ اور فلم میں بجز اس کے کوئی فرق نہیں ہے کہ فلم میں تصویر ہوتی ہے جبکہ ڈراما جیتے جاگتے انسانوں کے ذریعہ ہوتا ہے، اس لئے ڈرامہ میں تصویر کشی کا گناہ نہیں ہے، البتہ باقی وہ سب گناہ پائے جاتے ہیں جو فلم کے سلسلہ میں بیان کئے گئے۔

البتہ دینی مدارس کے پروگراموں میں مکالمات کی جو صورت مروج ہوگئی ہے، وہ چونکہ ان تمام خرابیوں سے پاک ہوتی ہے، اس لئے وہ جائز ہوسکتی ہے تاہم احتیاط اسی میں ہے کہ اس سے حتی الامکان گریز کیا جائے، واللہ اعلم بالصواب۔

سیر و تفریح - شرعی تناظر میں

مولانا محمد احسن عبدالحق ندوی ☆

الف - اللہ تعالی نے انسان کی فطرت میں جہاں متانت و سنجیدگی کا عنصر رکھا ہے، وہیں گاہے گاہے ہنسی مذاق اور خوش طبعی کرنے کا بھی، اس سے دل و دماغ کو نشاط پہنچتا ہے، اور باہمی بے تکلفی اور محبت میں بھی اضافہ ہوتا ہے، نیز ایک دوسرے سے وحشت دور ہوتی ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ بھی بعض اوقات اپنے رفقاء اور ازواج مطہرات سے خوش طبعی فرمایا کرتے تھے، حضرت انسؓ راوی ہیں کہ میرے چھوٹے بھائی کو ریئے سے کھیل رہے تھے، اتفاق سے وہ کوریا مر گیا، آپ ﷺ نے ان سے مزاحاً فرمایا: اے ابوعمیر تمہارے کوریے کا کیا ہوا، ''یا أبا عمیر ما فعل النغیر'' (بخاری، باب الانبساط الی الناس ۶۱۲۹، ترمذی ۱۹۸۹)۔

ایک صاحب خدمت اقدس ﷺ میں آئے اور درخواست کی کہ مجھے سواری عطا فرمائی جائے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں اونٹنی کا بچہ دے سکتا ہوں، وہ صاحب پریشان ہوئے اور کہنے لگے کہ میں اونٹنی کا بچہ لے کر کیا کروں گا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی اونٹ اونٹنی کا بچہ ہی تو ہوتا ہے، ''وھل تلد الإبل إلا النوق'' (ابوداؤد، باب ماجاء فی المزاح، ۴۹۹۸، ترمذی، ۱۹۹۱)۔

اسی طرح ایک بوڑھی خاتون حضور پاک ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں کوئی بوڑھی داخل نہیں ہوگی، وہ بے چاری رونے لگی،

☆ مرکز الامام ابی الحسن الندوی، دارعرفات، تکیہ کلاں، رائے بریلی، یوپی۔

آپ ﷺ نے فرمایا: مطلب یہ ہے کہ اس دن تم بوڑھی نہیں ہوگی، "إن الجنة لا تدخلها عجوز" (شمائل ترمذی شرح تحفۃ الاحوذی ۱۰/ ۶۳ ۴)۔

حافظ ابن حجر نے مزاح سے متعلق تمام روایتوں کو سامنے رکھ کر لکھا ہے کہ مزاح میں افراط یا مداومت ناجائز ہے، اور اگر یہ بات نہ ہو تو مباح ہے، اور اگر کسی کی دلداری اور اس کو مانوس کرنا مقصود ہو اور شریعت میں معتبر مصلحت پیش نظر ہو تو مستحب ہے، "فإن صادف مصلحة مثل تطييب نفس المخاطب ومؤانسته فهو مستحب" (فتح الباری ۱۰/ ۶۱۴)۔

مزاحیہ پروگراموں کا حکم:

ب-بعض مزاحیہ پروگرام محض من گھڑت قصوں، بے سروپا حکایتوں اور جھوٹی کہانیوں پر مشتمل ہوتے ہیں، جو محض اس لئے ہوتے ہیں کہ جس سے دیکھنے والے لذت محسوس کریں اور ہنسی قہقہوں سے مجلس گرم کی جائے، اس کے تحت وہ پروگرام بھی آجاتے ہیں جو ہنسانے کے لئے کئی گھنٹوں پر مشتمل ہوتے ہیں، اسی طرح وہ بھی پروگرام آتے ہیں جو واہیانہ حرکتوں پر مشتمل ہوتے ہیں۔

اگر پروگراموں کا تجزیہ کیا جائے تو اس کے تین اجزاء وعناصر نکلتے ہیں: (۱) جھوٹ، (۲) ہنسی ٹھٹھا، (۳) غفلت۔

جھوٹ ناجائز ہے، لوگوں کو ہنسانے کی غرض سے جھوٹ بولنا سخت حرام ہے اور جھوٹ کی بدترین قسم ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہلاکت ہے اس کے لئے جو لوگوں کو ہنسانے کے لئے بیان کرے اور جھوٹ بولے، "ويل للذي يحدث فيكذب ليضحك به القوم، ويل له ويل له" (ابوداؤد باب التشدید فی الکذب، ۴۹۹۰)۔

لہذا مزاحیہ پروگرام یا مشاعرہ، ان کا منعقد کرنا اس وقت جائز ہوگا جب کہ ان میں مذکورہ تین عناصر نہ پائے جائیں، اسی طرح واہیانہ حرکتوں سے بھی خالی ہوں، اور اگر مذکورہ عناصر مزاحیہ پروگراموں یا مشاعرہ میں پائے جائیں تو اس طرح کے پروگراموں کا منعقد کرنا

جائز نہیں ہوگا۔

ج- شعر وسخن کی طرح ادب کی دوسری اہم صنف نثر ہے، نثر تو کبھی وقائع نگاری کے لئے استعمال کی جاتی ہے اور کبھی مفروضہ کردار اور واقعات کے لئے جو آج کل کی زبان میں ناول اور افسانے کہلاتے ہیں، قدیم زمانہ میں بھی اس قسم کی کہانی نویسی کی مثالیں موجود ہیں، شیخ سعدی کی گلستان اور مولانا رومی کی مثنوی کہا جاسکتا ہے، کہ ایسی کہانیوں کی شاہکار اور معراج کمال ہے، اگر یہ مفروضہ کہانیاں عبرت آموز اور نصیحت خیز ہوں، صالح مقصد کی حامل ہوں اور تعمیری ہوں تو نہ صرف جائز بلکہ بہتر ہے، لیکن اگر ان کا مقصد جذبات کو برانگیختہ کرنا اور اخلاق میں فساد پیدا کرنا ہو تو ظاہر ہے کہ سخت گناہ اور ناجائز ہیں (حلال وحرام ۳۳۴)، فحش اور فضول ناول یا فحش اشعار دیکھنا ناجائز ہے (معارف القرآن ۷/ ۲۳)۔

د- لطیفہ گوئی یا مزاح نویسی کو ذریعہ معاش بنانا اور اس کی اجرت وصول کرنا، فقہاء کی نگاہ میں مکروہ اور ارشاد خداوندی: ''من یشتری لهو الحدیث'' (سورہ لقمان:۶) کا مصداق ہے (حلال وحرام/۲۳۹)۔

چنانچہ لطیفہ گوئی یا مزاح نویسی کو ایک صنعت وفن اور پیشہ بنالینا اور بار بار اس کو اختیار کرنا، اس میں مبالغہ کرنا اور جھوٹ کو اس میں شامل کرنا جائز نہیں بلکہ ممنوع ہے، اصول شرعیہ کی روشنی میں غفلت میں ڈالنے والی چیزیں جائز نہیں ہیں بلکہ ممنوع وحرام ہیں، کیونکہ ان سے اللہ کی عبادت اور ذکر میں خلل پڑتا ہے۔

ہ- اگر ڈرامے کا مقصد صرف ہنسنا ہنسانا ہے اور اس کے اندر جھوٹ کی آمیزش اور بکواس ہے تو اس کا لکھنا اور اس طرح کا پروگرام کرنا اور اسے دیکھنا صحیح نہیں ہے۔

و- ڈاکٹروں کی رائے فی نفسہ صحیح ہے، لیکن ہنسنے میں اتنا مبالغہ نہ کیا جائے، جس سے دل مردہ ہوجائے، کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ نے صحابہ کرام کو ہنستے ہوئے دیکھا تو یہ ارشاد فرمایا: ''اکثروا ذکر هادم اللذات'' (ترمذی ۲۳۰۷)۔

تفریحی مقصد کے لئے مختلف قسم کے کھیل کود:

۲: الف– انسان کی فطرت میں قدرت نے جو دواعی اور تقاضے رکھے ہیں، ان میں ایک تفریح طبع بھی ہے، چاہے وہ شعر وادب اور طنز ومزاح کے ذریعہ ہو یا کھیل کود کے ذریعہ، اس لئے کھیل کود بھی ایک حد تک انسانی فطرت کا حصہ ہے۔

اسلام مذہب فطرت ہے، جس نے زندگی کے ہر شعبہ میں طبعی تقاضوں کی رعایت کی ہے اور جہاں کہیں بے اعتدالی پیدا ہوئی ہے وہاں افراط وتفریط کو دور کر کے ایک معتدل اور متوازن طریقہ کی رہنمائی کی ہے، اس نے کھیل کود کی بھی بالکل نفی نہیں کی ہے بلکہ مناسب حدود وقیود کے ساتھ اس کی اجازت مرحمت فرمائی ہے۔

کھیل کے جواز کے لئے تین شرطیں ہیں:

۱-کھیل سے مقصود محض ورزش یا تفریح ہو، خود اس کو مستقل مقصد نہ بنالیا جائے۔

۲-کھیل بذات خود جائز بھی ہو، اس کھیل میں کوئی ناجائز بات نہ پائی جائے۔

۳-اس سے شرعی فرائض میں کوتاہی یا غفلت پیدا نہ ہو، اس معیار کو سامنے رکھا جائے، تو اکثر وبیشتر کھیل ناجائز اور غلط نظر آئیں گے (آپ کے مسائل اور ان کا حل ۷/ ۳۳۰)۔

ان اصولوں سے ہٹ کر اگر کوئی کھیل ہوگا تو وہ جائز نہیں ہوگا، جو کھیل بدن کی ورزش، صحت اور تندرستی باقی رکھنے کے لئے یا کسی دوسری دینی ودنیوی ضرورت کے لئے یا کم از کم طبیعت کا تھکان دور کرنے کے لئے ہو اور ان میں غلو نہ کیا جائے کہ انہی کو مشغلہ بنالیا جائے اور ضروری کاموں میں ان سے حرج پڑنے لگے تو ایسے کھیل شرعاً مباح اور دینی ضرورت کی نیت سے ہوں تو ثواب بھی ہے (معارف القرآن ۷/ ۲۳)۔

ب– کھیل کھیلنے والے ایسا لباس اختیار کریں جو ساتر ہو یعنی مرد ہو تو ناف سے گھٹنے تک کا حصہ ڈھکا ہوا ہو، خواتین مردوں کے درمیان نہ کھیلیں، خواتین کے لئے خواتین کے سامنے

پردہ کے حدود وہی ہیں جو مردوں کے لئے ہیں، اس کی رعایت کے بغیر کھیلنا حرام ہے، کیونکہ حصۂ ستر کا چھپانا شرعاً واجب ہے۔

"اعلم أن الكسوة منها فرض وهو ما يستر العورة" (الدر المختار علی ہامش رد المحتار ۹/۵۰۵)۔

ج- ایسا کھیل جو مختصر وقت میں پورا کیا جا سکتا ہو جائز ہے، جیسے کشتی، نشانہ بازی وغیرہ۔

ایسا کھیل جو اپنے یا دوسروں کے لئے ایذا رسانی کا باعث ہو اور جسم کو شدید نقصان پہنچنے کا کافی امکان ہو، جیسے فری اسٹائل کشتی، باکسنگ وغیرہ، ایسے کھیل ناجائز ہیں۔

ایسا طویل الوقت کھیل جو آدمی کو اپنے شرعی فرائض اور اپنی متعلقہ ذمہ داریوں سے غافل کردے مکروہ ہیں، جیسے شطرنج، ہاکی، کرکٹ وغیرہ، لوڈو بھی کراہت سے خالی نہیں (قاموس الفقہ ۴/۱۱۸)۔

جو کھیل بدن کی ورزش، صحت اور تندرستی کو باقی رکھنے کے لئے ہو، وہ مستحب ہیں، اور اگر دین کی نیت سے ہوں تو ثواب بھی ہے۔

د- کھیل کی ہار جیت میں اگر پیسے کی شرط ہو تو کون سی صورت جائز ہے اور کون سی نہیں؟

اس سلسلہ میں فقہاء کے یہاں تفصیل ہے اور بعض امور میں اختلاف بھی ہے، علامہ کاسانی نے انعام کی شرط کو تین شرطوں کے ساتھ جائز قرار دیا ہے:

۱- مقابلہ تیر اندازی، گھوڑ سواری، اونٹ سواری یا پیدل دوڑ کا ہو، بندوق کی نشانہ بازی بھی تیر اندازی کے حکم میں ہے۔

۲- دو آدمیوں میں مقابلہ ہو رہا ہو تو شرط یکطرفہ ہو، دوطرفہ نہ ہو۔

۳- مقابلہ کے وقت ابتدائی اور انتہائی حد متعین کردی جائے، اسی طرح جو انعام یا عوض مقرر ہوا ہے وہ معلوم اور متعین ہو۔

ہار جیت کی شرط یکطرفہ لگانا صحیح اور جائز ہے، اور اگر دونوں طرف سے معاہدہ ہو جائے کہ فریقین میں سے جو بھی شکست کھائے وہ فاتح کو اتنا ادا کرے، تو یہ صورت قمار کی ہوگی اور شرعاً ناجائز ہوگی (قاموس الفقہ ۱۱۶/۴، بدائع الصنائع، کتاب السباق ۳۴۵/۸-۳۵۰)۔

ہ-کھیل میں اگر کوئی منافی شریعت بات نہیں ہے تو کھیلنے اور دیکھنے میں شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے، لیکن اگر ایسے کھیل ہیں جن میں وقت زیادہ ضائع ہوتا ہے، جیسے کرکٹ وغیرہ اس کا حکم یہ ہے کہ یہ صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ انسان ان کھیلوں سے اپنے فرائض سے غافل ہوجاتا ہے، اور جو چیز اپنے فرائض سے غافل کردے، اسے ''لہوالحدیث'' میں شمار کیا گیا ہے، اور اگر کھیل ایسا ہے جو اپنے فرائض سے غافل کرنے والا نہیں ہے تو اسے کھیلنے اور دیکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

و-اگر مختصر وقت والا کھیل ہے، تو اسے دیکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، اس لئے کہ انسان کھیل تفریح طبع کے لئے دیکھتا ہے، لیکن اگر کھیل دیکھنے میں فرائض میں کوتاہی آتی ہے، تو شرعاً کھیل کا دیکھنا اس کے حق میں جائز نہیں ہوگا، جہاں تک ٹکٹ خریدنے کا تعلق ہے تو اس کا حکم یہ ہے کہ ان کھیلوں کا ٹکٹ خریدنا اس کے لئے جائز ہے، جن کھیلوں کی شریعت نے اجازت دی ہے۔

تفریحی مقصد کے لئے سفر کا حکم:

۳: الف- انسانی زندگی کی ضروریات میں ایک اہم ضرورت سفر ہے، سفر میں انسان اپنی مانوس و مامون جگہ کو چھوڑ کر جاتا ہے، راستہ میں خدشات وخطرات درپیش آتے ہیں، صحت وزندگی کی بابت بھی خطرات رہتے ہیں اور دینی معمولات کی کماحقہ ادائیگی دشوار ہو جاتی ہے، اس لئے آپ ﷺ نے بلاضرورت سفر کو پسند نہیں فرمایا، ''السفر قطعة من العذاب'' (بخاری، باب السفر قطعة من العذاب ۱۸۰۴)۔

دینی اور جائز دنیوی مقاصد کے لئے سفر کرنا درست ہے، رسول اللہ ﷺ نے جہاد

اور دعوت دین کے لئے اسفار فرمائے ہیں، صحابہ، تابعین، فقہاء ومحدثین نے طلب علم کے لئے سفر کی مشقتیں برداشت کی ہیں، اسی طرح صحابہ اور سلف صالحین سے تجارت، کسب معاش، اقرباء سے ملاقات اور عیادت وغیرہ کے لئے کثرت سے اسفار منقول ہیں (قاموس الفقہ ۴؍ ۱۵۵)۔

ب- جس جگہ کے سفر میں خدشات وخطرات لاحق ہوسکتے ہوں، اس جگہ کا سفر کرنا صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ جان اللہ کی امانت ہے اور اپنی جان کو اپنے ہاتھوں ہلاک کرنے سے منع کیا گیا ہے، اس لئے ایسا سفر جس میں جان ومال، عزت وآبرو کا تحفظ ممکن نہ ہو خطرات درپیش ہوں، وہاں کا سفر نہ خود کرنا صحیح ہے اور نہ ایسی جگہ اپنے بال بچوں کو لے جانا صحیح ہے۔

ج- جس مقام پر مختلف علاقوں کے لوگ سیاحت کی غرض سے آتے ہیں، وہاں پر غیر شرعی باتیں بھی دیکھنے میں آتی ہیں، تو ایسی جگہ کا سفر کرنا اس کے لئے اس وقت درست ہوگا جبکہ اس کو اس جگہ کی برائی کے بارے میں پہلے سے علم نہ ہو، اگر پہلے سے اس جگہ کی برائی کے بارے میں علم ہے تو وہاں کا سفر کرنا جائز نہیں ہوگا۔

جہاں تک سواری کا کرایہ پر لگانے کا تعلق ہے، تو اس سلسلہ میں اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر اس کو پہلے سے معلوم ہے کہ وہ سواری پر سوار ہوکر جانے کے بعد برائی کرے گا تو ایسی صورت میں سواری کرایہ پر لگانا جائز نہیں ہوگا، اور اگر دونوں طرح کا امکان ہو، یعنی (برائی، بھلائی) تو ایسی صورت میں سواری کرایہ پر لگانا درست ہوگا، ایسی جگہ پر دکان لگانے کا حکم یہ ہے کہ اگر صرف اس جگہ پر برائی ہی برائی ہوتی ہے بھلائی، اچھائی نہیں، تو اس جگہ دکان لگانا صحیح نہیں ہوگا، اور اگر دونوں طرح کے امکانات ہیں تو پھر دوکان لگانے اور خورد ونوش کی اشیاء فروخت کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

د- "تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان" (سورہ مائدہ:۲)۔ کسی معصیت کی اعانت جواز روئے قرآن حرام ہے، وہ ہے جس میں معصیت کا مقصد ونیت حقیقۃً یا حکماً شامل ہو، حقیقۃً یہ ہے کہ دل ہی میں ہو کہ اس کے ذریعہ عمل معصیت کیا جائے

اور حکماً یہ ہے کہ وہ چیز بجز معصیت کے کسی دوسرے کام میں آتی ہی نہ ہو، جیسے آلات معازف وغیرہ (جواہر الفقہ ۲/ ۴۵۳)۔

اگر ٹور کمپنیاں تفریح طبع کے لئے قائم کی جاتی ہیں اور سوال میں مذکور برائیوں کے تحت ان کا قیام نہیں ہے تو اس طرح کی ٹور کمپنیاں قائم کرنا جائز ہے، کیونکہ اس کا مقصد مذکورہ خرافات نہیں ہیں، لیکن اگر پہلے سے ہی یہ سب مقاصد پیش نظر ہیں تو ان کا قائم کرنا جائز نہیں ہوگا، کیونکہ یہ ایک طرح کی اعانت ہوجائے گی، جو از روئے قرآن حرام اور سخت گناہ ہے، اور "ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان" کے حکم سے بغاوت ہے (معارف القرآن ۲/ ۱۰)۔

تعلیمی مقصد کے لئے فلموں کا استعمال:

۴- بعض فلمیں وہ ہیں جو صحیح واقعات، تاریخی حقائق، سائنسی تجربات، مفید خبروں پر مشتمل ہوتی ہیں، اس میں شبہ نہیں کہ صحیح تاریخی واقعات، سائنسی تجربات، جدید معلومات اور اخبار وحوادثات کا جاننا جائز بلکہ صحیح مقاصد کے لئے ہوتو درجہ عبادت بھی پا سکتا ہے، اس میں شبہ نہیں کہ آج کی ترقی پذیر تہذیب وتمدن میں اس کا اہم ترین مقام ہے۔

کارٹون بنانے کا حکم:

۵: الف- کارٹون بنانا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ اس کا شمار تصویر میں ہوتا ہے، تصویر کے سلسلہ میں اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس گھر میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے، جس گھر میں کتا یا تصویر ہو، "لا تدخل الملائكة بيتاً فيه كلب ولا تصاوير" (بخاری، باب التصویر: ۵۹۴۹)۔

اسی طرح تصویر بنانے والے کے سلسلہ میں فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے سخت عذاب تصویر بنانے والے کو دیا جائے گا، "إن أشد الناس عذاباً يوم القيامة المصورون" (بخاری، باب عذاب المصورین یوم القیامۃ: ۵۹۵۰)۔

ان احادیث شریفہ کی بنا پر فقہاء امت نے فرمایا کہ کسی بھی جاندار کی تصویر کھینچنا کسی بھی حال میں جائز نہیں ہے، خواہ ہاتھ کے ذریعہ یا قلم سے ہو یا فوٹو سے، پریس پر چھاپ کر ہو یا سانچہ اور مشین وغیرہ میں ڈھال کر (کتاب الفتاوی ۶/ ۱۶۷)۔

ناقص تصویر بنانے کا حکم:

کتب حنفیہ میں غیر مکمل اور ناقص تصویر کے استعمال کرنے اور گھر میں رکھنے کے متعلق احکام مفصل مذکور ہیں، لیکن اس کے بنانے اور کھینچنے کے متعلق کوئی صریح حکم نہیں ملتا، البتہ روایات حدیث کی تصریحات اور عام کتب حنفیہ کی عبارتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ناقص تصویر جس میں سر نہ ہو تصویر کے حکم میں نہیں رہتی، بلکہ نقوش و بیل بوٹوں کے حکم میں ہوجاتی ہے، اور اس بنا پر اس کے استعمال کی اجازت سب کتب مذہب میں مصرح ہے، اس سے ظاہر یہی ہے کہ اس تصویر کے بنانے کا بھی حکم وہی ہوگا جو بیل بوٹے اور عام نباتات کی تصویر بنانے کا ہے، یعنی جیسے وہ جائز ہیں یہ بھی جائز ہوں گی (جواہر الفقہ ۳/ ۲۲۷)۔

ب- شریعت میں کسی بات کے جائز ہونے کے لئے دو باتیں ضروری ہیں: اول یہ کہ اس کام کا مقصد درست ہو اور خلاف شرع نہ ہو، دوسرے اس مقصد کے لئے جو ذریعہ اختیار کیا جائے وہ بھی جائز ہو، اس لئے کارٹون بنانے کو ذریعہ آمدنی بنانا صحیح نہیں ہے، اور اس مقصد کے لئے ملازمت کرنا بھی درست نہیں ہے۔

۶- بہتر کاموں کی ترغیب اور معاشرہ کے مفاسد پر تنقید کے لئے ڈرامے اسٹیج کئے جاسکتے ہیں جبکہ اس کے ذریعہ اصلاح ممکن ہو اور اس کے اندر جھوٹ کا شائبہ نہ ہو۔

شریعت میں تفریح ومزاح

مفتی ممتاز احمد ندوی ☆

مزاح کے معنی خوش طبعی کے ہیں، اس کے مقابلہ میں سخریہ اور استہزاء کے الفاظ آتے ہیں، جس کے معنی مذاق اڑانے کے ہیں: "**المزاح بضم المیم علی أنه اسم و بکسرها علی أنه مصدر مازحه و معناه: الانبساط مع الغیر من غیر إیذاء**" (خصائل نبوی شرح ترمذی شیخ الحدیث، ر ۲۹۸)۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں جہاں متانت وسنجیدگی کا عنصر رکھا ہے، وہیں گاہے بگاہے ہنسی مذاق اور خوش طبعی کرنے کا بھی، اس سے دل ودماغ کو نشاط بہم پہنچتا ہے، اور باہمی بے تکلفی اور محبت میں بھی اضافہ ہوتا ہے، نیز ایک دوسرے سے وحشت دور ہوتی ہے، چنانچہ حضور ﷺ سے مزاح ثابت ہے:

۱-"**عن أنس بن مالک قال: إن کان النبیﷺ لیخالطنا حتی یقول لأخ لی صغیر: یا أبا عمیر ما فعل النغیر**" (بخاری باب الانبساط الی الناس)۔

(حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ہمارے ساتھ میل جول میں مزاح فرماتے تھے، چنانچہ میرا ایک چھوٹا بھائی تھا، حضور اکرم ﷺ نے اس سے فرمایا: ارے عمیر وہ نغیر (گوریا) کہاں جاتی رہی)۔

۲-"**عن أنس بن مالک أن رجلاً استحمل رسول اللهﷺ فقال: إنی**

☆ مدرسہ ضیاء العلوم، رائے بریلی۔

حاملک علی ولد ناقة، فقال: یا رسول اللہ! ما أصنع بولد الناقة فقال رسول اللہ ﷺ: وهل تلد الإبل إلا النوق" (رواه ابوداؤد ما جاء فی المزاح)۔

(حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ کسی شخص نے حضور اقدس ﷺ سے درخواست کی کہ کوئی سواری کا جانور مجھے عطا فرمایا دیا جائے، حضور ﷺ نے فرمایا: ایک اونٹنی کا بچہ تم کو دیں گے، سائل نے عرض کیا کہ حضور میں بچہ کیا کروں گا (مجھے تو سواری کے لئے چاہئے)، حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہر ایک اونٹ اونٹنی کا بچہ ہوتا ہے)۔

بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے مزاح سے منع فرمایا ہے، ترمذی کی روایت ہے: " لا تمار أخاک ولا تمازحه" (اخرجه المصنف فی الجامع من حدیث ابن عباس)۔

امام نوویؒ نے دونوں طرح کی روایتوں، مزاح کے ثبوت اور ممانعت والی روایتوں میں یوں تطبیق دی ہے کہ کثرت مزاح جو باعث قساوت قلب بن جائے یا اللہ کے ذکر وفکر سے روک دے یا ایذاء مسلم کا سبب بن جائے یا وقار وہیبت گرادے یہ سب ممانعت میں داخل ہے، اور جو ان سب سے خالی ہو محض دوسرے کی دلداری اور اس کے انبساط کا سبب ہو وہ مستحب ہے۔

"قلت: یجمع بینهما بأن المنهی عنه ما فیه إفراط أو مداومة علیه....، والذی یسلم من ذلک فهو مباح" (فتح الباری ۱۶۹/۲۲)۔

مزاحیہ پروگرام منعقد کرنا:

مزاح میں اس قدر منہمک نہ ہوجائے کہ وقت کثیر ضائع ہوجائے، کیونکہ وقت اللہ تعالی کی ایک بڑی نعمت ہے، چنانچہ اسی وجہ سے حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا: مزاح میں مداومت جائز نہیں ہے، اور مداومت کا مطلب ہے کہ وقت زیادہ ہنسی مذاق میں گذرے، مزاحیہ پروگرام یا مزاحیہ مشاعرہ میں وقت بہت ضائع ہوتا ہے، لہذا اس بابت احقر کی رائے یہ ہے کہ اس طرح کے مزاحیہ پروگرام یا مزاحیہ مشاعرہ مکروہ ہے، فقہی عبارتوں سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، فتاوی ہندیہ میں

ہے: "**یکرہ اللعب بالشطرنج والنرد**" (ہندیہ ۴/ ۱۱۰) (شطرنج اور چوسر کھیلنا مکروہ ہے)، نیز اس طرح کی عبارتیں، شامی اور ہدایہ وغیرہ میں بھی دیکھی جاسکتی ہیں (ہدایہ ۴۷۵)۔

عبارت مذکور میں کراہت کی دو علتیں ہوسکتی ہیں، ایک تو شطرنج اور چوسر غیر مفید کھیل ہیں، اور دوسری علت یہ ہے کہ ان میں وقت کا ضیاع ہے۔

مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی کی اس عبارت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے:

''مفید کھیل میں بھی ایسا مصروف نہ ہوجائے کہ دینی فرائض سے بھی غفلت ہوجائے''

(جدید فقہی مسائل ۲/ ۱۹۴)۔

الف—مزاحیہ کہانیاں لکھنا:

مزاحیہ کہانیاں اگر جھوٹی ہیں اور عموماً مزاحیہ کہانیاں جھوٹی ہوتی ہی ہیں، لہذا ایسی کہانیاں لکھنا جھوٹ کی وجہ سے جائز نہیں ہیں، کیونکہ جھوٹ حرام وناجائز ہے۔

ب—مزاحیہ کہانیاں پڑھنا:

مزاحیہ کہانیوں کو پڑھنا جھوٹ کی ملاوٹ کی وجہ سے جائز نہیں ہے، کیونکہ اسلام دین حق ہے، یہ لوگوں کو سچائی، حقیقت پسندی کی دعوت دیتا ہے، نہ کہ ایسی چیزوں کی جن میں کوئی حقیقت نہ ہو، محض تفریح طبع ہو۔

چنانچہ قرآن کریم میں ہے:

''**ومن الناس من یشتری لهو الحدیث**'' (لقمان: ۶) (اور ایک وہ لوگ ہیں کہ خریدار ہیں کھیل کی باتوں کے)۔

ج—مزاحیہ کہانیاں شائع کرنا:

ایسی مزاحیہ کہانیوں کو شائع کرنا، اور ان کی خرید وفروخت کرنا، تعاون علی الاثم کی وجہ

سے جائز نہیں ہے، چنانچہ سورہ مائدہ میں ہے:"ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان" (مائدہ ۲)، البتہ اگر مزاحیہ کہانیاں صداقت اور حقیقت پر مبنی ہوں اور ان سے عبرت ونصیحت ہورہی ہو تو ایسی کہانیاں لکھنا، پڑھنا، شائع کرنا اور خرید وفروخت، تعاونوا علی البر والتقوی کے سبب جائز ہے۔

لطیفہ گوئی یا مزاح نویسی کو پیشہ بنانا:

آج کل لطیفہ گو یا مزاح نویس اسی وقت کامیابی حاصل کرسکتا ہے، جب کہ لطیفہ گوئی، یا مزاح نویسی میں جھوٹ کی آمیزش کرے، اور دوسروں پر طنز وتشنیع کرے، شریعت میں ادنی جھوٹ بھی حرام ہے اور دوسروں کو طنز وتشنیع کرنا، ایذاء مسلم کی وجہ سے حرام ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے:

''من سلم المسلمون من لسانه ویده'' (رواہ احمد فی المسند) (کامل مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں)۔

لہذا لطیفہ گوئی یا مزاح نویسی کو پیشہ بنانا جائز نہیں ہے، اور اسی طرح اس کی اجرت وصول کرنا بھی جائز نہیں ہے، اگر جھوٹ اور دوسروں پر تشنیع نہ ہو تو بھی اس سے احتیاط بہتر ہے۔

تفریح طبع کے لئے مزاحیہ ڈرامے منعقد کرنا:

بہت زیادہ ہنسنے اور ہنسانے سے دل مردہ ہوجاتے ہیں، حدیث میں ہے:

''إیاکم وکثرة الضحک فإن کثرة الضحک تمیت القلب'' (الحدیث)

(تم لوگ زیادہ ہنسنے سے بچو، کیونکہ زیادہ ہنسنے سے دل مردہ ہوجاتے ہیں)۔

جب دل مردہ ہوجائیں گے تو فرائض میں غفلت اور آخرت سے بے فکری ہوجائے گی، حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے: محض لوگوں کو ہنسانے کے لئے کوئی بات کہے تو آدمی اس کی وجہ سے آسمان سے بھی زیادہ دوری پر گر جاتا ہے (الحدیث، مجمع الزوائد ۸/۸۹، باب ماجاء فی المزاح)۔

لہذا مزاحیہ ڈرامے کے پروگرام جن کا مقصد ہنسا ہنسانا ہو، ان کا دکھانا اور اس کا پروگرام کرنا اور اسے دیکھنا جائز نہیں ہے۔

صحت کی برقراری کے لئے ہنسنا:

یہ چیز یقین کے ساتھ نہیں کہی جا سکتی ہے کہ ہنسنا اور قہقہہ لگانا صحت کے لئے مفید ہے، اس میں احتمال ہے، فقہاء کرام نے صحت کی برقراری کے لئے ضرورت کے وقت ناجائز چیزوں کے اختیار کرنے کا حکم دیا ہے، جیسے کہ ضرورت کے وقت ڈاکٹر کے سامنے ستر کھولنا۔

لیکن صحت کی برقراری کے لئے ہنسنا اور اس کو چست وشیط رکھنے کے لئے پروگرام کرنا، جس میں قہقہہ لگائے جائیں، محض احتمال کی وجہ سے حدیث کے خلاف کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

"إیاکم و کثرة الضحک فإن کثرة الضحک تمیت القلب" (الحدیث)

(تم لوگ زیادہ ہنسنے سے بچو کیونکہ زیادہ ہنسنے سے دل مردہ ہوجاتے ہیں)۔

(۱) کھیل کے طریقہ کے اعتبار سے جائز وناجائز اصول:

۱-کھیل کے دوران ستر چھپا ہوا ہو، مرد جس طرح آجکل جنگیہ پہن کر فٹ بال وغیرہ کھیلتے ہیں یہ جائز نہیں ہے۔

۲-کھیل میں ایسا مشغول نہ ہوا جائے کہ فرائض سے بھی غفلت ہو جائے۔

۳-جو ٹیمیں کھیلیں آپس میں گالی گلوج اور لڑائی جھگڑے سے بالکلیہ اجتناب کریں۔

۴-کھیل ایمانداری کے ساتھ ہو، بے ایمانی وغیرہ نہ ہو۔

۵-جو ٹیمیں کھیلیں کپتان کے حکم کے پابند ہوں، اور اس کے حکم کی خلاف ورزی نہ کریں۔

(۲) لباس و پوشاک کی رعایت :

لباس کے اندر شریعت نے بڑی لچک رکھی ہے، اور امت کے لئے کوئی ایسا لباس لازم نہیں کیا کہ جس کی خلاف ورزی ناجائز اور حرام ہو، البتہ اسلام نے لباس کے بارے میں کچھ اصول بتادیئے ہیں اور یہ بتادیا کہ ان اصولوں کی پابندی کرتے ہوئے انسان جس قسم کا بھی لباس پہنے وہ شرعاً جائز اور مباح ہے، اصول درج ذیل ہیں:

۱-مردوں کے لباس حریر (ریشم) کے نہ ہوں۔

۲-لباس ساتر ہو یعنی جسم کا جتنا حصہ عورت ہے اس لباس کے ذریعہ وہ صحیح طور پر چھپ جائے۔

عالمگیری میں ہے:

''أمر غيره أن ينظر للضرورة'' (ہندیہ باب الختین ۱/ ۵۲۵)۔

لیکن ظاہر ہے کہ کھیل ایسی ضرورت نہیں ہے کہ دوسروں کے سامنے ستر کھولا جائے۔

(۳) مروجہ کھیلوں کا حکم:

۱-جو کھیل صحت کے لئے مفید ہوں جائز ہیں، جیسے کہ مروجہ کھیلوں میں والی بال، فٹ بال، بیڈمنٹن وغیرہ۔

۲-جن کھیلوں میں پیسوں کی شرط لگی ہوئی ہو، جیسے آج کل کرکٹ وغیرہ ہوتا ہے، ناجائز ہے، ''أما إذا كان البدل من الجانبين فهو قمار حرام'' (ہندیہ ۵/ ۳۲۴، خلاصۃ الفتاوی ۴/ ۳۷۴)۔

۳-جن کھیلوں سے کوئی جسمانی فائدہ نہیں ہے، اگر پیسوں کی شرط نہ بھی لگی ہوئی ہو تو ایسے کھیل مکروہ تحریمی ہیں جیسے کہ لوڈو، کیرم بورڈ، شطرنج وغیرہ، ''يكره اللعب بالشطرنج والنرد'' (ہندیہ ۴/ ۱۱۰)۔

۴- جو کھیل جہاد میں معاون ہوں، ایسے کھیل مستحب ہیں، جیسے کہ آج کل کشتی، کڑاٹے وغیرہ، ایسے کھیل کے سلسلہ میں چند دلائل ملاحظہ ہوں:

الف- اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "ارموا یا بنی اسماعیل فإن أباکم راماً" (بخاری: کتاب الجہاد: باب التحریض علی الرمی ۲۸۹۹) (اے بنی اسماعیل تم تیر اندازی کرو، تمہارے آباء واجداد تیر انداز تھے)۔

ب- اللہ کے رسول ﷺ کا رافع اور جندب میں کشتی کرانا۔

(۴) کھیل میں ہار جیت کی شرط- جائز اور ناجائز شکلیں:

اس کی تین صورتیں ہیں:

پہلی صورت: پہلی صورت یہ ہے کہ دو ٹیمیں آپس میں فیس ادا کریں، انعامی رقم سبقت کرنے والی ٹیم ہی کو ملے، اور دوسری ٹیم کی فیس ضبط کرلی جائے۔

دوسری صورت: دوسری صورت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص دو ٹیموں میں مقابلہ کرائے اور کوئی تیسرا شخص انعام دیدے۔

تیسری صورت: تیسری صورت یہ ہے کہ دو ٹیمیں آپس میں فیس ادا کریں، اور ان میں سے جو جیت جائے، اسی کو انعامی رقم ملے، اور دوسری ٹیم کی فیس ضبط ہو جائے، یہ صورت ایک شرط کے ساتھ جائز ہے وہ یہ کہ ایک تیسری ٹیم بھی شریک ہو، اس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

پہلی صورت:

جہاں تک پہلی صورت کا مسئلہ ہے تو چونکہ اس میں دونوں ٹیمیں آپس میں فیس ادا کرتی ہیں، اور جو ٹیم جیت جاتی ہے اسی کو انعامی رقم ملتی ہے، اور دوسری ٹیم محروم ہو جاتی ہے، اسی کا نام قمار ہے، اور قمار قرآن وحدیث کی رو سے حرام ہے۔

دوسری صورت:

دو ٹیمیں آپس میں کھیلیں اور کوئی تیسرا شخص جیتنے والی ٹیم کو انعام دے دے تو یہ جائز ہے اور اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے، چنانچہ ملک العلماء علامہ کاسانی تحریر فرماتے ہیں:

''كذا ما يفعله السلاطين وهو أن يقول لرجلين: من سبق منكما فله كذا فهو جائز'' (بدائع الصنائع ۶/۲۰۶) (اسی طرح دوڑ کا حکم ہے، جیسے بادشاہ کرایا کرتے ہیں، کہ دو آدمیوں سے کہتے ہیں کہ تم میں سے جو سبقت لے جائے اس کے لئے یہ انعام ہے تو یہ جائز ہے)۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ دوسری صورت جائز ہے، اور اس میں کوئی شرعی قباحت نہیں ہے۔

تیسری صورت:

تیسری صورت یہ ہے کہ دو ٹیمیں (الف، ب) آپس میں فیس ادا کریں، اور ان میں سے جو جیت جائے اسی کو انعام ملے، یہ صورت ایک شرط کے ساتھ جائز ہے وہ یہ کہ دونوں ٹیمیں ایک تیسری ٹیم (ج) کو اپنے ساتھ شریک کریں، پھر اس کی دو صورتیں ہیں:

الف-شرط کی صورت یہ ٹھہرے کہ اگر الف ٹیم جیت جائے تو ایک ہزار روپے اسی کو ملیں گے اور (ب) ٹیم کو کچھ نہیں ملے گا، اور اگر (ب) ٹیم جیت جائے تو ایک ہزار روپے اسی کو ملیں گے (الف) ٹیم کو کچھ نہیں ملے گا اور اگر (ج) ٹیم جیت جائے تو اس کو دینا الف اور ب ٹیم کے ذمہ کچھ نہ ہو۔

ب-شرط کی صورت یہ ٹھہرے کہ اگر (ج) ٹیم جیت جائے تو الف اور ب ٹیم ایک ہزار روپے اس کو بطور انعام دیں گے، اور اگر الف یا ب ٹیم میں سے کوئی ایک جیت جائے تو (ج) ٹیم کے ذمہ کچھ نہ ہو، لیکن الف اور ب ٹیم میں جو جیت جائے دوسرے کے ذمہ ایک ہزار ادا کرنا ضروری ہو۔

نوٹ: تیسری ٹیم (ج) کے سلسلہ میں یہ شرط ہے کہ ایسی کمزور ٹیم نہ ہو کہ اس کا ہارنا یقینی نہ، یا اتنی مضبوط اور ماہر نہ ہو کہ جیتنا یقینی ہو، بلکہ جیت اور ہار دونوں احتمال مساوی ہوں۔

حدیث میں ہے:

''من أدخل فرساً بين فرسين وهو لا يأمن أن يسبق فلا بأس به ومن أدخل فرساً بين فرسين وهو آمن أن يسبق فهو قمار'' (رواہ احمد فی المسند)۔

یہ تیسری صورت بیان کردہ تفصیل کے مطابق جائز ہے۔

۵-کھیل دیکھنے کے لئے ٹکٹ خریدنا:

میرے نزدیک ایسے کھیل جو جسمانی اعتبار سے مفید ہیں، تو اس کے لئے ٹکٹ خریدنا جائز ہوگا، تاکہ ایسے کھیلوں کو دیکھ کر آدمی کے اندر کھیلنے کا جذبہ پیدا ہو، اور اگر کھیل جسمانی اعتبار سے مفید نہیں ہیں، محض وقت کا ضیاع ہے تو ایسے کھیلوں کے لئے ٹکٹ خریدنا جائز نہیں ہے۔

تفریحی مقصد کے لئے سفر:

تفریحی مقصد کے لئے ایک شہر سے دوسرے شہر جانا یا ایک ملک سے دوسرے ملک کا سفر کرنا میرے نزدیک تین وجہوں سے ناجائز ہے، جو درج ذیل ہیں:

۱- وقت کا ضیاع ہے، ظاہر ہے کہ وقت اللہ تعالی کی ایک بڑی نعمت ہے، جیسا کہ گذر چکا ہے۔

۲- مال کا اسراف ہے، جیسا کہ سوالنامہ میں ذکر ہے، قرآن کریم میں اسراف سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے، "كلوا واشربوا ولا تسرفوا" (اعراف:۳۱) (تم لوگ کھاؤ، پیو اور اسراف نہ کرو)، ''إن المبذرين كانوا إخوان الشياطين" (بنی اسرائیل:۲۷) (بیجا خرچ کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں)، مال کو قرآن کریم میں خیر کہا گیا ہے: "إنه لحب الخير لشديد"، لہذا مال جو اللہ کی بڑی نعمت ہے، اس کو خیر کے کاموں میں استعمال ہونا چاہئے، نہ کہ

تفریحات میں۔

۳- تفریحی مقصد کے لئے اس طرح کا سفر مسلمانوں کے خلاف مغرب کی ایک سازش ہے، تاکہ مسلمان غلط چیزوں میں پڑکر اللہ اور فکر آخرت سے غافل ہوجائیں، ''من تشبہ بقوم فھو منھم'' (رواہ ابوداؤد، کتاب اللباس، باب فی لبس الشہرۃ)، لہذا اس طرح کا تفریحی سفر شریعت کے مزاج کے خلاف ہے، اس سے بچنا ضروری ہے۔

جب ایسا سفر میرے نزدیک جائز ہی نہیں ہے تو اس میں جان ومال اور عزت وآبرو کا کوئی مسئلہ ہی نہیں رہ جاتا ہے۔

سیاحت کے لئے ایسی جگہ جانا جہاں غیر شرعی چیزیں ہوں:

الف- سیاحت کی جگہوں میں جانا جہاں غیر شرعی چیزیں ہوتی ہوں، جائز نہیں ہے، کیونکہ ایسی جگہوں میں جانے سے خود آدمی کے ملوث ہونے کا خطرہ ہے، اس کی تائید درج ذیل حدیثوں سے بھی ہوتی ہے:

۱-''من رتع حول الحمی یوشک أن یقع فیہ'' (بخاری، البیوع، الحلال بین الحرام بین وبینہما مشتبہات) (جو شخص چراگاہ کے اردگرد چرے گا قریب ہے کہ وہ اس میں واقع ہوجائے)۔

۲-''اتقوا مواضع التھم'' (تم لوگ تہمتوں کی جگہوں میں جانے سے پرہیز کرو)۔

ب- اور ایسی جگہوں میں سواریاں کرائے پر لگانا اور خورد ونوش فروخت کرنے کے لئے دوکان لگانا یہ تعاون علی الاثم کی وجہ سے ناجائز ہے، چنانچہ سورہ مائدہ میں ہے: ''ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان'' (مائدہ:۲)۔

ٹور پر لے جانے کے لئے کمپنیاں قائم کرنا:

ٹور پر لے جانے والی کمپنیاں اگر ایسے لوگوں کی آمد ورفت کے لئے ٹکٹ اور قیام کی سہولتوں کا نظم کرتی ہیں، جو دینی مقاصد کے لئے سفر کرتے ہیں، جیسے حجاج کرام وغیرہ، تو ظاہر

ہے کہ یہ بہت نیک کام ہے، اور قرآن کریم میں نیک کاموں میں مدد کا حکم دیا گیا ہے، "تعاونوا علی البر والتقوی" (مائدہ ۲) (تم لوگ نیکی اور تقوی والے کاموں میں مدد کرو)، لیکن اگر لوگ غیر اللہ کی عبادت کرنے کے لئے سفر کر رہے ہیں جیسا کہ سوال میں ذکر ہے تو اس طرح کی کمپنیوں کو قائم کرنا، برائی کے کاموں میں مدد دینے کی وجہ سے جائز نہیں ہے، چنانچہ سورہ مائدہ میں ہے: "ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان" (مائدہ ۲) (تم لوگ گناہ اور زیادتی کے کاموں میں مدد نہ کرو)۔

تاریخی ودستاویزی فلمیں بنانا:

تاریخی ودستاویزی اور تعلیمی مقاصد کے لئے فلمیں بنانا چند شرائط کے ساتھ جائز ہے، کیونکہ دینی تعلیم کے حصول اور اس کے سمجھنے اور لوگوں تک دینی دعوت کو پہنچانے کے لئے ہر وہ طریقہ اختیار کیا جا سکتا ہے جو معاون ہو، اس کی مثال یہ ہے کہ اللہ کے رسول علیہ السلام نے کوہ صفا پر چڑھ کر لوگوں کو دین کی دعوت دی، کیونکہ کوہ صفا سے آواز لوگوں تک پہنچ سکتی تھی۔

شرائط:

۱-فلموں میں لڑکیوں وغیرہ کی تصویریں نہ ہوں۔
۲-فحش اور منکرات کا گذر نہ ہو۔
۳-مندر اور ان مقامات کی تصویریں نہ ہوں جو ہندوؤں کے یہاں مقدس ہیں۔
۴-میوزک وغیرہ نہ ہو۔

کارٹون بنانا:

جس آدمی کا کارٹون بنایا جاتا ہے اس میں اس کے خد وخال پوری طرح نمایاں ہوجاتے ہیں، جیسا کہ اخباروں میں کارٹونوں سے مشاہدہ ہے، لہذا اس کا حکم تصویر کا ہے، اور

جس آدمی کا کارٹون بنایا جاتا ہے، کارٹونسٹ کا مقصد اس کا مذاق اڑانا ہوتا ہے، ان دو قباحتوں کی وجہ سے میرے نزدیک کارٹون بنانا جائز نہیں ہے۔

بخاری شریف کی روایت ہے: ''أشد الناس عذاباً عند الله المصورون'' (صحیح البخاری باب التصویر) (اللہ کے نزدیک سب سے سخت عذاب صورت گری کرنے والوں کو ہوگا)۔

اور بخاری کی ایک روایت ہے: ''أشد الناس عذاباً یوم القیامۃ الذین یضاھئون بخلق اللہ'' (مائدہ:۲)۔

کارٹون بنانے کو ذریعۂ آمدنی بنانا:

چونکہ کارٹون بنانا تصویر کے حکم میں ہے، اور اس سے کارٹونسٹ کا مقصد مذاق اڑانا ہوتا ہے، لہذا کارٹون بنانے کو ذریعہ آمدنی بنانا میرے نزدیک جائز نہیں ہے، اور اس مقصد کے لئے ملازمت بھی جائز نہیں ہوگی، کیونکہ یہ تعاون علی الاثم ہے، اور قرآن کریم میں تعاون علی الإثم سے منع کیا گیا ہے، چنانچہ سورہ مائدہ میں ہے: ''ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان'' (مائدہ:۲) (تم لوگ برائی اور زیادتی کے کاموں میں مدد نہ کرو)۔

تفریح کے جائز وسائل

مولانا محمد امداد اللہ ندوی ☆

مزاح شریعت کی روح کے منافی ہے، لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ مزاح بالکل ناجائز ہے، رسول اکرم ﷺ نے بھی بعض اوقات مزاح کیا ہے۔

مزاح کے سلسلہ میں شارع اسلام حضرت محمد ﷺ نے اعتدال کو اختیار کیا ہے، نہ آپ نے مذاق سے بالکل منع کیا نہ اس میں افراط سے کام لیتے ہوئے سرے سے اس پر روک لگائی، آپ نے اپنے عمل سے امت کی اس بات کی طرف رہنمائی کی کہ دل لگی اور ہنسی مذاق ایک دائرے میں ہوتو وہ برا نہیں، آپ ﷺ کے اقوال وافعال کی روشنی میں فقہاء امت نے کچھ شرائط کے ساتھ مزاح کی اجازت دی ہے۔

ذیل میں وہ شرائط ذکر کئے جارہے ہیں:

۱- مزاح کسی کی ایذا رسانی یا آپسی محبت میں کمی کا ذریعہ نہ بنے۔

۲- اس میں کوئی جھوٹ یا غلط بات نہ کہی جائے۔

ملا علی قاری نے امام نووی سے مزاح کے سلسلہ میں شریعت کے نقطہ نظر کو بڑے نپے تلے الفاظ میں اس طرح نقل کیا: ''وہ مزاح جس سے منع کیا گیا ہے ایسا مزاح ہے جس میں افراط اور کثرت ودوام ہو، اس کی وجہ سے کثرت سے ہنسی آتی ہے، قلب میں سختی پیدا ہوتی ہے، اللہ کی یاد اور دین کی اہم باتوں میں غور وفکر سے غفلت پیدا ہوتی ہے، بسا اوقات وہ ایذا اور حسد کا باعث ہوجاتا ہے، اور رعب ووقار کو ختم کردیتا ہے، ایسا مزاح جو ان باتوں سے خالی ہو مباح ہے، رسول

☆ استاذ جامعہ دار الاحسان بارڈولی، سورت گجرات۔

اللہ ﷺ کبھی کبھی مزاح فرمایا کرتے تھے، اور مقصود مخاطب کی تالیف اور ان سے اظہار انس ہوتا تھا جو کہ محبوب سنت ہے (مرقاۃ ۹/ ۱۰۵)۔

اگر یہ شرط موجود نہ ہوتو مزاح مکروہ تحریمی ہے۔

ب- مزاحیہ پروگرام منعقد کرنا:

جہاں تک مزاحیہ پروگرام منعقد کرنے کی بات ہے جو کئی گھنٹے پر مشتمل ہو، اسی طرح مزاحیہ مشاعرہ منعقد کرنے کی بات ہے تو یہ بھی مکروہ تحریمی ہے کیونکہ:

ا- حدیث میں محض لوگوں کو ہنسانے کے مقصد سے جھوٹی بات کہنے سے منع کیا گیا ہے، اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے: ''اس شخص کے لئے ہلاکت ہے جو اپنی بات میں جھوٹ ملائے تا کہ لوگوں کو ہنسائے'' (مسند احمد، ترمذی، مرقاۃ ۹/ ۷۱)۔

ملا علی قاری نے اس حدیث کی تشریح کے ضمن میں لکھا ہے: ''اس حدیث سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اگر اس نے سچی بات نقل کی ہے تا کہ لوگوں کو ہنسائے تو اس میں کوئی حرج نہیں، جیسا کہ حضرت عمرؓ نے رسول اللہ ﷺ کو ہنسانے کے لئے ایسا کیا جب آپ ﷺ اپنی ازواج مطہرات پر غصہ ہوگئے تھے، امام غزالی کا قول نقل کرتے ہوئے وہ گویا ہیں: ''اس وقت مناسب یہ ہے کہ مزاح اس قبیل سے ہو جیسا رسول اللہ ﷺ نے کیا، وہ سچی بات پر مشتمل ہو، اور کسی کے قلب کو ایذا پہنچانے والا نہ ہو، اور اس میں افراط نہ کیا جائے۔ اے سامع! اگر آپ کبھی کبھار مذاق پر اکتفا کرتے ہیں تو کوئی حرج نہیں، لیکن بری بات یہ ہے کہ انسان مزاح کو پیشہ بنالے اور اس میں افراط سے کام لے'' (مرقاۃ ۹/ ۷۱)۔

علامہ ظفر احمد تھانوی اپنی کتاب احکام القرآن میں لکھتے ہیں: ''جمہور صحابہ، تابعین اور عام مفسرین کا مسلک یہ ہے کہ لہو الحدیث میں وہ تمام چیزیں شامل ہیں جو انسان کو اللہ کے ذکر سے غافل کردے، جیسے قصہ گوئی، ہنسانے والے واقعات اور حیرت انگیز قصے اور گانا وغیرہ'' (احکام القرآن/ ۱۸۵)۔

۲- یہ لہوالحدیث کے قبیل سے ہو جائے گا۔

۳- کیونکہ مزاح صرف ایک مقصد کو حاصل کرنے کا وسیلہ ہے، مقصد نہیں، اس لئے مزاحیہ پروگرام منعقد کرنے سے ایک خرابی تو یہ لازم آئے گی کہ مزاح مقصد کی حیثیت حاصل کر لے گا، کیونکہ اس کے لئے افراد کا نظم کرنا پڑے گا جو ظاہر ہے بغیر مال خرچ کئے حاصل نہ ہو سکے گا، اور مال اللہ کی نعمت ہے، اسے ایسے راستہ میں خرچ کرنا شریعت کے نزدیک پسندیدہ نہیں ہو سکتا، دوسرے ایسے مزاحیہ پروگرام بغیر جھوٹ کے مرتب نہیں ہو سکتا، لہذا مزاح کے جواز کے لئے اوپر جو شروط بیان کئے گئے ان میں سے دوسری شرط مفقود ہو جائے گی۔

۳- تیسرے کئی گھنٹہ ہنسنے سے اللہ کی یاد سے غفلت پیدا ہوگی اور دلوں میں سختی بھی، جو ظاہر ہے انسان کو دینی اعتبار سے نقصان پہنچانے والے ہیں۔ اس کے علاوہ شریعت میں عمومی اصول یعنی حرام تک پہنچانے والی چیزیں بھی حرام ہی کے حکم میں ہوتی ہیں، کی رو سے بھی اس کا عدم جواز ہی ثابت ہوتا ہے، واللہ اعلم۔

مزاحیہ مشاعرہ:

شارع اسلام کے مختلف اقوال کی روشنی میں جن میں بعض اشعار کی مذمت اور بعض اس کے جواز کے سلسلہ میں وارد ہوئے ہیں، یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اشعار بھی چند شرائط کے ساتھ جائز ہیں: اول: اشعار میں عورتوں کے حسن و جمال کا تذکرہ اس طرح نہ ہو کہ جس سے سفلی جذبات برانگیختہ ہو جائیں، دوم: متعین زندہ عورتوں کے اوصاف نہ بیان کئے جائیں۔

مزاحیہ اشعار میں چونکہ شعراء کا مقصد لوگوں کو ہنسانا اور ان کی ذہنی تفریح کا سامان مہیا کرنا ہوتا ہے، چنانچہ اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لئے وہ کسی حد تک جا سکتے ہیں، بلکہ عام طور سے مشاہدے سے یہی بات سامنے آتی ہے کہ اس طرح کے مشاعرے میں صنف نازک سے متعلق اشعار زیادہ پیش کئے جاتے ہیں، اس لئے سد ذرائع کے طور پر مزاحیہ مشاعرے کے انعقاد کو مکروہ تحریمی ہی کہا جائے گا۔

ج -مزاحیہ کہانیاں لکھنا، انہیں پڑھنا اور ایسی کہانیوں پر مبنی کتابیں شائع کرنا مکروہ ہوگا (یعنی تنزیہی)۔

۲-کہانی لکھنے میں ذہنی صلاحیتیں صرف ہوتی ہیں، ذہانت بھی اللہ کی دی ہوئی نعمت ہے اسے ایسی چیزوں میں خرچ کرنا کفرانِ نعمت ہوگا، اور "**من حسن إسلام المرء تر که ما لا یعنیه**" کے تحت بھی مکروہ ہوگا، کیونکہ کہانی میں مزاح اسی وقت پیدا ہوگا جب اس میں کوئی غلط بات داخل کی جائے مثلاً جھوٹ شامل کیا جائے، یا کسی پر طنز وتعریض سے متعلق جملے داخل کئے جائیں، یا عورتوں کو موضوع بنایا جائے، اور ظاہر ہے کہ یہ چیزیں اسلام کے مزاج سے میل نہیں کھاتیں، لہذا اس عمل کو اور اس سے متعلق دوسرے اعمال کو مکروہ ہی کہا جائے گا۔

د-لطیفہ گوئی یا مزاحیہ کہانی نویسی کو پیشہ بنالینا اور اس کی اجرت وصول کرنا، یہ بھی مکروہ ہے خواہ یہ لطیفہ گوئی طبی مقاصد کے لئے ہی کیوں نہ ہو۔مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے اپنی کتاب حلال وحرام میں اسے مکروہ لکھا ہے۔

کیونکہ یہ بھی لہو الحدیث کے قبیل سے ہے۔علامہ ابن عابدین نے اسے حرام قرار دیا ہے (ردالمحتار ۹/ ۶۰۸)۔

تفریح طبع کے لئے ڈرامہ بنانا:

اگر عورتوں کی شمولیت ہو تو حرام ہوگا ورنہ مکروہ، کیونکہ اول تو لہو الحدیث کے قبیل سے ہوگا ہی خواہ صنف نازک کی شمولیت ہو یا نہ ہو، دوسرے اس میں تضییع اوقات ہے، تیسرے اس میں تصنع اختیار کرنا پڑے گا جو کہ ممنوع ہے، اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے: جس نے ایسی چیز کے ذریعہ آسودگی ظاہر کی جو اس کے اندر نہیں ہے تو وہ شخص ایسا ہی ہے جیسے اس نے جھوٹ کے دولباس کو زیب تن کیا (مشکوۃ بحوالہ متفق علیہ)۔

چوتھے ڈرامہ بنانا ایک مستقل کام ہے جس میں باقاعدہ کام کرنے والے ہوتے ہیں، اس میں وہ اپنا وقت لگاتے، اپنی ذہنی صلاحیتیں خرچ کرتے ہیں، یہ سب اللہ کی دی ہوئی نعمتیں

ہیں، یہ ڈرامہ جس مقصد کے لئے اسٹیج کیا جارہا ہے یعنی تفریح طبع اور ذہنی تناؤ کو دور کرنے کے لئے کوئی ضروری نہیں کہ وہ مقصد بھی حاصل ہوجائے، اگر ہوگا بھی تو وقتی اور عارضی، دائمی فائدہ اس سے حاصل نہیں ہوسکتا، لہذا ایک احتمالی فائدے کے لئے اس کے نقصان کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا ہے، یہ بھی امکان ہے کہ اگر مزاحیہ ڈرامہ لکھنے کی اجازت دیدی جائے تو اس سے اندیشہ ہے کہ جو لوگ اس پیشے سے وابستہ ہیں رفتہ رفتہ وہ ایسے ڈرامے بھی لکھنے لگیں گے جو ناجائز اور حرام ہیں، لہذا سد ذرائع کے طور پر ڈرامہ لکھنا اور اس میں کام کرنا مکروہ تحریمی ہوگا، اور اس طرح کے ڈرامے کا دیکھنا مکروہ تنزیہی ہوگا۔

و- ہنسنے کا پروگرام رکھنا اور بہ تکلف قہقہہ لگانا:

قبل اس کے کہ ہم اس کی حلت وحرمت یا کراہت کا حکم لگائیں، اس کے بارے میں شریعت کے مزاج کو پرکھنا ضروری ہے، قہقہہ لگاکر ہنسنا شریعت کے مزاج سے متصادم ہے، اگر قہقہہ لگاکر ہنسنا اچھی چیز ہوتی تو آپ ﷺ نہ صرف خود ہنستے بلکہ دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیتے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس طرح کھلکھلا کر ہنستے ہوئے نہیں دیکھا کہ ان کے کوے کا گوشت نظر آئے، آپ صرف مسکراتے تھے (مشکوۃ بحوالہ بخاری)۔

جہاں تک موجودہ دور کے ڈاکٹروں کے اس نظریے کا تعلق ہے کہ ہنسنا انسانی صحت کے لئے مفید ہے، تو محمد ﷺ سب سے بڑے طبیب تھے، لیکن آپ ﷺ ساری عمر کھلکھلا کر نہیں ہنسے، اگر ہنسنا مفید ہوتا تو آپ ﷺ خوب ہنستے اور صحابہ کرام کو بھی ہنسنے کا حکم دیتے، لیکن آپ ﷺ نے ایسا نہیں کیا، بلکہ آپ ﷺ نے زیادہ ہنسنے سے منع فرمادیا، اسی کے ساتھ آپ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ تم لوگ اپنے دنیاوی معاملات کو مجھ سے زیادہ جانتے ہو، اس بنا پر اگر ماہر پیشہ ور اور متقی ڈاکٹروں کی رائے ہو کہ کسی شخص مثلاً زید کی ذہنی تناؤ اور نفسیاتی کشیدگی کا علاج زیادہ ہنسنے میں ہے اور کوئی دوسرا علاج بھی نہ پایا جائے تو اس کے لئے اس

طرح کا عمل اسی وقت تک جائز رہے گا جب تک وہ بیمار رہے، بیماری کے دفع ہوتے ہی اسے یہ عمل ترک کرنا پڑے گا، کیونکہ جو چیز معلول بالعلت ہوتی ہے وہ علت تک ہی محدود رہتی ہے، علت ختم ہونے کے بعد اس کی رخصت بھی جاتی رہتی ہے، پس ایسا مبتلی بہ شخص مضطر کے حکم میں ہوگا، جس کے لئے جان بچانے کے بقدر مردار کھانے کی اجازت دی گئی ہے، لیکن بچنا افضل ہے، واللہ اعلم۔

رائج کھیلوں کا حکم:

کھیل کی حلت وحرمت پر حکم لگانے سے پہلے اس کے اصول بیان کردینا ضروری ہے:

۱-کھیل ایسا نہ ہو جس میں انسان کو کسی قسم کا مالی یا جسمانی نقصان پہنچے۔

۲-اس میں بہت زیادہ وقت نہ لگے۔

۳-اس میں روپے پیسے کی شرط نہ رکھی جائے۔

۴-آپسی عداوت کو بڑھانے کا سبب نہ بنے۔

۵-فرائض سے غفلت کا سبب نہ بنے۔

۶-اگر شرط ایک طرف سے ہو یا کوئی تیسرا آدمی جو کھیل میں شریک نہ ہو انعام مقرر کرے تو جائز ہے۔

۷-کھلاڑیوں کا لباس مکمل ساتر ہونا چاہئے، لباس ایسا نہ ہو جس میں گھٹنا وغیرہ کھلا رہے یا کفار سے مشابہت لازم آئے۔

۸-کھیل میں غیر محرم سے اختلاط کی نوبت نہ آئے۔

ایسا کھیل جس میں جانوروں کو آپس میں لڑایا جائے مکروہ ہوگا، کیونکہ اس میں جانوروں کو اذیت پہنچتی ہے، نیز آپ ﷺ نے اس سے منع کیا ہے۔

مروجہ کھیلوں میں نشانہ بازی، وزن اٹھانا، دوڑ کا مقابلہ، تیر اندازی وغیرہ قسم کے

کھیل جو دفاع میں معاون ہیں ان کو مستحب قرار دیا جاسکتا ہے، بشرطیکہ اس میں ڈریس کوڈ کی پابندی لازم نہ ہو۔ باقی دوسرے کھیل جیسے کہ فٹ بال، ہاکی والی بال کو جائز کہا جاسکتا ہے لیکن ان سے بھی بچنا افضل ہے کیونکہ یہ کھیل غیروں کا ایجاد کردہ ہے، اور اس میں بھی کفار کی یک گونہ مشابہت لازم آتی ہے، کیونکہ کھیل میں حکومت کے مقرر کردہ پوشاک کی پابندی کرنی پڑتی ہے۔

عصر حاضر کے رائج کھیلوں میں کرکٹ کو مکروہ تحریمی قرار دیا جاسکتا ہے، کیونکہ اس میں زیادہ وقت لگتا ہے، اور یہ فرائض میں کوتاہی بلکہ اس کو ترک کرنے کا سبب بنتا ہے، اسی طرح اسے براہ راست دیکھنا یا اس کے رواں تبصرے کو سننا بھی مکروہ ہوگا کیونکہ یہ لہو الحدیث کے قبیل سے ہوجائے گا۔ علامہ ظفر احمد تھانوی اپنی کتاب ''احکام القرآن'' میں لکھتے ہیں: ''اس اصول کی بنا پر ہم نے کہا کہ موجودہ زمانے میں رائج کھیلوں میں وہ کھیل جائز ہیں، جن میں جوا نہ پایا جائے، اور یہ کھیلنا تفریح اور دل لگی کے لئے نہ ہو بلکہ ورزش یا شجاعت حاصل کرنے کے مقصد سے ہو، جانوروں کے ذریعہ گھوڑ دوڑ، کشتیوں کی دوڑ (بوٹ ریس) اور پیر چلانے کی مشق، جیسے جوڈو کراٹے اور طلباء کے درمیان تعلیمی مقابلہ اور صولجان، بندوق، تیر اندازی، پیراکی، پتھر پھینکنا، بڑے پتھر کو ہاتھ سے ہلانا، پنجہ لڑانا، ایک پیر پر کھڑا ہونا، جس میں ورزش کا پہلو ہو وہ غافل کرنے والا نہ ہو (احکام القرآن ۳/۲۰۱)۔

اس اصل کی بنا پر کرکٹ کھیلنا یا ٹکٹ خرید کر اسے دیکھنا مکروہ تحریمی ہوگا، کیونکہ مال اور وقت دونوں اللہ کی نعمتیں ہیں اسے ایسی چیزوں میں خرچ کرنا نعمت کی ناشکری اور اسراف وتبذیر ہوگا، جو کہ حرام ہے قرآن مجید میں ایسے لوگوں کو شیطان کا بھائی کہا گیا ہے: "إن المبذرين كانوا إخوان الشياطين" (سورہ بنی اسرائیل)۔

کھیل دیکھنے کے لئے ٹکٹ بیچنا اور کھیل کے لئے ٹکٹ کی فروخت سے ہونے والی آمدنی ناجائز ہوگی، کیونکہ مشتری نے ٹکٹ کی جو قیمت ادا کی ہے، اس کے بدلے اسے مالی

منفعت یا ایسا منفعت جو مال کے قائم مقام ہو نہیں مل رہا ہے، اسی طرح کھیل اگر ناجائز ہو تو اس کا دیکھنا بھی ناجائز ہوگا، اور اگر جائز ہو تب بھی اس کا دیکھنا کراہت سے خالی نہیں، کیونکہ مالی منفعت یہاں بھی مفقود ہے، لہذا یہ بھی تبذیر میں داخل ہے۔

صرف تفریحی مقصد کے لئے سفر کرنا:

صرف تفریحی مقصد کے لئے ایک شہر سے دوسرے شہر سفر کرنا ناجائز ہوگا، بشرطیکہ جس شہر کا ارادہ کیا ہے وہ اتنی مسافت پر ہے کہ اسی میں انسان مسافر بن جاتا ہے، یہی حکم تفریحی مقصد کے لئے ایک ملک سے دوسرے ملک سفر کرنے کا ہے۔ قرآن کریم میں "فسیروا فی الأرض" کا لفظ آیا ہے، اس آیت سے فقہاء نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ زمین میں عبرت حاصل کرنے کے لئے اور اللہ کی قدرت کاملہ کا مشاہدہ کرنے کے لئے (اگر اس کا ظن غالب ہو کہ اس سے اللہ کی وحدانیت اور اس کی قدرت پر اس کا یقین اور پختہ ہوگا) سفر جائز ہے (معارف القرآن ۵/۳۳۰)۔

اس لئے اگر سفر کرنے والا متقی اور پرہیز گار ہو تو ایسے شخص کو چاہئے کہ وہ اپنے سفر میں اللہ کی قدرت کا مشاہدہ کرنے کی نیت کرے پھر سفر کرلے، تو یہ جائز ہوگا، لیکن فی زمانہ ایسے شخص کا تعین مشکل ہے، اور اس دور میں ہر طرف گناہ کے اسباب مہیا ہیں، اس لئے "لا تشدوا الرحال إلا إلی ثلاثة مساجد" (مشکوۃ بحوالہ بخاری ومسلم ۱/۶۸) کے عموم کو سامنے رکھ کر نیز وہ حدیث جس میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ عنقریب ایسے فتنوں کا ظہور ہوگا جس میں بیٹھنے والا چلنے والے سے اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا۔ ان جیسی دوسری احادیث کو سامنے رکھ کر یہ کہا جائے گا کہ ایک شہر سے دوسرے شہر یا ایک ملک سے دوسرے ملک محض سیاحت کی غرض سے سفر کرنا جب کہ اس میں پیسہ بھی بہت زیادہ خرچ ہوتا ہو مکروہ تحریمی ہے، واللہ اعلم۔

ج - جس جگہ ناجائز کام ہوتے ہوں ایسی جگہ تفریح کے لئے جانا ناجائز ہوگا، اس جگہ

جانے کے لئے کرایہ پر سواری لگانا جائز مع الکراہت ہوگا، لیکن وہاں دکان لگانا ناجائز ہوگا، کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ نے تہمت کی جگہوں سے بچنے کا حکم دیا ہے، "اتقوا مواضع التهم"۔

دوسرے وہاں دکان لگانے کی صورت میں اسے مستقل طور سے وہاں رہنا پڑے گا، جس سے یہ اندیشہ ہے کہ اس کے دل سے منکر کی شناعت نکل جائے گی نیز اس سے معصیت میں مبتلا ہونے کا ظن غالب ہے۔

لہذا سد ذرائع کے طور پر نیز اصول فقہ کے اس قاعدہ کو سامنے رکھ کر کہ "دفع المضرة أولى من جلب المنفعة" اسے ناجائز ہی کہا جائے گا۔

ب- اس طرح کے سفر میں بال بچوں کو ساتھ رکھنا ناجائز ہوگا، کیونکہ جان بوجھ کر اپنے آپ کو خطرات میں ڈالنا شریعت میں ممنوع ہے۔

د- ٹور کمپنیاں قائم کرنا:

صاحب رد المحتار نے اسی سے ملتا جلتا ایک مسئلہ "کتاب الحظر والاباحۃ" (۹/۵۶۱) میں ذکر کیا ہے: "اگر کسی مسلم نے کسی مسلم یا ذمی کے ہاتھ انگور کا رس بیچا جو مسلم یا ذمی اسے شراب بنانے میں استعمال کرے گا اور بیچنے والا اسے جانتا بھی ہے تو اس کے ہاتھ بیچنا مکروہ تحریمی ہوگا، اور اسی کو انہوں نے راجح قرار دیا ہے (رد المحتار ۹/۵۶۱)۔

لیکن صاحب 'الاشباہ والنظائر' نے الأمور بمقاصدها (۲/۱۱۴) کے تحت 'فتاوی قاضی خان' کے حوالے سے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص انگور کے رس کو تجارت کی نیت کے ساتھ اس شخص کے ہاتھ بیچتا ہے جس کے بارے میں اسے علم ہے کہ یہ اس سے شراب بنائے گا تو یہ جائز ہوگا، لیکن بائع کی نیت یہ ہو کہ اسے شراب بنانے میں مدد دے تو ناجائز اور حرام ہوگا۔

لہذا اس اصول کے تحت ٹور کمپنیوں کا قیام جائز ہوگا، لیکن اس سے بچنا افضل ہے، واللہ اعلم۔

تعلیمی مقصد کے لئے فلم بنانا:

فلم مغربی تہذیب سے درآمد کی ہوئی ایک برائی ہے، جس کا استعمال اچھی چیزوں کے لئے بھی ہوسکتا ہے اور بری چیزوں کے لئے بھی، کسی چیز کے جائز یا ناجائز ہونے کے سلسلہ میں فقہاء کے یہاں کچھ اصول ہیں:

۱- اس آلہ سے کوئی دینی یا دنیاوی ضرر نہ پہنچے۔

۲- وہ آلہ یا چیز اصالۃً آلہ طرب یا لہو کی حیثیت نہ رکھتا ہو۔

۳- اس کے استعمال سے کوئی بڑا دینی یا دنیاوی فائدہ نہ ہورہا ہو۔

۴- اس میں کسی ذی روح کی تصویر نہ ہو۔

دستاویزی، تاریخی فلمیں: یہ فلمیں بنانا ناجائز ہوگا، کیونکہ اول جس مقصد کے لئے اس طرح کی فلمیں بنائی جاتی ہیں، ان کو تاریخی کتابوں کے مطالعہ سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔

دوسرے اس میں جاندار کی تصویر لامحالہ بنانی پڑے گی۔

تیسرے اس میں خطیر رقم کا صرفہ ہوگا، مال کو ان جیسے مقاصد کے لئے خرچ کرنا شریعت کی روح سے میل نہیں کھاتا۔

چوتھے آگے چل کر اس سے بڑے مفاسد کا خطرہ ہے، طوالت کے خوف سے ہم ان کو حذف کررہے ہیں، ہاں اگر کوئی شخص اپنے مکان یا دکان کی اس مقصد کے لئے ویڈیوگرافی کراتا ہے کہ اگر کسی نے اس پر ناجائز قبضہ کرلیا تو اس کے خلاف یہ ثبوت کا کام دے گا تو یہ جائز ہے، بشرطیکہ اس میں کسی جاندار کی تصویر نہ ہو۔

۲- تعلیمی مقاصد کے لئے جو فلمیں بنائی جاتی ہیں ان کے متعلق یہ معلوم ہونا چاہئے کہ طلبہ کو اس سے کتنا فائدہ ہوگا، مثلاً قرآن میں قوم عاد وثمود کی تباہی کا ذکر ہے، اگر تفسیر کے درس کے دوران ان طلباء کو ان مقامات کی سی ڈی دکھائی جائے تو سوائے اس کے کہ طلباء کو ان ممالک کا

علم ہوجائے جس میں یہ قوم آباد تھیں کوئی اور فائدہ حاصل نہیں ہوسکتا، کیونکہ عرصہ دراز گذرنے کے بعد اس جگہ کی ہیئت بھی بہت حد تک تبدیل ہوچکی ہے، اس لئے مذکورہ مقصد حاصل نہیں ہوسکتا، اور حاصل ہو بھی جائے تو سوائے تفریح اور دل لگی کے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوسکتا لہذا اتنے چھوٹے سے فائدہ کے لئے اتنے سارے لوازمات کو اختیار کرنے سے بہتر ہے کہ اس سے بچا جائے، نیز قرآن نے گذشتہ اقوام کے جو قصے بیان کئے ہیں وہ عبرت کے لئے ہے، جب کہ فلم بنانے سے یہ مقصد فوت ہونے کا پورا اندیشہ ہے، اس لئے اس طرح کی فلموں کے بارے میں جواز مع الکراہت کا حکم ہی مناسب ہے۔

۵: الف-کارٹون میں انسانی خد وخال پوری طرح واضح نہیں ہوتے، لہذا اس کا حکم سرکٹی ہوئی ناقص تصویروں کا ہوگا، جو کہ بالاتفاق جائز ہیں، لیکن "الأمور بمقاصدها" کے تحت جن مقاصد کے لئے کارٹون بنائے جاتے ہیں، ان کو بھی پیش نظر رکھا جائے، اگر اس کا مقصد محض تفریح طبع اور ہنسانا ہے تو اس کا حکم لطیفہ گوئی کا ہوگا یعنی مکروہ، اور اس کا مقصد کسی کی توہین یا مذاق اڑانا ہے اور وہ شخص جس کا مذاق اڑایا جارہا ہے مسلم ہے تو ایذاء مسلم کے ساتھ غیبت بھی ہوگا اور اگر غیر مسلم ہے اور اس کے اندر وہ چیز پائی بھی جارہی ہے تو جائز ہوگا لیکن کراہت کے ساتھ، یہی حکم اس کو ذریعہ آمدنی بنانے اور اس کے لئے ملازمت کرنے کا ہے۔

اسلام نے مشتبہ چیزوں سے بھی بچنے کا حکم دیا ہے، اس لئے اس سے مسلمانوں کو دور ہی رہنا چاہئے۔

ب-اصلاحی مقاصد کے لئے ڈرامہ اسٹیج کرنا:

اس سلسلہ میں سب سے پہلی چیز یہ ہے کہ شریعت کی نظر میں دفع مضرت جلب منفعت سے مقدم ہے۔

دوسرے ڈرامہ غیر مسلموں کا ایجاد کردہ طریقہ ہے اور مسلمانوں کو غیر مسلموں کی مشابہت سے منع کیا گیا ہے، "من تشبه بقوم فهو منهم" (مشکوۃ عن احمد وابوداؤد ر ۳۷۵)۔ غیر

لوگ بھی ڈرامے کا یہی مقصد بتاتے ہیں، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس طرح کے ڈرامے سے کیا نتیجہ سامنے آیا؟ کتنے لوگوں نے اس سے متاثر ہوکر معاشرے میں پھیلی ہوئی خرابیوں کو دور کرنے کا عزم کیا؟

ڈرامہ میں زندگی کے مختلف شعبہ سے تعلق رکھنے والے لوگوں کی نقل اتاری جاتی ہے، اور اس میں تصنع سے کام لیا جاتا ہے اور یہ دونوں چیزیں شریعت کی روح کے منافی ہے۔

البتہ مکالمات کے جواز میں کوئی کلام نہیں۔

تفریح - اس کے جائز وسائل اور شرعی ضوابط

مولانا محمد سرفراز ندوی ☆

ا: الف- کچھ حدود وقیود اور قواعد وضوابط کے ساتھ مزاح وتفریح جائز ہے۔

اصول وضوابط:

۱- **لوگوں کو** ہنسانے کے لئے جھوٹی اور غلط بات کا سہارا نہ لے، اس لئے کہ آپ ﷺ نے اس سے ڈراتے ہوئے فرمایا ہے: "**ويل للذي يحدث ليضحك به القوم فيكذب، ويل له ويل له**" (ملاحظہ فرمائیں: ترمذی کتاب الزہد باب فیمن تکلم بکلمۃ یضحک بہا الناس ۲/ ۵۵۷ ناشر داراحیاء التراث العربی بیروت)۔

۲-مزاحاً ایسا کلام نہ کہے جس سے لوگوں کی عزت وآبرو اور قدر ومنزلت پر داغ ودھبہ لگ جائے، اس لئے کہ اللہ تبارک وتعالی کا ارشادگرامی ہے: "**يا أيها الذين آمنوا لا يسخر قوم من قوم عسى أن يكونوا خيراً منهم**" (سورہ حجرات: ۱۱)۔

۳-اس مقام پر ہم ملا علی قاری کی کتاب **مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح** سے اس اقتباس کو ذکر کردیتے ہیں جس میں انہوں نے مزاح کی حلت وجواز کے سلسلہ میں شریعت کے نقطہ نظر کی ترجمانی کرتے ہوئے فرمایا ہے اور جو بذات خود کئی ضوابط واصول کا جامع اور متعدد شرائط پر مشتمل ہے:

جس مزاح سے منع کیا گیا ہے وہ مزاح ہے جس میں افراط اور دوام ہو، کیونکہ یہ ہنسی اور

☆ استاذ معہد الشریعہ لکھنؤ۔

سنگ دلی کا موجب ہے، ذکر الٰہی اور دین کی باتوں میں غور وفکر کرنے سے غافل کردیتا ہے، اکثر وبیشتر ایسا مزاح ایذاء اور حسد وکینہ کا سبب بن جاتا ہے، رعب وہیبت اور عزت ووقار کو ختم کردیتا ہے، لیکن ایسا مزاح جو ان باتوں سے محفوظ ہو وہ مباح ہے، اللہ کے رسول ﷺ ایسا مزاح فرمایا کرتے تھے، اور اس کے پیچھے یہ مقصد کار فرما ہوتا تھا کہ مخاطب خوش ہو، اس سے اُنس ومحبت کا اظہار ہو، اور یہی آپ ﷺ کی محبوب سنت بھی ہے (ملاحظہ فرمائیں: مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح ۹/۱۰۷، ناشر مکتبہ امدادیہ ملتان پاکستان)۔

برکوی اور خادمی رحمہما اللہ فرماتے ہیں:

''شرط المزاح قولاً أو فعلاً أن لا یکون فیه کذب ولا روع مسلم وإلا فیحرم'' (ملاحظہ فرمائیں: الموسوعۃ الفقہیہ ۷/۴۳، ۴۴، بحوالہ بریقۃ محمودیہ فی شرح طریقۃ محمدیہ ۴/۱۷، ناشر وزارۃ الاوقاف والشئون الاسلامیہ کویت، پہلا ایڈیشن ۱۴۱۸ھ مطابق ۱۹۹۷ء)۔

(مزاح خواہ قولی ہو یا فعلی کے جواز کی شرط یہ ہے کہ اس میں نہ کوئی جھوٹ ہو اور نہ کسی مسلم کو ایذاء پہنچانا مقصود ہو، اگر یہ باتیں پائی جارہی ہیں تو حرام ہوگا)۔

ب- جیسا کہ ماقبل کی تصریحات سے یہ بات واضح ہوچکی ہے کہ اسلام راہبوں، سادھوؤں اور سنیاسوں کی سی خشک زندگی پسند نہیں کرتا جس میں لطف ولذت حتی کہ مسکراہٹ پر بھی پابندی ہو، خود سرکار دوعالم ﷺ نے مسلمانوں کو واضح انداز میں ہدایت فرمادی کہ ''والھوا والعبوا فإني أکرہ أن یری في دینکم غلظة'' (ملاحظہ ہو: جامع الصغیر للامام محمد ۱/۶۲ بحوالہ اسلام اور موسیقی تالیف حضرت مفتی شفیع شرح وتحقیق محمد عبد المعز ناشر مکتبہ دار العلوم کراچی پاکستان، پہلا ایڈیشن محرم الحرام ۱۴۰۳ھ مطابق نومبر ۱۹۸۲ء)۔ یعنی کھیلوکودو، اس لئے کہ میں پسند نہیں کرتا کہ تمہارے دین میں سختی یعنی خشکی نظر آئے۔

لیکن جو تفریحات فرد، معاشرے یا دین واخلاق کے لئے مضر ہوں، یا کم ازکم ایسی تفریحات میں وقت کا ضیاع ہو، اسلام ان کی اجازت نہیں دیتا، حضرت مفتی محمد شفیع اپنی تفسیر

معارف القرآن (۷؍ ۲۳) پر اشتراء لہو الحدیث کے ذیل میں اقسام لعب ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''اور جن کھیلوں میں نہ کفر ہے نہ کھلی ہوئی معصیت وہ مکروہ ہیں کہ ایک بے فائدہ کام میں اپنی توانائی اور وقت کو ضائع کرنا ہے''۔

ج-مذکورہ باتوں سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ مزاحیہ کہانیاں لکھنا، انہیں پڑھنا اور ایسی کہانیوں پر مبنی کتابوں کو شائع کرنا نیز ان کی خرید فروخت بھی شرعی نقطہ نظر سے ناپسندیدہ ہے، کیونکہ یہ بات علماء کرام کے مابین مسلم ہے کہ ہر وہ امر جس میں نہ دینی فائدہ ہو اور نہ اس میں کوئی کھلی معصیت ہو تو وہ عمل مکروہ ضرور ہے، اور اس وجہ سے بھی کہ ایسا عمل جو تعمیری مقصد کے لئے نہ ہو بلکہ وقتی تفریح کے لئے ہو، سے اشتغال رکھنا فقہاء عظام نے ناپسندیدہ عمل بتایا ہے، جیسا کہ ''وقد کرہ جماعۃ من العلماء الخوض فی المزاح'' سے واضح ہے، اور سوال میں دیئے گئے امور کو انجام دینا اس کے ساتھ اشتغال وانہماک کے بغیر ممکن نہیں، البتہ اگر ''یہ کہانیاں عبرت آموز، نصیحت خیز، صالح مقصد کی حامل اور تعمیری ہوں تو نہ صرف جائز بلکہ بہتر'' (ملاحظہ فرمائیں: حلال وحرام تالیف مولانا خالد سیف اللہ رحمانی؍ ۲۳۴ ناشر فرید بکڈپو دہلی) اور باعث اجر وثواب بھی ہوگا۔

د-لطیفہ گوئی یا مزاح نویسی کو پیشہ بنالینا یا اس کی اجرت قبول کرنا فقہاء کرام کی بھی نگاہ میں مکروہ ہے، ارشاد باری تعالی ہے: ''ومن الناس من یشتری لھو الحدیث'' (حوالہ سابق) یہ آیت مزاح کے پیشہ اور اس سے اجرت حاصل کرنے جیسی چیزوں پر حاوی ہے۔

ہ-یہ بات پہلے ہی گذر چکی ہے کہ اسلام میں انسانی فطرت کی بھرپور رعایت کی گئی، اور اس کے تقاضوں کا خیال کیا گیا ہے، لیکن ان کی ایک حد اور ایک دائرہ ہے، اگر انسان اس حد سے تجاوز کر جائے تو وہی چیز جو اپنے دائرہ کے اندر جائز تھی وہ اب شریعت کی نگاہ میں ناپسندیدہ اور ناجائز ہوجائے گی، انہی میں سے ایک تفریح طبع یا تفریح نفس بھی ہے، کیونکہ تفریح طبع کی اجازت کا مقصد یہ نہیں ہے کہ انسان اپنی ساری توجہ اسی کی جانب مبذول کردے، اپنا قیمتی وقت

ضائع کرے اور اس کی خاطر لہو ولعب کا ارتکاب کرے، بلکہ تفریح کی اجازت بھی شریعت وہیں دیتی ہے جہاں انسان کو جسمانی، روحانی یا عقلی فائدہ ہو، بشرطیکہ واجبات دینیہ، مثلاً فرائض وغیرہ یا دنیویہ مثلاً اپنے اور اپنے اہل وعیال کے لئے کسب حلال کا ترک لازم نہ آئے۔

جہاں تک مزاحیہ ڈراموں کی بات ہے تو اس میں منفعت اور مفسدہ دونوں پہلو ہیں، منفعت یہ کہ ایسے پروگراموں میں شرکت کی وجہ سے انسان ہموم عالم اور افکار جہاں سے آزاد، تازہ دم اور نشیط ہوجاتا ہے، کبیدہ خاطری اور ذہنی کوفت جس کا وہ شکار تھا جاتی رہتی ہے، لیکن مفسدہ یہ ہے کہ بسا اوقات بلکہ اکثر وبیشتر ایسے پروگراموں میں شرکت کی وجہ سے نماز وتلاوت ودیگر فرائض کو ترک دینے یا کم ازکم اپنے وقت سے موخر کرکے ادائیگی کی نوبت آجاتی ہے، اللہ تبارک وتعالی نے انسان کو جو وقت وعمر، جسم وصحت، علم وعقل جیسی عظیم ترین نعمتوں سے نوازا ہے، اگر ان نعمتوں کا استعمال تعمیری واصلاحی کاموں کے لئے ہوتا تو کتنا فائدہ ہوتا، لیکن ان نعمتوں کا استعمال عبث، بے سود اور ایسے کام میں ہورہا ہے جو ذکر الٰہی سے غفلت کا سبب ہے، اس ڈراموں میں بے شمار خرابیاں پائی جاتی ہیں، مثلاً دوسروں کی غیبت واستہزاء، مرد وعورت کا اختلاط، کذب ودروغ گوئی وغیرہ اور فقہی قاعدہ ہے کہ "**درء المفاسد أولی من جلب المصالح عند التعارض**" (ملاحظہ فرمائیں: شرح القواعد للورقا ص ۲۰۳ بحوالہ فقہ المعاملات المالیہ، تالیف: ڈاکٹر رفیق یونس مصری، ناشر دار القلم دمشق، پہلا ایڈیشن سنہ ۱۴۲۶ھ مطابق ۲۰۰۵ء)۔ یعنی جہاں دونوں پہلو (مفسدہ اور مصلحت) ہوں ایسی صورت میں دفع مفسدہ کو جلب منفعت پر ترجیح حاصل ہوگی۔

اسی طرح ایسے پروگراموں میں شرکت کی وجہ سے کثرت ضحک لازم آتی ہے اور حدیث شریف میں اس کی ممانعت آئی ہے (ترمذی: باب الصحة والفراغ ۴/۵۵۱، حدیث: ۲۳۰۵)۔ مزید برآں علامہ ابن حجر نے ڈرامہ نگاری کو بندروں کی خصوصیات میں شمار کیا ہے، امام موصوف فرماتے ہیں: "**ومن خصائله أی القرد أنه یضحک ویطرب ویحکی ما یراہ**" (ملاحظہ ہو: فتح الباری ۷/۱۶۰ قولہ باب أیام الجاہلیة، ناشر دار المعرفہ بیروت ۱۳۷۹ھ)۔

امام نوویؒ نے تو ڈرامہ نگاری کو حرام قرار دیا ہے، امام موصوف فرماتے ہیں: "ومن ذلک المحاكاة بأن يمشي متعارجاً أو مطاطئاً أو غير ذلک من الهيئات مريداً حكاية هيئته من ينقصه بذلک فكل ذلک حرام" (ملاحظہ ہو: الاذکار النوویہ یحییٰ بن شرف النووی ۱/۳۳۸)، لہذا سوال میں ذکر کردہ تمام باتیں ناجائز ہیں۔

و- اللہ کے رسول ﷺ نے چونکہ کھلکھلا کر ہنسنے سے منع فرمایا ہے، اس لئے بہ تکلف اور قہقہے لگا کر دیر تک ہنسنا شرعی نقطۂ نظر سے جائز نہ ہوگا، جہاں تک انسانی صحت کی برقراری اور اس کو چست وشیط رکھنے کے لئے معالجین کا ہنسنے کی رائے دینے کا تعلق ہے تو بفضلہ تعالیٰ زمانہ اتنی ترقی کر چکا ہے کہ صحت کی برقراری اور اس کو چست وشیط رکھنے کے لئے ایک سے بڑھ کر ایک مقویات اور دوائیں یا غذائیں موجود ہیں جن سے یہ ضرورت پوری ہوسکتی ہے۔

ہاں اگر کوئی مریض ہو جس کے لئے کوئی دوا موجود نہ ہو یا موجود ہو مگر اتنی مہنگی ہو کہ اس کو خریدنے سے عاجز ہو اور ماہر وصالح معالج کے مطابق اس مرض کا ازالہ اس عمل (ہنسنے) کے بغیر ممکن نہ ہو تو ایسی صورت میں "قصۂ عرینہ" (ملاحظہ ہو: سنن ابی داؤد باب ماجاء فی المحاربۃ حدیث: ۴۳۶۴، ترمذی: باب ماجاء فی بول ما یؤکل لحمہ حدیث: ۷۲) کو نظیر بناتے ہوئے اور "الضرورة تبيح المحظورات" (ملاحظہ ہو: فقہ المعاملات المالیہ ۱/۳۱، تالیف ڈاکٹر رفیق یونس مصری، مطبوعہ ۱۴۲۶ھ) کے مطابق اس پر عمل کی شرعاً اجازت ہوگی۔

۲: الف- موسوعہ فقہیہ میں کھیل کے جائز اور ناجائز ہونے کے سلسلہ میں اصول متعین کئے ہیں، ہم اسے یہاں ذکر کررہے ہیں، "وإباحة اللعب إنما يكون بشرط أن لا يكون فيه دناءة يترفع عنها ذوو المروئات، وبشرط أن لا يتضمن ضرراً، فإن تضمن ضرراً لإنسان أو حيوان كالتحريش بين المديوک والكلاب ونطاح الكباش والتفرج على هذه الأشياء فهذا حرام وبشرط أن لا يخرجه إلى الحلف الكاذب ونحوه من المحرمات" (الموسوعۃ الفقہیہ ۳۷/۴۴، مطبع وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ کویت، پہلا ایڈیشن ۱۴۱۸ھ مطابق ۱۹۹۷ء)۔

ب-لباس وپوشاک کے سلسلہ میں کھلاڑیوں کے لئے درج ذیل باتوں کی رعایت ضروری ہے۔

۱-کھیل کے اندر بھی احکام ستر کی پوری پوری رعایت ہو۔

۲-اعضاء ممنوعۃ النظر خارج سے نمایاں نہ ہورہے ہوں۔

۳-لباس کے اندر کشش اور جاذبیت نہ ہو۔

۴-مرد ریشمی اور زریں لباس نہ پہنے۔

۵-غیر اقوام کی مشابہت اختیار نہ کرے۔

لیکن یہ بات پیش نظر رہے کہ شریعت مقدسہ میں لباس کی کوئی خاص ہیئت اور وضع متعین نہیں ہے، البتہ چند چیزیں ہیں جن کی احادیث مبارکہ میں ممانعت آئی ہے، مثلاً مرد کے لئے ریشمی لباس، زریں لباس، دوسری قوموں کے مشابہ لباس، اس کے بعد ہر لباس اور ہر وضع مباح ہے (ملاحظہ ہو: کفایۃ المفتی ۹/ ۵۴ مطبع رحیمیہ دہلی)۔

جہاں تک پتلون، پینٹ، شرٹ وغیرہ لباس کا تعلق ہے جو عام طور سے کھیلوں میں پہنا جاتا ہے تو اگر یہ لباس اتنا چست، تنگ اور باریک ہوں کہ قابل ستر اعضاء باہر سے نظر آرہے ہوں تو ایسے لباس کی شرعاً اجازت نہ ہوگی، لیکن اگر ڈھیلے ڈھالے ہوں اور ذکر کردہ قباحت پیدا نہ ہوں تو ایسے لباس سے زیب تن کرنا مباح ہوگا۔

اگر یہ سوال ذہن میں پیدا ہو کہ ایسے لباس کو پہننا گویا کہ غیر قوم کی مشابہت اختیار کرنا ہے جبکہ شریعت میں اس کی ممانعت آئی ہے، جیسا کہ ''من تشبہ بقوم فھو منھم'' (ملاحظہ ہو: مصنف عبد الرزاق باب حلق القفا والحزید ۱۱/ ۴۵۳، حدیث: ۲۰۹۸۶) سے بالکل واضح ہے، تو بندہ ناچیز کے نزدیک اس سوال کا جواب یہ ہے کہ ایسے لباس میں اتنا شیوع وعموم ہوچکا ہے کہ اب کسی خاص قوم کے ساتھ مخصوص اور ان کا شعار نہ رہا، جبکہ ''تشبہ کا حکم اس صورت میں ہوتا ہے کہ دیکھنے والا اسے دیکھ کر اس شبہ میں پڑ جائے کہ یہ شخص اس قوم کا فرد ہے'' (ملاحظہ ہو: کفایۃ المفتی ۹/ ۵۳)، اس

لئے تشبہ کا حکم نہیں لگایا جاسکتا، البتہ خلاف اولی اور غیر محمود ہوگا، کیونکہ یہ ہمارے مقتدیان، پیشوایان ملت اور صلحاء دین کا شعار نہیں رہا ہے۔

ج-علماء کرام نے اقسام کھیل میں سے بعض کو مباح، بعض کو مستحب، بعض کو مکروہ اور بعض اقسام کو حرام قرار دیا ہے، دیکھئے الموسوعۃ الفقہیہ۔

مباح کھیل: غولف، باسکٹ بال، بیٹ منٹن، ٹیبل ٹینس، ریس، رسا کشی، اگر کم وقت کے لئے ہو تو کرکٹ اور تعلیمی تاش اور کیرم بورڈ کو بھی لے سکتے ہیں۔

لیکن واضح رہے کہ کھیل کی اباحت اس وقت تک رہے گی جب تک کہ ذکر کردہ شرائط میں سے ایک بھی شرط فوت نہ ہو۔

د-شرط کے جائز ہونے کی تین صورتیں ہیں وہ حسب ذیل ہیں:

۱-کوئی تیسرا شخص جو دوڑ میں شامل نہ ہو، شرکاء میں سے جیتنے والے کے لئے انعام کا اعلان کرے اور ادا کرے۔

۲-دو شخص شریک ہوں لیکن شرکاء ایک ہی جانب سے ہو، مثلاً زید اور بکر میں سے اگر زید سبقت لے جائے تو بکر اسے شرط کے مطابق انعام دے گا، لیکن اگر بکر جیت جائے تو زید کچھ ادا نہ کرے۔

۳-کھیل میں تین یا اس سے زیادہ آدمی شریک ہو، دو آدمیوں میں یہ شرط ہو کہ ہم دو میں سے جو جیت جائے، اس کو دوسرا مشروط رقم ادا کرے گا، بقیہ دوسرے اشخاص کے لئے کوئی شرط نہ ہو، اگر تمام شرکاء کے ساتھ اس طرح کی شرط ہو کہ جیتنے والے کو مشروط و مقرر مال ادا کریں گے تو یہ جوا ہوگا، اور اس طرح کا کھیل جائز نہیں ہوگا (ملاحظہ فرمائیں: درمختار للحصکفی ۵/ ۲۵۸، بحوالہ حلال وحرام، رد المحتار، کتاب الحظر والاباحۃ ۹/ ۵۷۸)۔

ہ-حدیث شریف میں آیا ہے کہ قیامت کے دن انسان سے جب تک چار چیزوں کے بارے میں سوال نہ ہو جائے اس وقت تک ایک قدم آگے نہیں بڑھ سکتا، انہیں میں سے ایک

وقت اور عمر ہے۔

''لا تزول قدما عبد حتی یسأل عن عمرہ فیما أفناہ، وعن عمرہ فیما فعل، وعن مالہ من أین اکتسبہ وفیما أنفقہ، وعن جسمہ فیما أبلاہ'' (ملاحظہ ہو: سنن ترمذی ۲/ ۶۷، باب فی القیامہ، حدیث: ۲۴۱۷، دار احیاء التراث العربی بیروت)۔

دوسری حدیث میں ہے: ''نعمتان مغبون کثیر من الناس الصحۃ والفراغ'' (ملاحظہ فرمائیں: سنن ترمذی: باب ماجاء فی أن الصحۃ والفراغ... ۴/ ۵۴۹، حدیث: ۲۳۰۴)۔

ان روایات کی بنیاد پر معلوم ہوا کہ کھیل اگر چہ اپنے طور طریقہ اور لباس کے اعتبار سے محرمات پر مشتمل نہ ہو، لیکن ایک بے سود امر میں وقت طویل کو ضائع (دیکھنے یا کھیلنے میں) کرنا حرام اور ناجائز ہوگا۔

و- اس جزء کی تفصیل یہ ہے کہ جو کھیل حرام ہو، اس کا ٹکٹ خریدنا بھی حرام ہوگا اور جو کھیل مکروہ ہے، اس کا ٹکٹ خریدنا بھی مکروہ ہوگا، کیونکہ ٹکٹ خرید کر ہم نے گویا کہ ایسے کھیل کھیلنے والوں کا تعاون کیا اور حوصلہ افزائی کی، اور ارشاد باری تعالی ہے: ''ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان'' اسی طرح جو کھیل مستحب یا مباح ہے، اس کا ٹکٹ خریدنا بھی مستحب یا مباح ہوگا، ''تعاونوا علی البر والتقوی''۔

۳: الف- جیسا کہ ذکر کیا گیا تھا کہ نفس تفریح جائز ہے، بشرطیکہ ماقبل میں ذکر کردہ شرائط میں سے کسی شرط کی خلاف ورزی نہ ہو، اسی طرح تفریحی مقصد کے لئے ایک ملک سے دوسرے ملک یا ایک شہر سے دوسرے شہر کا سفر کرنا جائز ہے، شریعت اس کے مخالف نہیں ہے، اگر چہ کثیر رقوم کا صرفہ آتا ہو، اس لئے کہ اس میں دینی یا دنیوی دونوں طرح کے مصالح ہیں، البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ اس کی وجہ سے کسی دینی یا دنیوی امر واجب کا ترک اور خلاف شرع امر کا ارتکاب لازم نہ آئے، اسی طرح تفریحی سفر کو مقصد اصلی نہ بنالے، بلکہ عقلمندی اور دور اندیشی کی بات یہ ہے کہ انسان اپنے اس سفر سے نصیحت وعبرت حاصل کرے، اپنے سفر کو تقرب الی اللہ کا

ذریعہ اور وسیلہ، ایمان ویقین اور معرفت وثقافت میں اضافہ کا وسیلہ بنائے، چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے: "سیروا فی الأرض، فانظروا کیف کان عاقبة المکذبین" (سورہ آل عمران: ۱۳۷)۔

اور شرعی قاعدہ ہے کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے، جب تک کہ اس کی حرمت پر کوئی دلیل نہ قائم ہوجائے۔

ب- چونکہ سیاحت وسفر مباح ہے، اس لئے اپنے ساتھ اپنے بال بچوں کو بھی سفر میں لے جاسکتے ہیں، جہاں تک سفر میں جان ومال اور عزت وآبرو کے تحفظ کی بات ہے تو اہل وعیال کیا خود بھی ایسے علاقہ کا سفر کرنا جائز نہ ہوگا جہاں عزت وآبرو کو خطرہ لاحق ہو، ارشاد باری تعالی ہے: "ولا تلقوا بأیدیکم إلی التهلکة" (سورہ بقرہ: ۱۹۵)۔

اس آیت کریمہ میں خطرات کو مول لینے اور ہلاکت وتباہی کی راہ اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے، کوئی اگر یہ اشکال کرے کہ یہ آیت تو اس وقت نازل ہوئی تھی جب بعض صحابہ کرام نے اپنی توجہ کو کھیتی باڑی اور دیگر دنیاوی مشاغل میں مرکوز کردیا تھا تو اللہ کی جانب سے انہیں تنبیہ کی گئی کہ اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو بلکہ دین کی جانب متوجہ ہو! تو اس کا جواب یہ ہے کہ آیت چونکہ مطلق ہے اور "المطلق یجری علی إطلاقه" کی رو سے دینی ودنیوی دونوں طرح کی ہلاکت وخطرات کو شامل ہے، ہمارے اس جواب کی تائید علامہ شوکانی علیہ الرحمۃ کی اس تفسیر سے بھی ہوتی ہے جو انہوں اس آیت کے ذیل میں کی ہے، امام موصوف فرماتے ہیں: "فکل ما صدق علیه أنه تهلکة فی الدین أو الدنیا فهو داخل فی هذا" (ملاحظہ ہو: فتح القدیر علامہ شوکانی ۱/ ۱۹۳ تفسیر سورہ بقرہ: ۱۹۵)۔

البتہ خود سفر کرنے یا اہل وعیال کے ہمراہ سفر کرنے کو ہم چار قسموں میں منقسم کرسکتے ہیں:

۱- جہاں عزت وآبرو کو کسی طرح کا کوئی خطرہ لاحق نہ ہو وہاں کا خود یا مع اہل وعیال سفر کرنا مباح ہے۔

۲- اور جہاں عزت وآبرو کے تحفظ کو خطرہ لاحق ہونے کا گمان ہو وہاں مکروہ تنزیہی۔

۳- جہاں غالب گمان ہو وہاں مکروہ تحریمی۔

۴- اور جہاں یقین کے درجہ میں ہو تو وہاں حرام ہوگا، لیکن واضح رہے کہ اس تقسیم کا تعلق دونوں جزء (الف، ب) سے ہوگا۔

ج- اس سوال کو ہم دو شقوں میں تقسیم کر سکتے ہیں اور دونوں کا حکم مختلف ہے۔

(ا) ذکر کردہ مقام میں از راہ تفریح جانا شرعاً کیسا عمل ہے، (۲) اور وہاں اشیاء خوردونوش فروخت کرنا یا سواری کرایہ پر لگانا۔ سب سے پہلے ہم (ا) کی وضاحت ذیل میں کرتے ہیں:

ا- ایسے مقام میں از راہ تفریح جانا شرعاً ناجائز ہے، اس لئے کہ ایسے مقام میں جانا گویا مرتکبین امور غیر شرعیہ کی حوصلہ افزائی اور معاصی کو بڑھاوا دینا ہے حالانکہ ارشاد خداوندی ہے: "ولا تعاونوا على الإثم والعدوان، واتقوا الله"، ہاں اس وقت ایسی جگہوں میں جانا جائز ہوگا جبکہ انسان کو کامل یقین ہو کہ ان برائیوں میں ملوث ہوئے بغیر ہم واپس آجائیں، جیسا کہ سورہ فرقان میں کامل مومنین کے اوصاف کو ذکر کرتے ہوئے فرمایا: "وإذا مروا باللغو مروا كراماً" یعنی یہ مسلمان ایسے ایمان والے ہیں کہ جب لغو چیز کے پاس سے گذرنے کی نوبت آتی ہے تو شریفانہ انداز میں ان برائیوں سے بچتے ہوئے گذر جاتے ہیں، اسی طرح اس وقت بھی ایسے مقام میں جانے کی شرعاً اجازت ہوگی جبکہ جانے والے کی نیت یہ ہو کہ ان برائیوں سے آگاہی کے بعد ان کی قباحت وشناعت اور وعید وعتاب قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان کرکے لوگوں کی اصلاح کی جائے، ظاہری بات ہے کہ اگر یہ نیت ہے تو ایسی جگہوں میں جانا از راہ تفریح نہیں بلکہ از راہ اصلاح ہو۔ خلاصہ ایں کہ صرف تفریح کی نیت سے ایسی جگہوں میں جانا بالکل جائز نہیں ہوگا۔

۲- اس شق میں قدرے تفصیل ہے، یعنی اس شق میں بھی دو شقیں ہیں، شق اول: ایسے مقام میں اشیاء خوردونوش فروخت کرنا، اور شق ثانی ایسے مقام کے لئے سواری کرایہ پر دینا،

جہاں تک اشیاء خورد ونوش کی فروخت کی بات ہے تو ناچیز کے نزدیک یہ بھی تعاون علی الاثم کے قبیل سے ہوگی، کیونکہ ہم دوکان لگا کر گویا یہ تصور دے رہے ہیں کہ آپ حضرات ایسی جگہوں میں تشریف لائیں، اور آپ کو ضروریات فراہم کرنے کی ذمہ داری ہماری ہے، جہاں تک امام ابوحنیفہ کی بات ہے تو وہ جواز کے قائل ہیں، علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں:

"وجاز بیع عصیر عنب ممن یعلم أنه یتخذه خمراً، لأن المعصیة لا تقوم بعینه بل بعد تغیره، قوله: لا تقوم بعینه أن المراد لا تقوم المعصیة بعینه وما یحدث له بعد البیع وصف آخر یکون فیه قیام المعصیة، وقیل: یکره لإعانته علی المعصیة" (ملاحظہ ہو: ردالمحتار ۹/۵۶۱ فصل فی البیع ۲۶/۷۷ ۳ فی الکمپیوٹر)۔

بہر حال امام صاحب نے اپنے مسلک میں جو دلیل پیش کی ہے وہ عقلی ہے اور یہی قیاس کا تقاضا ہے، لیکن صاحبین دلیل استحسان کی بنیاد پر مکروہ قرار دیتے ہیں (ملاحظہ ہو: حوالہ سابق)، اور قاعدہ ہے کہ جب قیاس اور استحسان میں تعارض ہوجائے تو استحسان کو ترجیح حاصل ہوتی ہے، ہاں وہاں اگر ہر طرح کے لوگ آتے ہوں، خریداروں میں بھی اچھے برے ہر طرح کے ہوں تو پھر بلا کراہت جائز ہے۔

اور یہی اختلاف سواری کرایہ پر دینے میں بھی ہے، جیسا کہ ردالمحتار میں ہے: "وعلی هذا الخلاف لو آجره دابة لینقل علیها الخمر أو آجره نفسه لیرعی له الخنازیر یطیب له الأجر عنده وعندهما یکره" (ملاحظہ فرمائیں: ردالمحتار، کتاب الحظر والاباحہ فصل فی البیع ۲۶/۳۸۱)۔

د- ٹور پر جانے کے لئے تجارتی کمپنیاں قائم کرنا، آمد و رفت کے لئے ٹکٹ اور قیام کی سہولتوں کا نظم ونسق کرنا سب جائز ہے، اگر چہ معاملہ ایسے غیر مسلموں کے ساتھ ہو رہا ہو جن کا مقصد مندروں، چرچوں اور اپنے اپنے عبادتگاہوں کی زیارت ہی کیوں نہ ہو، اس لئے کہ نفس عمل میں کوئی قباحت ومعصیت نہیں ہے، ابن عابدین علامہ شامی اپنی کتاب ردالمحتار میں فرماتے

ہیں: "ولو آجر نفسه ليعمل في الكنيسة ويعمرها لا بأس به، لأنه لا معصية في عين العمل" (ملاحظہ فرمائیں: حوالہ سابق)۔

فقیہ عصر مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے اپنی کتاب "کتاب الفتاوی" (۵/۴۰۶) میں "غیر مسلم تہواروں میں اجرت پر اشیاء کا دینا" عنوان کے ذیل میں غیر مسلموں کے ساتھ اس طرح کے معاملہ کو نا جائز اور غیر درست قرار دیا ہے، اور حضرت مولانا نے اپنے اس فتوی کے استدلال میں آیت ربانی: "ولاتعاونوا على الإثم والعدوان" اور رد المحتار کی عبارت: "لاتصح الإجارة لأجل المعاصي مثل الغنا" (ملاحظہ ہو: رد المحتار، باب الاجارۃ الفاسدۃ ۴۴/ ۲۹۱) کو پیش کیا ہے، اور یہی صاحبین کا بھی مذہب ہے، لیکن ناچیز نے اس سے قبل ذکر کیا تھا کہ حالات اور مصلحت کے پیش نظر امام اعظمؒ کے قول کو اپنایا جاسکتا ہے، اور اس وجہ سے بھی کہ نفس عمل یعنی ٹور کمپنی قائم کرنا، آمد ورفت کے لئے ٹکٹ اور قیام کی سہولت فراہم کرنے میں شرعی کوئی قباحت نہیں۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ ایک سفر سے تشریف لائے، میں نے طاق پر تصویر دار پردہ لٹکا یا تھا، آپ ﷺ نے جب اسے دیکھا تو پھاڑ دیا اور فرمایا کہ قیامت کے روز ان لوگوں کو سخت ترین عذاب ہوگا جو صفت تخلیق میں اللہ کی نقل اتارتے ہیں (رواہ البخاری: ملاحظہ ہو: صحیح بخاری، بحوالہ ڈیجیٹل تصویر اور سی ڈی کے شرعی احکام/ ۲۲ مکتبہ خانہ نعیمیہ دیوبند)۔

ان روایات کی بنیاد پر فقہاء کرام اس بات پر متفق ہیں کہ جاندار کی تصویر سازی باجماع امت حرام ہے، جو مذاہب کی کتابوں میں مدلل مذکور ہیں۔

لیکن موجودہ زمانہ میں فلم نے انسانی ذہن ودماغ پر مکمل قبضہ اور لوگوں کے جذبات پر زبردست اثر چھوڑا ہے اور ایک عموم بلوی کی شکل پیدا ہوگئی ہے، لہذا "الضرر الأشد يزال بالضرر الأخف" یا "يرتكب أخف الضررين لاتقاء أشدهما" (ملاحظہ ہو: فقہ المعاملات المالیہ/ ۲۸-۲۹، تالیف: ڈاکٹر رفیق یونس مصری، مطبوعہ دار القلم دمشق ۱۴۲۶ھ) کے قاعدہ پر عمل کرتے ہوئے،

دستاویزی، تعلیمی واصلاحی اور دیگر مقاصد حسنہ کے لئے فلم بینی اور فلم سازی دونوں کی اجازت ہونی چاہئے، بشرطیکہ شرعی مفاسد نہ پائے جائیں، اور جن قباحت وشناعت کی بنیاد پر فلم کو ناجائز قرار دیا گیا ہے، ان تمام عیوب سے پاک ہو، مثلاً میوزک نہ ہو، عاشق ومعشوق کی کہانی نہ ہو، رقص نہ ہو، انبیاء وملائکہ کی تمثیل نہ ہو، غلط مقاصد کی ترویج واشاعت پر مبنی نہ ہو، حقائق کی غلط ترجمانی نہ کی گئی ہو، خواتین کی برہنہ تصویر نہ ہو، اور نہ ایسے مناظر کو پیش کیا گیا ہو جن سے انسانی شہوت بھڑک اٹھے، غرضیکہ محرمات شرعیہ پر فلم مشتمل نہ ہو، البتہ اس عمل سے حاصل شدہ کمائی بہتر نہیں ہوگی، جیسا کہ پچھنا لگا کر حاصل شدہ کمائی کو رسول اللہ ﷺ نے گھٹیا بتایا ہے۔

۵: الف، ب- اگر کارٹون اس طرح بنایا جائے کہ چہرہ، آنکھیں، ناک وغیرہ واضح ہوں اور اس سے ان کی شناخت ہورہی ہو تو ایسے کارٹون بنانا اور ان کا استعمال اور اس سے حاصل شدہ کمائی جائز نہیں، کیونکہ ایسا کارٹون کئی قباحتوں کا جامع ہے: (۱) تصویر کے حکم میں ہے، اور تصویر سازی کی حرمت باجماع امت ثابت ہے، (۲) جس شخصیت کی طرف اس کا اشارہ ہے اس کا تمسخر اور استہزاء ہے، اور کسی کا مذاق اڑانا بنص قرآنی حرام ہے، ارشاد باری تعالی ہے: "**یا أیها الذین آمنوا لا یسخر قوم من قوم عسی أن یکونوا خیراً منهم**" (سورہ حجرات: ۱۱)، لہذا کارٹون سازی اور اس عمل کو پیشہ بنالینا جائز نہ ہوگا۔

البتہ اگر ایسا کارٹون بنایا جائے جس میں جاندار کی شکل واضح نہ ہو تو ایسے کارٹون بنانے کی گنجائش ہے، تاہم مناسب نہیں، کیونکہ وہ بھی تصویر کے مشابہ ہے، "**وفی الدر المختار قال: لو کانت قلمیه إلی قوله أو مقطوعة الرأس والوجه أو ممحوة عضوه لا تعیش بلدونه**" (ملاحظہ ہو: رد المحتار لابن عابدین، مکروہات الصلوۃ ۲/ ۴۲۸ مطبوعہ کراچی پاکستان)۔

"**ولو کانت صغیرة بحیث لا تبدو للناظر إلا بتأمل لا یکره**" (ملاحظہ ہو: فتاوی ہندیہ ۱/ ۱۰۹ مطبوعہ دار العلوم کراچی پاکستان)۔

۶ - اس سے ملتا جلتا سوال اج، ہ کا سوال ہے، اس میں تفصیل سے ذکر کیا گیا تھا کہ

سماج یا معاشرہ کی اصلاح کی نیت سے اور معاشرہ میں پائے جانے والے مفاسد ومنکرات پر تنقید کے لئے ڈرامے اسٹیج کئے جاسکتے ہیں بشرطیکہ کسی فرد یا قوم مخصوص پر تنقید نہ ہو، اور منہیات شرعیہ میں سے کسی منہی عنہ فعل کا ارتکاب لازم نہ آئے، لیکن واضح رہے کہ ڈرامے کے بجائے مکالمے یا کوئی اور نام اگر دیا جائے تو زیادہ بہتر ہے، کیونکہ ڈرامہ سے ذہن فوراً اس طرف ملتفت ہوتا ہے کہ اس میں رقص وسرور یا دیگر مفاسد ہو، جہاں فرضی رشتے کے اظہار کا تعلق ہے تو یہ اس وقت جبکہ سامعین کو اس سے دھوکہ نہ ہو اور وہ حقیقت حال سے واقف ہوں تو جائز ہے، جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ سے ایک صحابی کو مزاحاً غلام کہنا ثابت ہے، غرضیکہ بہتر کاموں کی ترغیب اور معاشرے کے مفاسد پر تنقید کے لئے ڈرامے اسٹیج کئے جاسکتے ہیں۔

مزاح کے شرائط

ڈاکٹر بہاء الدین محمد ندوی ☆

مزاح کے بارے میں شریعت کا حکم امام غزالیؒ کے مندرجہ ذیل قول سے معلوم ہوگا:

''إن قدرت على ما قدر عليه رسول الله ﷺ وأصحابه وهو أن تمزح ولا تقول إلا حقاً ولا تؤذى قلباً ولا تفرط فيه وتقتصر عليه أحياناً على الندور فلا حرج فيه'' (احیاء علوم الدین باب المزاح)۔

فتح الباری میں امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

''والمكروه من ذلک إنما هو الإكثار منه أو الإفراط فيه'' باب الضحک۔

امام غزالی اور لکھتے ہیں:

''ولكن من الغلط العظيم أن يتخذ الإنسان المزاح حرفة يواظب عليه''۔

☆ وائس چانسلر دارالہدیٰ اسلامک یونیورسٹی۔

مناقشہ

مولانا یاسر ندیم قاسمی (دیوبند):

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مجھے مختصراً دوتین باتیں عرض کرنی ہے، سب سے پہلی بات جو دستاویزی فلموں اور ڈاکومینٹری سے متعلق ہے تو اس میں سوال یہ ہے کہ ڈاکومنٹری کی فلمیں جدید ذرائع ابلاغ یا جدید تعلیمی ذرائع کے تحت آتی ہیں یا تفریح کے تحت آتی ہیں۔ایک بہت مشہور انگلش کی ڈکشنری ہے .... جس میں ڈاکومنٹری فلم کی جو تعریف دی ہے اس میں لکھا ہے کہ یہ ایک ایسی فلم یا ٹی وی پروگرام ہے جس میں صرف حقائق کو پیش کیا گیا ہو، جب کہ تفریحی ڈراموں میں یا تفریحی پروگراموں میں حقائق کو ملحوظ نہیں رکھا جاتا اس لئے یہ بات محل نظر ہے کہ ہم اس کو .... یا تفریح کے تحت رکھیں یا جدید ذرائع ابلاغ کے تحت اور ذرائع ابلاغ کے بارے میں سمینار اس سے پہلے بھی ہو چکا ہے تو جس طرح بہت سے علماء کے نزدیک جدید ذرائع ابلاغ کو استعمال کرنا بشرطیکہ شریعت کی مخالفت نہ ہو جائز ہے، اسی طرح ڈاکومنٹری فلمیں یا دستاویزی فلمیں بھی بنانا جائز ہونا چاہئے۔

دوسری بات جو کارٹون سے متعلق سوال ہے سوالنامہ میں، اس کے جواب میں فاضل مقالہ نگاروں نے صرف ایک پہلو پر غور کیا ہے۔دوسرے پہلو پر مجھے تلخیص مقالات میں کوئی بات نہیں ملی۔اخبارات میں سیاسی، سماجی موضوعات پر جو کارٹون وغیرہ بنائے جاتے ہیں تو ان کو بھی تفریح کے تحت مطلقاً نہیں رکھا جاسکتا بلکہ یہ فن صحافت کی ایک مستقل قسم بن چکی ہے۔البتہ بچوں کے لئے جو کارٹون پر مبنی فلمیں بنائی جاتی ہیں ان کے تعلق سے بھی تلخیص مقالات میں کوئی

بات نہیں آئی، البتہ مولانا بدر الحسن صاحب کے مقالہ کا ذکر آیا ہے جس میں انہوں نے اس اہم نکتہ کی طرف توجہ دلائی ہے کہ اس طرح کی فلموں کا استعمال آج کل ذہنی نشو ونما کے لئے کیا جارہا ہے، اور یہ واقعہ ہے کہ عالم عرب میں بے شمار ایسے لوگ ہیں جو عربی نہیں جانتے عرب ہونے کے باوجود، تو ان کو فصیح عربی سکھانے کے لئے بچوں کو ایسی کارٹون پر مبنی فلمیں دکھائی جاتی ہیں لیکن اس میں ایک بہت اہم پہلو یہ ہے کہ کارٹون فلمیں جو بنانے کا طریقہ ہے وہ یہ ہے کہ کارٹونسٹ اپنے ہاتھ سے ایک اسکیچ بناتا ہے اور اس میں رنگ بھرتا ہے اور وہ ذی روح کی تصویر ہوتی ہے جس میں ناک، کان، آنکھ سب ہوتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ ذی روح کی اصل شکل سے تھوڑا مختلف ہوتی ہے اور اس طرح کی ہزاروں تصویریں بنائی جاتی ہیں کمپیوٹر کی مدد سے پھر ان تصویروں کو بڑی تیزی کے ساتھ کیمرے کے سامنے سے گزارا جاتا ہے ایسا لگتا ہے کہ وہ کارٹون کسی کام میں مشغول ہے بھاگ رہا ہے دوڑ رہا ہے تو اس کے ہر ہر پہلو کی ایک ایک سکنڈ کے لحاظ سے تصویر بنتی ہے ہاتھ سے اور اس کو بڑی تیزی کے ساتھ کیمرے کے سامنے سے گزارا جاتا ہے یقیناً یہ عمل ڈیجیٹل تصویر سے بہت مختلف ہے تو یہ غور کرنے کا پہلو ہے یہ الگ بات ہے کہ اس طرح کی فلمیں جو ہے مفید ہیں، بچوں کے لئے، ذہنی نشو ونما کے لئے، لیکن چوں کہ یہ ڈیجیٹل تصویر نہیں ہے بلکہ ہاتھ سے بنائی ہوئی اسکیچ ہے تو کیا یہ جائز ہے؟ اس سلسلہ میں علماء حضرات کی میں توجہ دلانا چاہوں گا۔ ھذا ما عندی۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

مولانا عبدالرشید قاسمی (کانپور):

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، کرکٹ سے متعلق تقریباً تمام مقالہ نگار حضرات نے اس کو اور کھیلوں سے ذرا الگ شمار کیا ہے اور ناراضگی کا اظہار بھی زیادہ کیا ہے، ایک کرکٹ کی قسم تو وہ ہے جو آج کل ہو رہی ہے جسے ہم ورلڈ کپ کہہ لیں یا اور کچھ کہہ لیں اور اس میں وقت بھی زیادہ لگتا ہے اور یہ سٹہ بازی ہے اور اس کے بارے میں ظاہر ہے کہ ہم اسے مکروہ کہیں یا حرام کہیں، لیکن

اصل میں جو کرکٹ کا فروغ ہے تھوڑا بہت بچوں میں، اس میں ایک نکتہ یہ بھی ہے کہ کرکٹ وہ تنہا کھیل ہے جو چھوٹے سے میدان میں بھی اور محلّہ کی گلی میں بھی اور گھر کے آنگن میں بھی، حتی کہ بیڈروم میں بھی دو بچے کھیل لیتے ہیں دو بھائی، ایک تین سال کا بچہ ہے ایک پانچ سال کا بھائی ہے دونوں بھائی اپنا کھیل رہے ہیں اور کسی کھیل میں یہ امکان نہیں ہے بلکہ تنہا شاید یہ دنیا کا کھیل ہے جو تنہا بھی کھیلا جا سکتا ہے۔ آج کل مشینیں آئی ہیں جو گیند پھینکتی ہیں اور آدمی تنہا یا دوری میں باندھ دیا گیند اور اس میں مار رہے ہیں اور کوئی کھیل اس طرح کا نہیں ہے، تو یہ تو کھیل کی ایک شکل ہے جس میں وقت بھی زیادہ لگتا ہے اس لئے اس کے بارے میں جو آپ حکم لگائیں، لگائیں۔ لیکن کرکٹ کے ساتھ کچھ چیز اور ہے کہ اس کے کچھ قانون خود ساختہ بھی ہوتے ہیں جیسے پچاس اور کا ہے، مدارس میں بچے عصر بعد کھیلتے ہیں دس اور کا کھیل لیتے ہیں، اسی طرح ایک ہوتا ہے گیارہ گیارہ پلیئر لیکن دو دو تین بھی کھیل لیتے ہیں، تو اگر ہم اس طرح کرکٹ کو کوئی نیا حکم دیتے ہیں تو شاید پریشانی ہو جائے پھر اگر ہم اس میں مکروہ تحریمی کا حکم لگاتے ہیں تو میرٹھ میں فیکٹریاں قائم ہیں کرکٹ کی، شاید وہ آپ کے خلاف کھڑے ہو جائیں کہ صاحب ہماری فیکٹریاں بند ہو جائیں گی کہ کرکٹ کا استعمال بلے کا تو سوائے اس کے اور مصرف ہے نہیں۔ ساری دکانیں کیا ہوں گی، تو جو تجویز تیار ہو اس اعتبار سے ہو کہ یہ ایک الگ فیشن ہے کرکٹ کا اور وہ بچے جو کھیلتے ہیں گلیوں میں یا مدارس میں عصر بعد کھیلتے ہیں یا گھر کے اندر آنگن میں کھیلتے ہیں اس کا حکم الگ ہو، اسی طرح جو ریس کے بارے میں ہے اس کو ہلکا لیا گیا ہے، حالانکہ ریس کا معاملہ زیادہ خطرناک ہے اول تو ریس کی جو گاڑیاں ہوتی ہیں وہ کروڑوں کی گاڑیاں ہوتی ہیں، پٹرول کی اس مہنگائی میں پٹرول بھی اتنا مہنگا ہے اور اس میں انسان مرتا بھی ہے، سر بھی چکنا چور ہوتا ہے زیادہ نقصان دہ ہے اور اس میں کوئی جسمانی ورزش بھی نہیں ہے وہ صرف ہاتھوں کا کمال ہے اگر سائیکل کی ریس ہو تو سمجھ میں آتی ہے لیکن بائک کی ریس ہو، ٹو ویلر کی ریس ہو یا فور ویلر اس کی ریس بھی سمجھ میں نہیں آتی، بعض مقالہ نگار نے تو ریس کو دوڑ میں شمار کیا ہے حالانکہ اسراف کے اعتبار سے اسے

بالکل ناجائز ہونا چاہئے، بہر حال تجاویز کے وقت کرکٹ کے بارے میں بھی ذہن میں رکھا جائے یہ دو الگ الگ ہے ایک ورلڈ کپ یا اس طرح کے کھیل جو کہ بچوں میں گھروں کے کھیل ہوتے ہیں۔ جزاکم اللہ۔

مولانا رمضان علی فرقانی:

تلخیص میں ایک بات آئی تھی سوال ا جو ہے اس کا جزء (د) کہ لطیفہ گوئی یا مزاح نویسی کو پیشہ بنالیا، اس کی اجرت وصول کرنا درست ہے یا نہیں ہے، تلخیص میں جتنی باتیں آئی ہیں اس میں اکثر یا تمام مقالہ نگاروں کی رائے یہ ہے کہ یہ جائز ہے لیکن ناجائز ہونے کی کوئی علت ہو وہ خاص بیان نہیں کی گئی ہے یا تو اس وجہ سے کہ فرضی لطیفہ لکھے، اس وجہ سے ناجائز ہو یا کسی اور وجہ سے، اگر یہ چیز فرضی وجہ سے ہے تو اس میں ناجائز ہونے کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی، کیوں کہ صحابی رسول علیہ السلام حضرت کعب بن زہیرؓ نے اپنا مشہور قصیدہ حضور علیہ السلام کے سامنے پیش کیا بانت سعاد جس کا مطلع یہ ہے: **بانت سعاد فقلبي اليوم**...... وہ فرضی اشعار پر مشتمل ہے، حضور اکرم علیہ السلام نے اس پر کوئی نکیر نہیں فرمائی اس رو سے اس کا جواز معلوم ہوتا ہے۔

مولانا عارف باللہ قاسمی:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، پہلی بات تو کرکٹ کے حوالہ سے کہ آج سارا ستم کرکٹ پر ہی گرا ہے لیکن اس میں تفریق کرنی پڑے گی ایک تو پروفیشنل ہو، جس میں وضعی قوانین کا دخل ہوتا ہے کہ اس کی پابندی کی جاتی ہے جیسا کہ ابھی مولانا نے فرمایا، اس لئے مفتی عزیز الرحمٰن صاحب کا فتوی بھی اس سلسلہ میں ہے وہ لکھتے ہیں کہ گیند کا کھیل خواہ وہ کرکٹ وغیرہ ہو یا دوسرے دیسی کھیل فی نفسہ جائز ہے، کیوں کہ اس سے تفریح طبع اور ورزش وتقویت ہوتی ہے، اس لئے اس کو علی الاطلاق ناجائز نہ کہا جائے بلکہ شرائط کے ساتھ اس کو مقید کیا جائے۔ اسی طرح تیراکی کو جائز کھیلوں اور مستحب کھیلوں میں شمار کیا گیا ہے لیکن اس زمانے میں تیراکی کی جو

صورت حال ہے وہ عام طور سے تیراکی سوئمنگ پول میں سیکھی جاتی ہے اور کی جاتی ہے۔ بعض جگہوں پر مرد وعورت کا امتیاز نہیں رہتا، تو بعض جگہوں پر صرف مرد ہوتے ہیں لیکن وہ ہاف پینٹ اور انڈر ویئر پہنے ہوتے ہیں، اس لئے ایسے سوئمنگ پول میں جہاں برہنہ عورتیں بھی تیراکی کرتی ہوں یا جہاں مرد کے ران کھلے ہوتے ہوں تیراکی جائز نہیں ہونی چاہئے، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **لعن اللہ الناظر والمنظور إلیہ**، اسی طرح سے علامہ حصکفی نے بھی لکھا ہے: **ولا شک فی الکراھۃ لتحقق کشف العورۃ**، اسی طرح سے ایک بات آئی ویڈیو کے سلسلہ میں اس میں یہ بات کہی گئی ہے کہ عورت کی آواز نہ ہو مطلقاً عورت کی آواز تو مردوں کے لئے سننا ناجائز تو نہیں ہے، اگر عورت باپردہ ہے اور پردہ سے کوئی بات کررہی ہے، تو خود قرآن کریم نے کہا: "**ا ن اتقین فلا تخضعن بالقول فیطمع الذی فی قلبہ مرض**"، مطلقاً آواز تو ممنوع نہیں ہے، اس لئے اس میں یہ قید لگائی جائے کہ عورت کی آواز ایسے لہجے اور ترنم میں نہ ہو جو کسی سننے والے کے لئے باعث لذت ہو سکے ورنہ اگر اس کے بغیر ہے تو سن سکتے ہیں، جزاکم اللہ۔

مفتی احمد نادر قاسمی (فقہ اکیڈمی):

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، میں ڈرامے کے سلسلہ میں چند باتیں رکھنا چاہتا ہوں، بہت سے ایسے ڈرامے ہیں جن میں بہت سے تاریخی پہلوؤں کو پیش نظر رکھا جاتا ہے، اسی طرح ڈرامے کے ان اقسام میں جیسے سیریلس وغیرہ ہیں، وہ بھی اسی کے زمرہ میں آتے ہیں۔ آج سے تقریباً چار سال پہلے حضرت ٹیپو سلطان شہید سے متعلق ایک سیریل آئی اس میں بہت سے ایسے تاریخی پہلو جو آزادی سے متعلق تھے وہ بھی سامنے آئے، تو میں یہ عرض کررہا تھا کہ ڈرامے کے بارے میں مطلقاً یہ نہ کہا جائے کہ وہ غلط ہے یا لغو ہے بلکہ ڈرامے میں اگر شرعی ضابطوں کو ملحوظ رکھا جائے تو ڈرامے بھی اسٹیج کئے جاسکتے ہیں اور اس کے پروگرام بھی مرتب کئے جاسکتے ہیں۔ شکریہ۔

مولانا محمد شاہجہاں ندوی:

مجھے مختصراً دو باتیں عرض کرنی ہے: نمبر ایک یہ کہ فقہاء کرام نے شعر پر جو رقم دی جاتی ہے اور اس کے لینے کو من السحت قرار دیا ہے، دراصل وہ اس سیاق میں ہے کہ بادشاہوں اور حکمرانوں اور امراء کی تعریف پر بیت المال سے جو ان کو مال ملتا ہے اس بناء پر انہوں نے اس کو سحت قرار دیا ہے، کیوں کہ بیت المال کی رقم اور اس کے مال کا مقصد یہ نہیں ہے۔ دوسری چیز جو مجھے عرض کرنی ہے وہ یہ کہ کھیل پر شرط کی رقم لگانا اس کا تعلق درحقیقت ان کھیلوں سے ہے جو جہاد کی تربیت میں معاون ہوتے ہیں ہر کھیل سے اس کا تعلق نہیں۔

مولانا عبدالرحیم کشمیری:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، اما بعد! مجھے مختصراً دو تین چیزیں عرض کرنی ہے پہلی چیز سیاحت کے متعلق ہے، سیاحت کے بارے میں سوال میں بھی تشنگی ہے اور جوابات میں اس چیز کو پیش نظر نہیں رکھا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ چوں کہ میرا تعلق کشمیر سے ہے وہاں پر بڑی انڈسٹری اور آمدنی کا ایک اہم ذریعہ ہے، میں یہ عرض کررہا تھا کہ سیاحت میں ایک پہلو یہ بھی ہے کہ بہت سارے لوگوں کا روزگار اس سے جڑا ہوا ہے اور ان کی آمدنی کا یہی ذریعہ ہے اور اگر یہ کہہ دیا جائے کہ ان جگہوں پر نہیں جانا ہے جیسے ابھی عرض میں یہ بات بھی آئی ہے کہ یوروپی ممالک یا غیر مسلم ممالک یا وہ مسلم ممالک جو ان کی تہذیب سے متاثر ہیں ان جگہوں پر نہ جایا جائے، تو لازماً اس کا نقصان ہوگا، اور وہ چیز بھی ہمیں پیش نظر رکھنی ہے نمبر ایک۔ نمبر دو یہ بات ہے کہ جہاں تک ہم نے غور کیا ہے اور کشمیر کے حالات کے پس منظر میں ہم نے بہت سوچا ہے کہ وہاں غیر ملک سے اور تمام دنیا سے جو آنے والے سیاح ہیں ان کے مقاصد میں صرف تفریح نہیں ہے بلکہ ہم یقین کی حد تک یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ اپنی تہذیب کو پھیلانا اور اس کو نافذ کرنا اور جتنا ہو سکے اس کو آگے بڑھانا یہ بھی ان کے مقاصد میں شامل ہے۔

ایک واقعہ میں مختصراً عرض کروں گا کہ ہمارے یہاں ایک کنونیٹ اسکول ہے اس نے ایک سفر کا اہتمام کیا، ہندوستان گھمانے کا مطلب مختلف شہروں کا تو وہ چوں کہ کنونیٹ اسکول ہے عیسائی چرچوں میں ان کو دکھایا اور کہا کہ یہ ہمارے چرچ ہیں اس کے بعد مسلمان مراکز کے نام پر حضرت نظام الدین وغیرہ ان جگہوں پر لے گئے، جہاں شروع سے ہی جانے سے پہلے بھکاریوں کا استقبال شروع ہوجاتا ہے اور چھینا جھپٹی شروع ہوجاتی ہے تو واپسی پر ان معصوم بچوں کے تاثرات یہ تھے کہ نعوذ باللہ ہم اسلام سے نفرت کرتے ہیں چوں کہ اسلام کے نام پر وہ مناظر دکھائے گئے اور عیسائیت کے نام پر وہ مناظر دکھائے گئے، یہ چیز سیاحت میں بہت اہم ہے کہ آج کل سیاحت، ٹورزٹریولس پروگرام وغیرہ ہوتے ہیں ان کا مقصد یہ بھی ہوتا ہے کہ کسی تہذیب سے آشنا ہونا، کسی تہذیب سے متاثر ہونا یا کسی تہذیب کو آگے بڑھانا، یا خود متاثر ہونا یا اس کو پھیلانا۔ اب میری گزارش ہے کہ مثلاً اگر ہم کشمیر کے اس میں کہیں، ایک بات یہ بھی پیش نظر رکھیے کہ امرناتھ یاترا جو ہے اس کے اندر سیاحت کے ساتھ ساتھ ایک مذہبی پہلو بھی ہے آج سے بیس سال پہلے وہاں یاتریوں کی تعداد بہت مختصر تھی اور وقفہ بھی بہت مختصر تھا پندرہ دن کا۔ اور آج وہی تعداد لاکھوں میں ہے لاکھوں سے متجاوز ہے اور وقفہ بھی تقریباً دو مہینے سے زیادہ کا ہوجاتا ہے۔ ریاستی سرکار اس پر واویلا مچاتی ہے، لیکن ہم یہ سمجھتے ہیں کہ سیاحت سے زیادہ مذہبی تیرتھ یاترا سے زیادہ ایک احیاء پسندی ہے ایک خاص طبقہ کی اور ایک خاص نظریہ کی، اگر اس چیز کو مدنظر رکھا جائے تو اسلامی ممالک اور ایسی جگہوں پر جہاں مسلمانوں کے ہاتھ میں یہ چیزیں ہیں وہاں جانے کی حوصلہ افزائی ہونی چاہئے نہ کہ حوصلہ شکنی، البتہ یہ شرط لگادی جائے کہ وہاں جانے کا مقصد سیر وتفریح ہی نہ ہو بلکہ دعوتی مقصد ہو، ہوسکتا ہے کہ ہمارے وہاں لٹریچر لے جانے سے، غیر مسلموں سے بات کرنے سے دعوت کا میدان ہمارے لئے کھل جائے اور ہم دعوتی کام کرسکیں، ایک تو یہ گزارش ہے یہ پہلو سوال میں بھی تشنہ تھا، جوابات میں بھی اس کی طرف توجہ نہیں گئی۔

دوسری بات عرض ہے کہ کارٹون کے بارے میں، شاید آپ حضرات اس حقیقت سے واقف ہوں کہ قانونی لحاظ سے صدر جمہوریہ کا کارٹون بنانا ممنوع ہے، چوں کہ کارٹون کی بنیاد اور اصلیت جو ہے تقریباً توہین پر ہوتی ہے اور آپ دیکھیں گے کہ اخبارات میں جب کارٹون ہوتا ہے تو اس میں جو انسان کا حلیہ ہوتا ہے وہ ایسا ہوتا ہے کہ آدمی خود اس کو دیکھ کر ہنس پڑتا ہے اس میں پھر یہ بحث کرنا کہ بھائی اس میں یہ نہ ہو یہ نہ ہو، اس کے اصل ہی کو دیکھا جائے کہ اس کا مقصد کیا ہوتا ہے۔ تیسری بات یہ عرض کرنی ہے کہ فلموں کے بارے میں جہاں دستاویزی فلموں وغیرہ کی بات آئی ہے وہاں یہ پیش نظر رکھا جائے کہ مغربی ممالک میں بعض فلمیں مثلاً ''دی میسیج'' کے نام سے ایک فلم بنی ہے، جامعہ ازہر نے جو ہے اس کی اجازت بھی دی ہے، لیکن دیکھنے والوں کا تاثر یہ تھا کہ جب ہم نے اس فلم کو دیکھا تو یا موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یا باقی انبیاء کے بارے میں فلمیں آئیں ہیں تو دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ دیکھنے کے بعد جو ایک عظمت ہوتی اور قلوب میں ایک ہیبت ہوتی ہے انبیاء علیہم السلام کی دیکھنے کے بعد چوں کہ وہ تصور تصویر کی شکل اختیار کر لیتا ہے تو پھر جب بھی موسیٰ علیہ السلام کا یا انبیاء علیہم السلام کا تصور ہوتا ہے تو وہی شکل سامنے آتی ہے جو کسی ہیرو نے ادا کیا ہے رول۔ اور اس سے اس عظمت میں فرق آجاتا ہے، ان سب چیزوں کو پیش نظر رکھا جائے۔ جزاکم اللہ۔

مولانا ظہیر احمد (کانپور):

مجھے جو بعض چیزیں کہنی تھی وہ ہمارے سابق ساتھی بات کہہ چکے ہیں، صرف ایک بات عرض ہے کہ جو ڈراموں کی جو بات چل رہی تھی اس میں ایک چیز کو اور شامل کر لیا جائے، سوال میں وہ واضح نہیں ہے اور عام طور سے اس کا استعمال اکثر ہوتا ہے جس کو نکڑ ناٹک کہا جاتا ہے اس کے اندر بھی بعض تنقید یعنی حکومتوں پر اور اس کی پالیسیوں پر یا جو اصلاح کے بھی اس کے اندر مقاصد ہوتے ہیں اس کو بھی شامل کر لیا جائے اور اس پر غور کیا جائے۔

مولانا سیف الرحمٰن صاحب (الہ آباد):

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، سوال ...(د) کے تحت تجارتی سامان یا کرایہ پر سامان دینے سے متعلق عرض میں جو باتیں آئی تھیں اس میں یہ عرض کرنا ہے کہ ہمارا شہر الہ آباد جو ہے وہ سنگھی شہر ہے تو وہاں ہر سال کنبھ کا میلہ ہوتا ہے تو اس کنبھ کے میلے میں بہت سے مسلم تاجر ہیں جو اپنا شامیانہ اور تخت اور سارے لائٹ کا سامان دینا چاہتے ہیں، اسی طرح سے بہت سے لوگ ایسے ہیں جو غیر مسلموں کے یہاں مزدور ہیں اور ان لوگوں سے دسہرے کی اور کنبھ کے میلے کی بلیوں کو کھدوایا جاتا ہے اور لائٹ لگوائی جاتی ہے تو کیا ان لوگوں کو ایسا کرنا جائز ہے یا ناجائز ہے اس کی وضاحت ہو جائے تو بہت بہتر ہے تجویز میں۔

مولانا نصر اللہ ندوی:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، سوال (ا) سے متعلق عرض کرنا ہے کہ اکثر مقالہ نگاروں نے مزاح کے جواز کے لئے یہ شرط لگائی ہے کہ اس میں جھوٹ نہیں ہونا چاہئے، جب کہ اکثر مقالہ نگاروں نے بلکہ تمام مقالہ نگاروں نے مزاحیہ کہانی لکھنے کو جائز قرار دیا ہے، حالانکہ یہ بات معلوم ہے کہ مزاحیہ کہانیاں جو ہوتی ہیں وہ جھوٹ پر مبنی ہوتی ہیں تو مزاح کرنے میں جھوٹ نہ ہو اور مزاح لکھنے میں جھوٹ ہو یہ فرق کیوں ہے؟ اس کی دلیل کیا ہے اس کی وضاحت کر دی جائے تو بہتر ہوگا۔ دوسری بات یہ عرض کرنی ہے کہ جو سوالنامہ میں نہیں ہے کہ ٹی وی پر مزاحیہ پروگرام دیکھنا، آج کل کامیڈی کے نام سے مزاح کا بہت رواج ہو گیا ہے اور اس کے باضابطہ چینل قائم ہو گئے ہیں تو کیا ٹی وی پر مزاحیہ پروگرام کا دیکھنا جائز ہے کہ نہیں ہے۔ تجاویز میں اگر اس کو ملحوظ رکھا جائے تو بہتر ہوگا۔ اور تیسری بات کرکٹ سے متعلق ہے کہ کرکٹ دیکھنا اور کھیلنا اس میں فرق ہونا چاہئے۔ کرکٹ کی جو ساری خرابیاں ہیں وہ دیکھنے کی وجہ سے آ گئی ہیں۔ کرکٹ اگر مختصر وقت کے لئے کھیلا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہونا چاہئے اس فرق کو بھی ملحوظ رکھنا چاہئے۔ جزاکم اللہ۔

مولانا مفتی محمد ساجد قاسمی (رامپور):

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، کرکٹ سے متعلق جو بات آئی ہے اس میں بڑی شدت معلوم ہوتی ہے، میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ کیا کرکٹ فی نفسہ ناجائز ہے یا خارجی امور کی وجہ سے کرکٹ کو ناجائز قرار دیا گیا۔ اگر خارجی امور کی وجہ سے کرکٹ کو ناجائز قرار دیا جارہا ہے تو ایسا کوئی کھیل شاید نظر سے نہیں گزرتا ہے جو خارجی امور کی وجہ سے ناجائز نہ ہوجائے، مثلاً موبائل فون کا استعمال ہے اگر اس کا صحیح نہج پر استعمال کیا جائے تو اس کا استعمال صحیح ہوگا اور اگر اس کو چیس کے ساتھ غیر مناسب مناظر دیکھنے کے لئے یا ناجائز باتیں، یا ناجائز تعلقات کے لئے اس کو استعمال کیا جائے یا ڈرامے وغیرہ دیکھنے کے لئے یا چٹکلے وغیرہ دیکھنے کے لئے استعمال کیا جائے تو موبائل فون کا بھی اس طرح استعمال ناجائز ہوجائے گا۔ اس لئے میری گزارش یہ ہے کہ جس طرح موبائل کو شرطوں کے ساتھ استعمال کی اجازت دی جاتی ہے اسی طرح کرکٹ کو بھی شرائط کے ساتھ کھیلنے کی اجازت ملنی چاہئے۔

ڈاکٹر ظفر انجم صاحب (امریکہ):

السلام علیکم ورحمۃ اللہ، کھیلوں کے..... جو ہورہا ہے اور مسلمان جس بات کی فکر کررہے ہیں میں اس کی طرف آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں، آج کل جو نوجوان نسل ہیں وہاں امریکہ میں اور دوسرے مغربی ممالک میں ان کو اسلام سے جوڑے رکھنے کے لئے بہت بڑی فکر ہوگئی ہے اس لئے کہ وہ مسجدوں کو نہیں آتے اور پھر وہ کھیلنے کے لئے جاتے ہیں دوسرے گراؤنڈس میں۔ اپنے دوسرے اسکولوں کے میدان میں جاتے ہیں، کلبوں میں جاتے ہیں اپنے غیر مسلم دوستوں کے ساتھ کھیلتے ہیں تو پوری طرح اسلامی ماحول سے دور ہیں تو وہاں کے بزرگوں کو والدین کو اور جو مذہبی لیڈر رہیں ان کو یہ بڑی فکر لاحق ہوگئی کہ ان نوجوانوں کو دین سے کیسے جوڑا جائے اور ان کو مسجدوں اور اسلامک سینٹروں میں کیسے لایا جائے تو اس وقت بڑی تحریک چل رہی ہے کہ جو بھی نئی

مسجد بنتی ہے وہ صرف مسجد کے نام سے نہیں بنتی بلکہ اس کے لئے بہت بڑی زمین لی جاتی ہے تا کہ مسجد سے ملحق اور متصل ان کے لئے جمنزیم بنائے جائیں تا کہ نوجوان مسلمان وہاں پر آئیں یوتھ وہاں باسکس بال کھیلیں، وہاں پر دوسرے گیمس کھیلیں اور ایک ہمارے وہاں پر امام ہیں وہ تو کرکٹ کھیلتے ہیں ماشاء اللہ، مسجد کے باہر میدان ہے اس میں کرکٹ کھیلتے ہیں، تو اس طرح کے کھیلوں کو جائز کرنے میں اس وقت وسعت نظر سے کام لینا چاہئے کیوں کہ اس سے دوسرے بہت سے فائدے بھی شامل ہیں اس سمینار سے انشاء اللہ مغربی ممالک میں جیسا کہ میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ ہم یہ سب پیغام لے کر پہنچیں گے تو کل جو تجاویز آئے گی تو اس سلسلہ میں میری عرض ہے اور گزارش ہے کہ اس کو ملحوظ رکھا جائے۔ جزاک اللہ۔

☆ ☆ ☆